هُوَ العلیُّ العظیم

نذرانۂ عقیدت بارگاہِ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ

حصہ اوّل

انما انت منذر و لکل قوم ہاد

ھذا علی صراط مستقیم

مولائے کائنات کی

حیات مبارکہ پر مشاہیرِ اہلِ قلم کے مضامین، منظومات، اور

۱۰۱ واقعات کا حسین مجموعہ

اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب

مُرتّبہ

محمد وصی خان

رحمت اللہ بک ایجنسی

بمبئی بازار - کھارادر - کراچی ۲

علیؑ علیؑ

حِصّہ اوّل حِصّہ اوّل

حِصّۂ اوّل

جس میں مؤلف

بحیثیت مُصنّف

۷۸۶

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہ عَلِیًّا وَلِیُ اللہ وَصِیُ رَسُولُ اللہ وَخَلِیفَہٗ بِلَافَصل

علیؑ علیؑ

حِصّۂ اوّل

مؤلفہ و مرتبہ

محمد وصی خان

علیؑ مولا بہ آں معنیٰ کہ پیغمبرؐ بود مولا

عبث در معنیِ مولا کمند مولامی روی ہرسو

افغانستان میں مقام امیرالمومنین علی ابنِ ابیطالبؑ

افغانستان میں دریائے گردیز کے کنارے ایک چوکسی کو امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہاں پر ہر سال ۲۲ مارچ کو جشنِ نوروز منایا جاتا ہے، اور روز پاکستان کے آزاد قبائل کے افراد بھی بلا اجازت جشنِ نوروز کے میلے میں شامل ہوجاتے ہیں۔ اس مقام کی مشہوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت علی علیہ السّلام خود تشریف لائے تھے اور یہاں پر ایک کافر جو دیو قامت تھا جس نے علاقہ کے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا، انھوں نے اس دیو کو زخمی کیا۔ یہ کافر آج بھی زندہ ہے۔ سال بھر میں دھیرے دھیرے اس کے زخم بھر جاتے ہیں۔ اور پھر خود بخود بارش ہوجاتی ہے جس سے اس کے زخم پھر کھل جاتے ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ یہ سوال کرتا ہے کہ اب دنیا میں کس کی حکومت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کی۔ یہ سنتے ہی وہ ایک دل سوز نعرہ لگاتا ہے جس سے اس کے جسم کے زخم پھر سے ہرے ہوجاتے ہیں۔ افغانستان کے شیعہ سال میں ایک دفعہ یہاں حاضری دینا ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ ہے جناب امیر علیہ السلام کا ایک زندہ معجزہ جسے دنیا آج بھی دیکھ رہی ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں بہت سے واقعات اور معجزات کا ذکر ہے جس کو پڑھ کر آپ کا ایمان تازہ ہوجائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ ہ

فہرست مضامین

حصّہ اوّل

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	اضافی سرورق نمبر ۱	۱	۱۹	بلاغتِ علیؑ	۳۷
۲	علیؑ ولی اللہ	۲	۲۰	اللہ اکبر اور یا علیؑ کے نعرے	۳۹
۳	اضافی سرورق نمبر ۳	۳	۲۱	عربی زبان پر مولا علیؑ کا احسان	۴۱
	حصّۂ اوّل		۲۲	حضرت علیؑ کی تصویر کا فوٹو	۴۶
۴	گزارش	۶	۲۳	حضرت علیؑ کا بے اولادوں کے لیے عطیہ	۴۷
۵	انتسابِ عقیدت	۷	۲۴	علیؑ اور اولادِ علیؑ نے بادشاہوں	۴۸
۶	مقصدِ ترتیب و تالیف	۸		کی بھی مدد کی۔	
۷	اظہارِ تشکر	۹	۲۵	لاہور کی قدیم ضریح کا فوٹو	۵۴
۸	مقدمہ	۱۰	۲۶	حضرتِ علیؑ کا معجزہ	۵۵
۹	جدول حضرت علی علیہ السّلام	۱۵	۲۷	حضرت علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا	۶۰
۱۰	شجرۂ طیبہ جنابِ امیر علیہ السّلام	۱۶		قرآن کا فوٹو	
۱۱	تفصیل ازواج و اولادِ جنابِ امیرؑ	۱۷	۲۸	حضرت علیؑ کی جنگی خصوصیات	۶۱
۱۲	علیؑ ولی اللہ	۱۸	۲۹	فضائل حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ	۶۶
۱۳	تصویر نائب صدر عراق	۲۶	۳۰	حضرت علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن	۷۵
۱۴	۱۹۶۵ء کی جنگ اخبار کی زبانی	۲۷	۳۱	اسمائے مبارک حضرت علیؑ	۷۶
۱۵	روشنی کی تلوار	۳۳	۳۲	حضرت علیؑ کی شخصیت کے چند	۷۸
۱۶	قدرت کی تلوار	۳۴		انمول پہلو	
۱۷	محمد علی کلے اور حُبِّ علیؑ	۳۵	۳۳	حضرت علیؑ کی ایک مخصوص دعا	۸۲
	انگریزی اخبار کا اصل فوٹو		۳۴	جواہر پارے	۸۳
۱۸	محمد علی کلے کے بیان کا اردو ترجمہ	۳۶	۳۵	مسئلہ جانشینیِ رسولِ خداؐ اور حضرتِ علیؑ	۱۰۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۶	حضرت علیؑ کی برجستگی	۱۰۸		**حصّۂ دوم**	
۳۷	شانِ علیؑ علمِ الجبرا کی روشنی میں	۱۱۵		اس حصّہ کو علمائے کرام اور دانشوروں	
۳۸	شانِ علیؑ علمِ برقیات کی روشنی میں	۱۱۷		کے مضامین سے مزین کیا گیا ہے۔	
۳۹	شانِ علیؑ علم الابدان کی روشنی میں	۱۲۱	۵۲	کون علیؑ ؟	۲۵۷
۴۰	حضرت علیؑ کی معجز نمائی	۱۲۵	۵۳	اداریہ	۲۵۹
۴۱	یومِ تاجپوشی جنابِ امیر علیہ السلام	۱۳۰	۵۴	امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ	۲۶۱
۴۲	مولائے کائنات نے فرمایا	۱۳۴	۵۵	علیؑ علیؑ	۲۶۹
۴۳	علامہ اقبال حضرت علی علیہ السلام	۱۳۵	۵۶	علیؑ ازم	۲۷۳
	کے حضور میں		۵۷	اگر علیؑ نہ ہوتے	۱۸۰
۴۴	فالنامہ حضرت امیر علیہ السلام	۱۴۰	۵۸	قصیدۂ لامیہ	۲۸۵
۴۵	نادِ علیؑ کے فوائد	۱۴۲	۵۹	الحق مع علی و علیؑ مع الحق	۲۹۰
۴۶	علیؑ اور حقوقِ انسانی	۱۵۰	۶۰	شاہِ ولایتم علیؑ	۲۹۱
۴۷	حضرت علی علیہ السلام کی دعا	۱۵۲	۶۱	سپاسِ جنابِ امیر علیہ السلام	۲۹۲
۴۸	بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم	۱۵۳	۶۲	حضرت علیؑ اور مسلمانانِ پاکستان	۲۹۵
۴۹	بحرین کے حیدری لنگ	۱۶۳	۶۳	منقبت در مدحِ حضرتِ علیؑ	۳۰۵
	اس صدی کا زندہ معجزہ		۶۴	سندھی قدیمی محبانِ علیؑ ہیں	۳۰۶
۵۰	مومنینِ کرام کے لیے ایک انمول تحفہ	۱۶۷	۶۵	علیؑ اللہ از ازل گفتم	۳۱۱
۵۱	تاریخ کے گم شدہ اوراق۔ علیؑ اور	۱۶۸		تمت بالخیر	
	اولادِ علیؑ کے معجزات				

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے

عصائے پیر ہے، تیغِ جواں ہے، حرزِ طفلاں ہے

مرتب و مولفہ کتاب

محمد وصی خان

صدر مرکزی تنظیم عزا رجسٹرڈ

اعتراف

میں اس امر کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت کے لیے بہت سا مواد جناب سید رضا رضوی سابق متوطن شاہ گنج آگرہ حال مقیم بہار کالونی جمشید روڈ کراچی نے فراہم کیا ہے۔ اور میری بڑی حوصلہ افزائی فرما کر اس جذبۂ اسلامی اور عشقِ حیدریؑ کا ثبوت دیا، جو انھیں اپنے جدِ امجد حضرت امام رضا علیہ السّلام سے ملا ہے۔ جزاک اللہ، مجھ ناچیز سے کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں جس کے لیے میں جناب رضا صاحب سے معذرت خواہ ہوں اور ائمہ اطہارؑ کے صدقے میں عفو کا طالب ہوں۔

محمد وصی خان

اِنتسابِ عقیدت

میری شہرت کا سبب مدحتِ حیدرؑ ہے وصی

ورنہ اربابِ سخن میں مرا رتبہ کیا ہے

دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں، روح کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت وشوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ یہ ہدیۂ ولا اور نذرانۂ عقیدت امامِ اوّل، مولائے کائنات، امیرالمومنین، امام المتقین، یعسوب الدین، ہادی و خلیفۃ المسلمین، حلّالِ مشکلات، نفسِ رسولؐ، زوجِ بتولؑ، عین اللہ، لسان اللہ، وجہ اللہ، ید اللہ، اسد اللہ، اذن اللہ، شیرِ خدا، صاحبِ ذوالفقار، ابوتراب، مجلّیِ ایمان، خطیبِ منبرِ سلونی، مظہر العجائب و الغرائب، برادرِ محمد مصطفےٰؐ، قسیم النار و الجنۃ، سیف اللہ، ناصر دین اللہ، وارثِ رسول الثقلین، ولی اللہ، حجت اللہ، صفوۃ اللہ، خلیفۃ الرسولؐ، الولی، الوصی، السنی، الصفی، الساقی، الہادی، الساجد، العابد، الصادق، الشاہد، الفاروق، الامین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرتا ہوں۔ اور انھیں کے نامِ نامی و اسمِ گرامی سے معنون کر کے مستدعی ہوں کہ اس ہدیۂ حقیر فقیر عاصیِ پُرمعاصی کو شرفِ قبولیت بخشا جائے تاکہ قبولِ عام ہو اور مجھ گنہگار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے۔

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

آخر میں اپنے مولاؑ کی بارگاہ سے اپنے والدِ بزرگوار جناب محمد عسکری خاں مرحوم کی مغفرت کے لیے دست بدعا ہوں اور قارئینِ کرام سے ملتجی ہوں کہ والدِ مرحوم جناب محمد عسکری خاں کے لیے ایک سورۂ فاتحہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو بخش دیں۔

مقصدِ ترتیب و تالیف!

اس کتاب میں میں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی، نہ یہ میرا کوئی دماغی کارنامہ ہے، تمام اقوال، واقعات، حالات اور حقائق کتبِ تواریخ میں موجود ہیں اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی نظر سے گذر چکے ہیں، اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت کم نگاہیں ان مقامات پر ٹھہری اور رُکی ہوں گی جن کا تعلق انسانی زندگی کی رہنمائی سے ہے، یا پھر یہ کہ مطالعۂ تاریخ کی دلچسپیوں، تلخیوں اور ناگواریوں نے انسانی اذہان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور وہ ان میں گم ہو کر رہ گئے۔

میں شرافتِ نفس اور حکمت و دانائی کے انمول اور زرّیں جواہر پاروں کو تاریخ کی ضخیم و دبیز کتابوں سے نکال کر چند صفحات میں اربابِ دانش کے سامنے لایا ہوں کہ وہ انھیں دیکھیں اور ان پر غور کریں، ممکن ہے کہ وہ کوئی مثبت نتیجہ نکال کر اپنی زندگیوں کو امیرالمؤمنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ہدایات و حیاتِ طیّبہ کی روشنی میں ڈھال سکیں۔

بارالٰہا! میری اس ناچیز سعی و کوشش کو قبول فرما اور اس کا صلہ بطفیلِ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام میرے والدِ مرحوم محمد عسکری خان کو جوارِ معصومین میں جگہ دے جنھوں نے میری تعلیم و تربیت کے فرائض ناساعد حالات کے باوجود کما حقہٗ انجام دیئے اور جن کی بے وقت مفارقت کے باعث میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔

خداوندا! میری اولاد کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھ، ان کو تحصیلِ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا شوق اور دین کی خدمت کا جذبہ عطا فرما، نیز انھیں دنیاوی عزت و توقیر اور حصول سے سرفراز فرما، اور میری اولاد کو غمِ حسینؑ کے سوا کوئی غم نہ دے۔ آمین!

اِظہارِ تشکّر!

میں ان تمام حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اور قدمے اس ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر میرے ہمنوا جناب سرکار حسن صاحب، جناب مولانا سید حیدر حسین صاحب رضوی، جناب نواب افتخار حسین صاحب، جناب رضی عباس صاحب، جناب سید اختر محمود صاحب رضوی، جناب سید محمد سبطین صاحب، جناب حسنین کاظمی صاحب، جناب معجز جونپوری صاحب، جناب قاسم عباس صاحب، جناب جانی صاحب، جناب بادشاہ مرزا صاحب، جناب غلام حیدر صاحب، جناب شاہ احسن حماد صاحب، جناب انصار حسین واسطی صاحب، جناب ضمیر حیدر صاحب، جناب جرار حسین صاحب، جناب مولانا سید حسین صاحب، جناب محشر لکھنوی صاحب، جناب وحید الحسن صاحب، جناب اقبال رضوی صاحب، جناب سرفراز حسین صاحب، جناب سید اعجاز امام صاحب، جناب داور حسین صاحب، جناب ثروت حسین زیدی صاحب، جناب عیسیٰ خان صاحب، جناب سرور حسین صاحب، جناب علی سعید صاحب، جناب رسول بخش صاحب (لاڑکانہ) جناب غلام حسین صاحب (سیہون شریف) جناب سجاد حسین صاحب، جناب غیور حسین صاحب، جناب لیاقت حسین صاحب زیدی، جناب میاں غلام سبطین صاحب، جناب سجن بھائی صاحب، جناب نذیر حیدر زیدی صاحب، جناب نذر باقر صاحب، جناب مولانا صوفی زاہد حسین صاحب، جناب علی شان صاحب، جناب شاکر حسین صاحب، جناب شاہ حسین حماد صاحب، جناب سید قیصر عباس صاحب، جناب شکیل صاحب، جناب خواجہ امیر حسن صاحب، جناب غلام محمد صاحب اور جناب سید انور حسین صاحب "علیؑ علیؑ" کے مسودات جمع کر کے کتابی شکل دینے پر آمادہ نہ کرتے تو ممکن تھا کہ یہ کتاب ابھی معرضِ وجود میں نہ آتی اور کام التوا میں پڑا رہتا۔ یہ ان سب کے پیہم اصرار اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج میں بفضلِ تعالیٰ اپنے خیالات کا مرقع قارئینِ عظام کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوں۔ خدائے بزرگ و برتر ان سب کو جزائے خیر دے اور ائمہ اطہارؑ کے صدقے میں ہمیشہ دینی و دنیوی نعمتوں سے مالامال رکھے۔

آخر میں اپنے محسن و مربّی اور استادِ مکرم قبلہ جناب سیّد تاثیر نقوی صاحب مدیر "عقیدہ" کا تہِ دل سے شکر گذار ہوں کہ جنھوں نے اپنی خرابیِ صحت اور عدیم الفرصتی کے باوجود نہایت جانفشانی اور شب و روز محنت سے کتاب ہذا پر نظرِ ثانی بلکہ ترتیبِ نو فرما کر اسے قابلِ اشاعت بنایا۔

خداوندِ عالم بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ انھیں صحتِ کاملہ اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

میں جناب سید رضا رضوی کا بھی از حد شکر گذار ہوں کہ انھوں نے مجھ سے بھرپور تعاون فرمایا، خدا ان کو اپنے انعاماتِ کثیر سے نوازے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الانبیاء والمرسلین محمد خاتم النبیین وعلیٰ اهل بیته الطیبین الطاهرین المعصومین المظلومین۔

ایک مدت سے ہماری تمنا تھی کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو مختلف کتابوں سے جمع کر کے یکجا کر دیں۔ لیکن یہ کام آسان نہ تھا اور عنان طبع سہل پسند واقع ہوا ہے۔ اس کی طبیعت مشکل کاموں سے بھاگتی ہے۔ ارادے متزلزل ہو جاتے ہیں۔ عزم باقی نہیں رہتا۔ یہی حال ہمارا ہوا کہ رہ رہ کر خیال تو آتا تھا کہ اس کام کا بیڑا اٹھا لیں لیکن پھر خود مشکلات اور دشواریوں کا تصور ہمت پست کر دیتا تھا۔ سچ ہے کہ ہر چیز اور ہر کام کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔ جب وقت آ جاتا ہے تو منجانب اللہ خود بخود اس کی تکمیل کے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں اور وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ اس عظیم اور مقدس ہستی کے متعلق جو کچھ بھی معلومات ہم کو حاصل ہو سکتی ہیں ان کے تین ذرائع ہیں۔ اسلامی تواریخ، کتب احادیث و تفاسیر اور کتب مقاتل۔ جب ہم آل محمد یعنی اہلبیت اطہار کے حالات اور واقعات کا تجسس کرتے ہیں تو ہماری مشکلات میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ علاوہ تو اکثر مسلمان مؤرخین نے آلِ محمد کے حالات و واقعات لکھنے میں بخل سے کام لیا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤرخین نے زیادہ تر بادشاہوں کے حالات درج کیے جو حکمران تھے اور آلِ محمد کے حالات و واقعات زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ صرف ادھر اُدھر کچھ لکھ دیا۔ ان بزرگواروں کے متعلق بعض اہم اور مشہور واقعات کا ذکر کیا بھی تو مجملاً کیا اور پھر کافی تحقیق و تفتیش کی زحمت گوارا نہیں کی۔ مثلاً واقعہ کربلا

کو پیش کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم اور اہم ترین واقعہ ہے لیکن اکابر مؤرخین نے اس واقعہ کو ضمناً اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آلِ محمد کے متعلق مسلمان مؤرخین نے یہ طرزِ عمل کیوں اختیار کیا؟ اس کے بظاہر دو وجوہ تھے۔ ایک یہ کہ اکثر مؤرخین کا تعلق ایسے مکتب خیال کے لوگوں سے تھا جو آلِ محمد سے کوئی محبت نہ رکھتے تھے اور ان بزرگواروں سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص سے محبت اور تعلق نہ ہو تو کیوں! اس کے متعلق کچھ کہنے اور لکھنے کی تکلیف و زحمت برداشت کرے گا۔

آلِ محمد سے یہ بے اعتنائی، بے پروائی اور بے تعلقی اس لیے ظہور پذیر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اسلامی دنیا میں جو انقلاب رونما ہوا یعنی اسلام کی قیادت اُن کے گھر سے نکل کر دوسروں میں منتقل ہو گئی اور پھر ان مقدس ہستیوں کے مصائب و شہادت کا باعث ہوئی۔ نہ صرف یہ بزرگوار یکے بعد دیگرے تلوار، زہر، قید تنہائی کے ذریعے صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے بلکہ صدیوں تک مسلسل اور منظم کوششیں کی گئیں کہ ان کے حالات و علوم اور ان کے فضائل و مناقب بھی مٹا دیئے جائیں۔ پس ان تمام کارروائیوں کا نتیجہ وہی برآمد ہوا جو ناگزیر تھا۔ مسلمانوں میں چند با ایمان نفوس کے سوا باقی سب ان بزرگواروں کے حالات، کمالات، فضائل و اعلیٰ مراتب سے ناواقف ہو گئے اور یہ مؤرخین بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

رسول اللہ کی رحلت کے بعد اسلام کی قیادت اور سرداری ایسے افراد کے سپرد ہوتی گئی جو آلِ محمد کی عداوت و مخالفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان قائدین اور حکمرانوں کو ایک دقیقہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوتا تھا کہ آلِ محمد کا نام بھی لیا جائے یا ان کا ذکرِ خیر ہو۔ زمانہ کا یہ رنگ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی صاحب ایمان ان بزرگواروں کا نام بھی کے ساتھ لیتا یا ان کے فضائل بیان کرتا تو اس کی سزا تلوار کی تیز دھار ہوتی یا کم از کم قید کی سخت سزا۔ اس شدید اور مسلسل احتساب کی موجودگی میں ان مؤرخین کو جو پہلے سے

ان مقدس ہستیوں سے کوئی خاص دلچسپی اور محبت نہیں رکھتے تھے۔ کیا پڑی تھی کہ اپنی جان و مال کو خطرہ میں ڈال کر ان کے حقیقی حالات وواقعات شرح و بسط کے ساتھ لکھتے۔ بس اتنا ہی لکھا جتنا حکومتِ وقت نے اجازت دی اور جس کا ترک ناگزیر تھا۔ باوجود اس احتساب اور روک تھام کے خدا نے کچھ ایسے افراد بھی پیدا کر دیئے جنھوں نے صاحبانِ اقتدار اور حکامِ وقت کے احکام کو ٹھکرا دیا، ان کی مطلق پرواہ نہ کی اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر ان بزرگانِ دین اور اوصیائے رسولِ اکرمؐ کے حالات و کمالات اور فضائل و مناقب دل کھول کر لکھ دیئے۔ لیکن افسوس کہ ان کے اکثر ملفوظات، تالیفات و تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکے۔ ان میں سے اکثر کتب کو تو حکام نے بجبر و باضابطہ اور منظم طور پر تلف کرا دیئے، بعض لوگوں کے یہاں چند کتابیں جو بچ گئیں ان کو حاکمِ جابر کے خوف سے ان لوگوں نے اس طرح چھپایا اور مخفی کر دیا کہ پھر ان کا پتہ نہ چلا اور دنیا پھر انھیں نہ دیکھ سکی۔ مثلاً جب ہم ابن ندیم المتوفی ۳۸۵ھ کی کتاب الفہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ایسی متعدد کتب کے نام پائے جاتے ہیں جو جاں نثارانِ اہلبیتؑ نے ان کے حالاتِ زندگی، فضائل و مصائب کے متعلق لکھے تھے۔ ان کتب میں سے دو فیصد بھی باقی نہ رہے۔ مختصر یہ کہ اسلامی تواریخ سے اہلبیتؑ علیہم السلام کے متعلق خاطر خواہ کافی اور صحیح معلومات ہم کو نہیں ملتیں۔

دوسرا ذریعہ معلومات کا احادیث و اخبار ہیں لیکن ان کی حالت بھی قابلِ اطمینان نہیں۔ حضرت سرورِ کائنات کے زمانے میں ہی مسلمان غلط احادیث وضع کرنے اور بیان کرنے لگے تھے چنانچہ جب اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو ہوئی تو آپ نے عتاب فرمایا اور ایسا کرنے سے لوگوں کو سختی سے منع فرمایا۔

رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جھوٹی اور وضعی حدیثوں کا سلسلہ اس شدت سے جاری ہوا کہ اس کے انسداد کے لیے سخت کارروائی کرنی پڑی یہاں تک کہ حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ کے دُرّے لگائے۔

خلفائے راشدین کے بعد جب حکومت خاندانِ بنو امیہ میں منتقل ہوئی تو ان حکمرانوں نے جھوٹی حدیثیں وضع کرانے کا سلسلہ قائم کیا۔ کثیر رقم صرف کر کے اپنے

فضائل میں اور جناب امیر علیہ السلام اور اہلبیت علیہم السلام کی منقبت میں جو احادیث گڑھوائیں ان کے ذکر سے تواریخ اور کتبِ احادیث و اخبار بھری پڑی ہیں۔ ان جھوٹی حدیثوں کا سلسلہ بنی امیہ پر ختم نہیں ہوا بلکہ بنی عباس کے دورِ حکومت میں بھی قائم رہا۔

اس حدیث سازی کے وبائی مرض کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دنیائے اسلام کے علماء اس سے متاثر ہو گئے اور ان جھوٹی و وضعی حدیثوں کو اکثر علماء نے تو عمداً حکامِ وقت کی خوشنودی کی خاطر اور بعض نے نادانستہ طور پر اپنی کتابوں میں شریک کر لیا، اور اس کثرت سے شریک کیا کہ بعد میں ان کے متعلق بعض محققین کو بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھنی پڑیں، اس کے باوجود بعض معتبر اور مستند کتب احادیث میں بلکہ صحاحِ ستہ میں بھی یہ جھوٹی اور وضعی احادیث رہ گئیں جواب تک موجود ہیں۔

کتبِ شیعہ بھی ان سے محفوظ نہیں رہیں۔ ان کی کتبِ احادیث میں بعض ایسی حدیثیں نظر آتی ہیں جن سے بادی النظر میں محمد و آلِ محمد کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن ذرا غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان سے ان بزرگوں کی منقصت اور توہین ہوتی ہے۔

یہ حدیثیں بڑی چالاکی و مکاری کے ساتھ وضع کی گئیں۔ بعض بھولے اور کم عقل شیعہ علماء نے ان کو مفیدِ مطلب سمجھ کر اپنی کتب میں شریک کر لیا۔

ان سب دشواریوں کے باوجود مولائے کائناتؑ کے فضائل جس حد تک ناچیز کو اپنی علمی سمجھ کے مطابق مل سکے ان کو یکجا کیا ہے۔ ان میں نہ رنگ آمیزی سے کام لیا گیا ہے نہ مبالغہ آفرینی سے نہ ان میں نارِ عصبیت کارفرما ہے اور نہ بیجا جنبہ داری بلکہ حقائق و واقعات اور تاریخی مسلمات کی روشنی میں انھیں اس طرح ترتیب دیا گیا ہے تاکہ آپؑ کی زندگی و سیرت کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑ سکے۔ تاریخی واقعات کو تاریخ ہی کی زبان میں دہرایا گیا۔ اس کے علاوہ جنابِ امیرؑ کی ذات سے جو بنی نوعِ انسان کو جو فوائد پہنچے ہیں وہ ان ہی کی زبانی صحیح حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

انھیں غلط رنگ دینے یا مسخ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے، اور اختلافی مسائل کو صرف تجزیۂ تاریخ و نقدِ روایت تک محدود رکھا ہے اور حتی الامکان باہم آویزشوں سے بچنے کی سعی کی گئی ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعا ہوں کہ عصبیت و تنگ نظری کی زنجیروں سے آزاد رہ کر تحقیق و جستجو کی مجھے توفیق عطا کرے اور میں مولائے کائناتؑ کی ارفع و اعلیٰ شخصیت کے حقیقی خدوخال پیش کرنے میں کامیاب ہوں۔ میری دلی آرزو ہے کہ یہ کتاب بارگاہِ مرتضوی میں قبول ہو اور میرے لیے زادِ آخرت کا کام دے۔

طالبِ حق

خاکپائے اہلبیتِ اطہارؑ

محمد وصی خان

"منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرتؑ کے کسی خاص محب نے آپ سے سوال کیا یا امیرالمومنینؑ! باوجود اس کے کہ اس قدر فضائلِ صوری و معنوی اور کمالاتِ دنیوی و اُخروی آپ کی ذات فائض البرکات کو حاصل ہیں پھر کیا سبب تھا کہ ابنِ ہندہ کو مغلوب نہ کرسکے؟ فرمایا۔ دنیا دو پاؤں سے قائم ہے۔ ایک حق دوسرا باطل۔ میں نے ارادہ کیا کہ یہ ایک پاؤں سے کھڑی ہو مگر نہ ہوسکی۔"

جدول
حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام

اسمِ مبارک ـــــــــ	علیؑ
کنیت ـــــــــ	ابوالحسنین، ابوتراب
لقب ـــــــــ	امیرالمومنین، مرتضیٰ وغیرہ
جائے ولادت ـــــــــ	خانۂ کعبہ
یوم، تاریخ، ماہ و سنہ ولادت ـــــــــ	جمعہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل
نام والدِ ماجد ـــــــــ	حضرت ابوطالبؑ
نام والدۂ ماجدہ ـــــــــ	حضرت فاطمہ بنتِ اسد
حاکمِ وقتِ ولادت ـــــــــ	شہر مکہ
جائے شہادت ـــــــــ	مسجدِ کوفہ
نقشِ نگین ـــــــــ	الملک للہ الواحد القہار
یوم، تاریخ، ماہ و سنہ شہادت ـــــــــ	دوشنبہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ
قاتل و سببِ شہادت ـــــــــ	ضربت ابنِ ملجم ملعون از زہر آلود تلوار، بحالتِ نماز
سنِ مبارک ـــــــــ	۶۳ سال
حکمرانِ وقتِ شہادت ـــــــــ	امیر معاویہ (حاکمِ شام)
مدتِ امامت ـــــــــ	۳۰ سال
جائے دفن ـــــــــ	نجفِ اشرف (عراق)

خاندانِ مُرتضوی

شجرۂ طیبہ

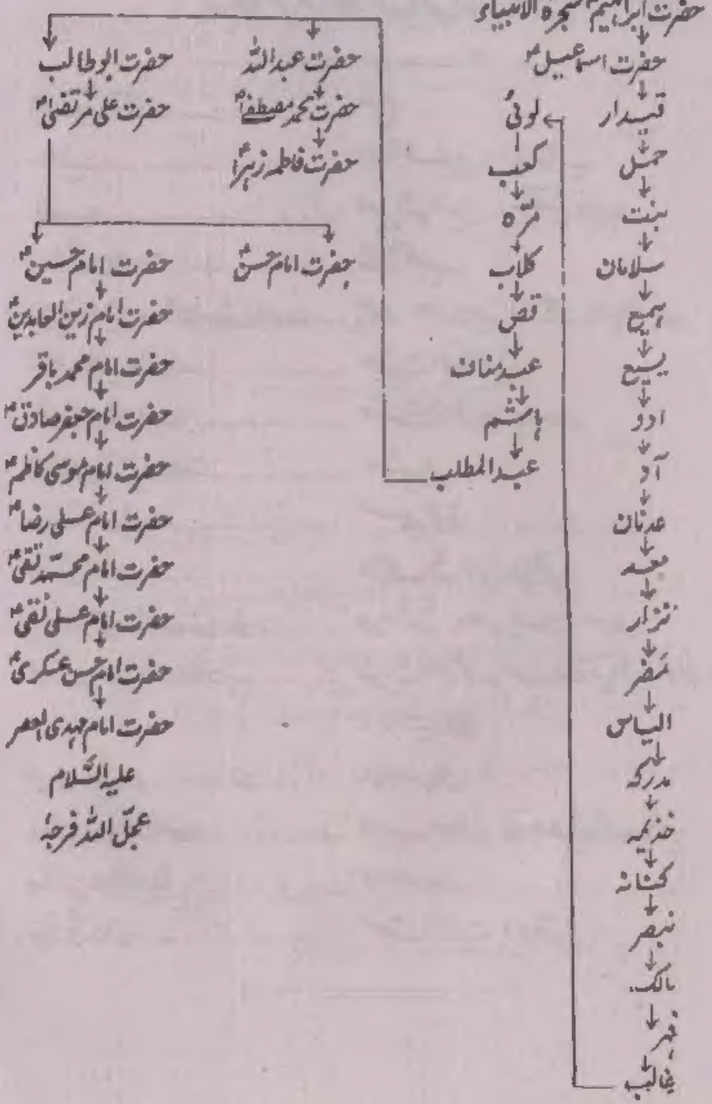

تفصیلِ ازواج واولاد

جنابِ امیر علیہِ السّلام

ازواج جناب امیر علیہ السلام کتاب انوار الحسینیہ، جلد ۲ صہ ۳۵ میں ہے کہ آنجناب نے دس عورتوں سے نکاح کیا۔ آپ کا پہلا عقد جناب فاطمہ زہرا بنت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ رسول خدا سے ہوا اور آپ کی حیات میں جناب امیر نے کوئی دوسرا عقد نہیں کیا۔ وقتِ شہادت چار بیویاں موجود تھیں۔ امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ اور جناب ام البنین۔

پسران جناب امیر علیہ السلام پسران جناب امیر علیہ السلام کی تعداد ۱۴ تھی حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ جناب محسنؑ از بطن جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا۔ حضرت محمد حنفیہ از بطن خولہ حنفیہ دختر جعفر بن قیس۔ حضرت عباسؑ علمدار، جعفر، عثمانؑ، عبداللہ اکبر از بطن جناب ام البنین دختر حزام کلابیہ۔

اولاد امیر المومنین سے صرف پانچ فرزندوں کی نسل چلی (تاریخ محمد بن جریر طبری۔ تاریخ ابو الفداء اور مناقب شہر آشوب) (۱) حضرت امام حسنؑ (۲) حضرت امام حسینؑ (۳) حضرت عباس علمدار (۴) حضرت محمد حنفیہ (۵) عمر الاکبر۔

دختران جناب امیر علیہ السلام جیسا کہ مختلف کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی دختران کی تعداد ۱۶ تھی۔
جناب زینبِ کبریٰ، جناب زینب صغریٰ (ام کلثوم) از بطن جناب خاتونِ جنتؑ، جناب رقیہ از بطن ام حبیبہ دیگر روایت جناب ام البنین کے بطن سے تھیں، جناب زینب کا عقد جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا اور جناب ام کلثوم کا عقد جناب محمد بن جعفر طیار کے ساتھ ہوا باقی دختران جناب علی المرتضیٰؑ کے حالات عام طور پر کتابوں میں نہیں پائے جاتے

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ

جس طرح خدا کے نہ ماننے والوں کے انکار سے خدا کی خدائی پر کوئی اثر نہ پڑا اور لوگ اس پر ایمان لاتے ہی رہے، اسی طرح اہلبیتِ رسولؐ کی عظمت اور علیؑ کی ولایت ووصایت کو نہ ماننے سے ان کی عظمت ومنزلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ برعکس اس کے جب اغیار تاریخ کا غیر جانبدارانہ اور منصفانہ مطالعہ کرتے ہیں تو علیؑ کی ولایت پر خود ایمان لے آتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ان علیاً منّی وآنا من علی وھو ولی کل مومن بعدی" علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور میرے بعد علیؑ ہر مومن کے ولی ہیں۔ صاحب عبقات الانوار نے ۶۷ محدثین اہلسنت سے نقل فرمایا ہے جس میں صحاح ستّہ سے لے کر تیرھویں صدی ہجری تک کی مستند کتب شامل ہیں۔

"عبقات الانوار فی امامۃ ائمۃ الاطہارؑ"، ایک عظیم تالیف ہے جس کی متعدد جلدوں میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور ائمہ اہلبیت طاہرینؑ کی امامت، عصمت اور فضیلت سے متعلق اور ان کے حق کے اثبات میں وہ سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے جو اللہ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باربار ارشاد فرمایا اور یہ ارشادات صحابہ، تابعین اور محدثین نے نقل کیے اور جو اہلسنت کی مستند کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ اس تمہید کے بعد ہم عبقات الانوار سے حدیثِ ولایت کے ۶۷ حوالے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حوالے ان حضرات کے لیے ہیں جو اپنے علماء اور اپنی گزشتہ کتابوں کو مانتے ہیں۔ جو لوگ کسی مشترکہ بنیادِ گفتگو پر متفق ہی نہیں اور ہر شخصیت اور ہر بات کے منکر ہیں ان سے کوئی گفتگو عبث ہے۔

قال رسول اللہ! ان علیاً منّی وانا من علی وھو ولی کل

مومن من بعدی" حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی

اِس حدیث کو حسبِ ذیل محدثین نے نقل کیا ہے:

۱۔ سلیمان بن داؤد الطاسی ۲۰۴ھ۔ شیخ واستاد احمد بن حنبل کی روایت استیعاب ابن عبدالبر میں ہے (مسند صحیح)

۲۔ ابوبکر عبداللہ بن ابی العبسی الکوفی۔ ۲۳۵ھ۔ رسالہ قول علی فضائل علیؑ، چالیسویں حدیث۔

۳۔ امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل میں بسندِ صحیح۔

۴۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ اقلمی الترمذی۔ صحیح ترمذی میں بسند حسن ازراویان ثقہ۔

۵۔ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی۔ ۳۰۳ھ
خصائصِ نسائی۔ یکے از صحاح ستہ وکتاب خصائص امیر المومنینؑ۔

۶۔ حسن بن سفیان النسوی البالوزی ۳۰۳ھ۔ کتاب الاکتفا (مسند) ابراہیم بن عبداللہ یمنی الوصابی۔

۷۔ ابویعلی احمد بن علی الوصل۔ ۳۰۷ھ۔ مسند ابویعلیٰ بسند صحیح۔

۸۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ ۳۱۰ھ۔ کنز العمال وتہذیب الآثار۔

۹۔ خشمیۃ بن سلیمان الاطرابلسی۔ ۳۴۳ھ۔ فضائل الصحابہ۔

۱۰۔ ابوحاتم محمد بن حبان البستی۔ ۳۵۴ھ۔ ریاض النضرہ صفحہ ۲۱۲۔ ۲۸۷ و نیز کتاب الاکتفاء در حرف میم۔

۱۱۔ سلیمان بن احمد بن احمد بن ایوب الطبرانی۔ ۳۶۰ھ۔ مفارج العلےٰ۔ علامہ محمد صدر عالم۔

۱۲۔ محمد بن عبداللہ بن محمد الحاکم الضبی نیشاپوری۔ ۴۰۵ھ۔ مستدرک علی الصحیحین
میں بشرط صحت صحیح مسلم۔

۱۳۔ احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی۔ ۴۱۰ھ۔ کنز العمال ملا محمد متقی۔

۱۴۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق موسیٰ الاصفہانی۔ ۴۳۰ھ۔
کتاب الاکتفا الوصابی و فضائل الصحابہ۔

۱۵۔ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی۔ مناقب اخطب خوارزم۔

۱۶۔ ابوالقاسم حسین بن محمد الشہیر بالراغب الاصفہانی۔ محاضرات الادباء و
محاورات الشعراء والبلغاء۔ مطبوعہ مصر۔

۱۷۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی المعروف بالخطیب۔ ۴۶۳ھ۔
کنز العمال مفتاح النجا قول مستحسن معارج العلیٰ۔

۱۸۔ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن البر النمری القرطبی۔ ۴۶۳ھ

۱۹۔ مسعود بن ناصر السجستانی۔ ۴۷۷ھ۔ ظرائف فی معرفتہ مذہب الطوائف۔

۲۰۔ ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجیلانی۔ ۴۸۳ھ۔ مناقب علی بن ابی طالبؑ
قلمی موجود در کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ۔

۲۱۔ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن خنافسر والدیلمی الصمدانی۔ ۵۰۹ھ
فردوس الاخبار۔

۲۲۔ محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی۔ ۴۸۸ھ۔ ولادت الخالص العلویہ۔

۲۳۔ ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار شیرویہ بن الدیلمی۔ ۵۵۸ھ۔
مسند الفردوس و کتاب الاکتفاء

۲۴۔ ابوالموئید موفق بن احمد المعروف بہ اخطب خوارزم۔ ۵۶۸ھ۔
مناقب امیرالمومنین۔

۲۵۔ علی بن حسین بن ہبتہ اللہ المعروف بہ ابن عساکر ۵۷۱ھ۔ ریاض النضرہ

فی فضائل العشرۃ والکفایۃ الطالب۔ توضیح الدلائل و روضۃ ندیہ۔

(۲۶) ابوحامد بن محمود محمد بن حسین بن یحییٰ الصالحانی۔ توضیح الدلائل علی الترجیح
الفضائل شہاب الدین احمد بصراحت حدیث حسن متین۔

۲۷۔ ابوالسعادت مبارک بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر الجزری ۶۰۶ھ۔ جامع الاصول
من احادیث الرسولؐ۔

۲۸۔ عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم بن الفضل القزوینی الرافعی۔ ۶۲۳ھ۔
کنز العمال ملا علی متقی و مفتاح النجا میرزا بدخشانی صفحہ ۲۲۸ فصل خامس
من المطلب الثالث۔

۲۹۔ عزیز الدین ابوالحسن علی بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر۔ ۶۳۰ھ۔ اسد الغابہ
فی معرفتہ الصحابہ (حرف العین ترجمہ العلیؑ)

۳۰۔ ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلنی الکلاعی المعروف بہ ابن سبع ۶۳۴ھ
شفاء الصدور، کتاب الاکتفا۔ تہذیب الآثار ابن جریر۔

۳۱۔ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن الواحد المقدسی السعدی الحنبلی ۶۴۳ھ۔
کتاب المختارہ، کتاب الاکتفا، مستدرک حاکم۔

۳۲۔ ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی الزرہر۔ ۶۵۲ھ۔ مطالب السئول صفحہ ۱۵۲۔
فصل خامس، باب اوّل۔

۳۳۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی۔ ۶۵۸ھ۔ کفایۃ الطالب،
مختلف اسناد سے باب ۶۲۔

۳۴۔ محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری الشافعی المکی ۶۹۴ھ
ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ فصل خامس باب الرابع قسم ثانی۔

۳۵۔ ابراہیم بن محمد الحموینی۔ ۷۲۲ھ۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول و
السبطین میزان الاعتدال۔

۳۶۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی۔ ۷۴۸ھ میزان الاعتدال۔

۳۷۔ حافظ محمد بن یوسف الزرندی۔ ۷۵۰ھ۔ نظم درر السمطین والمعارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول ؐ۔

۳۸۔ محمد بن مسعود الکازرونی ۷۵۸ھ

۳۹۔ علی بن شہاب الدین الہمدانی۔ ۷۸۶ھ۔ مودۃ القربیٰ

۴۰۔ سید شہاب الدین احمد (صاحب توضیح الدلائل) توضیح الدلائل صفحہ ۳۸۵ باب خامس وصفحہ ۳۷۹ باب سابع والعشرون۔

۴۱۔ شہاب الدین احمد بن علی المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ الاصابہ بتمییز الصحابہ بحوالہ صحیح ترمذی۔

۴۲۔ حسین بن معین الدین الیزدی المیبندی۔ ۸۷۰ھ۔ فواتح بحوالہ صحیح ترمذی

۴۳۔ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی ۹۱۱ھ

۴۴۔ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری بروایت احمد بن حنبل

۴۵۔ الحاج عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد البخاری ۹۳۲ھ تفسیر انوری

۴۶۔ محمد بن یوسف السامی۔ ۹۵۰ھ۔ سُبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد بحوالہ امام احمد و بخاری و اسماعیلی و نسائی۔

۴۷۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی مکی ۹۷۳ھ منح مکیہ شرح قصیدۂ ہمزیہ۔

۴۸۔ علی بن حسام الدین بن عبد الملک القادری المعروف بہ المتقی ۹۷۵ھ کنز العمال (بطرق متعددہ)

۴۹۔ شیخ عبد اللہ العیدروس۔ ۹۹۰ھ۔ العقد النبوی والسیرۃ المصطفوی بحوالہ ترمذی وحاکم۔

۵۰۔ میرزا مخدوم بن معین الدین۔ ۱۱۰۳ھ۔ کتاب النواقض بحوالہ ترمذی۔

۵۱۔ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی یمنی شافعی۔ اسنی المطالب

۵۲۔ احمد بن محمد بن احمد الحافی الحسینی الشافعی۔ تبر مذاب فی ترتیب الاصحاب

۵۳۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی۔ کتاب اربعین فی مناقب امیر المومنین۔ ۱۰۰۰ھ۔

۵۴۔ علی بن سلطان محمد الہروی القادری۔ ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

۵۵۔ عبد الرؤف بن علی المناوی شافعی۔ ۱۰۳۱ھ۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق۔

۵۶۔ سید محمود بن علی الشیخانی القادری۔ ۱۱۰۱ھ

۵۷۔ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر مکی ۱۱۴۷ھ۔ وسیلۃ المآل فی مناقب الآل (از امام احمد بن حنبل)

۵۸۔ میرزا محمد بن معتمد خاں حارثی بدخشی۔ ۱۱۲۴ھ۔ مفتاح النجا فی مناقب آل العبا۔ (از امام حنبل و نزول الابرار)

۵۹۔ محمد صدر عالم۔ ۱۱۴۶ھ۔ معارج العلیٰ۔

۶۰۔ شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم۔ ۱۱۷۶ھ۔ قرۃ العینین (از حاکم و نسائی)

۶۱۔ محمد بن اسماعیل الامیر الیمینی۔ ۱۱۸۲ھ۔ روضۃ الندیہ شرح تحفۂ علویہ (ترمذی والوحاتم)۔

۶۲۔ محمد بن الصبان۔ ۱۲۰۶ھ۔ اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل بیتہ الطاہرین۔

۶۳۔ احمد بن عبد القادر عجیلی شافعی۔ ۱۲۲۵ھ۔ ذخیرۃ المآل فی شرح عقد الجواہر لآل

۶۴۔ مولوی محمد مبین بن محب اللہ سہالی۔ ۱۲۲۵ھ (وسیلۃ النجاۃ از حاکم و ترمذی۔

۶۵۔ محمد سالم بن سلام اللہ مفید، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ اصول الایمان (از ترمذی)

۶۶۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی۔ ۱۲۷۰ھ۔ مراۃ المومنین فی مناقب آلِ سیدالمرسلین فصل ثانی، باب اوّل۔

۶۷۔ شیخ سلیمان قندوزی۔ ینابیع المودۃ (از سنن ترمذی)

۶۸۔ مولوی حسن الزماں الترکمانی الحیدرآبادی۔ القول المستحسن فی فخر الحسن صفحہ ۴۹۳

قارئینِ کرام! اس سلسلہ میں آپ کو اتنا اور بتاتا چلوں کہ سندھ اور ملتان میں ایک ہزار سال قبل بھی اذان اور کلمہ میں "علیؑ ولی اللہ" کہا جاتا تھا۔ جناب کی خدمت میں کتاب "حسن بن صباح"، مصنفہ مولانا مولوی عبدالحلیم ایڈیٹر دگداز مطبوعہ مکتبۂ سلطانی بھنڈی بازار بمبئی ۳ سنہ۔ صفحہ ۲۷۳، باب "سندھ اور ہندوستان کے باطنی" میں شررؔ لکھنوی فرماتے ہیں:۔

"مسعودی، ابن فروازیہ، ابن حوقل، ابوالسحق اسطخری اور علامہ بشاری کے سفرناموں کو اگر ترتیب سے رکھا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اسماعیلی مذہب آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے کس طرح سندھ کے تمام مسلمانوں کا مذہب بن گیا تھا۔ ملتان تو پہلے ہی اسماعیلی مذہب کا پیرو ہو چکا تھا۔ منصورہ باقی تھا، اس نے بھی خلافتِ بغداد کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دونوں جگہ کی مسجدوں کے خطبوں میں مصر کے خلفائے بنی فاطمہ کے نام شامل ہو گئے اور اذان میں کلمہ "اشہدان علیاً ولی اللہ" بڑھ گیا۔"

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی جن کا انتقال ۹۵۶ھ میں ہوا ہے اور اس واقعہ کو آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں

نے انتقال سے دس بیس سال قبل ہی سندھ اور ملتان کا دورہ کیا ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشہد ان علیاً ولی اللہ، کلمہ اور اذان میں تقریباً ۳۴۰ھ یا اس سے پہلے سے رائج تھا جو آج تک بحمداللہ رائج ہے اور قیامت تک رائج رہے گا۔ یہ کتاب جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے جناب سید رضا رضوی ساکن بہار کالونی جمشید روڈ کراچی کے پاس موجود ہے۔ "منصورہ" کراچی کا سابقہ نام ہے۔

ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامہ میں مندرجۂ بالا حقائق کی تصدیق کرتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ سفرنامہ انتہائی معتبر و مستند سمجھا جاتا ہے۔

وَجۡہُ اللّٰہ

اوخیو انداخت برروئے علیؑ
افتخارِ ہر نبی و ہر ولی
(مولانا رومیؒ)

خَلِیۡفَۃُ اللّٰہ

گر خلیفہ چارم در اونش خوانند
من اولیش شناسیم نیستش ثانی
(حکیم قاآنیؒ)

اسد اللّٰہ

غالبِ نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسداللہ و ہم اسد اللہیم (غالبؔ)

مصنف :- عبدالکریم مشتاق

کتبہ سید صفدر حسین مرحوم

فضا میں نعرۂ حیدری کی گونج

اب تو اپنے دشمنوں نے بھی "یا علیؑ" کا نعرہ اپنا لیا
بھارتی فوجوں نے شکست سے بچنے کیلئے حضرت علیؑ کا سہارا لینا شروع کر دیا

ہندوستان و پاکستان کی سنہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کا حال
اخبارات کی زبانی

راولپنڈی ۹ اکتوبر (اے پی پی) کل یہاں پاکستانی فوج کے ایک افسر نے اخبار نویسوں کو حالیہ جنگ کے متعلق معلومات بہم پہنچاتے ہوئے بتایا کہ بھارتی فوج کے ڈوگرہ اور جاٹ پلٹنیں پاکستان کی نقل اتارتے ہوئے سیالکوٹ اور رحیت گڑھ سیکٹر میں حملے کے وقت "یا علی" کا نعرہ لگا رہے تھے جنگ کے شور میں پاکستانی فوجیوں نے بھارتی سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے یہ نعرہ لگا رہے تھے انہوں نے کہا ہم یہ بات نہیں سمجھ سکے کہ بھارتی یہ نعرے ہمیں دھوکہ دینے کیلئے لگا رہے تھے یا اس طرح وہ اپنے اندر قوت اور اپنے حملے میں زور پیدا کرنا چاہتے تھے۔

روزنامہ انجام کراچی مورخہ ۱۰ اکتوبر ۶۵ء

ہمارے جانباز مجاہدین وطن ہی "یا علی" کا نعرہ نہیں لگاتے ہیں

بلکہ ان کے جنگی ہتھیار اور توپیں بھی یا علی یا علی کہتی ہیں!

واہگہ سیکٹر ۲۰ اکتوبر (انجام کے نامہ نگار خصوصی) ہمارے جوان خدا پر مکمل بھروسہ، اپنے مقصد پر یقین اور وطن سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ دل میں انہیں اپنے اسلحے سے بھی بہت پیار ہے اپنے لیے ہی ایک توپچی کا بڑا دلچسپ واقعہ اگر تم سننے میں آیا ہے جب سے آخری

میں متعین ہے۔ ایک ہی توپ پر کام کر رہا ہے۔ سنا ہے اس نے ہمیشہ اپنی توپ کو دلہن کی طرح بنا سنوار کر رکھا۔ وہ روزانہ دو مرتبہ اسے کپڑے سے اچھی طرح صاف کر کے چمکاتا تھا۔ جب اسے محاذ پر دشمن کے مقابلے میں توپ چلانے کا موقع ملا تو وہ فرطِ مسرت سے ناچنے لگا اس نے بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ مورچے پر اپنی پوزیشن سنبھال لی اور پھر دشمن پر جہنم کے دروازے کھول دیئے وہ ہر گولہ چلانے کے بعد عقاب کی سی نگاہوں سے اپنا نشانہ دیکھتا اور جب اسے نظر آتا کہ اس کے گولے سے دشمن کے سپاہیوں کے لوتھڑے ہوا میں اڑ رہے ہیں تو بے اختیار "یا علی" کا نعرہ لگا کر دوسرا فائر کر دیتا۔ جب اس کا گولہ کسی ٹینک میں لگتا تو وہ بے اختیار اپنی توپ کو چومتا اور کہتا "شاباش شیر کی بچی بھون کر رکھ دے کافروں کو"۔

بتایا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ اپنی توپ سے باتیں کیا کرتا تھا اور انتہائی جوش و خروش کے عالم میں کہتا تھا "تو مسلمانوں کا ہتھیار ہے۔ ظالم بخشش چاہتی ہے تو کافروں کے ٹکڑے اڑا دے"۔

اس کے ساتھی جب اس سے پوچھتے کہ تم اس بے زبان سے باتیں کیوں کرتے ہو تو وہ کہتا "اسے تمہیں بے زبان نظر آتی ہے؟ یہ تو میری جان ہے دیکھتے نہیں یہ کتنی گرج گرج کر بولتی ہے تم اس کی زبان نہیں سمجھتے غور سے سنو جب گولہ چلتا ہے تو اس کے منہ سے صاف آواز نکلتی ہے

یا علی، یا علی

سیالکوٹ کے محاذ پر جن توپچیوں سے ملا، ان کا بھی یہی حال تھا، وہ بتلاتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ جناب ہم نے اس جنگ میں معجزے دیکھے ہیں۔ ہم نے خدا کی قدرت کے کرشمے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ (روزنامہ انجام کراچی، مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

یا علی کا نعرہ سن کر بھارتی سپاہی کا دم نکل گیا!

راولپنڈی ۲۴ اگست۔ مظفر آباد سے اطلاع ملی ہے کہ کل رات بھارتی فوج نے چناری سے آگے بڑھنے کی کوشش کی، مجاہدین نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین "یا علی" کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے وہیں گر کر ہلاک ہو گیا۔

نوائے وقت ۸/۹/۶۵ ، ۲۵، جنگ کراچی ۸/۶۵ ۲۶

ہم نامہ نگار جب مفتوحہ علاقے میں داخل ہوئے تو پاکستانی فوج کے مورچوں میں بیٹھے ہوئے جوانوں نے اللہ اکبر اور یا علی کے نعروں سے ہمارا استقبال کیا۔ گاڑی میں میرے برابر پیرس کے اخبار "لی نگارو" کا نامہ نگار بیٹھا تھا۔ اس نے پاکستانی جوانوں کے نعروں کے جواب میں انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کی۔ میں نے اس اشارے کا مطلب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ہمارے ملک میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ "خدا تمہارے ساتھ ہے"

● فوجی جب محاذ پر جانے کے لئے آبادیوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو شہری انہیں مشروبات پیش کرتے ہیں اور اللہ اکبر اور یا علی کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ انہیں رخصت کرتے ہیں (مشرق)

● کھیم کرن میں پاکستانی فوجی افسر نقشہ زمین پر رکھ کر تمام صورتحال سمجھا رہے تھے کہ پاکستانی فوجی توپوں نے بھارتی طیارے کو اپنا نشانہ بنایا اور چشم زدن میں فضا میں دھوئیں کی ایک بھاری لکیر نمودار ہوئی جوانوں کے چہروں پر فتح و کامرانی کی جگمگاہٹیں نمایاں ہو گئیں اور دور فضا میں نعرۂ تکبیر اور نعرۂ پنجتن اور ایک نعرۂ حیدری یا علیؑ سے فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ ہم نے ایسے روح افزا مناظر جا بجا دیکھے۔ (نوائے وقت ۹/۶۵ ۲۱)

● شعر کی داد۔ نئے لوگ شعر و نغمہ پر تالی بجا کر داد دیتے ہیں مگر سپاہیوں کا طور الگ ہے وہ جب کسی نغمہ یا شعر پر داد دیتے ہیں تو نعرۂ حیدری یا علی بلند کرتے ہیں کل یہ نعرہ اس ہسپتال میں بہت گونجا جہاں سپاہی مورچوں سے زخمی ہو کر آئے ہیں اور زیر علاج ہیں۔ (مشرق ۹/۶۵ ۲۹)

● آج کی نصیب:۔ جھٹ پٹے کا وقت تھا اکا دکا راہ گیر سڑک سے گزر جاتا پھر قدموں کی چاپ دھند لکے میں جذب ہو جاتی۔ ایک شخص اپنے ننھے سے بچے کی انگلی پکڑے سڑک سے گزرا نیند بچے کی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی وہ بار بار جمائیاں لیتا اور ننھی ننھی مٹھیوں سے آنکھیں ملتا۔ اچانک سناٹے میں خفیف سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اجلے آسمان کا گوشہ کسی طیارے کی آواز سے گونجنے لگا۔ وہ پی آئی اے کا ایک عام مسافر طیارہ تھا ننھے بچے نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان میں طیارے کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور جب وہ قریب نظر آیا تو اس نے اپنی انگلیوں کو باپ کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کیا اور پھیپھڑے کی پوری قوت کے ساتھ ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر نعرہ لگایا۔ "نعرۂ حیدری، یا علی"۔

آج ایک ننھے بچے نے کل دنیا کا آغاز "نعرۂ حیدری یا علیؑ" سے کیا ہے۔ یہ لوگ اخبار میں کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔ آج کی تازہ خبر تو دی جا چکی ہے۔ "نعرۂ حیدری یا علیؑ" اس نعرے کی بازگشت صدیوں سے سنی جا رہی تھی آج ایک ننھے نے اس بازگشت میں اپنی آواز کا اضافہ شامل کر دیا۔ یہ آواز ہمارے کانوں میں معمول سے زیادہ شدت کے ساتھ گونج رہی ہے۔ رگ اور ریشے میں سمائی ہے خون میں گردش کر رہی ہے آج کی تازہ خبر ہمارے وجود کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ (مشرق ۱۲ ۹/۱۵)

● برکی کے علاقہ میں مجھے (نامہ نگار کو) بتایا گیا کہ ۱۶ روز کی اس جنگ کے دوران دیہات کے بچے، توپوں اور ٹینکوں اور بمباری کے دھماکوں کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ جس دن گولہ باری کی آواز نہ آتی وہ اپنے والدین سے استفسار کرتے کہ آج پٹاخے کیوں نہیں چل رہے بچے دن کے وقت برکی کے روڈ پر نعرہ حیدری اور نعرہ تکبیر بلند کرتے۔

بھارت نے یا علی کا نعرہ ہم سے چرایا ہے

میاں محمد یٰسین وٹو، صوبائی وزیر سماجی بہبود

۱۴ اکتوبر ۶۵ء - لاہور کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے میاں محمد یٰسین وٹو، صوبائی وزیر سماجی بہبود نے فرمایا: "بھارت نے اسلحہ امریکہ سے مانگا ہے اور نعرہ ہم سے چرایا ہے یا علی کا نعرہ ہم بھی لگاتے ہیں اور وہ بھی لگاتے ہیں لیکن علی مرتضےٰ کو معلوم ہے کہ ہم دل سے "یا علیؑ" کا نعرہ لگاتے ہیں اور وہ بھارتی صرف زبان سے یہ نعرہ لگا رہے ہیں (امروز)

فلائٹ لیفٹننٹ کری اپا کا پاکستان کی

قید میں آنے کے بعد اپنے معالجین کو بیان!

میرے ذمہ اپنی حکومت کی طرف سے یہ ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ میں لاہور میں راوی کے پل کو بموں سے اڑا دوں چنانچہ راوی کے پل کو بموں سے اڑانے کیلئے میں نے دو دفعہ لاہور پر اڑان کی لیکن ہر دفعہ دریا میں مجھ کو ایک سبز پوش بزرگ کھڑا دکھائی دیتا تھا جو میرے بموں کو دریا میں غرق کر دیتا تھا۔ اسی طرح سبز پوش بزرگ مختلف جنگی محاذوں پر ہمارے اور

بھارتی فوجیوں نے دیکھے ہیں جن کے قصے ملکی اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں اور وہ زبان زد عوام و خواص ہیں، کچھ بھارتی فوجی قیدی ہمارے فوجی جوانوں سے یہ پوچھتے رہے ہیں کہ پاکستان کی سبز وردی والی فوج جو میدان جنگ میں ہم سے لڑتی رہی ہے، کہاں ہے؟ منکرین خدا اور اولیاء کرام کی کرامات کے منکرو! ان مشاہدات کے بعد تو ایمان لے آؤ۔

اسلام کے سپہ سالار اعظم کی

اپنے فوجیوں کو زریں ہدایت!

۱۔ تزول الجبال ولا تزل

دیکھو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے پر اس طرح جم جانا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن تم نہ ہٹنا۔

۲۔ اَعِرِ اللہ جُمجُمتک

اپنا سر اللہ کی راہ میں عاریتاً پیش کر دو۔

۳۔ تدِ فی الارض قدمک

میدان جنگ میں اپنے قدم میخ کی طرح گاڑ دو۔

۴۔ اِرمِ ببصرک اقصی القوم

دشمن کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا

۵۔ غض بصرک

اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھنا۔

۶۔ واعلم ان النصر من عند اللہ سبحانہ

اور یہ بھی جان لو کہ فتح و نصرت کا عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

مندرجہ بالا زریں تعلیم اسلام کا بازوئے شمشیر زن، دنیا کا مثالی سپاہی علی جیسا انسان ہی دے سکتا ہے جس کی پشت میدان جنگ میں دشمن کبھی نہ دیکھ سکا۔

آپ کا ایک زریں قول ہے کہ "موت انسان کی محافظ ہے" مقصد یہ ہے کہ موت سے

ڈر کر بھاگنا بیکار ہے، اس کا تو وقت مقرر ہے نہ تو اس وقت سے پہلے آئے گی اور نہ بعد میں آئے گی لہٰذا اس کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگنا بے سود ہے۔

نعرۂ حیدری

(پروانہ جالندھری)

نعرۂ حیدری، نعرہ حیدری
یا علی، یا علی، یا علی، یا علی
دشمن دیں کی ہم نے کمر توڑ دی
برکتیں ہیں یہ سب آپ کے نام کی

یا علی، یا علی، یا علی، یا علی

دین احمد کی عظمت کے خاطر مٹے
شوکت ملک و ملت کی خاطر مٹے
مٹنے والے صداقت کی خاطر مٹے
یوں مٹے، پا گئے جاوداں زندگی

یا علی، یا علی، یا علی، یا علی

مرغ بسمل کی صورت تڑپنے لگے
ہانپنے، کانپنے اور لرزنے لگے
دشمن دیں کے پاؤں اکھڑنے لگے
غازیوں نے تمہیں جب بھی آواز دی

یا علی، یا علی، یا علی، یا علی

غیبی تلوار اخبارات کے کالموں میں

روشنی کی تلوار

روزنامہ امروز ملتان یکم نومبر ۱۹۶۵ء

ملتان، ۳۱ اکتوبر۔ ان دنوں ملتان میں ایک تلوار نما روشنی کے نمودار ہونے کا معجزہ شہر کے ہزاروں باشندوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ تلوار صبح ۴ بجے سے ۵ بجے تک مطلع آفتاب کے عین اوپر سے نکل کر مغرب کی طرف کافی دور تک پھیلتی نظر آتی ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ اس تلوار کا نمودار ہونا پاکستان کی قوت اور فتح کی نیک فال ہے۔

روزنامہ امروز مورخہ ۴ نومبر ۱۹۶۵ء

پاکستان کے مختلف شہروں میں پچھلے چند روز سے علی الصبح چار اور پانچ کے درمیان آسمان پر جنوب مشرق میں ایک ستارہ نظر آ رہا ہے، جس کی شکل تلوار کی سی ہے غور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے یہ تلوار چمکیلے ذرات یا بادل کے ٹکڑے سے بنی ہو۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غیبی امداد کی بشارت اور سامراج کے مقابلے میں پاکستانی مسلمانوں کی فتح و نصرت کا پیغام ہے

روزنامہ مشرق لاہور ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء

لاہور نامہ

آسمان ان دنوں کیا کہتا ہے؟ یہ دمدار ستارہ ہے یا تلوار؟ ایک گرم جوش نے اس نشان کو دیکھا اور کہا مجھے تو یہ تلوار کا نشان نظر آتا ہے۔

عقیدت مندوں نے اس بات پر تامل کیا، پھر اس نشان کو دیکھا اور کہا، یہ ذوالفقار ہے معرکہ پڑے گا۔ پاکستان کی فتح ہوگی۔

قدرت کی تلوار

روزنامہ مشرق لاہور مورخہ ۱۶ نومبر ۶۵ء

(محمد اکرم، مظفر گڑھ)

بھارت پر پاکستان کی فتح کا نشان قدرتی طور پر تلوار کی صورت میں آسمان پر طلوع ہو رہا ہے۔ آج پانچواں روز ہے کہ آسمان کی مشرق و جنوبی سطح پر رات کے چار بجے کے بعد اٹھتی ہوئی تلوار کا نشان ظاہر ہو جاتا ہے۔ صبح نماز کے وقت سے ذرا پہلے پو پھٹنے پر مدہم ہو کر دن کی روشنی میں چھپ جاتا ہے۔ ہم لوگ اس سے یہ تاثر لے رہے ہیں کہ بھارت کو اب بھی ہوش میں آ جانا چاہیئے اور مسئلہ کشمیر پر امن طور پر حل کیا جائے ورنہ قدرت کی تلوار بھارت کے سر پر لٹک رہی ہے اس سے بھارت کی جارحیت پاش پاش ہو کر بھارتی بدطینت حکمرانوں کے پرخچے فضائے عالم میں نظر آئیں گے۔

روزنامہ کوہستان "ڈلواڑے وقت"

مورخہ ۳ نومبر ۱۹۶۵ء

لاہور ۲ نومبر۔ شعبہ فلکیات پنجاب یونیورسٹی کے ماہرین نے اعلان کیا ہے کہ آسمان پر گذشتہ شب لاہور میں جو نشان بکثرت دیکھا گیا تھا، وہ دُمدار ستارہ نہیں ہے۔

ای بارگاہِ کیست کہ گوئید بے ہراس　　کاے اوجِ عرش سطحِ حضیضِ ترا ماس

منقار بند کردہ زسستی ہزار جا　　تا اولیں دریچۂ او طائرِ قیاس

Ali: This will be my last fight

By TONY FRANCIS

HEAVYWEIGHT champion Muhammad Ali announced yesterday that he would retire after his fight against Joe Bugner at Merdeka Stadium on July 1.

Ali, 33, ("It's starting to hurt now"), said this at a special Press conference at the Kuala Lumpur Hilton yesterday.

"My mind is 99 per cent made up," said Ali who appeared serious on retirement. "But I will make an official announcement just before I get into the ring against Bugner."

He also said he would on July 1 name his successor (he did not specify whether it would be before or after the fight) and that the successor would be either Ken Norton, George Foreman or Joe Frazier.

"I think I have the right to name my successor," said Ali. "Usually they have elimination rounds to select a new champion. But I am going to name the successor to my crown," he added.

If Ali does retire it would mean passing up a chance to make US$ million by fighting Joe Frazier should he beat

7 days to big fight

Bugner. Madison Square Garden, Manila and Cairo have all made offers for Ali to fight Frazier.

Main reasons

Throughout the 45 minute Press conference Ali talked of spending more time with his wife Belinda and four children and helping to promote the teachings of Islam. These, he said, were the main reasons for him wanting to retire.

He said he had been slated to defend his title against Frazier and Foreman all within the next six months making it impossible for him to spend more time with his children.

"On top of that I have a movie to make on my life story and college lecture engagements," he said.

"My wife Belinda broke down and cried this morning saying she has not seen the children for so long and they are all so far away," he added.

Ali and Belinda have been in Kuala Lumpur since June 10.

The champion also spoke of getting tired after 21 years of boxing, of a body that is beginning to wear out and of starting to get hurt in his fights (he suffered a broken jaw against Ken Norton).

He said that he felt tired after working 15 rounds on the speed bag, skipping and shadow boxing yesterday and felt pain in the body, legs and arms.

"I know I've gotta fall soon, I know I've gotta go sometime. This can't last forever. So I am getting out now while I am still active and retire as champion," he said.

Ali said he would like to lead the life of just an ordinary person so that he could walk the streets with his family without police escort or people getting hurt trying to mob him.

Last time

But the thing that really made him want to retire said Ali was after reading a book ... Balagha of Hazrat Ali, sermons ... and sayings of Hazrat A...

"I showed ... there are so many things I want to do. The book has so much ... and wisdom I read ... this morning and that was why ... for ... morning ..."

And ... looking into my ... he disclosed this week he has US$ ... million in cash, and ... US$ ... million invested in real estate. "I thought about it and looked around and decided that I will retire after the fight against Bugner."

"This will be the last time anybody will see Muhammad Ali in action."

In his afternoon workout at ... Stadium Negara yesterday, Ali worked ... the speed bag for five rounds, did seven rounds ... skipping and three rounds of shadow boxing. ... at the speed bag ... when he ...

A stinging right hand punch and POW goes the speed bag at Stadium Negara yesterday. Muhammad Ali worked for five rounds at the bag before the seams gave way and the rubber tubing protruded out like a balloon. Then Ali, taking his time, handed the coup de grace much to the delight of the 500 fans at the stadium. — Timespic by ROSLI NURMIN

نہج البلاغہ (کلامِ علیؑ) کے مُطالعہ سے

عالمی ہیوی ویٹ باکسر محمد علی کی دُنیا بدل گئی،

دنیا کا مشہور ہیوی ویٹ باکسر محمد علی جب کوالالمپور ملائشیا میں جو بگنیر (Joe Bugner) سے مُکّہ بازی کا مقابلہ کرنے جارہا تھا تو اس سے پہلے اس نے مشہور کالم نگار ٹونی فرانسیس کو ۲۴ جون ۱۹۷۵ء کو اخبار NEW STRAITS TIMES کے لیے ایک انٹرویو دیا جو TIME SPORT کالم میں مندرجۂ بالا اخبار میں شائع ہوا۔ محمد علی (کلے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس تمام رات جس کی صبح کو میں دنیا کے مشہور باکسر JOE BUGNER سے لڑنے جارہا تھا۔ کتاب نہج البلاغہ کلامِ علیؑ کو پڑھتا رہا۔ اس کتاب میں حضرت علی علیہ السلام کی تقریریں، خطوط اور محاورے موجود ہیں جن کے پڑھنے سے میری زندگی میں عقل و دانش کی روشنی پیدا ہوگئی اور مجھ کو زندگی کا ایک نیا سبق ملا۔ مجھ کو اس دنیا میں باکسنگ کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے میں اتنا مزا آیا کہ دوسرے دن صبح کو میں اپنی ورزشوں تک کو نہیں جاسکا۔"

نوٹ:- قارئین کرام! آپ نے اکثر عالمی ہیوی ویٹ باکسر محمد علی (کلے) کے باکسنگ کے مقابلوں کی فلمیں ٹیلی ویژن پر دیکھی ہوں گی، اور ان میں یہ ضرور دیکھا ہوگا کہ جب تک یہ دنیا کا عظیم باکسر لڑتا ہے اس کے شائقین اور ساتھی علیؑ علیؑ کے نعرے لگایا کرتے ہیں۔

اصلی اخبار کا فوٹو اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

بلاغتِ علیؑ

نہج البلاغہ (کلامِ علیؑ)

کی چند نایاب خصوصیات:-

- حضرت علیؑ نے ۱۰۲ آیاتِ قرآنی یا ان کی تراکیب اور جملے اپنے کلام میں استعمال کیے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۳۸ احادیثِ رسولؐ سے اپنے کلام کو زینت دی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۲۹ عقائدِ اسلامی پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۳۴ احکامِ شریعت اور ان کے مفاد پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۵۶ اجتماعی نصائح فرمائے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۱۲ دعائیں تقریروں کے درمیان فرمائی ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۱۴ مشہور شعرائے عرب کے اشعار اور مصرعے اپنے کلام میں استعمال کیے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۱۷۱ مردوں، عورتوں اور قبائل وغیرہ کے نام استعمال کیے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۶۵ حیوانات اور حشرات الارض پر گفتگو فرمائی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۲۰ نباتات پر گفتگو فرمائی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۱۲ ستاروں اور سیاروں پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۱۵ جواہر اور معدنی اشیا پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۳۴ شہروں اور مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۱۴ تاریخی حوادث پر گفتگو فرمائی ہے۔

○ حضرت علیؑ نے عربی زبان کی گرامر مرتب فرمائی ہے۔

انکارِ مولودِ کعبہ

از سید ضیاء الحسن صاحب موسوی

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اللہ کہوں تو کافروں میں شامل
کہہ دوں جو رسولؐ اس سے کیا حاصل
بندہ کہنے کو مانتا ہی نہیں دل
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

نواب شہید یار جنگ شہید

بابِ علم

کے تواں شرحِ مقامِ مصطفےؐ و بوترابؑ
آں نبیؐ وایں ولی، آں آفتاب ایں ماہتاب
شہرِ علمِ مصطفےؐ را جز علیؑ بابے نہ بود
یارب ایں قصرِ خلافت را چرا شد چار باب

مفتی ضیاء یار جنگ مرحوم مفتیِ اعظم حیدرآباد، دکن

THE DAILY JANG KARACHI

روزنامہ جنگ کراچی

جلد | منگل ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء | نمبر ۲۷۷

اللہ اکبر اور یا علیؑ کے نعرے

راولپنڈی۔ ۱۱ اکتوبر (اپ پ) آج تیسرے پہر شاہ خالد کی آمد پر پاکستانی فوج بحریہ اور فضائیہ نے جو گارڈ آف آنر اور مارچ پاسٹ پیش کیا اس میں کچھ نئی خصوصیات تھیں جو پاسبان حرمین شریفین کے شایانِ شان تھیں۔ فوج کے دستہ کی نئی گہری خاکی وردی اور سرخ کمر بند تھا۔ شاہ خالد کی سلامی کے چبوترے کے سامنے سے گزرتے ہوئے تینوں افواج کے دستوں نے "اللہ اکبر" اور "یا علی" کے نعرے بلند کیے جس سے معزز مہمانوں اور استقبال کرنے والوں میں جوش کی ایک لہر دوڑ گئی۔

ہوائی اڈہ شاہ خالد مرحبا کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بچے چھوٹے چھوٹے پرچم، گلدستے اور غبارے اٹھائے ہوئے تھے

اسلام آباد پہنچنے پر جلالۃ الملک شاہ خالد کا والہانہ تاریخی استقبال

خادمِ حرمین شریفین جب خصوصی طیارہ سے باہر آئے تو صدر فضل الٰہی اور وزیراعظم بھٹو نے انہیں سب سے پہلے خوش آمدید کہا

شاہی مہمان کو ۲۱ توپوں کی سلامی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا۔ ہوائی اڈہ پر استقبال کرنے والوں کا یادگار ہجوم۔ شاہ خالد کی کار پر پھول برسائے گئے۔ غبارے اور کبوتر فضا میں چھوڑے گئے

اسلام آباد۔ ۱۰ اکتوبر (نمائندہ جنگ) فرمانروائے سعودی عرب پاسبانِ حرمین شریفین جلالۃ الملک شاہ خالد بن عبدالعزیز السعود جب آج سہ پہر وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی دعوت پر پاکستان کے چھ روزہ سرکاری دورے پر یہاں پہنچے تو ان کا انتہائی والہانہ تاریخی اور شاہانہ استقبال کیا گیا، جب شاہ خالد انتہائی خوبصورتی سے سجائے

ہوئے اسلام آباد کے بین الاقوامی اڈے پر اپنے خصوصی طیّارے سے باہر آئے تو صدرِ مملکت جناب فضلِ الٰہی چوہدری اور قائدِ عوام وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے انھیں خوش آمدید کہا اور بغلگیر ہوئے۔ انھیں ۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم بھٹو سے شاہ خالد کے ساتھ آنے والے دوسرے معزز مہمانوں کا تعارف کرایا گیا، اور صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم بھٹو نے ان سے نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ شاہ خالد کا طیّارہ پہلے سے طے شدہ پروگرام سے ۵۰ منٹ پہلے دو بجکر ۵ منٹ پر اسلام آباد کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ سب سے پہلے پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر اور افسرِ مہمانداری طیّارہ میں گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد شاہ خالد نعروں کی گونج میں طیارے سے باہر آئے۔ ان کی آمد کا اعلان بگل بجا کر کیا گیا۔ جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین، تینوں افواج کے سربراہوں سے شاہ کا تعارف کرایا گیا پھر انھیں سلامی کے چبوترے پر لے جایا گیا جس پر خوبصورت شامیانہ لگا ہوا تھا۔ جب فوج، بحریہ اور فضائیہ کے دستے "اے مردِ مجاہد جاگ ذرا اب وقتِ شہادت ہے آیا" کی دُھن پر مارچ پاسٹ کرتے ہوئے اور شاہ خالد کو سلامی دیتے ہوئے چبوترے کے سامنے سے گزرے تو انھوں نے سلامی دیتے ہوئے "اللہ اکبر" اور "یا علیؑ" کا نعرہ لگایا۔ ہوائی اڈے کی تقریبات کے بعد جب شاہ خالد صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کے ساتھ کاروں کے جلوس میں سرکاری مہمان خانے روانہ ہوئے تو ہوائی اڈے کی عمارت کے سامنے راستے پر اسکول کی بچّیاں خوبصورت گلدستے لیے شاہ کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں۔

اسی طرح جب آپ پاکستان سے اپنے کامیاب دورے کے بعد وطن واپس ہونے لگے تو آپ کو پاک افواج نے "اللہ اکبر اور یا علیؑ" کے فلک شگاف نعروں سے رخصت کیا۔

جنگ کراچی۔ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء

عربی زبان پر

مولا علیؑ کا اِحسان

ایجادِ علمِ نحو

ابوالاسود الدوئلی سے روایت ہے کہ میں ایک دن جناب امیر علیہ السّلام کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے فکر میں ہیں۔ سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمھارے شہر میں لوگوں کو عربی زبان میں غلطی کرتے دیکھا ہے اس لیے ارادہ ہے کہ ایک کتاب عربی زبان میں مرتب کروں۔ میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم لوگوں میں روح تازہ آجائے گی اور یہ ہم لوگوں میں قائم رہے گی۔ تین دن کے بعد پھر میں گیا اور انھوں نے ایک پرچہ میرے حوالہ کیا جس میں بسم اللہ سے ابتدا تھی اور لکھا تھا۔ کلام تین قسم کے ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمّیٰ سے خبر دے۔ فعل وہ ہے جو اپنے مسمّیٰ کی حرکت سے خبر دے۔ حرف وہ ہے جو اپنے معنی سے خبر دے، جو نہ اسم ہو نہ فعل۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اس کو تتبع کرو اور جو کچھ مناسب معلوم ہو اس میں بڑھا دو، اور آگاہ ہوا ے ابوالاسود کہ سب اشیا تین قسم پر ہیں۔ ایک ظاہر، ایک مضمر، اور ایک ایسی جو نہ ظاہر ہے نہ مضمر۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے بہت سی چیزیں اس قاعدہ سے ترتیب دیں اور جناب امیر علیہ السّلام کو سنائیں۔ ان میں کلماتِ ماضیہ کا بھی بیان تھا، ان میں آنِ اِنّ، لیت، لعل اور کان کا ذکر تھا، مگر لکن کا ذکر نہیں کیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اسے کیوں چھوڑ دیا، میں نے کہا کہ میں اس کو کلماتِ ماضیہ سے نہیں جانتا۔ جنابِ امیرؑ نے فرمایا۔ وہ بھی ہے۔

(سوانحمری و تاریخ الخلفاء، الکرار صفحہ ۴۱۵) ریاض علی رفیق بنارسی مرحوم، ناشر امامیہ مشن لاہور۔

نوٹ:۔ اسی واقعہ کو جناب محمد عبد الرحمانؒ خاں نے بھی اپنی کتاب مسلمانوں کا حصّہ

تہذیب اور سائنس نامی انگریزی زبان کی کتاب بصفحہ ۳ میں لکھا ہے۔

علمِ تفسیرِ قرآن

اسلامی علوم میں علمِ تفسیرِ قرآن بہت اہم ہے۔ اس علم کے موجد بھی حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔ جو شخص تفاسیر دیکھے اُسے آسانی سے اس دعویٰ کی صحت معلوم ہو جائے گی، کیونکہ تفسیرِ قرآن و مطالب زیادہ تر حضرت علی علیہ السلام اور جناب عبداللہ بن عباسؓ ہی سے منقول ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ امیر المومنینؑ کے مشہور شاگرد تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے جناب عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ حضرتِ علی علیہ السّلام کے علم کے مقابلہ میں آپ کا علم کتنا ہے؟ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جتنا ایک بحرِ ذخار کے مقابلہ میں ایک چھوٹا قطرہ ہو سکتا ہے۔

ان چیزوں کو آپ کے معجزات میں شمار کرنا چاہیئے، کیونکہ قرآن کا کمتی علمِ انسانی ذہن اور علم سے بالاتر ہے، کیوں نہ ہو کہ آپ "باب مدینۃ العلم ہیں"۔

علم الحروف یا علمِ جفر

فنِ خطّاطی کا تعلق اس زبان کے حروف سے ہے، یہ حروف بے جان نقوش ہیں۔ حضرت علی علیہ السّلام نے علمِ حروف یعنی سے علمِ جفر ایجاد کر کے ان حروف کو گویائی دیدی اور ان میں جان پیدا کر دی، اور خطّاطی کا یہ معجزہ دکھادیا کہ حروف بولتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے علم الحروف کے کچھ قاعدے بنائے اور بعد میں بتایا کہ حرفوں سے اعداد اور اعداد سے سوال بنایا جاتا ہے، اور حروف خود کسی سوال کا جواب بتادیتے ہیں۔ یہ علم بھی دیگر علوم کی طرح ائمہ اہلبیتؑ کی میراث ہے۔

علمِ جفر کی صحت کے متعلق ایک واقعہ

شیخ زائر حسین مرحوم اپنے استاد سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غالب جو کہ ایک مشہور شاعر ہیں پہلے علمِ جفر کی صحت کے بالکل قائل نہیں تھے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ مرزا غالب کوئی مصرع دیں اور اس پر مصرع لگانے کے لیے جواب نکالا جائے۔ مرزا غالبؔ نے یہ مصرع دیا۔

طینت اس کی اور ہے میری طبیعت اور ہے

اصل مصرع میں طینت اور طبیعت کی تخصیص بھی ہے۔ جواب میں مصرع اسی صنعت و الحان کا

بولتا ہوا نکلتا ہے اور نشانہ گولی کی طرح اپنی جگہ پر ٹھیک جا کر اس طرح بیٹھتا ہے، وہ یہ مصرع جو علمِ جفر سے حاصل کیا گیا ؎

وہ ہے مشتاقِ ستم اور میں ہوں مشتاقِ جفا

طینت اُس کی اور ہے میری طبیعت اور ہے
مصرع غالب:

غالبؔ نے خود بھی بارہ رخ سے اس پر مصرعے لگائے لیکن وہ ٹھیک نہیں معلوم ہوئے، اس کے بعد وہ علمِ جفر کے قائل ہو گئے۔

حضرت کے کاتب کا نام

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کاتب کا نام جناب عبداللہ بن ابی رافعؓ تھا۔

فنِ خطّاطی اور حضرتِ علی علیہ السّلام

جناب امیر المومنین علیہ السّلام کا فنِ خطّاطی کے لیے ارشادِ گرامی ہے:-

(۱) خوش خطی سیکھو اس لیے کہ وہ رزق کی کنجی ہے۔

(۲) تمھارا پیغمبر تمھاری عقل کا ترجمان ہے اور تمھارا خط تمھارے بارے میں بہترین بولنے والا ہے۔

(۳) جب تم کتابت کو ختم کر چکو تو تحریر پر ایک نظر بھی کر لو ، کیونکہ یہ تمھاری عقل پر مہر ہو رہی ہے جیسے سپاہی کا ہتھیار تلوار ہے، اسی طرح خطاطی کا ہتھیار قلم ہے۔

(۴) ایک جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی طالبِ علم کی مدد کرے اس نے گویا ستر مرتبہ کعبہ بنایا۔

عہدِ حضرت علی علیہ السّلام سے پہلے عرب میں عبرانی مسند حمیری اور بدنما بھدّے قسم کا خطِ کوفی رائج تھا۔ حضرت علی علیہ السّلام نے خطِ کوفی میں بہت کچھ اصلاح کر کے جس خوبصورتی کے ساتھ اس خط کو تحریر فرمایا، اس کی تصدیق آج بھی اس دنیا میں ان تمام کتبوں سے ہوتی ہے اور کی جاسکتی ہے جو حضرت علی السلام کے دستِ مبارک کے تحریر کیے ہوئے آج بھی دنیا کے مختلف حصّوں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ وہ قرآنِ مجید

جو خطِ کوفی میں آپؑ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ہے اور آپ کی ضریحِ اقدس میں محفوظ ہے اس امر پر شاہد ہے کہ مولائے کائناتؑ فنِ خطاطی کے بھی امام ہیں۔ اس کی زیارت کا شرف مدیرِ عظیم کراچی کو حاصل ہوا ہے، ایک صفحہ کا عکس ہم نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

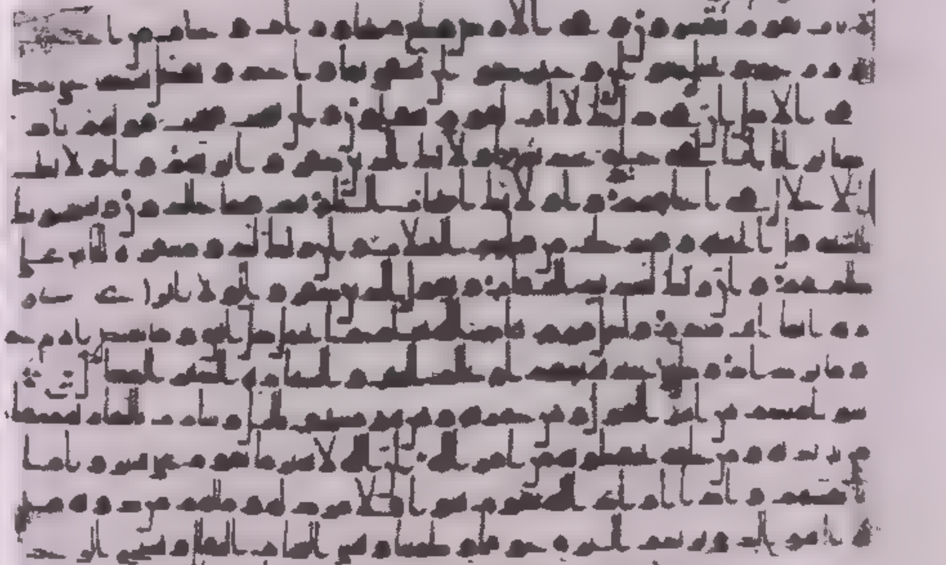

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دستِ مبارک کا تحریر کردہ قرآنِ پاک کے ایک صفحہ کا عکس۔ جناب تاثیر نقوی مدیرِ عظیم کراچی سے حاصل ہوا۔

کچھ عرصہ ہوا مصر میں ایک کتاب "پیدائشِ خط و خطاطان" شائع ہوئی ہے جس کو عبدالمحمد صاحب ایڈیٹر "چہرہ نما" نے خط و خطاطان کی تاریخ لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۸۲ پر "آغاز سیر گزشت خوشنویسان از صدرِ اسلام" کی سرخی کے نیچے پہلا نام حضرت علی علیہ السلام کا ہے۔ اصل عبارت فارسی میں ہے جس کا اردو ترجمہ درجِ ذیل ہے "جب دنیا کو سنوارنے والا اسلام کا سورج سرزمینِ بطحا کے افق سے چمکنے لگا تو خدا کے آخری پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود ہونے والے منشیوں اور کاتبوں میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خطِ کوفی کے سکھانے میں کوشش فرمائی یہاں تک کہ ان کو بلند جگہ ملی۔"

سلطان علی مشہدی جن کا ذکر آئندہ کیا جائے گا فرماتے ہیں کہ "علی مرتضیٰؑ" نے

اصل خطِ کوفی کو پیدا کیا اور اس کو آگے بڑھایا۔ عقیدہ یہ ہے کہ یہ خط نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضرت سرورِ کائناتؐ کے معجزات میں ہے، اور جتنے قرآن حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھے ہیں وہ سب کے سب کتابت کے حسن اور متانت و ترکیب اور کلموں کی ترتیب کے لحاظ سے مہارت اور استادی سے لکھنے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر علی مرتضیٰؑ خطِ کوفی کے موجد اور پیدا کرنے والے نہ تھے، مگر اس خط میں آپ نے عالمانہ تصرفات فرمائے ہیں اور اس کو اعلیٰ پایہ پر پہونچا دیا۔ کتاب "خط و خطاطان" کے مصنف فرماتے ہیں کہ آنحضرتؑ خطِ کوفی کے ایجاد کرنے والے نہ تھے مگر ان کے فن میں کمال اور استادی میں شک نہیں کیونکہ آپ نے تین سو ساٹھ آدمیوں کو خطِ کوفی کی خوشنویسی کی تعلیم دی۔"

"مجلہ چہاردہ صد سالہ جشن ولادت امام علیؑ" فروری ۱۹۵۷ء بمبئی "فنِ خطاطی میں حضرت علیؑ" کے کمالات شیخ ممتاز حسین جونپوری مرحوم کا مضمون صفحہ ۱۴۸ سے ۱۹۵۔ حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ باب الحکم میں اپنے میر منشی عبداللہ بن رافعؓ کو ذیل کے لفظوں میں فن کتابت کے متعلق چودہ سو سال پہلے جو ہدایت فرمائی اس پر آج دنیا میں خطاطی کا کوڈ یعنی ضابطہ مرتب ہوا ہے۔ "اپنی دوات میں صوف ڈالو اور قلم کے دامن کو طویل بناؤ اور سطروں کے درمیانی حصّہ کو کشادہ رکھو۔ حروف کو قریب قریب کرو اس لیے کہ یہ چیزیں حسنِ خط کے لیے زیادہ مناسب اور سزاوار ہیں۔"

خواب میں حضرتِ علیؑ کی خطاطی کا فیضِ روحانی

میر علی تبریزی جنہوں نے فنِ خطاطی میں نستعلیق جیسے بیضوی دائرے اور بتانِ نازنیں کی کلائیوں جیسے نازک جوڑ والا خوبصورت خط ایجاد کیا ہے۔ اس کے متعلق پیدائش خط و خطاطان کے مصنف نے لکھا ہے کہ میر علی تبریزی خاکِ تیر سر رکھ کر اور رو رو کر اور گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگتے تھے کہ خداوندا میرے ہاتھ سے ایک خوبصورت خط ایجاد کرا دے کہ رہتی دنیا تک خط اور نام رہے۔ چنانچہ خواب میں حضرتِ علی علیہ السلام آئے اور جنابؑ نے کچھ ہدایتیں کیں جس کے بعد یہ خط ایجاد

کیا۔ تجربہ بتاتا ہے کہ کبھی کبھی قادر خطاط کے قلم سے ایسا نادر حرف نکل جاتا تھا کہ دوبارہ ویسا ہی بنانا چاہتے تبھی تو نہیں بن سکتے چنانچہ قواعد و اصول بنائے گئے تا کہ خط کے حسن میں یکسانیت پیدا ہو اور ذرا ذرا سے فرق کے باوجود خطِ نستعلیق اور خطِ نسخ میں امتیاز باقی رہے۔

اسلام کی سب سے پہلی کتاب صحیفۂ علویہ

حضرت علی علیہ السلام نے عربی زبان میں سب سے پہلی ایک دعاؤں کی کتاب تحریر فرمائی۔ اکابرین و محققین نے بھی اس کتاب کو اسلام کی پہلی کتاب ثابت کیا ہے یہ کتاب جس کو حضرت علی علیہ السلام نے تحریر فرمایا ابھی تک موجود ہے۔ بحوالہ کتاب تاریخ تدوینِ حدیث از مولانا مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی صفحہ ۲۶۔

جناب امیر علیہ السلام کی تلوار کا عکس جو میگزین RELKS OF ISLAM شائع کردہ وزارتِ سیر و تفریح حکومت ترکی استنبول ۱۹۶۶ء صفحہ ۴ سے لیا گیا ہے۔ یہ تلوار ترکی کے قومی عجائب گھر کی زینت ہے۔ حکومتِ ترکی کا کہنا ہے کہ اوپر والی تلوار حضرت علی علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

کا بے اولادوں کے لیے ایک نایاب عطیہ

بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی، مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۷۶ء کالم نگار جناب رئیس امروہوی، رقم طراز جناب عبد الرؤف درانی جنرل اسٹور کالری دروازہ گجرات۔

جناب تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس کسی کو اولاد نہ ہوتی ہو وہ عورت اپنے بازو پر ایک سو گیارہ روپے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی نیاز کے طور پر باندھ لے۔ جب اللہ کے فضل سے بچہ پیدا ہو تو اس رقم (ایک سو گیارہ روپے) کے چنے اور کشمش خرید کرے۔ ان پر سورۂ اخلاص ۳ بار، درود شریف (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) سات مرتبہ اور آیت الکرسی ایک مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب حضرت علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں پیش کریں، یہ چنے اور کشمش خود بھی کھائیں، بچوں کو بھی کھلائیں اور غریبوں میں بھی تقسیم کریں۔ سات برس تک اسی قسم کی نیاز دلوایا کریں اور روزانہ ایک تسبیح استغفار کی اس طرح پڑھا کریں" سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ۔"

اس کے علاوہ رقمطراز مزید تحریر کرتے ہیں کہ:

" اگر کسی شخص کو کوئی مہلک مرض ہو تو وہ شخص بھی یہی عمل کر سکتا ہے۔ اس عمل کے لیے جناب نے جو اسناد پیش کی ہیں وہ یہ ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے بہ نفسِ نفیس خواب میں آ کر یہ عمل بخشا ہے۔"

(خداوندِ عالم بطفیل مشکلکشا حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ ہر بے اولاد کو اولاد عطا فرمائے۔ آمین!

(وصی)

علیؑ اور اولادِ علیؑ نے بادشاہوںؒ کی بھی مدد کی ہے!

برہان نظام شاہ والی دکن کا بیمار بیٹے کی صحت یابی پر مذہب شیعہ اختیار کرنا

یہ ایک سچا تاریخی واقعہ ہے جس کو محمد قاسم ہندو شاہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تاریخ فرشتہ" نامی جو کہ فارسی زبان میں ہے اس کو تحریر کیا ہے۔ سب سے پہلے اس کتاب کا اردو ترجمہ ہندوستان میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس پورے واقعہ کو جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ نے اپنی کتاب "جوہر قرآن" میں صفحہ نمبر ۴۵۲-۴۵۱ پر اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے

اس ہی تاریخی کتاب کا پہلی بار پاکستان میں ترجمہ غلام علی اینڈ سنز نے جناب عبدالحیٔ خواجہ کے قلم سے شائع کیا ہے لیکن خواجہ صاحب نے جلد دوم باب ۱۲ جس میں یہ واقعہ تحریر ہے۔ اس کا پورا صحیح ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی طرف سے چند جملے لکھ دیے ہیں جس کا اصلی مضمون سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس کمی کو جناب مولانا سید فرزند رضا صاحب نے محسوس کیا اور اپنی کوششوں سے اصلی ترجمہ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس کو میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور تمام قوم کی طرف سے جناب سید فرزند رضا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی درازیٔ عمر صحت اور خوشحالی کے لئے ائمہ اطہار سے دعا گو ہیں۔ (وصی خان)

اصلی واقعہ بصورت خواب

خواب

(کتاب علمی باتیں نمبر ۲ مصنفہ سید فرزند رضا صاحب صفحہ ۱۳)

برہان نظام شاہ کے ذکر میں مورخ فرشتہ اپنی کتاب کے مقالہ سوم روضہ سوم صفحہ ۱۲

پر تحریر فرمایا ہے۔

برہان نظام شاہ کا چھوٹا فرزند شہزادہ عبدالقادر جو شہزادہ حسین کا حقیقی بھائی تھا، بیمار ہو گیا اور تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا۔ برہان شاہ کو اس سے حد درجہ محبت و پیار تھا، بے چین ہو گیا۔ (اسی وقت) حکیم قاسم بیگ اور دیگر مسلمان اور ہندو حکیموں کو جمع کیا اور کہا کہ اس فرزند کا کہ جس سے میری زندگی وابستہ ہے، پوری توجہ کے ساتھ علاج کریں اور اگر ضرورت سمجھیں کہ میرا جگر اس کی دوا کے لئے درکار ہے تو مجھے عذر نہ ہوگا۔ میرے پہلو کو چیر کر جگر نکال لیں اور اس کے علاج میں صرف کریں کہ میں اپنی زندگی سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ بنابریں بلدی حکیموں نے ازالۂ مرض کے لئے بے حد کوشش کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حد یہاں تک پہنچی کہ حالت اضطراب و بے چینی میں برہان شاہ نے برہمنوں اور بدھی عیدلوں (عجائز) کے کہنے پر نذر و صدقات بت خانوں میں بھیجنا شروع کر دیے کہ ہر مسلمان و کافر (اس کے عوض میں) دعائے خیر کرنے لگا (علامہ) شاہ طاہر نے جو ہمیشہ مذہب اثنا عشریہ کی ترویج کی فکر میں رہتے تھے، یہ موقع غنیمت پایا (برہان شاہ) کی خدمت میں عرض کی کہ شہزادہ کی شفا کے متعلق ایک امر میرے دل میں پیدا ہوا ہے لیکن اس کے ظاہر کرنے میں ہزاروں خطرے نظر آتے ہیں۔ برہان نظام شاہ نے جو فرزند کی شفا کے حصول میں حد درجہ کوشاں تھا یہ بات سن کر شاہ طاہر کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ جو کچھ خاطر قدسی مآثر میں آیا ہے۔ بیان فرمائیں۔ میں اس معاملہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا اور جو شرط انصاف ہے اس کو بجا لاؤں گا۔ کیا مجال کہ آپ کی ذات کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ شاہ طاہر نے کہا کہ غیر سے اندیشہ نہیں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مبادا شہریار کی طبیعت کے موافق نہ ہونے پر مجھ کو عتاب و عقاب فرمائیں اور نظر کیمیا اثر سے گر کر شداید میں مبتلا ہو جاؤں۔ برہان شاہ نے اپنے فرزند کی شفا کے طریقہ کار سننے کے لئے بہت زیادہ مبالغہ و ابرام و اصرار کیا۔ اس وقت (علامہ) شاہ طاہر نے جرأت کر کے پہلی بار اس طرح کہا کہ عہد و نذر کریں کہ شہزادہ عبدالقادر اگر اس رات میں شفا پا جائے تو زر کثیر راہ میں آئمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی اولاد کہ مراد ان سے سادات ہیں، خرچ فرمائیں گے۔

برہان شاہ نے دریافت کیا کہ بارہ امام کون ہیں۔ شاہ طاہر نے بیان کیا کہ اول علی مرتضےٰ علیہ السلام ہیں جو داماد اور چچا زاد بھائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کے شوہر ہیں اور (دوسرے اور تیسرے) امام حسن و امام حسین علیہما السلام ہیں جو فرزندان فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں۔ اسی طرح باقی اماموں کے نام اور صفات بیان کئے۔

برہان شاہ نے کہا کہ میں نے بارہ اماموں کے نام بچپنے میں اپنی والدہ سے سنے تھے۔ اس کے بعد یہ باتیں میرے کان میں نہیں پڑیں۔ مگر اس وقت جو آپ نے فرمایا یاد دلایا، تو جبکہ ہم نے بت خانوں میں روپیہ بھیجا ہے اور وہاں نذریں گذاریں تو فرزندان علی مرتضیٰ اور بی بی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نام پر اگر ہم نذر و نیاز کریں تو کیا مضائقہ ہوگا۔

شاہ طاہر نے جب نرمی محسوس کی تو کہا کہ مقصود فقط نذر و نیاز ہی ان بزرگوں کے نام پر نہیں ہے بلکہ اصل غرض کچھ اور ہے۔ اگر بادشاہ مجھ سے عہد کرے۔ جو کچھ میں عرض کروں اگر طبع ہمایوں کے خلاف ہو تو مجھ کو جانی نقصان نہ پہنچائیں گے بلکہ مجھ کو اور میری اولاد کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے تو عرض کروں۔

برہان شاہ نے یہ بات منظور کی اور لوازم عہد و پیمان کی بجا آوری کی اور قرآن مجید کو درمیان میں رکھ کر صیغہ واللہ باللہ سے قسم کھائی کہ آپ کو کوئی تکلیف جانی نہ دوں گا اور یہ بھی پسند نہ کروں گا کہ دوسرا کوئی آپ کو آزار پہنچائے۔

جب شاہ طاہر کے دل کو شہریار کے عہد و پیمان کے سبب اطمینان ہو گیا تو بلا تامل دوام دولت کے لئے دعا شروع کی اور کہا کہ یہ رات شب جمعہ ہے۔ بادشاہ نذر کرے کہ اگر باری تعالیٰ حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور بارہ اماموں کے قرب و منزلت کی برکت سے اسی رات میں شہزادہ عبدالقادر کو شفا بخش دے تو بارہ اماموں کا خطبہ پڑھواؤں گا اور ان کے مذہب کی ترویج میں کوشش کروں گا۔

برہان شاہ کو اپنے فرزند کی صحت کے متعلق یقین باقی نہیں رہا تھا اور اس کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا (شاہ طاہر کی) اس بات پر خوش اور مطمئن ہوا اور اسی وقت بطریقہ بالا اپنا ہاتھ شاہ طاہر کے ہاتھ میں دے کر عہد و پیمان بجا لایا۔ برہان شاہ اس رات اپنی خواب گاہ نہ گئے بلکہ

شہزادہ عبدالقادر کے پلنگ کے پاس بیٹھ گئے۔

ہر چند کوشش کرتے تھے کہ لحاف (شہزادہ کو) اڑھا دیا جائے تاکہ ہوا نہ لگ جائے لیکن بخار کی شدت سے ہاتھ اور پیر مار کر دور پھینک دیتا تھا۔ برہان شاہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ، (شہزادہ) عبدالقادر بس آج رات ہمارا مہمان ہے۔ لحاف کو پلنگ سے الگ ڈال دو تاکہ دنیا کی تازہ ہوا سے کچھ خوشحال ہو جائے۔ سحر ہونے تک اسی طرح ملول و محزون بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالقادر کی چارپائی کے کنارے سر رکھ کر سو گیا۔

اسی اثناء میں دیکھا کہ ایک شخص نورانی سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے دونوں جانب چھ چھ افراد ہیں۔ برہان شاہ سامنے گیا اور سلام عرض کیا۔ کسی نے کہا کہ پہچانا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے داہنے اور بائیں جانب بارہ امام ہیں۔ اسی حالت میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "اے برہان خدائے تعالیٰ نے علی مرتضیٰ اور اس کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو شفا بخشی۔ تجھ کو چاہیئے کہ میرے فرزند کے قول و قرار سے تجاوز نہ کرے۔" برہان شاہ حد درجہ بشاشت اور خوشحالی کے ساتھ بیدار ہوا۔ دیکھا کہ لحاف عبدالقادر کے اوپر درست اڑھایا ہوا ہے۔ عبدالقادر کی والدہ اور دایہ جو بیدار تھیں ان سے دریافت کیا کہ لحاف کو تو ہم نے دور رکھوا دیا تھا۔ یہ کس نے لحاف اٹھایا۔ انھوں نے کہا ہم نے تو نہیں ابھی ابھی خود بخود حرکت میں آیا اور عبدالقادر پر آکر ڈھک گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہم پر ایسا خوف غالب ہوا کہ بات کرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ برہان شاہ نے لحاف کے نیچے ہاتھ کر کے (عبدالقادر کے بدن کو) دیکھا (اور چھوا) معلوم ہوا کہ بخار کا اثر تک باقی نہیں رہا۔ اور (شہزادہ) بخلاف شب ہائے گذشتہ محو خواب شیریں ہے (اور حد درجہ راحت و آرام میں ہے)۔ پروردگار عالم کا شکر ادا کیا اور فوراً ایک خدمتگار کو شاہ طاہر کی طلب میں بھیجا۔

وہ شخص گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ شاہ طاہر (اس حال میں تھے) کہ اپنی دستار سر سے اتارے ہوئے تھے اور اپنی پیشانی کو عاجزی اور انکساری کے ساتھ درگاہ سلطان بے نیاز میں رکھے ہوئے عبدالقادر کی صحت کے لئے دعا میں مشغول تھے۔ خدمتگار کے آنے کی خبر سن کر مضطرب ہو گئے کہ بادشاہ میرے کہنے پر آزردہ ہو گیا ہے اور قتل کا ارادہ کیا ہے یا عبدالقادر اپنی تقدیر شدہ موت کے آغوش میں

پہنچ گیا اور بادشاہ نے اس نذر کو مبارک نہ سمجھا کہ اتنی دیر میں دوسرا خدمت گار پہنچا خوف بر اس زیادہ ہوا چاہا کہ گھر کی پچھلی دیوار سے کود کر فرار ہو جائیں کہ ناگاہ سات آٹھ شخص یکے بعد دیگرے سلطان کی طلب میں پہنچ گئے۔

طاہر شاہ مجبور ہو گئے اور وصیت کی ضروریات کو بجا لائے اور اہل خانہ کو وداع کر کے شہریار کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ جب برہان شاہ نے ان کے آنے کی خبر سنی تو خلاف عادت دروازہ تک استقبال کے لئے گیا اور ہاتھ پکڑ کر عبدالقادر کے بالین سر لے گیا اور کہنے لگا کہ مذہب اثنا عشری کے جو لوازم و ضروریات ہیں وہ تلقین فرمائیں تاکہ میں ان کو قائم کراؤں۔ شاہ طاہر نے اس معاملے میں مضائقہ کیا اور کہا کہ اول شہنشاہ حقیقت حال بیان فرمائیں اس کے بعد یہ خاکسار جس قدر جانتا ہے۔ عرض کرے گا۔ برہان شاہ نے کہا کہ اب صبر نہیں رکھتا، پہلے یہ مذہب اختیار کروں گا۔ —— پھر جو دیکھا ہے بیان کروں گا۔ شاہ طاہر شاہ نے کہا کہ قسم اس خدا کی جو مجھ کو بادشاہ کی خدمت میں حاصل ہے جب تک میں حقیقت پر مطلع نہ ہوں محال ہے کہ لوازم اس مذہب کے عرض کر سکوں۔ برہان شاہ نے پورا قصہ خواب کا اور پوری حکایت لحاف کی دہرا دی۔

شاہ طاہر نے اطمینان قلب کے ساتھ بارہ اماموں کے نام اور ایک ایک کے مناقب و فضائل ذکر کرنا شروع کر دیئے اور کہا کہ ارکان اور قواعد اس مذہب کے تولا یا محبت اہل بیت کے ساتھ اور بیزاری ان کے دشمنوں کے ساتھ رکھنا ہے۔ برہان شاہ نے اسی صبح محبت اہل بیت کا جام سیر نوش کیا اور اس بیت کے ساتھ مترنم ہوا۔ یعنی یہ بیت پڑھتا تھا

چہ مبارک سحری بود و چہ فرخندہ شبے — آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند

چنانچہ شہزادہ حسین و عبدالقادر اور ان کی والدہ بی بی آمنہ اور دوسرے مرد اور عورتیں بلکہ تمام اہل حرم اس عقیدہ حقہ کی شراب سے سیراب ہو گئے اور ولائے اہل بیت کا علم بلند کیا۔

جب آفتاب عالم تاب نے اپنا سر مشرق سے بلند کیا برہان شاہ نے چاہا کہ بارہ اماموں کا خطبہ پڑھا جائے اور خلفائے ثلاثہ کا نام ساقط کر دیا جائے شاہ طاہر نے جلدی اور عجلت سے منع کیا اور کہا کہ حکمت و مصلحت ہے کہ فوری اس راز کو فاش نہ کیا جائے۔ بہتر ہے کہ پہلے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علماء کو جمع کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ میں مذہب

حق کا طالب ہوں، سب علماء ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب پر اتفاق کر لیں تو میں بھی اس مذہب کو اختیار کر لوں اور دوسرے مذہبوں سے احتراز کروں۔

برہان شاہ نے شاہ طاہر کے کہنے پر عمل کیا۔ ملا پیر محمد استاد و افضل خان ثانیہ و ملا محمود دہلوی اور دوسرے چاروں مذہب کے علماء احمد نگر میں جمع ہو گئے ہر روز قلعہ کے اندر جہاں مدرسہ شاہ طاہر تھا اس عمارت میں جمع ہوتے اور ہر ایک اپنے مذہب کی حقیقت پر دلائل و براہین، قائم کرتا اور دوسرے اس کی رد کرتے۔ اکثر اوقات برہان شاہ بھی اس مجلس میں حاضر رہتا جو اکثر علمی مسائل سے واقف نہ تھا غرض صحیح اور غلط کا امتیاز نہ ہو سکا۔ صاحبان علم کے چھ مہینے اس طرح گذر گئے۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب صحبت دیکھتا ہوں کہ اب تک حقیقت کسی مذہب کی اور ترجیح ایک کی دوسرے پر قائم نہیں ہوئی۔ ہر ایک اپنے مذہب کی صحت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (تو ایسی صورت میں) کس طرح کسی ایک کو اختیار کروں ان چاروں کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بیان فرمائیں تاکہ اس کے حق و باطل کی تحقیق پر غور کیا جائے شاہ طاہر نے کہا کہ ایک مذہب اور ہے جس کو اثنا عشری کہتے ہیں اور حکم ہو تو ان کی کتابوں کو بھی حاضر کیا جائے۔ برہان شاہ نے منظور کیا اور تلاش بسیار کے بعد اس مذہب کا ایک عالم جن کو شیخ احمد نجفی کہتے تھے حاضر کیا اور چاروں مذاہب کے علماء کے مقابلے میں پیش کر دیا۔

بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔ شاہ طاہر ان کی مدد کرتے تھے اور ان کے غالب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سب سمجھ گئے کہ شاہ طاہر شیعہ مذہب کے ہیں۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ مخالفین نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور اکثر اوقات جب لاجواب ہو جاتے تو مجلس سے بائیکاٹ کر جاتے اور اٹھ جاتے۔

رفتہ رفتہ بحث یہاں تک پہنچی کہ شاہ طاہر نے اہلسنت کی ایسی کتابیں پیش کرنا شروع کر دیں جس میں بحث خلافت (حضرت) ابوبکر رض بعد حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دوات و قلم کا طلب کرنے کا قصہ اور قصہ باغ فدک وغیرہ مندرج تھے۔ برہان شاہ نے جب دیکھا کہ تمام علماء شاہ طاہر سے لاجواب ہو گئے تو اپنے خواب کا واقعہ اور لحاف کا قصہ اور شہزادہ عبدالقادر کی کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دی جس پر اکثر علمائے مجلس اور مقربان اور غلامان ہندی و ترکی

وحبشی و امیران و منصب داران و سلحداران اور شاگردان و پیشہ دران جاروب کشان و فراشان و ذلیل بانان تقریباً تین ہزار نفوس نے مذہب اثنا عشری اختیار کر لیا اور اصحاب ثلاثہ کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور نام نامی آئمہ معصومین پر اکتفا کی اور سلطان بہادر گجراتی کے چتر سفید کو سبز رنگ سے بدل دیا اور یہ سب اس مذہب پر مستقیم ہو گئے۔

لاہور کی قدیم ضریحِ اقدس

سرکار نواب نوازش علیخان صاحب بہادر قزلباش مرحوم **ضریحِ اقدس** حضرت مولانا السید محمد صاحب قبلہ

شبیہ مبارک ضریح اقدس جناب امیر علیہ السلام جو یوم شہادت جناب امیرؑ بزیر اہتمام جناب نوازش علیخان صاحب بہادر قزلباش عظیم الشان ماتمی جلوس کیساتھ نکلتی ہے۔ ورجسے نواب محمد علیخان صاحب مرحوم نے تیس ہزار روپے کے صرف سے تیار کرایا تھا۔

مُعْجِزَہ

مشکلکشائے خلق مولائے کائنات حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ

شہرِ ایران میں ایک لکڑہارا رہتا تھا جو کہ بہت ہی غریب تھا۔ وہ لکڑیاں بیچ کر اپنا اور اپنے بچوں کا گزارا کیا کرتا تھا، ایک دن اپنی لڑکی سے کہنے لگا کہ بیٹی ہمسایہ کے گھر سے سگریٹ سلگا لاؤ۔ جب لڑکی سگریٹ سلگانے گئی تو اُس نے دیکھا کہ ہمسائی عورت کلیجی بھون رہی ہے۔ اس لڑکی کا دل کلیجی کھانے کو چاہا، لیکن اس عورت نے توجہ نہ کی، لڑکی نے دروازے سے باہر آ کر سگریٹ کو بجھایا اور پھر سگریٹ سلگانے کے لیے اندر چلی گئی۔ یہ اس لیے کیا کہ شاید اب کی دفعہ ہمسائی عورت کلیجی کھانے کو دیدے، مگر اب بھی اس نے کلیجی کھانے کو نہ دی۔ لڑکی مایوس ہو کر گھر چلی آئی۔ اِتنی دیر میں سگریٹ سُلگ کر آدھی رہ گئی تھی۔ جب باپ کو سگریٹ دی تو اس نے کہا بیٹی آدھی سگریٹ خود پی آئی ہو؟ کہا نہیں باباجان ہمسائی کلیجی بھون رہی تھی اور میرا دل کلیجی کھانے کو چاہتا تھا اس لیے میں بار بار سگریٹ کو بجھا کر جلانے کے لیے جاتی تھی کہ شاید مجھے عورت کلیجی کھانے کے لیے دے مگر اس نے مجھے نہیں دی۔ باباجان آپ میرے لیے کل کلیجی لائیں۔ لکڑہارے نے کہا بیٹی ہمارے گھر میں تو اتنے پیسے بھی نہیں کہ ایک ماچس ہی خرید لائیں، میں کلیجی کہاں سے لاؤں۔ لڑکی نے کہا، نہیں باباجان آپ کل ضرور کلیجی لائیں۔ لکڑہارے نے کہا اچھی بیٹی دو دن کچھ نہ کھاؤ، دو دن کی لکڑیاں جمع کر کے بیچوں گا اور تم کو کلیجی لا دوں گا۔ لڑکی نے منظور کر لیا۔ لکڑہارا جنگل میں جا کر لکڑیاں جمع کر کے رکھ آیا۔ دوسرے دن جب جنگل میں گیا تو دیکھا کہ لکڑیاں جو اُس نے جمع کر کے رکھی تھیں وہ جل کر راکھ ہو چکی ہیں۔ وہ رونے لگا۔ روتے روتے غش کھا کر

گر گیا، عالمِ غشی میں دیکھا کہ ایک نقاب پوش کھڑے ہیں (صلوٰۃ) اور زمین سے چند سنگ ریزے اٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ لے لو۔ جب ان کو بیچنا تو مشکل کشا کی نذر ضرور دلانا (صلوٰۃ) جب لکڑہارا ہوش میں آیا تو دیکھا کہ وہی سنگ ریزے اُس کے ہاتھ میں تھے، اُس نے وہ جیب میں ڈال لیے اور گھر چلا آیا۔ گھر جا کر دروازے کے پیچھے چھپ رہا۔ جب بیٹی نے دیکھا کہ باپ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی ہے تو وہ باہر آئی۔ دیکھا کہ باپ دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ کہا بابا جان اندر آ جائیے۔ باپ نے کہا بیٹی مجھے تم سے شرم آتی ہے۔ وعدہ کر کے گیا تھا کہ تمھارے لیے ضرور کچھ لاؤں گا۔ لیکن تمام لکڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ بیٹی نے کہا بابا جان آپ آ جائیے۔ خداوندِ کریم ہمیں بہت کچھ دے گا۔

جب شام ہوئی تو لکڑہارے نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سنگ ریزے نکال کر بیٹی کو دیے کہ لو بیٹی ان سے کھیلو۔ لڑکی نے وہ سنگ ریزے ایک کمرے میں پھینک دیئے۔ علی الصبح جب لکڑہارے کی بیوی نماز پڑھنے کے لیے اٹھی تو دیکھا کہ کمرے میں ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ لکڑہارے نے اٹھ کر دیکھا تو کمرے میں ہر طرف جواہرات چمک رہے ہیں (صلوٰۃ) اس نے ان پر چادر ڈال دی۔ صبح ایک ہیرا لے کر جوہری کے پاس گیا اور کہا کہ یہ ہیرا تم خرید لو اور اس کی قیمت مجھے دیدو۔ جوہری بیش قیمت ہیرا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لکڑہارے سے کہا کہ گھر سے بوریاں لے آؤ۔ جس قدر تم سے اٹھائی جائیں اشرفیاں بھر کے لے جاؤ۔ یہ اس ہیرے کی قیمت ہے۔ لکڑہارے سے جس قدر بوریاں اٹھائی گئیں وہ لے گیا، اور وہ زمین خریدی جہاں مولا مشکل کشا شیرِ خدا نے اُسے سنگ ریزے دیئے تھے۔ (صلوٰۃ) اس نے وہاں ایک نہایت شاندار محل بنوایا۔ جس میں نہایت آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک دن لکڑہارا اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اب مجھ پر حج فرض ہو گیا ہے میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ میرے بعد ہر مہینے تیرہ تاریخ کو مولائے مشکل کشا کی نذر ضرور دلانا۔ چند دنوں کے بعد لکڑہارے کی بیوی نے بیٹی سے کہا کہ جاؤ سات قسم کی مٹھائی لاؤ تاکہ اس پر مولا مشکل کشا کی

نذر دلائیں۔ بیٹی نے کہا اماں اب تو ہم بہت امیر ہو گئے ہیں، ہم رنگ رنگ کی مٹھائی پر نذر نہیں دلاتے۔ ماں خاموش ہو رہی۔ کچھ دنوں کے بعد دونوں ماں، بیٹی حمام میں غسل کرنے گئیں کہ یکایک غل ہوا کہ حمام کو خالی کیا جائے کیونکہ بادشاہ کی ملکہ اور شہزادی حمام میں غسل کرنے کے لیے تشریف لا رہی ہیں، چنانچہ سب لوگ چلے گئے لیکن لکڑہارے کی بیوی اور لڑکی نہ گئیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو ملکہ سے بھی زیادہ امیر ہیں، ہم نہیں جائیں گے۔ اسی اثنا میں ملکہ اور شہزادی حمام میں تشریف لائیں۔ انھوں نے سنا ہوا تھا کہ ایک لکڑہارا بہت ہی امیر ہو گیا ہے۔ جب لکڑہارے کی لڑکی حمام سے باہر نکلی تو شہزادی نے دیکھا کہ اُس کے گلے میں موتیوں کا بہت ہی قیمتی ہار ہے۔ شہزادی نے پوچھا کہ یہ ہار تم نے کہاں سے لیا ہے۔ لکڑہارے کی لڑکی نے کہا کہ آؤ ہم تم سہیلیاں بن جائیں۔ یہ ہار تم لے لو میں گھر جا کر اور پہن لوں گی۔ شہزادی نے کہا کہ ہم تم سہیلیاں بن گئی ہیں اس لیے تم ہمارے گھر ضرور آیا کرنا۔

ایک دن لکڑہارے کی لڑکی شہزادی سے ملنے کے لیے گئی۔ شہزادی غسل کر رہی تھی۔ جب غسل کر کے باہر آئی تو نوکرانی سے کہا کہ کھونٹی سے میرا ہار بھی لے آؤ۔ نوکرانی نے کھونٹی پر ہار دیکھا تو ہار غائب تھا۔ شہزادی نے کہا ہار تم نے چوری کر لیا ہے۔ نوکرانی نے کہا کہ ہم نے آج تک آپ کی کبھی چوری نہیں کی، یہ آپ کی سہیلی کا کام ہے۔ چنانچہ بادشاہ کو بلایا گیا۔ اس نے لکڑہارے کی بیٹی اور بیوی سے پوچھ گچھ کی تو انھوں نے کہا کہ جب ہم غریب تھے تو ہم نے اس وقت بھی چوری نہیں کی تھی اب ہم کیوں چوری کریں گے۔ لیکن بادشاہ کو یقین نہ آیا۔ اسی وقت حکم دیا کہ دونوں ماں بیٹی کو قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ اور ان کے گھر کے آگے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے۔

ادھر جب لکڑہارا حج کرنے گیا، راستہ میں ڈاکوؤں نے اُس سے سب کچھ

لوٹ لیا۔ وہ بغیر حج کیے ہی واپس لوٹ آیا۔ آکر دیکھا کہ محل کے آگے دیوار کھڑی ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ میرے اہلِ خانہ کہاں ہیں، اور محل کے آگے دیوار کیوں کھڑی ہے۔ لوگوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ لکڑہارا بادشاہ کے پاس آیا اور تمام ماجرا سنایا، اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ چوری تو انھوں نے تب بھی نہ کی تھی جبکہ ہم بہت ہی غریب تھے، اب کیوں کرتیں! بادشاہ کسی طرح نہ مانا، لکڑہارے نے کہا اگر آپ ان کو قید سے رہا نہیں کرتے تو مجھے بھی قید کرلیں کیونکہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میری بیوی اور لڑکی قید میں رہیں اور میں گھر میں بیٹھوں۔ چنانچہ لکڑہارے کو بھی قید کرلیا گیا۔

جب رات ہوئی تو لکڑہارے نے اپنی بیوی اور لڑکی کو بلایا اور پوچھا کہ میرے جانے کے بعد مولا مشکل کشا شیرِ خداؑ کی نذر دلاتی رہی ہو؟ انھوں نے کہا "نہیں" لکڑہارے نے کہا بس یہ اسی کوتاہی کی سزا ہے۔ غرض کہ تمام رات توبہ کرتے رہے اور روتے رہے۔ جب نیند آگئی تو عالمِ خواب میں دیکھا کہ وہی نقاب پوش تشریف لائے ہیں۔ (صلوٰۃ) اور فرمایا کہ تم نذر دینا بھول گئے تھے اس لیے عذابِ الٰہی کا نزول ہوا ہے۔ لکڑہارے نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کے لیے پیسے موجود نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اپنا بستر اٹھاؤ اس کے نیچے سے پانچ پیسے برآمد ہوں گے اُن کی شیرینی منگوا کر نذر دلاؤ کہ تمام مصیبت ٹل جائے۔

صبح جب لکڑہارا بیدار ہوا تو اپنا بستر اٹھایا، پانچ پیسے برآمد ہوئے قید خانے کے دروازے میں جاکر کھڑا ہوگیا۔ ایک نوجوان لڑکا گھوڑے پر سوار آتا ہوا دکھا لکڑہارے نے اُس سے کہا کہ اے لڑکے مجھے پانچ پیسے کی شیرینی لادو۔ اس نے کہا کہ بوڑھا قیدی بھی ہوگیا ہے لیکن اب بھی شیرینی کھاتا ہے۔ میری تو آج شادی ہے میں بازار سے مہندی وغیرہ خریدنے جارہا ہوں اس لیے میں تمھارا کام نہیں کرسکتا۔ لڑکا ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ گھوڑے سے گرا اور گرتے ہی مرگیا۔ جب لڑکے

کے باپ کو معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا مرگیا ہے تو وہ روتا ہوا قید خانے کے دروازے سے گزرا۔ لکڑہارے نے وہی سوال کیا کہ مجھے پانچ پیسے کی شیرینی لادو۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ جو ہونا تھا وہ تو ہوگزرا، میں کیوں نہ اس قیدی کا کام کرجاؤں۔ چنانچہ اُس نے لکڑہارے کو شیرینی لاکر دیدی۔ اس شیرینی پر مولا مشکل کشا کی نذر دیکر لکڑہارے نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم اتنے آزردہ کیوں ہو! اس نے کہا کہ میرا جوان لڑکا مرگیا ہے اور آج اس کی شادی تھی۔ لکڑہارے نے کچھ شیرینی اُسے دی اور کہا کہ اس کو پانی میں حل کرکے لڑکے کے منہ میں ڈال دینا، چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ جونہی پانی کا قطرہ لڑکے کے حلق میں اترا وہ کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ (صلوٰۃ)

اِدھر دوپہر کے وقت جب بادشاہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت چڑیا منہ میں ہار لیے آرہی ہے۔ چڑیا نے ہار اسی کھونٹی پر لٹکادیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہنے لگا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ اسی وقت لکڑہارے کو بلایا۔ لکڑہارے نے رات کا تمام واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور تاج اپنے سر سے اتار کر لکڑہارے کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ آپ میرے باپ اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔ جب تک زندہ رہوں گا، آپ کی خدمت کروں گا۔ ؎

اے لنگرِ سفینۂ اعجازِ انبیا | اے مظہر العجائب برحق ترے فدا
محروم کوئی آپ کے در سے نہیں گیا | کیجیے دُرِ مُراد عطا ہم کو بھی شہا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

پروردگارِ عالم بالطفیل اپنے حبیبِ مکرم حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی آلِ پاک اور خصوصًا حضرت علیؑ مشکلکشا جس طرح اس لکڑہارے کی مشکل کو حل فرمایا اسی طرح تمام مومنین و مومنات کی جائز حاجات کو برلا اور ہمیں درستیٔ ایمان اور فلاح دارین عطا فرما۔ آمین۔ ثم آمین

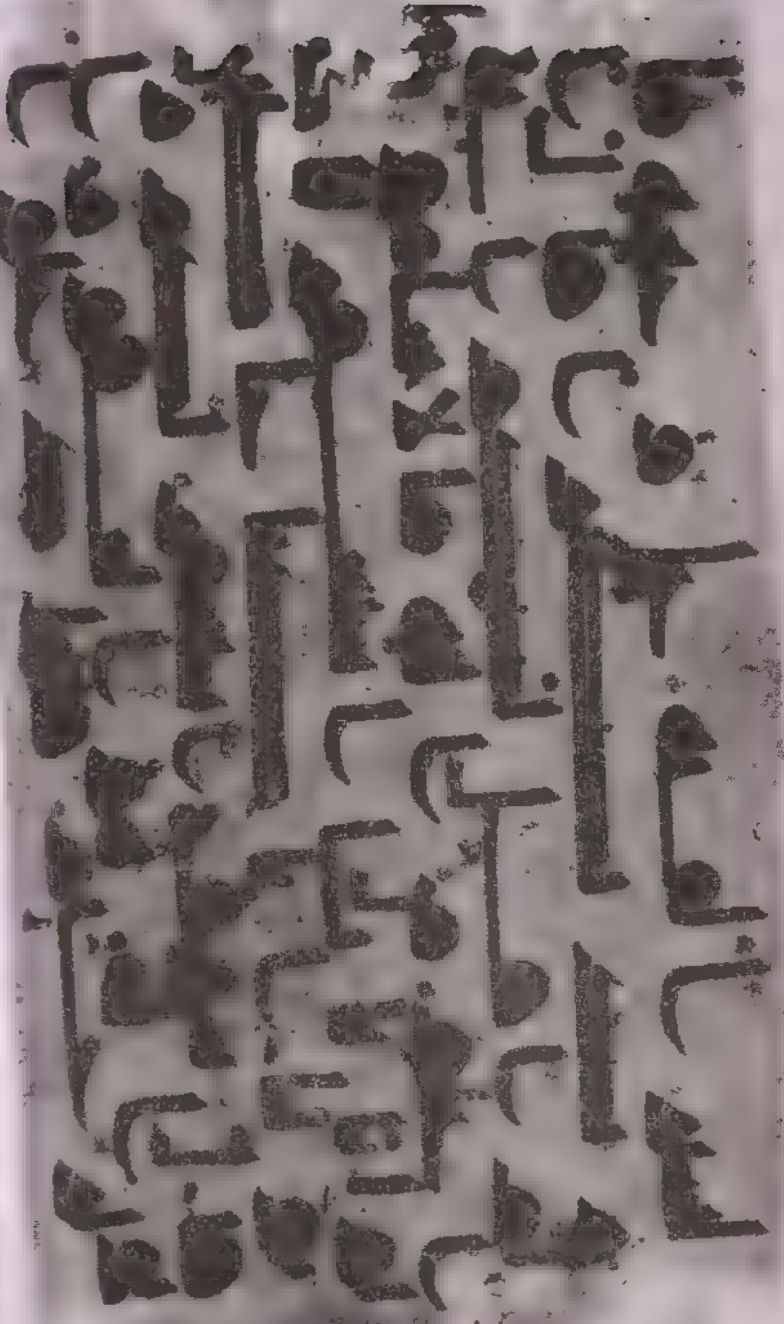

[illegible] علیہ السلام

حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی جنگی خصوصیات

دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے نامی گرامی بہادروں کے تذکرے ملتے ہیں جیسے بھیم ارجن، رستم، سہراب، سکندرِ اعظم، خالد بن ولید، طارق بن زیاد، نپولین، ہلاکو، ہٹلر وغیرہ۔ لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے ان کو کسی طرح سے نسبت نہیں دیجا سکتی۔ شجاعت اور بہادری آپ کے نامِ نامی کے ساتھ وابستہ ہوگئی۔ شجاعت کا صحیح انداز اور نبرد آزمائی کے زریں اصول جو آپ کے تھے وہ ان بہادروں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتے تھے۔

بہادری صرف اس کا نام نہیں کہ اپنے حریف کو پچھاڑ کر، اس کا گلا کاٹ دیا جائے یا سینہ میں خنجر پیوست کر دیا جائے، باغ جلا دیئے جائیں، کھیتیاں اجاڑ دی جائیں، آبادیوں کو ویرانہ بنا دیا جائے۔ مظلوموں، بیواؤں اور یتیموں اور ضعیف و معذور لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں۔ یہ بہادری نہیں بربریت ہے۔ دنیا میں ایک بہادر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی شجاعت کے اتنے کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہوں جتنے میرے مولا علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے۔ ملکوں کے فرمانروا، جرنیل فوجوں کو لڑانا جانتے ہیں، خود میدانِ جنگ میں آکر نبرد آزما نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہیں تو بحالتِ مجبوری جب دشمن سر پر آجاتا ہے اور بے لڑے ہوئے چارۂ کار نہیں ہوتا۔ لڑنے والے ہیں مگر اپنی شجاعت پر اتنے اعتماد کے ساتھ نہیں جیسے حضرت علیؑ جنگ کرتے تھے۔

فوجوں کی ترتیب

آپ جب لشکر لے کر کسی معرکہ کے لیے روانہ ہوتے تو اس کو چھ حصّوں میں تقسیم کرتے تھے۔

(۱) قلب، امیرِ لشکر کے رہنے کی جگہ (۲) مقدمۃ الجنین۔ قلب کے آگے کچھ فاصلہ پر رہنے والا حصّہ (۳) میمنہ، دایاں بازو (۴) میسرہ۔ بایاں بازو (۵) ساقہ۔ پیچھے رہنے والا فوجی دستہ (۶) رادّہ۔ ساقہ سے پیچھے رہنے والا فوجی دستہ۔

فوجوں کی تقسیم

اسی طرح آپ نے اپنی افواج کو چھ حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔

(۱) رکبان شتر سوار آگے۔ (۲) فرسان گھوڑسواران کے پیچھے (۳) راجل پیادے (۴) رُماۃ تیر انداز (۵) طلیعہ۔ دشمن کا سراغ نکالنے والا دستہ (۶) راندہ۔ رسد کے سامان کا حفاظتی دستہ۔

فوجیوں کے لیے ہدایات

(۱) جب دشمن مقابلہ کو آئے تو یہ خیال رکھو کہ تمہارا قیام یا تو پہاڑ پر ہو یا اونچی زمین پر یا دریا کے کنارے تاکہ وقتِ ضرورت پناہ کی جگہ مل جائے اور دشمن تم تک مشکل سے پہنچ سکے۔

(۲) لشکر کو ہمیشہ یکجا رکھو اور اس کا کچھ حصہ اپنے پسِ پشت رکھو تاکہ وقتِ ضرورت وہ تم کو مدد پہنچا سکے۔

(۳) یاد رکھو کہ دشمن کا مقدمہ اس کی آنکھیں ہیں اور مقدمہ کی آنکھیں طلیعہ (سراغ رساں دستہ) ہوتی ہیں، ان کا فرض ہوتا ہے کہ دشمن کا پتہ لگائیں۔

(۴) جس جگہ قیام کرو وہاں متفرق نہ اترو۔

(۵) جب کوچ کا وقت آئے تو ایک ساتھ مل کر کوچ کرو۔

(۶) رات کے وقت اگر قیام کرو تو اپنے نیزے چاروں طرف گاڑ دو اور ان سے اپنی محافظت کرو۔

(۷) رات کے وقت زیادہ نہ سوؤ۔

چند ذاتی خصوصیات

(۱) آپ دشمن کی کثرت کو کبھی نظر میں نہ لاتے تھے۔

(۲) کیسا ہی نامور جنگجو مقابلے کو آئے آپ گھبراتے ہی نہ تھے۔

(۳) میدان سے کبھی راہِ فرار اختیار نہیں کی۔

(۴) میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کا کبھی تعاقب نہیں کیا۔

(۵) جو بھی مقابل آگیا اس نے موت کا مزا چکھا۔ ہاں جس نے پناہ مانگی یا کلمۂ حق پڑھ لیا اس پر پھر تلوار نہ اٹھائی۔

عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور بیماروں پر کبھی ہاتھ نہ اٹھایا۔

۷۔ اپنے مقتول کی لاش کو کبھی برہنہ نہ کیا نہ اس کی بے حرمتی کی۔

۸۔ اپنی طرف سے خود کبھی حملہ کی ابتدا نہ کی۔

۹۔ عام طور پر جب بہادر مقابلے کے لیے میدانِ جنگ میں آتے تھے تو بڑے ٹھاٹ باٹ سے آتے تھے۔ سر پر آہنی خود، سینہ پر دوہری زرہ، دو دو تلواریں۔ فولادی گرز، دو دو ڈھالیں، نیزے، ترکش، کمان، کمند غرض جتنا بوجھ ایک گدھے پر لادا جاسکتا ہے وہ سب لادے ہوئے آتے تھے۔ مکمل طور پر اپنے آپ کو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کر کے میدان میں اترتے تھے۔ برخلاف اس کے علی ابن ابی طالبؑ صرف ایک ڈھال اور ایک تلوار لے کر شیر کی طرح حریف کے مقابل جھومتے ہوئے آتے تھے۔ اگر کبھی زرہ پہنتے بھی تھے تو ایسی کہ پشت کی طرف کا حصہ ندارد ہوتا تھا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ آپ ایسی غیر محفوظ زرہ کیوں پہنتے ہیں تو فرماتے تھے کہ پشت کا حصہ وہ رکھے جس کو پیچھے سے دشمن کے حملے کا خوف ہو۔ میں کبھی دشمن کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے پشت کرتا ہی نہیں۔ خدا مجھے اس دن کے لیے نہ رکھے

۱۰۔ پہلے یا دوسرے ہی وار میں ہمیشہ دشمن کا کام تمام کر دیتے۔ زیادہ دیر جنگ کا اُسے موقع ہی نہ دیتے۔

۱۱۔ تمام عمر کسی جنگ میں کسی دشمن سے شکست نہ کھائی۔

۱۲۔ آپ کی عمر معرکہ آرائیوں میں گذری اور ہر معرکہ میں آپ کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۳۔ کسی جنگ میں آپ کو کبھی کسی امیر کے ماتحت نہیں بھیجا گیا۔

۱۴۔ آپ کی دلیری اور ثابت قدمی پر نظر رکھتے ہوئے خدا کے رسولؐ نے ہمیشہ آپ کو اپنے لشکر کا علمدار بنایا۔

۱۵۔ مورخین اسلام کا بیان ہے کہ علی علیہ السلام کی تلوار سے جو کفار و مشرکین قتل ہوئے ان کی تعداد کم و بیش دس ہزار تھی، کیا دنیا کا کوئی بہادر اور تیغ آزما ایسا گذرا ہے جس نے اس کثرت سے اللہ کے دشمنوں کو قتل کیا ہو۔ کیا ایسا بہادر انسان اسلام کے لیے مایۂ ناز نہیں۔

۱۶۔ میدانِ جنگ میں جتنے سپاہی لڑتے ہیں وہ کسی نہ کسی ذاتی غرض کے لیے لڑتے ہیں۔ لیکن دنیا کا علیؑ ہی وہ انوکھی شان کا جنگجو ہے جس نے دس ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اپنے نفس کے لئے اپنی ذاتی غرض کے لیے یا کسی جذبۂ انتقام کے

کے تحت قتل کیا۔

۱۷۔ اہلِ عرب کو اپنی شجاعت پر بڑا ناز تھا اور جان لینے اور جان دینے کو کھیل سمجھتے تھے، جنگ و جدال ان کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ تھا اور اس پر ان کو بڑا ناز تھا، لیکن ان کے اس نقارۂ فخر کی آواز کو جس نے دبایا اور ان کی اکڑی ہوئی گردنوں کو جس نے اپنے قدموں پر جھکایا وہ صرف اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ذات تھی۔

۱۸۔ آپ اکثر جنگ کے موقع پر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ ابوطالبؑ کا بیٹا موت کا اتنا شائق ہے جتنا ایک بچہ اپنی ماں کے پستان کا ہوتا ہے۔"

۱۹۔ آپ اپنے لشکریوں سے فرمایا کرتے تھے۔ "لوگو! اگر تم میدانِ جنگ میں قتل نہ ہوگے تو ایسے بھی تو مرنا ہے، اس لیے موت سے بالکل نہ ڈرو اور بے خوف ہو کر دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ۔" آپ بستر پر مرنے کے بجائے میدانِ جنگ میں تلوار کی ہزار ضربوں سے مرنے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

۲۰۔ ایک دفعہ سعید بن قیس ہمدانی نے عین جنگ کے موقع پر آپ کو صرف دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ سعید نے کہا سخت لڑائی کے وقت لوگ زرہ پہنتے ہیں، آپ یہ معمولی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ شیرِ خدا نے جواب دیا "میں موت سے کہاں بھاگ سکتا ہوں، جس دن وہ آنے والی ہو اس دن اس کو کوئی نہیں روک سکتا ہے، اور جس دن نہیں آنے والی ہو اُس کو کوئی نہیں بلا سکتا۔

۲۱۔ آپ عام طور پر گھوڑے کے بجائے خچر پر سوار ہو کر جنگ کرتے تھے۔ لوگ اکثر سوال کرتے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس پر مولائے کائنات ارشاد فرماتے۔ گھوڑا دوڑنے اور بھاگنے کے لیے ہوتا ہے۔ نہ میں دشمن کے سامنے سے فرار اختیار کرتا ہوں نہ بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرتا ہوں۔

۲۲۔ ابنِ عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو جنگ میں اس طرح دیکھا ہے کہ سر کھلا ہوتا تھا، ایک ہاتھ میں عمامہ اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔

۲۳۔ ایک دفعہ جنگ کے دوران مقابلہ کے دوران دشمن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس کو یہ معلوم تھا کہ علیؑ سائل کا سوال کبھی رد نہیں کرتے ہیں۔ اس نے آپ سے تلوار مانگی، آپ نے فوراً اپنی تلوار اس کو دیدی، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا، کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟

مولاؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں، میں نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا حضرت کی اس بات کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً کلمۂ حق پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

۲۴۔ عمر ابن عبدِ ود عرب کا نامی گرامی پہلوان تھا، یہودیوں کو اس کی طاقت اور بہادری پر ناز تھا، جنگِ خندق میں صحابۂ کرام نے بتایا کہ یہ تنہا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس کے مقابل آتا، حضرت علیؑ نے سرکار رسالت پناہ سے اجازت طلب کی، جب آپ اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج کُل ایمان کُلِ کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے، آپؑ نے اسے زیر کیا اور اس کے سینہ پر سوار ہوئے تو اُس نے اپنا لعابِ دہن حضرتؑ کی طرف پھینکا، آپ فوراً اس کے سینہ سے اتر آئے۔ اس پر تمام مسلمانوں کو تعجب ہوا، حضورؐ سے کہنے لگے کہ علیؑ نے یہ کیا کیا! آپؐ نے فرمایا کہ جب علیؑ واپس آئیں گے تو ان سے خود دریافت کر لینا۔ جب آپ واپس آئے تو لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ مولا نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس حالت میں میں اس کو قتل کرتا تو میرا نفس شامل ہو جاتا، لیکن میں جنگ تو صرف اللہ کے لیے کر رہا تھا۔ حریفِ گستاخ کے مقابلہ میں یہ عظمتِ کردار علیؑ کے سوا کسی اور کی ذات میں نظر نہیں آتی۔ اسی موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ "علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔"

۲۵۔ شجاعت و بہادری کا جیسا گہرا تعلق علی ابن ابی طالبؑ سے ہے اور کسی سے نہیں۔ آپ کا نام فتح کی علامت بن گیا ہے۔ قوی سے قوی دشمن کے مقابلہ میں بھی جب نعرۂ حیدری بلند کیا جاتا ہے تو اس کا دل دہل جاتا ہے۔ "یا علیؑ" کا نعرہ پاکستان کے لیے قوت کا سرچشمہ اور فتح و کامرانی کی نشانی ہے، اسی لیے شجاعت کا اعلیٰ ترین اعزاز ہماری بہادر افواج نے "نشانِ حیدر" قرار دیا ہے۔ "یا علیؑ مدد"۔

فضائلِ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام

مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است	بوتراب از فتحِ اقلیمِ تن است
مرسلِ حق کرد نامش بوتراب	حق یداللہ خواند در اُمّ الکتاب

(علامہ اقبالؒ)

"اگر تمام سمندر روشنائی ہو جائیں، تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام جن کر لکھتے جائیں اور تمام جن شمار کرتے جائیں تب بھی اے ابوالحسن آپ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکتے۔" (حضرت عمر)

ان الفاظ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ فضائل حضرت علی علیہ السّلام بیان کر سکے۔ دنیا نے دیکھا کہ تاریخ داں، محقق حضرات، ادیب، فلاسفر اور شعراء آپ کی ثنا کرنے سے قاصر ہیں۔ آپ کی لائقِ تحسین صفات کو نہ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے، حدِ وہم و گمان میں ہوتے ہوئے بھی آپ کی ذات زبان و بیان کی حد سے باہر ہے۔ انسانی ذہن آپ کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے، چشمِ انساں آپ کے مقاماتِ بلند کو دیکھنے سے عاجز ہے۔ آپ کے لیے خدا اور اس کے آخری رسول حضرتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ہر تعریف شایانِ شان ہے۔

یا علیؑ!۔ آپ کے فضائل دشمنوں نے اپنی عداوت کی وجہ سے چھپائے اور دوستوں نے دشمنوں کے خوف سے۔ مگر فضائل کا بے پناہ طوفان دونوں کے روکے نہ رک سکا بلکہ وہ لاہوتی قوت سے فوارہ بن کر جو چھوٹا تو آج تاریخِ اسلام کا کوئی ورق فضائلِ علیؑ سے خالی نظر نہیں آتا۔

ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان بے بہا موتیوں سے اپنے دامن کو پُر کیا ہے۔ میرے مولا! یہ آپ ہی کی ذاتِ والاصفات ہے جس کے فضائل دوست اور دشمن دونوں بیان کرنے پر مجبور ہو گئے۔

رتبہ شناس کوئی بجز مصطفےٰؐ نہ تھا
شیرِ خدا، امیرِ عرب، بوترابؑ کا (نہال رضوی)

فضائلِ علیؑ بزبانِ نبیِؐ آخرالزماں حضرت علیؑ کی امتیازی صفات و خدمات کی بنا پر رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپؑ کی بہت عزت کرتے تھے، اور حضورؐ اپنے قول و فعل سے آپؑ کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، رسولِ کریمؐ کے ارشادات مولا علیؑ کے

بارے میں درجِ ذیل ہیں :-

(۱) علیؑ میرے علوم کا خزانہ ہے۔

(۲) علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور یہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے تا آنکہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

(۳) میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر علیؑ ہے، جو شخص اس سے انکار کرے وہ بیشک کافر ہے۔

(۴) علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔

(۵) میںؐ اور علیؑ ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔

(۶) علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔

(۷) میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، جو کوئی بھی شہر میں داخل ہونا چاہے اس کو دروازے سے آنا چاہیئے۔

(۸) علیؑ تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۹) علیؑ کو مجھ سے وہ تعلق ہے جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے۔

(۱۰) رسولؐ اکرم نے علیؑ کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی قرار دیا۔

(۱۱) رسولِ اکرمؐ نے میدانِ غدیرِ خم میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اعلان فرمایا کہ "اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔"

(۱۲) اگر تم علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا لو گے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہ کرو گے۔ وہ تم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے گا اور تم اس کو ایک قائد پاؤ گے جو کہ خود اچھی طرح ہدایت یافتہ ہے۔

(۱۳) اے فاطمہؑ! میں نے تمھاری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جس کو میں تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔

(۱۴) میں تمام نسلِ انسانی کا سردار ہوں اور علیؑ عربوں کا سردار ہے۔

(۱۵) وہ آتا ہے سب سے زیادہ سچا اس دنیا میں اسلام کا گواہ، وہ آتا ہے سب سے زیادہ سچا، دنیا میں اسلام کا سچا گواہ پیغمبرؐ نے دہرایا، جب علیؑ کو آتے ہوئے دیکھا۔

(۱۶) پیغمبرِ خدا نے علیؑ کو ابو ریحانتین کہہ کر پکارا۔ (دو خوشبوؤں کا باپ)

(۱۷) میں اللہ کا آخری نبی ہوں اور اے علیؑ تم پیغمبروں کے آخری وصی ہو

(۱۸) علیؑ ایسے ہی اچھے حاکم ہیں جیسا کہ میں ہوں۔

(۱۹) یا علیؑ! تم کو تین خوبیاں وہ نصیب ہوئیں جو میرے پاس بھی نہیں (۱) تم کو میرا جیسا خسر ملا جو کہ میں نہیں رکھتا (۲) تم کو میری بیٹی فاطمہؑ جیسی زوجہ ملی جیسی کہ میری نہیں (۳) جس سے دو لڑکے حسنؑ اور حسینؑ جیسے پیدا ہوئے جیسے کہ میرے نہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۲۰) سرکارؐ نے فرمایا کہ قبلِ خلقتِ کائنات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِی بَرادرِ رَسُوْلُ اللہِ۔

(۲۱) کسی نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ آپ کا عَلم روزِ قیامت کون اٹھائے گا۔ آپؐ نے جواب دیا اور کون ہو سکتا ہے سوائے اس کے جو دنیا میں بھی میرا عَلم اٹھاتا ہے۔

(۲۲) اے علیؑ! تم کو جنت میں اس قدر نعمتیں ملیں گی کہ اگر تمام عالم کے آدمیوں کو بھی تقسیم کرو تو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہو۔

(۲۳) علی اس وقت تک انتقال نہیں کریں گے جب تک ان کا دل غم سے نہ بھر جائے اور ان کو شہید کیا جائے گا۔

(۲۴) یا علیؑ تم میری سنت کی خاطر مارے جاؤ گے۔

(۲۵) وقتِ رحلت پیغمبرؐ نے علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ وہ انؐ کو غسل دیں۔

(۲۶) میرا وصی اور میرے رازوں کا خزانہ اور تمام آدمیوں سے ممتاز جن کو میں اپنے بعد چھوڑ کر جاؤں گا وہ میرے وعدوں کو پورا کرے گا، میرے قرضوں کو ادا کرے گا وہ علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

(۲۷) اے علی! تیری محبت ایمان ہے، تیرا بغض نفاق ہے، تیرا محب جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا اور دوزخ میں تجھ سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے داخل ہوگا۔

(۲۸) اے علیؑ اگر تم نہ ہو تو میری امت بڑی مشکلوں میں پڑ جائے۔

(۲۹) یا علی! جنت کی بہاریں اس کیلئے ہیں کہ جو تمھارے ساتھ ہے اور تم کو دوست رکھتا ہے، اور جہنم کے شعلے اس کے لیے ہیں جو تم سے حسد رکھتا ہے اور تمھاری فضیلتوں کا منکر ہے۔

(۳۰) علیؑ کی محبت دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے۔

(۳۱) علیؑ بابِ حطہ ہے (یعنی گناہوں کی معافی کا دروازہ ہے) جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

(۳۲) علیؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

(۳۳) جو شخص میرے ساتھ زندگی اور موت اور جنت میں رہنا چاہتا ہے جہاں کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی ہے جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے وہ خواہ مرد ہو کہ عورت علیؑ کو دوست رکھے علی تم کو کبھی گمراہ نہ ہونے دیں گے صراطِ مستقیم سے اور نہ ہی وہ تمھاری گمراہی کو برداشت کر سکیں گے۔

(۳۴) اے علیؑ! میرے اللہ نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے مانگا اور میں نے کوئی چیز ایسی نہیں مانگی جو تمھارے لیے بھی نہ مانگی ہو۔

(۳۵) اے اللہ! حق کو ادھر پھیر دے جدھر علیؑ جائیں۔

(۳۶) علیؑ شارح ہوں گے نیکی کے جبکہ امت میں نا اتفاقی ہوگی۔

(۳۷) اے علیؑ! جو مجھ سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو اللہ سے بیگانہ کر لیا اور جو کوئی تم سے برگشتہ ہوا اس نے اپنے آپ کو مجھ سے برگشتہ کیا۔

(۳۸) جو کچھ میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں اے علیؑ وہ تمھارے لیے بھی پسند کرتا ہوں اور جو کچھ میں اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تمھارے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں۔

(۳۹) یا علیؑ! خوش ہو کہ تمھاری حیات و موت میرے ساتھ ہے۔

(۴۰) علیؑ کا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے نزدیک میرا رتبہ ہے۔

(۴۱) جو کوئی نوحؑ کو ان کے فہم میں، ابراہیمؑ کو ان کی خُلت میں اور یوسفؑ کو ان کے جمال میں دیکھنا چاہے وہ علیؑ پر نظر کرے۔

(۴۲) علیؑ مسلمانوں کی سپر ہے۔

(۴۳) میں اور علیؑ تمام انسانوں کے لیے حرفِ آخر ہیں۔ اللہ نے اور تمام پیغمبروں کا سلسلہ ان کے ہی سلسلۂ نسب میں رکھا لیکن میرا اور علی کا ایک ہی سلسلہ میں رکھا۔

(۴۴) دوسرے تمام لوگ دوسرے درختوں سے ہیں لیکن علی اور میں ایک ہی درخت سے ہیں۔

۴۵ علیؑ کو امت پر وہ حق ہے جو ایک باپ کو بیٹوں پر ہوتا ہے۔

۴۶ یا علیؑ تم میرے بہترین منتخب دوست ہو اور میرے امین بھی ہو۔

۴۷ یا علیؑ تم میرے داماد بھی ہو اور میرے سب سے پیاروں کے باپ بھی ہو۔

۴۸ علیؑ کے لیے بری زبان استعمال نہ کرو، وہ میرے بعد تمھارے امیر بھی ہیں۔

۴۹ میرے فرائض یا تو میں خود ادا کر سکتا ہوں یا صرف اکیلے علیؑ میرے عیوض ادا کر سکتے ہیں۔

۵۰ علیؑ کی ضربت عمر ابنِ عبدِ ود پر وزنی ہے تمام جن و انس کی عبادت سے۔

۵۱ وہ علیؑ تھا جس نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی۔

۵۲ اے علیؑ! تم پہلے ہو مجھ پر ایمان لانے میں اور میری مدد کرنے میں۔

۵۳ اے علیؑ! تمھارے لیے علم کی برکتیں چاہتا ہوں تم نے علم کو پانی کی طرح سیر ہو کر پیا ہے۔

فضائلِ علیؑ بزبان حضرت ابوبکر

۱ حضرت ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ صلعم سے سنا کہ کوئی شخص پلِ صراط سے نہیں گزر سکے گا جب تک کہ اس کے پاس حضرت علیؑ کا پلِ صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ نہ ہوگا۔

۲ حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا کہ آپ اکثر علیؑ کے چہرے کو کیوں دیکھا کرتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۳ حضرت ابوبکر اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رسول اللہ صلعم کی عترت ہیں یعنی ان لوگوں میں ہیں جن کے ساتھ وابستہ رہنے کا اور جن کی پیروی کرنے کا رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے۔

۴ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے غدیرِ خم میں حضرت علی ابنِ ابی طالب سے کہا۔ اے ابوطالب کے فرزند آپ (دنیا کے) تمام مومنین و مومنات کے مولا ہو گئے۔

۵ حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکر عدالت و انصاف میں میرا اور علی کا ہاتھ برابر ہے۔

۶ حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو آتے دیکھ کر کہا کہ جو ایسے انسان کو دیکھنا چاہتا ہو جو تمام لوگوں میں رسول اللہؐ سے قریب تر ہے، سب سے زیادہ با منزلت ہے، جو خدا کی نظر میں بھی سب سے زحمت کش اور با مرتبہ ہے وہ اس آنے والے کو دیکھے، یہ کہہ کر انھوں نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان حضرت عمر

۱ حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کسی شخص نے حضرت علی کی طرح فضائل حاصل نہیں کیے، وہ اپنے دوست کو صداقت کا راستہ دکھاتے ہیں، اور ہلاکت سے بچاتے ہیں۔

۲ حضرت عمر بن خطاب نے کہا (اے لوگو!) شریفوں سے محبت کرو اور کمینوں سے اپنی عزت بچاؤ اور یقین کر لو شرافت کامل نہیں ہو سکتی جب تک حضرت علی کی ولایت حاصل نہ ہو۔

۳ حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر تمام لوگ حضرت علی کی محبت پر اتفاق کر لیتے تو خداوندِ عالم آتشِ جہنم کو نہ پیدا کرتا۔

۴ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ ہم سب میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

۵ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ایسی مشکل میں جس سے بچانے کیلئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

۶ ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت علی سے کچھ پوچھا، حضرت علیؑ نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر نے کہا اے ابوالحسن میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی قوم میں باقی رہوں اور آپ اس میں نہ ہوں، کیونکہ مشکلوں کو حل کرنے والے اور زحمتوں سے بچانے والے آپ ہی ہیں۔

۷ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ اصحابِ محمدؐ کی اٹھارہ فضیلتیں تھیں، جن میں سے تیرہ فضیلتیں صرف حضرت علی سے مخصوص تھیں اور باقی پانچ فضیلتوں میں ہم سب شریک تھے۔

(٨) حضرت عمر نے اعلان کیا کہ پیغمبرؐ نے اس حالت میں انتقال فرمایا جبکہ وہ علیؑ سے بہت خوش تھے۔

(٩) ایک مرتبہ حضرت عمر کے سامنے علیؑ کا ذکر آیا، انھوں نے کہا علیؑ پیغمبرؐ کے داماد ہیں، جبریل پیغمبرؐ کے پاس اللہ کا حکم لے کر آئے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ کے ساتھ کر دو۔

(١٠) حضرت عمر کہتے ہیں کہ علیؑ ہمارے درمیان سب سے بہتر عادل ہیں۔

(١١) حضرت عمر دعا مانگتے تھے کہ "اے اللہ مجھ پر کوئی بلا نازل نہ کرنا جبکہ علیؑ میرے پاس نہ ہوں"۔

(١٢) حضرت عمر نے مختلف مشکل مراحل کے دوران زندگی میں بارہ مرتبہ کہا کہ "عمر ہلاک ہو جاتا اگر علیؑ نہ ہوتے"۔

(١٣) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر ساتوں سیارے اور ساتوں آسمان ترازو کے ایک پلّہ میں اور دوسرے پلّہ میں علیؑ کے ایمان کو رکھا جائے تو علیؑ کا پلّہ بھاری رہے گا۔

(١٤) حضرت عمر نے فرمایا کہ تم لوگ علیؑ کا ذکر بجز نیکی کے مت کرو، اگر تم نے ان کی شان گھٹائی تو پیغمبرؐ کو قبر میں ایذا دو گے۔

(١٥) حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "علی ابن ابی طالبؑ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ ان میں سے ایک اگر مجھ کو ملتی تو یہ اس سے بہتر تھا کہ سرخ رنگ کے اونٹوں کی قطار مجھے مل جائے"۔ کسی نے پوچھا کہ وہ کیا فضیلتیں ہیں؟ کہا (١) فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے ساتھ آپ کی شادی۔

(٢) مسجد رسولؐ میں رسولؐ کے ساتھ آپ کی سکونت اس عنوان سے کہ جو بات رسول اللہؐ کو مسجد میں حلال تھی وہ علیؑ کو بھی حلال تھی۔

(٣) خیبر میں علم ملنا۔"

(١٦) حضرت عمر نے کہا کہ "اگر علیؑ کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام قائم نہ ہوتا"۔

(١٧) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے تم وہیں جاؤ گے جہاں میں جاؤں گا"۔

(١٨) حضرت عمر سے روایت ہے کہ "علیؑ اس کے مولا ہیں جس کے رسولؐ مولا ہوں"۔

(١٩) حضرت عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ہم کو حکم دیا کہ جب بھی ہم میں اختلاف ہو تو علیؑ کو حَکم بنائیں۔

(٢٠) حضرت عمر نے فرمایا کہ علم کے چھ حصے ہیں ان میں سے پانچ علیؑ کو ملے، چھٹا حصہ باقی تمام لوگوں کو، اس چھٹے حصہ میں بھی علیؑ شریک ہیں اور وہ ہم سب سے اعلم ہیں۔

(٢١) حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ تعجب کے ساتھ حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن! آپ سے جب بھی کوئی بات پوچھی جاتی ہے آپ فوراً بغیر رُکے بتلا دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سنکر اپنا دست مبارک حضرت عمر کے سامنے کر دیا اور پوچھا کہ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں؟ حضرت عمر نے کہا پانچ۔ حضرت علی نے کہا اے ابوحفصہ! تم نے بڑی جلدی بتلا دیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا "یہ تو مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے"۔ آپ نے فرمایا، "جن امور کے بتلانے میں میں جلدی کرتا ہوں وہ مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتے"۔

(٢٢) حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ خبردار کوئی شخص مسجد میں اس وقت فتویٰ نہ دے جبکہ علی مرتضیٰؑ موجود ہوں۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان حضرت عثمان

(١) حضرت عثمان رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "میں اور علیؑ ایک نور سے خلق ہوئے ہیں، آدمؑ کی خلقت سے چار ہزار سال پہلے۔ پس جب اللہ نے آدمؑ کو خلق کیا تو یہ نور ان کے صلب میں منتقل کیا، اس کے بعد عرصہ تک یہ نور راز رہا یہاں تک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں جدا ہوئے پس مجھ میں نبوت آئی اور علیؑ میں ولایت۔

(٢) حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے علیؑ کے چہرۂ مبارک کے نور سے کچھ ملائکہ کو خلق فرمایا ہے جو خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس کا ثواب علی اور اولادِ علی اور ان سے محبت کرنے والوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

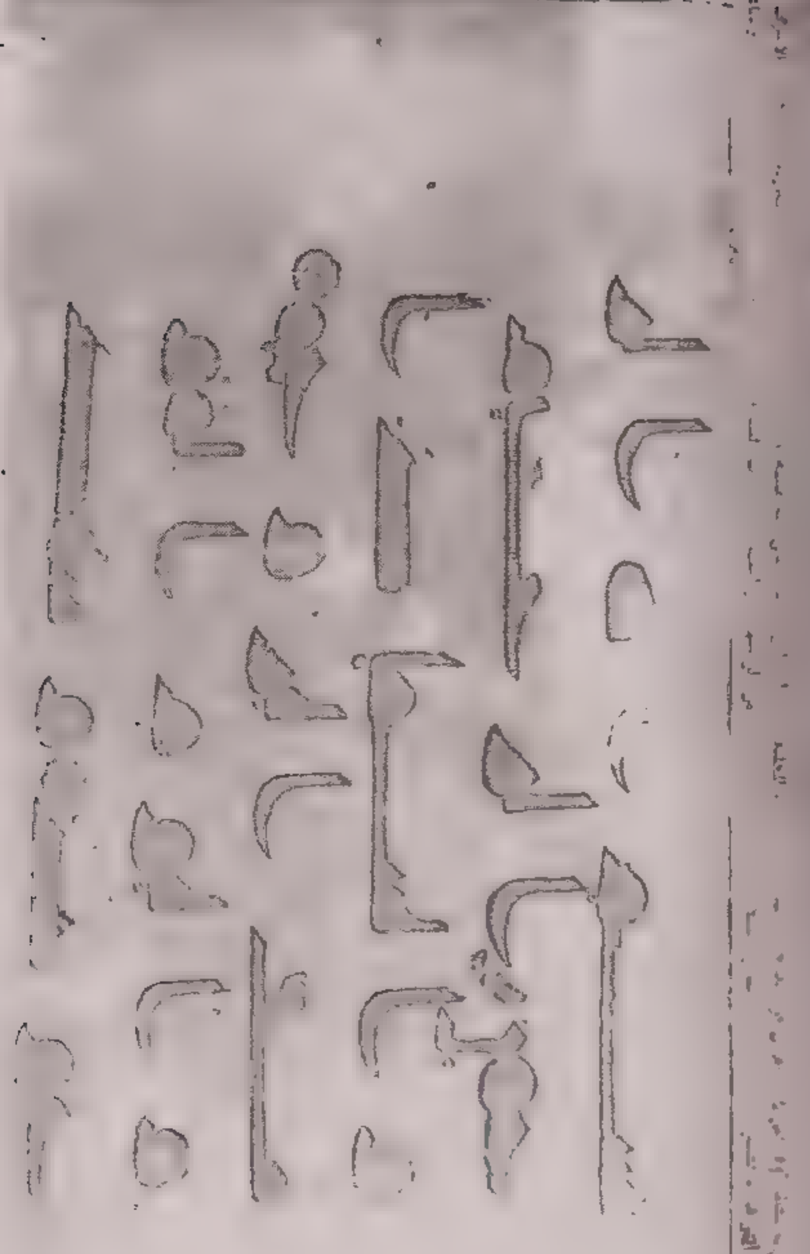

فضائل حضرت علی بزبان امیر شام معاویہ بن ابی سفیان

(۱) ابوحازم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر معاویہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ معاویہ نے کہا "علیؑ سے دریافت کرو وہ اعلم ہیں۔ اس نے کہا اے امیر آپ کا جواب مجھ کو علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے کتنی بری بات کہی، تو نے ایک ایسے شخص سے کراہت کی جس کو رسول اللہؐ نے علم سے پُر کر دیا ہے۔ اس کے لیے فرمایا کہ یا علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت عمر پر جب بھی کوئی مشکل وقت آتا تھا تو آپ حضرت علی ہی سے پوچھا کرتے تھے۔

(۲) جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "علی ابن ابی طالبؑ کے مرنے سے علمِ فقہ کا خاتمہ ہو گیا۔"

(۳) امیر معاویہ نے خالد بن معمر سے پوچھا "تم علیؑ کو ہم سب سے زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو۔ خالد نے جواب دیا۔ میں علی کو ان کی تین صفات کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ (۱) جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو دامنِ حلم ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ (۲) جب گفتگو کرتے ہیں تو سچ ہی کہتے ہیں (۳) جب فیصلہ کرتے ہیں تو عدالت کے مطابق ہوتا ہے۔

فضائل حضرت علیؑ بزبان اُمّ المومنین حضرت عائشہ

(۱) عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ خیر البشر ہیں جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(۲) اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں حضرت رسول خدا کے پاس تھی کہ حضرت علیؑ آ گئے۔ آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے سردار ہیں۔

(۳) حضرت عائشہ سے حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے کہا وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سنتِ رسولؐ کے جاننے والے ہیں۔

(۴) ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا تمام عورتوں میں سب سے زیادہ فاطمہ کو اور تمام مردوں میں سب سے زیادہ ان کے شوہر علیؑ کو دوست رکھتے تھے۔ (بشکریہ ماہنامہ تبلیغ کراچی)

امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب کے

اسمائے مبارک و القابات

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے — عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

صاحب ارجح المطالب نے اسناد کے ساتھ وہ احادیث نقل کی ہیں جن میں حضرت علی علیہ السلام کے اسمائے مبارک اور القاب کا ذکر ہے۔ یہ القابات آنحضرت کی طرف سے علی کو ان کی دینی و دنیاوی خدمات و صفات کی وجہ سے عطا ہوئے تھے۔ ہر القاب کا تعلق کسی نہ کسی واقعات اور رسول اکرم کی بے بہا خدمت سے ہے۔ اگر ان کو توضیح کے ساتھ لکھا جائے تو امیر المومنین کی مقدس زندگی کے بہت سے واقعات پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ اصحاب رسول میں سے کوئی صحابی بھی اتنے القاب کا حامل نہیں بلکہ عشر عشیر سے بھی اس کا تعلق نہیں اگر دل کی گہرائیوں سے سمجھا جائے اور ہر باطن پر نظر ڈالی جائے تو اس سے جناب امیر علیہ السلام کا ایک ایسا صاحب فضل و شرف ہونا ظاہر ہوتا ہے جس کی نظیر نہ اولین میں ملتی ہے نہ آخرین میں۔

جناب امیر علیہ السلام کے ایک القاب کا ذکر کر رہا ہوں امیر المومنین جناب رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ کب سے حضرت علی کا نام امیر المومنین رکھا گیا ہے تو، ہرگز اس کے فضائل سے انکار نہیں کرتے۔ علی کا نام امیر المومنین اس وقت سے ہوا ہے کہ ابھی آدمؑ روح اور جسد کے درمیان تھے۔ اس وقت پروردگار نے ارواح کو خطاب کیا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور محمد تمہارا نبی ہے اور علی تمہارا امیر ہے۔ (ارجح المطالب ص۱۷)

اسمائے مبارک

جناب امیر کا اہل آسمان میں نام شمائیل، اہل زمین کے نزدیک جمجائیل۔ لوح پر آپ کا نام قسوم قلم پر منصوم عرش پر معین، رضوان کے نزدیک امین، حور العین کے نزدیک اصب عبرانی زبان میں قیا طیبی، سریانی زبان میں شرحیل، توریت میں ایلیاء، زبور میں اری، انجیل میں بری (جیسا کہ تب شرک سے بری ہیں) عربی میں علی، ہندی میں کبکر (یعنی وہ شخص جو اور

کسی ملت کا کرے تو جب تک اس کو نہ کرے اور اختتام تک نہ پہونچائے اس سے علیحدہ نہ ہو) روم میں بطرلیس (معنی ہیں روحوں کا نہایت سرعت سے چھین لینے والا) فارس میں جیر ہے (یعنی وہ باز جو شکار کرتا ہے) ترک میں تبیر ہے (یعنی وہ چیتا کہ جب اس نے کسی شے پر پنجہ مارا اسے پھاڑ ہی ڈالا) زنگ میں نام یعر ہے (یعنی وہ شخص جو بند بند کو جدا کر دے) حبشہ میں نام تبریک ہے (یعنی ہر چیز کا برباد کرنے والا) فلسفین کے نزدیک بوشع، کاہن کے نزدیک بوی (جسکے معنی جگہ دینے والا) جنات کے نزدیک حنین، مشرکین کے نزدیک موت احمر، مومنین کے نزدیک سحاب، دائی کے نزدیک میمون، والد کے نزدیک ظہیر ماں کے نزدیک اسد حیدر، پیغمبر کے نزدیک ناصر، خدا کے نزدیک آپ کا نام علی ہے۔

کنیت

ابو الحسن، ابو الحسین، ابو محمد، ابو ریحانتین، ابو تراب، ابو السبطین۔

القاب

امیر المومنین، امام المتقین، سید الصادقین، سید المسلمین، سید العرب، سید فی الدنیا و الآخرہ، قائد الغر المحجلین، ......

یعسوب المومنین، صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، کل ایمان، خاتم الوصیین، خیر الوصیین، الوصی، امام البررہ، قاتل الفجرہ، صاحب الرایہ، مقیم الحجہ، اسد اللہ، ید اللہ، عین اللہ، لسان اللہ، اذن اللہ، جنب اللہ، نفس اللہ، حجۃ اللہ، رایۃ الہدیٰ، ولی اللہ، صفوۃ اللہ، شیخ المہاجرین والانصار، قسیم النار والجنۃ، وارث رسول اللہ، خلیفہ رسول اللہ، منار الایمان، امام الاولیاء، الہادی، صاحب اللواء، ناصر رسول اللہ، صالح المومنین، مولی المومنین، منجز الوعد، قاتل الناکثین، والقاسطین، والمارقین، المرتضیٰ، الشاہد، الشہید، الراکع، الساجد، الصفی، الامین ... باب حطہ، مثیل ہارون، نفس الرسول، سیف اللہ، ذو الاذن الواعی، قاضی دین رسول اللہ، وزیر رسول اللہ، خیر البشر، ذو القرنین، خاصف النعل، الطاہر، الصادق، المومن، الانزع، البطین، العابد، الزاہد، کاسر الاصنام، الساقی، القاری، بیضۃ البلد، المہدی، طوبیٰ المبنی .... دابۃ الجنۃ، ایلیا، قالب عین الفتنہ، امیر النحل، ذو البرقہ، مثل عیسیٰ، القرم، الحبیب، باب مدینۃ العلم۔

خدا میری اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے والد مرحوم محمد عسکری خاں کی بخشش فرمائے۔ (وصی خان)

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کے چند انمول پہلو

یوں تو ہر انسان کی شخصیت میں کچھ نہ کچھ نمایاں خوبیاں ہوتی ہیں لیکن جناب امیر علیہ السلام کی شخصیت میں اتنی خوبیاں تھیں کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے اس کے باوجود ناچیز کی سمجھ میں جو خوبیاں آئیں ان کو بیان کر رہا ہوں۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں جو کسی بشر میں آج تک نہ پیدا ہو سکیں اور نہ آئندہ پیدا ہو سکیں گی آپ جامع الفضائل تھے لیکن فضائل انسانی میں کوئی فضیلت ایسی نہ تھی جو آپ کو حاصل نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام کی انسانی خدمات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات ملے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانیں یا خدا جانے

۱۔ آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے یہ وہ شرف ہے جو آدم سے لیکر آج تک کسی اور کو نصیب نہ ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کی دنیا میں سب سے پہلی غذا لعاب رسول ہے جو رسول اکرم کی زبان چوس کر حاصل کیا۔

۳۔ علی علیہ السلام کی تربیت پیغمبر آخر الزماں کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔

۴۔ دعوت ذو العشیرہ کا اہتمام رسول اکرم نے حضرت علی کے سپرد کیا۔

۵۔ شب ہجرت بستر رسول پر حضرت علیؑ سوئے۔

۶۔ وقت ہجرت رسول خدا نے اہل مکہ کی امانتوں کا امین حضرت علی کو بنایا۔

۷۔ مسجد قبا کا سنگ بنیاد حضرت علی نے رکھا۔

۸۔ جنگ بدر میں، مشرکوں میں سے ۳۵ کو حضرت علی نے قتل کیا۔

۹۔ جنگ احد میں ہاتف نے مژدہ سنایا "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"

۱۰۔ جنگ خندق میں رسول اکرم نے حضرت علی کو کل ایمان کہا۔

۱۱۔ حضرت علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے بہتر قرار پائی۔

۱۲۔ جنگ خیبر میں حضرت علی کو کرار غیر فرار کے معزز لقب سے ہمارے رسول نے نوازا۔

۱۳۔ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔

۱۴۔ جنت کا ملنا رضاء علی پر موقوف ہے یعنی آپ قسیم النار والجنۃ ہیں۔

۱۵۔ آپ سے زیادہ رازدار رسول کوئی نہ تھا۔

۱۶۔ آپ خطیب منبر سلونی تھے۔

۱۷۔ رسول علم کا شہر اور آپ اس کے دروازے۔

۱۸۔ رسول اکرمؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کے شوہر تھے۔

۱۹۔ بوقت مباہلہ آپ نفس رسول قرار پائے۔

۲۰۔ آپ شریک نور رسالت ہیں۔

۲۱۔ آپ ساقی کوثر ہیں۔

۲۲۔ علی کا نفس خدا کا نفس کہلایا۔

۲۳۔ حضرت علی نے دس ہزار سے زیادہ مشرکوں کو قتل کیا۔

۲۴۔ دنیا کے سب سے انوکھے بہادر علی تھے جن کی زرہ میں پشت کا حصہ نہ ہوتا تھا

۲۵۔ علی کا ہر عضو خدا کی طرف منسوب ہوا۔ (الف) نفس: نفس اللہ (ب) آنکھیں: عین اللہ (ج) کان: اذن اللہ (د) پہلو: جنب اللہ (ہ) زبان: لسان اللہ۔

۲۶۔ مشکل کشائے عالم اور عقدہ کشائے خلق ہیں۔

۲۷۔ آپ امام مبین ہیں۔

۲۸۔ آپ ابو الائمہ ہیں۔ گیارہ اماموں کے باپ (آپ کی نسل سے گیارہ امام ہوئے)

۲۹۔ رسول اکرم کی نبوت کے عینی گواہ حضرت علی تھے۔

۳۰۔ حضرت علی کئی علوم کے موجد تھے۔

۳۱۔ حضرت علی فرشتوں کی آواز سنتے تھے۔

۳۲۔ رسول خدا وحی الہٰی کو سب سے پہلے حضرت علی سے بیان کرتے تھے۔

۳۳۔ حضرت علی کی طرح دین اسلام کی خدمت کسی نے نہیں کی۔

۳۴۔ نفسانی اور روحانی کمالات کی کوئی منزل طے کئے بغیر نہیں چھوڑی۔

۳۵۔ علی وہ لسان صدق ہیں جن کی دعا حضرت ابراہیم نے مانگی تھی۔

۳۶۔ ارشاد نبی کی روشنی میں علی کے چہرہ پر نظر کرنا، آپ کا ذکر کرنا، آپ سے محبت،

رکھنا عبادت قرار پایا۔

۳۷۔ دوشِ رسول پر چڑھ کر خانۂ کعبہ کے بتوں کو مسمار کرنیوالے حضرت علی تھے۔

۳۸۔ حضرت علی کو رسول خدا نے کبھی کسی امیر لشکر کا ماتحت نہیں بنایا۔

۳۹۔ شب معراج خدا نے اپنے رسول سے علی کے لہجہ میں کلام کیا۔

۴۰۔ حضرت علی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سخی نہیں ہوا۔

۴۱۔ حضرت علی وجہ اللہ ہیں یعنی ان کی وجہ سے خدا کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔

۴۲۔ حضرت علی جیسا فصیح و بلیغ دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

۴۳۔ حضرت علی علیہ السلام سابق الاسلام ہیں۔

۴۴۔ حضرت علی تمام مسلمانوں سے سات برس پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھنے والے تھے۔

۴۵۔ آپ رسول خدا کیساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔

۴۶۔ حضرت علی سب سے بہتر قضایا کا فیصلہ کرنے والے تھے۔

۴۷۔ تمام زندگی کوئی کام اپنے نفس کے لئے نہ کیا۔

۴۸۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا علی اور خدا کے سوا کسی نے مجھے نہیں پہچانا۔

۴۹۔ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا میرے اور علی کے سوا خدا کو کسی نے نہیں پہچانا۔

۵۰۔ علی نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی اس لئے مسلمان آپ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

۵۱۔ آپ مصداق من عندہ ام الکتاب ہیں۔

۵۲۔ آپ روز قیامت صاحب الوا لحمد ہوں گے۔

۵۳۔ آپ نے کسی جنگ میں کبھی شکست نہیں کھائی۔

۵۴۔ آپ کی شہادت حالت نماز میں مسجد کوفہ میں ہوئی۔

۵۵۔ حضرت علی شہید علی الخلق ہیں یعنی لوگوں کے اعمال دیکھتے ہیں۔

۵۶۔ حضرت علی وہ حافظ احکام دین ہیں جنھوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی کسی ذاتی غرض یا کسی رو رعایت سے کبھی حکم خدا اور رسول کی خلاف ورزی نہیں کی۔

۵۷۔ علی میں اضداد صفتیں پائی جاتی تھیں وہ معرکۂ کارزار میں سب سے زیادہ قوی محراب عبادت میں سب سے زیادہ کمزور دل، کفار کے مقابل حد درجہ سخت۔ مومنین

کے مقابل حد درجہ نرم اپنے لئے سوکھی روٹی دوسروں کیلئے لذیذ غذا پسند کرنیوالے تھے۔

۵۸۔ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے گئے مگر حضرت علی کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا۔

۵۹۔ رسول خدا کی وفات کے وقت حضرت علی آپ کے ساتھ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔

۶۰۔ جنگِ بدر کی فتح آپ کی شجاعت کا نتیجہ تھی۔ جنگ کے کُل کفار مقتولین میں نصف آپ نے فی النار کیے۔

۶۱۔ جنگِ اُحد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوفِ جان بھاگ گئے، لیکن حضرت علی علیہ السّلام بدستور ثابت قدم رہے اور جنگ کرتے رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اَنَّهٗ مِنِّي وَ اَنَا مِنْهُ اور جبرئیلؑ نے کہا اَنَا مِنْكُمَا اور ہاتفِ غیبی نے کہا لَا فَتٰى اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَار۔

۶۲۔ جنگِ احزاب میں آپ نے عمرو ابن وَد کو قتل کیا، مسلمانوں کی جان بچائی جس پر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا روزِ خندق میں علیؑ کی ایک ضرب میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے بہتر ہے۔

۶۳۔ جنگِ خیبر میں جب سب شکست کھا کر بھاگ آئے تو جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو عَلم دوں گا جو کرّار و غیر فرّار ہے۔ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو علم ملا، مرحب و عنتر کو مارا، درِ خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔

۶۴۔ صلحِ حدیبیہ میں ایمانِ کامل کے ساتھ آپ نے صلح نامہ لکھا۔

۶۵۔ فتحِ مکّہ میں آپ نے جنابِ رسولِ خداؐ کے کاندھے پر سوار ہو کر بُت توڑے۔

۶۶۔ جنگِ حنین میں تمام لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں سے لڑتے رہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ایک مخصوص دعا

منقول ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو کوئی نہایت پریشانی اور اضطراب انگیز مہم درپیش ہوتی تھی تو آپ دو رکعت نماز ادا کر کے سو مرتبہ استخیر اللہ پڑھنے کے بعد دعائے ذیل کو پڑھتے تھے۔ اس کے بعد اپنے کام (تدبیر) کو شروع فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو کسی کام میں نقصان یا پریشانی نہیں ہوتی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ قَدْ هَمَمْتُ بِاَمْرٍ قَدْ عَلِمْتَهٗ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
وَاَنَّهٗ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاٰخِرَتِيْ فَيَسِّرْهُ لِيْ
وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاٰخِرَتِيْ
فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ كَرِهْتُ ذٰلِكَ اَوْ اَحْبَبْتُ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ
وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

خدایا میں نے جو ارادہ کر رکھا ہے تو اس سے ضرور واقف ہے دیکھ اگر وہ دینی و دنیاوی و اُخروی حیثیت سے میرے لئے بہترین ہے، تو سہل و آسان فرما دے۔ اور اگر تیری حقیقت میں نظر سے دینی و دنیاوی و اُخروی حیثیت سے میرے لئے بُرا ہے۔ تو رد فرما دے چاہے مجھے اچھا لگے چاہے بُرا لگے۔ کیونکہ تو سب جانتا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا (اور کیوں نہ ہو) تو ذاتی طور پر غیب کا جاننے والا ہے۔

"اللہ سے کچھ تو ڈرو چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اس کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو چاہے وہ باریک ہو" (حضرت علیؑ)

مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشادات

اخلاق و آداب

"آداب و اخلاق تو بہ تو زیور ہیں — آداب کے برابر کوئی زیور نہیں —"

(۱) اخلاق و آداب نت نئے زیور ہیں جو اپنے پہننے والے کو سنوارتے ہیں۔
(۲) لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ اگر تم مر جاؤ تو لوگ تم پر آنسو بہائیں، اور
(۳) زندہ رہو تو تمہارے مشتاق اور آرزومند رہیں۔
(۴) جب دشمن پر غلبہ پاؤ تو اُسے معاف کر دو۔
(۵) ہر مرد کی قیمت اس کے حسنِ عمل کے موافق ہے۔
۶ حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی مصاحب نہیں۔
(۷) مشورہ کرنا بہترین مددگار ہے۔
(۸) آدمی کی قدر و منزلت اس کی ہمت کے موافق ہوتی ہے اور اس کی سچائی اس کی مروت کے مطابق۔
(۹) خوش خلق نعمتوں میں بسر کرتا ہے۔
(۱۰) جس شخص نے شرم و حیا کا جامہ پہن لیا لوگ اس کے عیب نہیں دیکھ سکتے۔
(۱۱) مردوں کے جوہر تغیرِ حالات میں کھلتے ہیں۔
(۱۲) محسن کے دوست بہت ہوتے ہیں۔
(۱۳) میانہ روی سے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے۔
(۱۴) جس نے خدا کی عظمت کو پہچانا اس کی نگاہ میں مخلوق بے حقیقت و حقیر ہو جاتی ہے۔
(۱۵) خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔

(۱۶) مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پست کیا، نیک کام کیے اور اچھی خصلتیں
اختیار کیں، اپنے خرچ سے بچنے والے کو خدا کی راہ میں دے دیا۔
(۱۷) صاحبانِ مروت کی لغزشوں سے درگزر کرو کیونکہ خداوندِ عالم ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند کرتا ہے
(۱۸) وہ برائی جس پر انسان نادم و پشیمان ہو خدا کے نزدیک اس کی نیکی سے بہتر ہے جو
کبر و نخوت میں مبتلا کرے۔
(۱۹) جس بات کا آغاز اچھا ہوتا ہے اس کا انجام بھی اچھا ہوتا ہے۔
(۲۰) جو شخص لوگوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جن سے وہ راضی نہ ہوں تو وہ
(۲۱) اسے ایسی تہمتیں لگائیں گے جس کا اسے بھی علم نہیں ہے۔
(۲۲) آدمی جس قدر غیور ہوگا اسی قدر پاک دامن ہوگا۔
(۲۳) جو شخص بدلا نہیں لے پاتا وہ غیبت ہی کیا کرتا ہے۔
(۲۴) سلطنت و امارت لوگوں کے گھوڑے دوڑانے کا میدان ہے۔
(۲۵) دن کے ارادوں کو رات کا سونا کسی قدر توڑنے والا ہے۔
(۲۶) جس نے حق سے مقابلہ کیا اُسے حق پچھاڑ دے گا۔
(۲۷) کسی کے رنگ میں آپ بھی رنگ جانا اس کی شرارتوں سے بچنا ہے۔
(۲۸) رزق میں کمی ہو جائے مگر لوگوں کا وسیلہ نہ تلاش کرو۔
(۲۹) مر جاؤ مگر پستی کی طرف نہ جھکو۔
(۳۰) استحقاق سے زیادہ تعریف چاپلوسی ہے۔
(۳۱) اس چیز سے خود بھی پرہیز کرو جسے دوسروں کے واسطے برا سمجھتے ہو۔
(۳۲) عدالت کا مقتضیٰ یہ نہیں کہ محض اپنی رائے کو سمجھ کر حکم دیدیا جائے بلکہ ثبوت اور
دلیل بھی لازمی ہے۔
(۳۳) مظلوم کا ظالم سے بدلا لینے کا دن ظالم کا مظلوم پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے۔
(۳۴) بغیر عمل کے دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر اندازی کرنے والا ہے۔
(۳۵) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ لوگوں کے ان عیبوں کی گرفت کرے جو اس میں
خود ہی موجود ہیں۔
(۳۶) وہ نیکی ہرگز نہیں جس کا انجام خرابی ہو اور وہ بدی ہرگز نہیں جس کا انجام بھلائی ہو۔
(۳۷) خدا ایسا نہیں جو اپنے بندہ پر شکر کا دروازہ کھول دے اور زیادتی نعمت کا دروازہ بند کردے

(۳۸) تیرے رہنے کے قابل وہ شہر ہے جہاں کے رہنے والے تیری خاطر تواضع کریں
اور تیرے خواہاں رہیں۔
(۳۹) جو شخص تیری طرف راغب ہے اس سے پرہیز کرنا بے عقلی ہے اور جو شخص
تیری طرف مائل نہیں اس پر گرنا نفس کی ذلت و خواری ہے۔
(۴۰) دنیا میں جو چیز تمھیں مل جائے اسے لے لو اور جو چیز ہاتھ نہ آئے اس کی طرف
تم ہاتھ نہ بڑھاؤ، اگر تم سے یہ بات نہیں ہو سکتی تو طلب ہی میں اعتدال برتو۔
(۴۱) فتح اور کامیابی احتیاط سے حاصل ہوتی ہے۔
سوائے خدا کے کسی سے امید نہ رکھو اور سوائے اپنے گناہوں کے کسی چیز سے نہ ڈرو
(۴۲) پیشوا بننے کے لیے دوسروں کو تعلیم دینے کے بجائے اسے افعال واطوار سے تعلیم دو
(۴۳) جو حسنِ خلق کی تصویر بن گیا، جس نے اپنی زبان کو روکا، جس نے اتباعِ سنت
کیا اور بدعتی نہیں کہلایا۔
(۴۴) خود پسندی زیادتی نعمت کو روکتی ہے۔
(۴۵) موت قریب ہے اور دنیا کی مصاحبت کا زمانہ قلیل۔
(۴۶) دیانت دل کی وسعت کا آلہ ہے۔
(۴۷) لجاجت و منت کرنا رائے کو باطل کرتا ہے۔
(۴۸) قابلِ ملامت وہ شخص ہے جو ایسے کام میں دست اندازی کرتا ہے جس کا وہ اہل نہیں
(۴۹) محبت ایک ایسی قرابت ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔
(۵۰) جو شخص تم سے ملول ہوا اور رنجیدہ ہوا اسے اپنا امین نہ بناؤ۔
(۵۱) فریب اور غدار سے بدلہ لینا یہی ہے تو اس کی مکاریوں کو بھلا دے۔
(۵۲) جس شخص نے اپنی قدر نہ پہچانی وہ ہلاک ہو گیا۔
(۵۳) جو شخص کسی جماعت کے فعل سے راضی ہو گیا تو گویا وہ خود بھی اس میں داخل ہو گیا۔
(۵۴) جس شخص نے مختلف عقلوں اور رایوں کی طرف رُخ کیا اسے خطا کے مقامات
معلوم ہو جائیں گے۔
(۵۵) ظلم و ستم میں سبقت کرنے والا قیامت کے دن غم و غصہ کی حالت میں اپنے ہاتھ
چبائے گا۔
(۵۶) احمق کی صحبت نہ اختیار کرو کیونکہ وہ اپنی باتوں کو تمھاری نگاہوں سے زینت

دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم بھی اسی کے جیسے ہو جاؤ۔

(٥٩) آزمانے سے پہلے ہر شخص کی طرف سے مطمئن ہو جانا عجز و ناتوانی ہے۔

(٦٠) شرارتوں کو وہیں واپس کر دو جہاں سے وہ آئی ہیں کیونکہ شرارت شرارت ہی سے دور ہوتی ہے۔

(٦١) کلام سے پہلے سلام کرنا چاہیئے۔

عبادت

(٦٢) واجبات کو ادا کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔

(٦٣) جو عبادت ثواب کے لیے کی جائے تجارت ہے، جو عذاب کے خوف سے کی جائے غلامی ہے، اور جو ادائے شکر کے لیے کی جائے وہ آزادانہ بندگی ہے۔

(٦٤) معبودا! اس لیے تیری عبادت نہیں بجا لاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی تمنا دامنگیر ہے ... نہیں۔ مالکِ اعلیٰ کے سامنے سر نیاز اس لیے اور صرف اس لیے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

صدقہ، زکوٰۃ، خیرات

(٦٥) صدقہ دے کر اپنے ایمان کے مالک بن جاؤ۔

(٦٦) زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے مال کی حفاظت کرو اور دعاؤں کے ساتھ بلاؤں کی موجوں کو دور کرو۔

(٦٧) جس شخص نے ایسے کا حق ادا کیا جو اس کا حق نہیں ادا کرتا تو اسے بندۂ بے دام بنا لیا۔

(٦٨) جو شخص بطور واجب محض خدا کے لیے دوسروں کی حاجت پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا اس نے نعمتوں اور رضا کے سامنے رکھ دیا۔

(٦٩) کریم کی سطوت سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ بھوکا ہو، اور بخیل اور کمینے کے حملے سے ڈرنا چاہیے درحالیکہ وہ شکم سیر ہو۔

(٧٠) جب تنگ دست ہو جاؤ تو صدقے کے ذریعے اللہ سے سودا کرو۔

جہالت

(٧١) جہالت سے بڑھ کر اور کوئی حاجت نہیں۔

(٧٢) جاہل ہر کام میں یا تو حد سے گذر جاتا ہے یا اسے ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔

(٧٣) جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کے مقام پر رکھا وہ اپنے سے بدگمان ہونے والے کو

ملامت نہیں کر سکتا۔

عورت

(٧٤) عورت ایک بچھو ہے جس کا کاٹ کھانا نہایت خوش گوار ہے۔

(٧٥) عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ شوہر سے اچھی طرح پیش آئے۔

(٧٦) دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اچھی اور خوبصورت ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ خوبصورت

(٧٧) پرہیزگار عورت ہے۔

فکر و حیا

(٧٨)

(٧٩) فکر ایک شفاف آئینہ ہے۔ حیا، ایمان کی شاخ ہے۔

سفارش

(٨٠) سفارش کرنے والا حاجتمند کے لیے پر و بازو کا کام دیتا ہے۔

بے صبری

(٩١) بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔

درگزر

(٨٢) معاف کرنا دشمن پر فتح پانے کی زکوٰۃ ہے۔

موت

موت سے پہلے توبہ کرنے میں عجلت کرو۔

(٨٣) مومن کا تحفہ موت ہے۔

ناگہانی موت غضبِ الٰہی کی پکڑ ہے۔

قناعت

(٨٣) قناعت کرنے والا بادشاہ ہے۔

(٨٥) قناعت ایسا مال ہے جس پر بربادی اثر نہیں کرتی۔

علم

(٩٦) علم و ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں۔

(١٠٠) علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم تمہاری خود حفاظت کرتا ہے۔

(٨٨) علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

(٩٠) مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے علم کو جتنا خرچ کرو اتنا ہی بڑھتا ہے۔

(۹۰) مال اعمال کے زوال کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے مگر عالم کی یہ شان نہیں۔

(۹۱) علم کا جمع کرنے والا اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دنیا قائم ہے۔ اور مال کا جمع کرنے والا دنیا کے عذابوں میں گرفتار رہتا ہے۔

(۹۲) عالم کے جسم فنا ہو جاتے ہیں لیکن صورتیں دلوں میں موجود رہیں گی۔

(۹۳) جو بات نہیں جانتے اس کے معلوم کرنے میں شرم نہ کرو۔

(۹۴) حکمت کو حاصل کرو جہاں کہیں بھی ہو، چاہے وہ منافق ہی سے کیوں نہ ملے۔

(۹۵) اگر تم سے ایسی بات پوچھی جائے جو تم کو نہیں معلوم تو اپنی لاعلمی کے اظہار میں شرم نہ کرو بلکہ صاف صاف کہہ دو۔

صبر

(۹۶) صبر شجاعت ہے۔

(۹۷) صبر و حیا کے برابر کوئی ایمان نہیں۔

(۹۸) صبر حوادثِ زمانہ کو دُور کرتا ہے۔

(۹۹) بے صبری سے اور مصیبتیں آتی ہیں۔

(۱۰۰) صابر شخص ضرور فتح حاصل کرے گا چاہے ایک مدت کیوں نہ ہو جائے۔

(۱۰۱) جسے صبر نفع نہیں بخشتا وہ روتے روتے ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۱۰۲) صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے جس طرح بغیر سر کے جسم بیکار ہے اسی طرح بغیر صبر کے ایمان۔

سخاوت

(۱۰۳) سخاوت و بخشش ناموس کی نگہبان ہے۔

(۱۰۴) احسان و اکرام سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۰۵) جس شخص نے سخاوت کی اس نے بزرگی اور عروج پایا۔

(۱۰۶) تھوڑی سی بخشش سے شرم نہ کرو، کیونکہ سائل کو بالکل محروم کر دینا اس سے کمتر بات ہے۔

(۱۰۷) اندازہ کے موافق نفقہ دو اور اپنے نفس و عیال کو تنگی میں گرفتار نہ کرو۔

(۱۰۸) سخاوت یہ ہے کہ سوال سے پہلے دیا جائے، مانگنے پر دینا سخاوت نہیں بلکہ حیا ہے تاکہ لوگ بُرا نہ کہیں سخی بن جا پر مُعرف نہ بن۔

دوستی

(۱۰۹) منافق کبھی دوست نہیں بن سکتا۔

(۱۱۰) دوستوں کا باقی نہ رہنا غریب الوطنی ہے۔

(۱۱۱) نادان کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمھیں نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا لیکن اپنی بیوقوفی سے نقصان پہنچا دے گا۔

(۱۱۲) بخیل سے دوستی نہ کرو کیونکہ ضرورت کے وقت وہ تمھاری مدد نہ کرے گا۔

(۱۱۳) برائیوں سے ڈرانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ نیکیوں کی ترغیب دینے والا شخص۔

(۱۱۴) دوست وہ ہے جو اپنے دوست کا تین حالتوں میں ساتھ دے، پریشانی اور تنگدستی میں، غیبت اور مرنے کے بعد۔

(۱۱۵) جھوٹے دوست نہ بناؤ، کیونکہ تمھارے مطلوب کو جو تم سے دور ہے قریب دکھائیگا اور جو قریب ہے اسے دور بتائے گا۔

(۱۱۶) بُرے لوگوں کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ ذرا سی لالچ میں تم کو بیچ ڈالیں گے۔

(۱۱۷) خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی دانشمندی ہے۔

تونگری

(۱۱۸) تونگری عیوب کو چھپا دیتی ہے۔

(۱۱۹) مال تمام خواہشوں کی بنیاد ہے۔

(۱۲۰) دولت کو سفر میں بھی وطن کی آسائش حاصل ہے۔

(۱۲۱) وسعتِ مال ایک نعمت ہے۔

(۱۲۲) بہت سے عقلمند آدمی بھی امیروں کی نفسانی خواہشات کے مطیع ہوتے ہیں۔

(۱۲۳) بہترین تونگری یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دیا جائے۔

غرور

(۱۲۴) سب وحشتوں سے بڑھی ہوئی وحشت غرور و تکبر ہے۔

(۱۲۵) تکبر سے زیادہ کوئی تنہائی وحشتناک نہیں۔

(۱۲۶) مغرور کی حالت کو دیکھو کہ کل بھی وہ ایک نجس کیڑا تھا اور کل پھر ایک نجس مردار ہو جائے گا۔

(۱۲۷) جس شخص نے اپنی رائے پر بھروسہ کیا وہ ہلاک ہوا۔

(۱۲۷) جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نیکی

(۱۲۸) نیکی وہ ہے جس سے علم وعمل میں ترقی ہو۔

(۱۲۹) عملِ صالح سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں۔

(۱۳۰) نیکی کرنے والا نیکی سے بہتر ہے اور بدی کرنے والا بدی سے بُرا ہے۔

(۱۳۱) دوسروں کے لیے دردسری کرنا اپنے عیبوں کی قبر کھودنا ہے۔

(۱۳۲) لوگوں کے ساتھ صلح رکھنا اپنے عیوب کے لیے خیمہ لگانا ہے۔

(۱۳۳) جو شخص نیک کام میں سستی کرتا ہے اس کی بزرگی بھی جلدی نہیں کرتی اور وہ بزرگی نہیں حاصل کر پاتا۔

(۱۳۴) جس شخص کو نرمی سے محروم کیا جاتا ہے اسے گویا نیکی سے محروم کیا جاتا ہے۔

خوش طبعی

(۱۳۵) بشاشت اور خندہ پیشانی رہنا دوستی کا جال ہے جو دوسروں کو گرویدہ بناتا ہے۔

(۱۳۶) غم اور فکر میں مبتلا رہنا آدھا بڑھاپا ہے۔

(۱۳۷) تم میں سے وہ شخص مجھے بہت پیارا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

گناہوں کا کفارہ

(۱۳۸) زبردست کفارہ تمھارے گناہوں کا یہ ہے کہ بیکسوں کی مدد کرو اور غم زدوں کو خوش کرو۔

(۱۳۹) وہ گناہ جس کا تمھیں رنج ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جو تمھیں خود پسند بنا دے۔

ادبار

(۱۴۰) جس شخص کی طرف سے دنیا اپنا منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے۔

طمع ولالچ

(۱۴۱) طمع باعثِ ذلت ہے۔

(۱۴۲) طمع کرنے والا ذلت وخواری کی قید میں ہے۔

(۱۴۳) کسی شخص سے کسی چیز کی طمع کرنا ہمیشہ کی بندگی ہے۔

(۱۴۴) جس شخص نے طمع کی اس نے اپنے نفس کو ذلیل وخوار کر دیا۔

(۱۴۵) دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالبِ علم اور دوسرا طالبِ دنیا۔

(۱۴۶) اہلِ دنیا مثل ان سواروں کے ہیں جو سفر کرتے ہیں پر سو رہے ہیں۔

(۱۴۷) اکثر عقلوں کی قتل گاہیں شمشیرِ طمع کی بجلیوں کے نیچے ہیں۔

حلم

(۱۴۸) بردبار کے علم کا پہلا نفع یہ ہے کہ جاہل کے مقابلہ میں لوگ اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔

(۱۴۹) حلم وبردباری نادان کے ہونٹ سی دیتی ہے۔

(۱۵۰) حلم ایک ڈھانکنے والا پردہ ہے اور عقل ایک کاٹنے والی تلوار لہٰذا اپنی برائیوں کو حلم وبردباری سے ڈھانپ لو اور اپنی خواہشوں کو عقل سے کاٹ دو۔

بخل

(۱۵۱) بخیل اور لئیم کے حملے سے حذر کرو جبکہ وہ شکم سیر ہو۔

(۱۵۲) بخل تمام عیبوں اور برائیوں کا جامہ ہے۔

(۱۵۳) بخل فقر وفاقہ سے بچتا ہے لیکن اس کی طرف نہایت تیزی سے جا رہا ہے، وہ تونگری کو ڈھونڈھتا ہے لیکن اس کو کھوئے دیتا ہے لیکن اسی کی دنیا ہے، وہ دنیا میں فقیروں کی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں امیروں کی طرح حساب دینے کے لیے تیار ہے۔

(۱۵۴) بخل، بزدلی اور تکبر مردوں کے لیے تو بُری خصلتیں ہیں لیکن عورتوں کے واسطے اچھی ہیں۔ کیونکہ تکبر سے وہ کسی کو اپنے سامنے نہ آنے دیں گی۔ بزدلی کی وجہ سے ہر چیز سے ڈریں گی اور اپنے آپ کو بچائیں گی، اور بخل کے باعث اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کریں گی۔

(۱۵۵) بخیلوں سے سوال کرنے کی بہ نسبت موت نہایت شیریں ہے۔

افلاس

(۱۵۶) مفلس کا اس کا شہر میں بھی کوئی دوست نہیں ہوتا۔

(۱۵۷) جو لوگ مالدار ہو کر راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے ان کو اولاد کی کمی رہتی ہے۔

نفس پروری

(۱۵۸) جو شخص اپنے نفس سے راضی ہوا اس پر غصہ کرنے والے بہت ہو جاتے ہیں۔

(۱۵۹) جس نے اپنے نفس کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالا وہ ہلاک ہوا اور جس نے اسے دنیا سے خرید لیا وہ آزاد ہو گیا

خوف

(۱۶۰) سوائے اپنے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرو۔

دعوت

(۱۶۱) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

خود پسندی

(۱۶۲) جو شخص خود پسند ہوتا ہے دوسرے اس سے نفرت کرتے ہیں۔

(۱۶۳) جو شخص لوگوں کے متعلق فوراً ناگوار باتیں کہہ دیتا ہے تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کرتے ہیں جنھیں وہ جانتا بھی نہیں۔

مرض

(۱۶۴) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

(۱۶۵) اکتسابِ علم و ہنر سے باز رہنا بھی ایک مرض ہے۔

وقت

(۱۶۶) فرصت کا زمانہ بادل کی طرح ہوا جاتا ہے لہٰذا نیک کام میں اسے صرف کرو۔

(۱۶۷) فرصت کا وقت ضائع کرنا غم و غصہ میں گرفتار ہونا ہے۔

(۱۶۸) وہ عمر جس کے بعد حق تعالیٰ آدمی کے عذر قبول نہیں کرتا ساٹھ برس کی ہے۔

(۱۶۹) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کی لگام کو چھوڑ دیا وہ اوندھے منہ اپنی ہلاکت کے غار میں گر پڑا۔

حرص

(۱۷۰) حرص باعثِ ہلاکت ہے اور طمع موجبِ ذلت۔

(۱۷۱) فخر و سربلندی کو چھوڑ دو، غرور کو مٹا دو اور قبر کو یاد کرو۔

(۱۷۲) جس شخص نے اپنی آرزوؤں کو طول دیا اس نے اپنے عمل کو خراب کر دیا ہے۔

(۱۷۳) شریف ترین بے نیازی یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دو۔

شکر و قناعت

(۱۷۴) شکر نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

(۱۷۵) شکر کرنا تونگروں کی آرائش ہے۔

(۱۷۶) شکر سے تر زبان رہنا مالدار کی آسائش ہے۔

(۱۷۷) نعمت کو کفرانِ نعمت کی وجہ سے بھگا نہ دو کیونکہ ہر بھاگا ہوا لوٹ کر نہیں آتا۔

(۱۷۸) جب نعمت حاصل ہو تو اس کا شکر ادا کرو تاکہ نعمتیں مکمل ہو جائیں۔

(۱۷۹) جب خدا پیہم تم پر رحمتیں نازل کرے تو ڈرو کہ کہیں کفرانِ نعمت نہ ہو اور یہ نعمتیں تم سے چھین نہ لی جائیں۔

(۱۸۰) کریم کی سطوت سے ڈرو جبکہ وہ بھوکا ہو۔

پرہیزگاری

(۱۸۱) پرہیزگاری ڈھال کی مانند ہے۔

(۱۸۲) زہد و تقویٰ ثروت ہے۔

(۱۸۳) محرمات سے بچنا سب سے بڑا زہد ہے۔

(۱۸۴) پرہیزگاری تمام اخلاق کی سرتاج ہے۔

(۱۸۵) واجبات کے ادا کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔

(۱۸۶) تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر کوئی بزرگی نہیں۔

اقبال

(۱۸۷) تمھارے عیب اس وقت چھپے ہوتے ہیں جب تک تم کو دنیاوی ثروت حاصل ہے۔

(۱۸۸) دنیا جب کسی کی طرف مائل ہوتی ہے تو دوسروں کی اچھائیاں اس کو عاریتاً بخش دیتی ہے اور جو اچھائیاں اس میں نہیں بھی ہوتی ہیں وہ بھی دوسروں کو نظر آنے لگتی ہیں۔

(۱۸۹) ہر صاحبِ اقبال کے لیے ادبار ہے جس چیز سے اقبال نے منہ پھیر لیا وہ گویا تھی ہی نہیں۔

حاجت

(۱۹۰) جس شخص نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا وہ اپنی ذلت و خواری میں خوش ہوا۔

(۱۹۱) عقلمند کبھی سوال کی ذلت کو گوارہ نہیں کرتا۔

(۱۹۲) بخیلوں سے سوال کرنے سے موت بہتر ہے۔

(۱۹۳) سوال نہ کرنا فقر کا زیور ہے۔

(۱۹۴) حاجت پوری نہ ہونا بہتر ہے اس سے کہ ایک نااہل سے درخواست کی جائے۔

(۱۹۵) لوگوں کی حاجتیں اسی کی طرف بڑھی ہوتی ہیں جس پر خدا کی نعمتیں بکثرت نازل ہوتی ہیں

(۱۹۶) تمھاری آرزو برف کی طرح جمی ہوئی ہے جسے سوال پگھلا کر ٹپکاتا ہے لہٰذا سوال کرنے سے پہلے دیکھ لو کہ تم اس کو کس کے سامنے ٹپکاتے ہو۔

زبان

(۱۹۷) سب گناہوں سے بڑی جھوٹی زبان ہے۔

(۱۹۸) آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۱۹۹) ہمیشہ خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت و جلال بڑھتا ہے۔

(۲۰۰) بے وقوف کی بات اس کی زبان پر رہتی ہے اور عقلمند کی دل میں۔

(۲۰۱) عقلمند کی زبان اس کے قلب کی آڑ میں ہے اور احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے۔

(۲۰۲) زبان ایک درندہ ہے جب تک اس کے راستوں کی حفاظت نہ کی جائے گی ضرور گزند پہنچائے گی۔

(۲۰۳) جس بات کو نہیں جانتے اس میں زبان نہ ہلاؤ۔

(۲۰۴) زبان کی اس طرح حفاظت کرو جس طرح کوئی درہم و دینار کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ بہت سی باتیں متکلم کی نعمت کو صلب کر لیتی ہیں۔

(۲۰۵) جس شخص کا کلام حد سے بڑھا اس کی خطا بھی زیادہ ہوئی اور جس کی خطا زیادہ ہوئی اس کی حیا کم ہوئی، جس کی حیا کم ہوئی اس کا زہد کم ہوا، اور جس کا زہد کم ہوا اس کا قلب مر گیا۔

(۲۰۶) جب تک تم نے کوئی بات زبان سے نہیں نکالی وہ تمھاری قید و حراست میں ہے جب تم نے اسے آزاد کر دیا تو پھر تم خود اس کے پابند ہو گئے۔

(۲۰۷) زبان ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ پھاڑ کھائے۔

(۲۰۸) یہ نہ دیکھو کہ کون بول رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔

تواضع

(۲۰۹) تواضع اور فروتنی سے عمدہ کوئی بزرگی نہیں۔

(۲۱۰) معاف کرنا دشمن پر فتحیابی کی زکوٰۃ ہے۔

(۲۱۱) تواضع اور فروتنی سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۲۱۲) امیروں کو غریبوں سے تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

(۲۱۳) غیروں کے ساتھ احسان کرو تاکہ تمھاری اولاد کے ساتھ اس کا بدلا محفوظ رہے۔

(۲۱۴) اپنے دشمن سے بھی خلق و مدارات سے پیش آؤ، ممکن ہے کسی دن تمھارا دوست ہو جائے۔ احسان و اکرام کرنے سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔

کفر

(۲۱۵) کفر کے چار ستون ہیں۔ (۱) حق پوشی (۲) حق سے تنازعہ۔ حق میں مجادلہ و جہالت کا شریک کرنا ہے
(۳) حق سے انحراف۔ حق کی طرف اندھا کر دیتا ہے ——— (۴)
حق کی مخالفت سے انسان مشکلوں میں پھنس جاتا ہے جن سے نکلنا دشوار ہوتا۔
جو حق سے انحراف کرتا ہے اس کو برائیاں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اچھائیاں بری نظر آتی ہیں۔

دنیا اور عقبیٰ

(۲۱۶) دنیا سے رغبت کرنا رنج کے کھولنے کی کنجی ہے۔

(۲۱۷) دنیا دھوکے کی ٹٹی ہے ضرر پہنچاتی ہے اور تلخیاں چکھاتی ہے۔

(۲۱۸) دنیا کی اصلاح کے لیے دین میں کسی شے کو ترک نہ کرو۔

(۲۱۹) دنیا اور آخرت مشرق و مغرب کی مانند ہیں اور چلنے والا ان کے درمیان میں ہے جس قدر ایک سے قرب حاصل کرو گے دوسرے سے دوری ہوتی جائے گی۔

(۲۲۰) نادان دھوکا کھاتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے لیکن عقلمند اس سے بچتا ہے۔

(۲۲۱) اس شخص کی حالت نہایت تعجب خیز ہے جو سرائے فانی کی تعمیر میں مشغول ہے لیکن باقی رہنے والا مکان چھوڑ جائے گا۔

(۲۲۲) دنیا دوستانِ خدا کے لیے تجارتی منڈی ہے اور عبادت کی جگہ۔

(۲۲۳) دنیا مثل ایک سانپ کے ہے جو چھونے سے تو بہت نرم و نازک معلوم ہوتا ہے مگر اس کی کینچلی میں زہر بھرا ہوا ہے جو ہلاک اور قاتل ہے۔

(۲۲۴) دنیا اپنے تصدیق کرنے والے کے لیے سچا مکان ہے۔ جو اس کی باتوں کو سمجھے اس کیلیے امن و عافیت کا گھر ہے۔ جو شخص اس سے زادِ راہِ آخرت حاصل کرے اس کے واسطے تونگری کی جگہ ہے۔ جو شخص اس کی نصیحت قبول کرے اس کے لیے نصیحت کا مقام ہے۔

(۲۲۵) اہلِ دنیا موت کے لیے سلسلۂ توالد و تناسل قائم کرتے ہیں۔ فنا ہونے کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور خراب ہونے کے لیے عمارتیں بناتے ہیں۔

(٢٢٦) دنیا دار البقا کی گذرگاہ ہے جس کا دل دنیا کی دوستی کی طرف راغب ہوا اس پر تین
چیزیں واجب ہو گئیں۔ اول رنج و غم جو کبھی اس سے الگ نہ ہوں گے۔ حرص جو
کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی اور آرزو جو کبھی بر نہ آئے گی۔

(٢٢٧) عملِ صالح کے برابر کوئی تجارت نہیں۔

(٢٢٨) خدا کے نزدیک بدترین آدمی وہ ہے جو ناحق جھگڑا کرتا ہے۔

غدّاری

(٢٢٩) غدّاروں سے وفا کرنا اسے اس کی غدّاری اور غدّاروں سے غدّاری، اس کے
نزدیک وفا ہے۔

(٢٣٠) غیر عادل گواہ کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔

عقل

(١٣١) جب عقل کامل ہو جاتی ہے، کلام کم ہو جاتا ہے۔

(٢٣٢) عقل سے زیادہ کوئی مال نفع بخش نہیں۔

(٢٣٣) عقل سے بڑھ کر کوئی بے نیازی نہیں۔
خلقت کے ساتھ دوستی کرنا آدھی عقلمندی ہے۔
عناد رکھنے والوں کے دل حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔

(٢٣٤) عاقل وہ ہے جو ہر ایک چیز کو اس کے مقام پر رکھ دے اور جو اس کے برعکس
کرے وہ جاہل ہے۔

(٢٣٥) جس شخص نے خود رائی کی وہ ہلاک ہوا، اور جس نے عقلمندوں سے صلاح کی وہ
ان کی عقل میں شریک ہو گیا۔

(٢٣٦) اس شخص کی اطاعت لازم سمجھ جس کی شناخت میں تم جہالت کا عذر نہیں پیش
کر سکتے۔

(٢٣٧) مشورہ کرنا عقلمندوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، زمانے کے تجربوں کو یاد
رکھنا بھی ایک توفیق ہے۔

(٢٣٨) عقل سے بڑھ کر مال، جہالت سے بڑھ کر مفلسی، ادب سے بڑھ کر جائداد اور

(٢٣٩) مشورے سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں۔

(٢٤٠)

٢٤١ عقل کی فضیلت یہ ہے کہ آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے۔

٢٤٢ عقل کے لیے سب سے بڑی آفت تکبر اور خودی ہے۔

٢٤٣ علم کی مدد سے نفس کے مقابلے میں جہاد کرنا عقلمندی کا نشان ہے۔

٢٤٤ اپنے نفس سے جہاد کر، غصہ کو قابو میں رکھ۔ بُری عادتوں کی مخالفت کر تا کہ

٢٤٥ تیرا نفس پاک ہو جائے اور عقل کامل ہو جائے۔

٢٤٦ جب عقل کمال پہ پہنچ جاتی ہے تو نفسانی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

٢٤٧ جب اللہ تعالیٰ کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے صحیح عقل اور مستقیم عمل عنایت کرتا ہے۔

٢٤٨ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کے ساتھ جہاد میں مصروف رکھا۔

٢٤٩ عقل حق کا رسول ہے۔

٢٥٠ سچائی بہترین عقل اور سب سے اچھا عمل ہے۔

٢٥١ عقل یقینی دوست ہے۔

٢٥٢ عقلمند، عقلمند کی طرف مائل ہوتا ہے۔

٢٥٣ عقل تمام امور کی اصلاح کرنے والی ہے۔

٢٥٤ عقلمند آدمی دھوکا نہیں کھاتا۔

٢٥٥ عقلمند انسان اپنی نفسانی لذتوں کا دشمن ہے۔

٢٥٦ وقار عقل کا زیور ہے۔

٢٥٧ نفس کی خواہش عقل کی دشمن ہے۔

٢٥٨ عقل انسان کی فضیلت ہے۔

٢٥٩ عقلیں اللہ تعالیٰ کے عطیات ہیں۔

٢٦٠ انسان صرف عقل ہی سے انسان ہے۔

٢٦١ عقل لوگوں سے نزدیکی کا ذریعہ ہے اور حماقت دوری کا وسیلہ۔

٢٦٢ عقل زینت ہے۔

٢٦٣ عقل شفا ہے۔

۲۶۴ عقل سوچنے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔

۲۶۵ عقلمند اپنے آپ کو پست کرتا ہے تو اسے بلندی حاصل ہوتی ہے۔

۲۶۶ قدرت کی توفیق عقل کی مدد و معاون ہے۔

۲۶۷ عقل ایک کسوٹی ہے، جس پر ہر بات پرکھی جا سکتی ہے۔

۲۶۸ علیین کی طرف ترقی کرنے کا ذریعہ عقل ہے۔

۲۶۹ عقل کے سوا دین کی اصلاح کوئی نہیں کر سکتا۔

۲۷۰ عقلمند وہ ہے جس کے اقوال اس کے افعال کی تصدیق کریں۔

۲۷۱ علم نفس کو زندہ، عقل کو زیادہ اور جہالت کو فنا کرتا ہے۔

۲۷۲ عقل مند وہ ہے جو گناہوں سے پرہیز کرے اور عیوب سے پاک و صاف رہے۔

۲۷۳ دانشمند کی اصل عقل ہے مروت اس کا خلق ہے اور دین اس کا حسب و نسب ہے۔

۲۷۴ پورا عقلمند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا تمام چیزوں سے اپنی زبان بند کرے۔

۲۷۵ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی اطاعت میں اپنی نفسانی خواہش کو مٹا دے۔

۲۷۶ عقلمند فانی دنیا سے منہ پھیر لیتا ہے اور ہمیشگی کی جنت کی طرف رغبت کرتا ہے۔

۲۷۷ عقل مند وہ ہے جو نفسانی خواہش پر غالب ہو اور دنیا کو آخرت کے عوض بیچ ڈالے۔

۲۷۸ عقل اور نفس کی خواہش ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

۲۷۹ عقل مند کی اطاعت کرو، مطلب حاصل ہوگا۔

۲۸۰ عقل نہایت مضبوط بنیاد ہے۔

۲۸۱ عقل سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

۲۸۲ عقل غور و فکر کو درست کرتی ہے۔

۲۸۳ علم عقل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس جسے علم حاصل ہے وہ ضرور عقل مند ہے۔

۲۸۴ عقل مند ضرورت کے بغیر یا دلیل کے بدون کلام نہیں کرتا اور اپنی آخرت کی درستی

۲۸۵ کے سوا کسی کام میں مصروف نہیں رہتا۔

۲۸۶ علم اور عقل دونوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

۲۸۷ عقلمند وہ ہے جس کا کل آج سے اچھا ہو اور جس کا نفس برائی سے بیزار ہو۔

۲۸۸ عقلمند چپ ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کا نظارہ کرتا ہے بولتا ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے

۲۸۹ اور دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

۲۹۰ عقل بہت ہی بڑی دولت ہے اور دنیا و آخرت میں نہایت شرف کا باعث ہے۔

۲۹۱ عذر پیش کرنا عقل مندی کی دلیل ہے۔

۲۹۲ عقلمند وہ ہے جو زبان کو قابو میں رکھے۔

۲۹۳ عقل زبان کی ترجمان ہے۔

۲۹۴ علم، عقل کا چراغ ہے۔

۲۹۵ عقلمند کمال کا خواہاں رہتا ہے۔

۲۹۶ عقل تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

۲۹۷ عقل تجربوں کی محافظ ہے۔

۲۹۸ مومن دانا اور عقلمند ہوتا ہے۔

۲۹۹ خود بینی عقل کو برباد کر دیتی ہے

۳۰۰ سکون اور اطمینان عقل کا عنوان ہے۔

۳۰۱ عقل نہایت درجہ مدبر ہے۔

۳۰۲ عقل عزت کا موجب ہے۔

۳۰۳ عقل بردباری کے لئے سواری کی جگہ ہے۔

۳۰۴ علم، عقل کا سرنامہ ہے۔

۳۰۵ عقل تمام کاموں کی درستی کا باعث ہے۔

۳۰۶ دنیا عقلوں کے پچھاڑ کھانے کی جگہ ہے۔

۳۰۷ غور و فکر سے عقل حقیقی ہوتی ہے۔

۳۰۸ عقل مند ہمیشہ فکر مند نظر آتا ہے۔

۳۰۹ عقل ایسا نیا کپڑا ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

۳۱۰ عقل جسے نصیب ہو جائے، اس کے لئے زینت کا باعث ہے۔
۳۱۱ اچھے اخلاق عقل کا پھل ہیں۔
۳۱۲ عقلمندی ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے سفر میں بھی لوگوں سے تعلق پیدا ہو جاتے ہیں۔
۳۱۳ عقلمند وہ ہے جو غیر سے عبرت حاصل کرے۔
۳۱۴ عقلمند وہ ہے جو اپنی ہر ایک رائے کو درست نہ سمجھے اور جس چیز کو اس کا نفس خوبصورت
۳۱۵ بنا کر اس کے سامنے پیش کرے اس پر بھروسہ نہ کرے۔
۳۱۶ عقلمند ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے اور جاہل اس کے خلاف کرتا ہے۔
۳۱۷ ہوشیاری یہ ہے کہ آدمی انجام کو سوچے اور عقلمندوں سے صلاح مشورہ کرے۔
۳۱۸ عقل مند کو علم حاصل ہوتا ہے تو عمل کرتا ہے ہر عمل میں اخلاص ہوتا ہے اور اخلاص
۳۱۹ کے سبب سے تنہائی اختیار کرتا ہے۔
۳۲۰ عقل مند وہ ہے جو اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔
۳۲۱ عقل علم کی جڑ اور سمجھ کا باعث ہے۔
۳۲۲ عقل مند کسی کی ملامت سے پست ہمت نہیں ہوتا اور نہ سستی سے اپنے کام کو چھوڑ بیٹھتا ہے
۳۲۳ حرام کاموں سے ناخوش ہونا عقلمندوں کی عادت اور بزرگوں کی خصلت ہے۔
۳۲۴ انسان میں ادب ایک درخت کی شاخ ہے اور اس کی جڑ عقل ہے۔
۳۲۵ عقلمند وہ ہے جو غصے، خواہش اور خوف کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔
۳۲۶ عقل سراسر منفعت ہے، عقلمند ان حقوق کے ادا کرنے کیلئے جو اس پر واجب ہیں بے چین
۳۲۷ رہتا ہے اور اس کے جو حقوق دوسروں پر ہوں ان کے تقاضے کا خیال تک نہیں کرتا۔
۳۲۸ علم مومن کا دوست، عقل اس کی وزیر، صبر اس کا سپہ سالار اور عمل اس کا منتظم اور
۳۲۹ نگراں ہے۔ تواضع عقل کا شرف ہے اور تکبر جہل کا سرمایہ۔
۳۳۰ سخاوت عقل کا نتیجہ ہے اور قناعت بزرگی کا ثبوت۔
۳۳۱ عقل ہدایت کرتی ہے اور نجات دیتی ہے۔
۳۳۲ عقل مند وہ ہے جو ایک سانس بھی غیر مفید کام میں ضائع نہ کرے اور ایسی چیز جمع نہ کرے جو

۳۳۳ عقل برے کاموں سے روکتی ہے اور اچھے کاموں کا حکم دیتی ہے۔
۳۳۴ عقلمند کے ساتھ نیکی کرنا بڑا اچھا کام ہے۔
۳۳۵ عقلمند وہ ہے جو اپنا کام خود سنبھالے۔
۳۳۶ بردباری سراسر عقل ہے۔
۳۳۷ علم سمجھ کا باعث اور عقل حلم کی سواری ہے۔
۳۳۸ عقل سے ہوشیاری لازم ہوتی ہے۔
۳۳۹ مغرور میں عقل نہیں ہوتی۔
۳۴۰ ادب عقل کی مجسم تصویر ہے۔
۳۴۱ عقل جہاں بھی ہو نہایت پیارا دوست ہے۔
۳۴۲ عقل ایسا درخت ہے جس کا پھل حیا اور سخا ہے۔
۳۴۳ عقل مند وہ ہے جو لوگوں کے گناہ چھپا دے اور معاف کر دے۔
۳۴۴ حکمت عقل مندوں کا باغ اور بزرگوں کی سیر گاہ ہے۔
۳۴۵ دین اور ادب عقل کا نتیجہ ہیں۔
۳۴۶ وفاداری عقل کی تدبیر اور بزرگی کی نشانی ہے۔
۳۴۷ علم عقل کا چراغ اور فضیلت کا سرچشمہ ہے۔
۳۴۸ تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے عقلمند وہ ہے جو تجربوں میں ترقی کرتا ہے۔
۳۴۹ عقلمند وہ ہے جو ایسی جگہ رہے جہاں لوگ اس کی قدر کریں۔
۳۵۰ عقل مند دل اور بولنے والی زبان بلاغت کا آلہ ہے۔
۳۵۱ عقل مند وہ ہے جو ایسی چیزوں کی خواہش نہ رکھے جن کے حاصل کی خواہش مند ہیں۔
۳۵۲ عقل ایک غریزی (جبلی) فطرتی صفت ہے جو علم اور تجربے سے بڑھتی ہے۔
۳۵۳ خاموشی بزرگی کی نشانی اور عقل کا پھل ہے۔
۳۵۴ لوگوں سے دوستی اور محبت رکھنا عقل کا کمال ہے۔
۳۵۵ عقلمند وہ ہے جو اپنا مال اور دولت لوگوں پر خرچ کرے۔

ساتھ نہ دے۔

کامل وہ ہے جو اپنی عقل سے نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کر دے۔

عقل مند نہایت قابلِ تعریف دوست ہے۔

عقل مندی کا ایک نصف بردباری ہے اور دوسرا نصف چشم پوشی ہے۔

عقل مند دشمن کو نادان دوست سے اچھا سمجھو اور ایسے دوست کی رائے اور مشورہ پر کبھی کاربند نہ رہو۔

اپنی عقلوں کو ناقص سمجھتے رہو۔ اگر ان پر بھروسہ کرو گے تو خطا کرو گے۔

عقل مند کی صحبت میں امن و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

جس چیز کے طریقے سے تم ناواقف ہو اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو اس میں کلام کرنے سے بچے رہو۔ کیونکہ تمہاری گفتگو تمہاری عقل کا پتہ دیتی ہے۔

سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو سب سے زیادہ بخشش کرنے والا ہے۔

سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو عقل والوں کی اطاعت کرتا ہے۔

بہترین عقل راست روی اور بہترین قول راست گوئی ہے۔

عقلمندی کی ابتدا دوستی پیدا کرنا ہے۔

سب سے زیادہ بزرگ مومن وہ ہے جو عقل میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔

عقل سے زیادہ قریب وہ رائے ہے جو نفس کی خواہش سے زیادہ دور ہو۔

سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو کمینہ باتوں سے زیادہ دور ہو۔

سب سے زیادہ احمق شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند خیال کرے۔

عقل مندی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ آدمی کی تدبیر اچھی ہو۔

عقلیں اکثر وہاں ٹھوکریں کھاتی ہیں جہاں لالچ کی چمک نظر آئے۔

بہترین عقلمندی وہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو پہچانے۔

جو شخص سب سے زیادہ عقلمند ہے وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔

عقل کے بڑھانے اور تیز کرنے میں سب سے زیادہ مدد دینے والی چیز فہم ہے۔

سب سے زیادہ عقلمند شخص وہ ہے جو جاہلوں کو یہ سزا دے کہ ان کے مقابلے میں خاموش ہو جائے اور کوئی جواب نہ دے۔

سب سے زیادہ عقل مند وہ شخص ہے جس کی سنجیدگی اس کی ہنسی سے بڑھ جائے اور عقل کی مدد سے دل کی خواہش پر غالب آئے۔

سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو انجام کو زیادہ سوچتا ہے

عقل تنگدستی سے حیران ہو جاتی ہے۔

جہل سے اتنی ہی بے رغبتی ہونی لازم ہے جتنی کہ عقل سے رغبت ضروری ہے۔

بے شک عقلمند آدمی ادب کرنے سے نصیحت حاصل کرتا ہے اور جانوروں پر بغیر مار پیٹ کے کوئی اثر نہیں ہوتا۔

جو شخص تیری خوشامد اور تعریف کرتا ہے، وہ تیری عقل کو دھوکا اور جھوٹ موٹ کی تعریف کے ساتھ تیرے نفس کو فریب دیتا ہے۔

اگر کسی شخص میں عقل اور دین نہ ہو تو میں درگذر نہیں کر سکتا کیونکہ دین کے بغیر امن نہیں اور عقل کے بغیر زندگی ہی نہیں۔ برے کے ساتھ بیٹھے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

تیری عقل سے لوگ تیرا وزن کرتے ہیں پس تو عقل کو علم سے بڑھا۔

شرافت محض عقل اور ادب سے ہوتی ہے نہ کہ مال اور حسب و نسب سے۔

جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام گھٹ جاتا ہے یعنی کوئی عقلمند آدمی زیادہ کلام نہیں کرتا

جب عقلیں کم ہو جاتی ہیں تو فضولیات بڑھ جاتے ہیں۔

جب تجھے کسی امر میں کوئی خرابی معلوم ہو تو کسی عقلمند کی رائے کی پیروی کر۔

جب تم کچھ لکھو تو ختم کرنے سے پہلے اس کو دیکھ لو کیونکہ مضمون کا ختم تمہاری عقل کے مطابق ہوگا

حکمت کے گہرے راز عقل سے معلوم ہوتے ہیں۔

ہر بہتری اور خوبی عقل سے حاصل ہوتی ہے۔

جتنی عقل زیادہ ہوگی اتنا ہی علم زیادہ ہوگا۔

علوم کے پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں تک رسائی عقل کے ذریعے ہوتی ہے۔

مسئلہ جانشینی رسول خدا محمد المصطفیٰ خاتم النبی اور

حضرت علی علیہ السلام

بڑھ کر نبی کی ذات سے کوئی بشر نہیں — بعد از نبی علی کی ولایت پہ ہے یقین

علی اللہ کے ولی ہیں اور حضرت محمد کے وصی و خلیفہ ہیں بلا کسی فاصلے کے

قدیم زمانہ سے یہ سنت خداوندی چلی آرہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کی جاتی ہے وہ حجت کبھی تو نبی کے ذریعہ پوری ہوتی ہے۔ یا بعض اوقات خداوند عالم اس حجت کو جانشین نبی کے ذریعہ پورا کرتا ہے تاکہ بندے یہ نہ کہیں کہ ہمیں ڈرانے والا کوئی نہ آیا۔ یہ سنت خداوندی ایسی ہے کہ جسکو اس نے اپنے اختیار ہی میں رکھا ہے جو خود نبی کا انتخاب ہو یا اس کے وصی کا۔ خداوند عالم نے اس کا اہتمام خود کیا۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ، اسی طرح پھر ارشاد ہوا۔ یاداؤد انا جعلناک فی الارض خلیفہ پھر اپنے انبیا کی زبان سے ان کے جانشینی کا مسئلہ حل کروایا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی ابن عم علیؑ ابن ابی طالب کو وصی اور خلیفہ نامزد فرمایا۔ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلافصل،

حضرت آدم سے لیکر خاتم تک جانشینی کا سلسلہ جاری رہا۔

ذیل میں ہم چند معتمد تاریخ سے کچھ عبارتیں نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام یہ سمجھ سکیں کہ حضرت آدم سے لیکر جناب خاتم الانبیاء تک جتنے بھی مشاہیر انبیاء اور رسول گزرے ہیں، انہوں نے اپنے بعد اپنا جانشین اور وصی بحکم خدا

خود مقرر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ طبری حضرت آدم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) حضرت آدم علیہ السلام موت سے پہلے گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیثؑ کو وصی مقرر کیا۔ اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر حضرت شیثؑ کے حوالے کیا۔

(طبری۔ جلد اول۔ ص۷۶)

اسی طرح جناب شیثؑ نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے مہلائیل کو اور مہلائیل نے اپنے بیٹے یارد کو اور اس نے اپنے فرزند ادریس کو وصی مقرر کیا۔ اور ادریس نے متلوشلخ کو اور متلوشلخ نے اپنے بیٹے ملک کو اپنا وصی و خلیفہ اور جانشین مقرر کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔ (طبری۔ جلد ۱۔ ص۸۰،
تاریخ کامل۔ جلد ۱۔ ص۲۰)

جب حضرت نوح علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سام کو وصی قرار دیا۔ (تاریخ کامل۔ جلد ۱۔ ص۲۹)

اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا حضرت ابراہیم تک پہونچا حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسحاقؑ اور اسحاق نے یعقوبؑ اور جناب یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں جناب یوسف علیہ السلام نے جس روز انتقال کیا انہوں نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر کیا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ ص۱۶۳)

حضرت ایوبؑ کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا جانشین مقرر کیا اور ان کے بعد ان کا بیٹا عیدان وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ ص۱۶۷)

حضرت موسیٰؑ نے بھی اپنا جانشین خود مقرر فرمایا۔ اول حضرت ہارون کو اور جب انکا انتقال ہوگیا تو پھر یوشع بن نون کو وصی بنایا۔ (طبری۔ جلد ۱۔ ص۲۲۵)۔ اس طرح خداوند عالم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوشع بن نون نے کالب بن یوحنا اور انہوں نے اپنے فرزند یوساتوس کو خلیفہ بنایا۔ (کامل۔ جلد ۱۔ ص۶۰)

جناب الیاس پیغمبر اور ان کے بعد الیسع اور جناب شعیا وغیرہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے حضرت داؤدؑ کی نسبت علامہ اثیر لکھتے ہیں: "حضرت داؤد نے اپنی عمارت مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا اور خلافت کی وصیت اپنے بیٹے سلیمانؑ کی طرف کی (کامل۔ جلد ۱۔ ص۸۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ خداوند عالم نے انہیں شمعون کو وصی مقرر کرنے کا حکم دیا، اور حواریوں نے شمعون کی خلافت کو قبول کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱۔ صہ ۱۹۴)

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت ادریس تک جن اوصیاء کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ ان تمام کے متعلق حامد النصاری تک نے بھی اپنی کتاب اسلام کا نظام حکومت مطبوعہ دہلی صفہ ۱۰۷ میں نہایت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ علامہ مسعودی جنہیں مورخین میں غیر معمولی تفوق حاصل ہے۔ وہ اپنی تاریخ "مروج الذہب" میں انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء کے تقرر کا بیان تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہوئے آخر کلام میں لکھتے ہیں (ترجمہ) پس یہ وصیت ایک زمانے سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس نور کو صلب عبدالمطلب میں اور حضرت عبداللہ والد حضرت محمد مصطفےٰ صلعم میں ودیعت کیا۔ (مروج الذہب جلد ۱۔ صہ ۳۹)

حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؑ تک انبیاء کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشینی اور تقرر وصی کا کام بندوں کے سپرد نہیں ہوا۔ بلکہ خداوند عالم نے اپنے خاص اہتمام سے اس امر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ان میں ایسے نبی اور رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل نہ تھی اور ایسے انبیاء بھی تھے جنہیں اقتدار کی مسند حاصل تھی یہ قاعدہ بلا استثناء کے جاری رہا۔

ہر نبی اور ہر رسول اپنا جانشین بحکم خداوندی مقرر کرتا چلا آیا۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا۔ اس کے بعد نبی یا رسول اس کا اعلان کر دیتا اور ہونا بھی ایسا چاہیئے تھا کیونکہ سنت الہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ خود اس نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا ہے "خداوند عالم کی سنت تبدیل نہیں ہوتی" (قرآن) چنانچہ اس سنت قدیمہ کے مطابق خداوند عالم نے خاتم الانبیاء کے خلفاء اور جانشینوں کا مسئلہ حل فرمایا اور وصایت کا سلسلہ جاری فرمایا یعنی امت محمدیہؐ کے خلفاء کو بھی اسی طرح مقرر کر دیگا جیسا کہ سابق انبیاء کے اوصیاء و خلفاء کے متعلق طریقہ اختیار کر چکا ہو لہٰذا خداوند عالم کے اسی اصول تقرر اور سنت انبیاء کے مطابق جناب سرور کائنات نے بھی وصایت علی کا اعلان فرمایا۔ نبوت کی ابتدائی دعوت کے دور میں ہی دعوت ذوالعشیر کے موقع پر اپنے برادر ابن عم حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی وصایت کا اعلان کھلے بندوں فرمایا۔ مورخین اور محدثین اسلام نے اس وصیت کے الفاظ کو اس طرح پیش کیا ہے قال هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم" فرمایا اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے" (تاریخ ابوالفداء

جلد ۱، صہ ۱۱۹۔ طبری جلد ۲، صہ ۲۱۷۔ کامل جلد ۲ صہ ۲۲۔ البدایہ والنہایہ۔ ابن کثیر جلد ۳ صہ ۴۰۔ کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۹۲۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صہ ۳۳۱۔ مستدرک حاکم جلد ۳

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نقشبندی حضرت علی علیہ السلام کی وصایت (جانشینی) کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: فرمایا صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدمؑ سے شیثؑ اور نوحؑ سے سامؑ ابراہیم سے اسحاقؑ اور جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ اور عیسیٰؑ سے شمعونؑ ہیں۔ تم میرے وصی اور میرے وارث ہو۔ اور ان تمام وصیوں میں سے تم دین و علم اور حلم و شجاعت اور سخاوت میں افضل و بہتر ہو" (ینابیع المودۃ مطبوعہ استامبول)

امام شافعی جو ائمہ اسلام میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں۔ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

علی حبه جنة ؛ قسیم النار والجنة
وصی المصطفیٰ حقا ؛ امام الانس والجنة

(ترجمہ) علی کی محبت گناہوں کے لیئے ڈھال ہے۔ علی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں، اور وہ محمد مصطفےٰ کے حقیقی وصی اور جن وانس کے امام ہیں۔ (ینابیع المودۃ صہ ۸۴)

مسئلہ جانشینی کے سلسلہ میں مندرجہ بالا تحریر کے علاوہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص متواترہ اس مدعا پر روشن دلیل ہیں۔ جن میں سے آیت ولایت۔ حدیث ولایت حدیث منزلت، حدیث غدیر اور حدیث ثقلین وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تفسیر و حدیث اور سیر و تواریخ کی جن کتابوں میں وصایت و خلافت علی کا تذکرہ ہے ان میں پیغمبر اسلام سے یہ الفاظ صاف طور پر مرقوم ہیں کہ یا علیؑ تم میرے بعد میرے وصی خلیفہ جانشین۔ میرے ولی اور خاتم الاوصیاء ہو۔ شیعی نقطۂ نظر اور اس مکتب خیال کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام دیگر اوصیاء کی طرح وصی رسولؐ منصوص من اللہ والرسول خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت و امامت کسی کے بیعت کر لینے کی محتاج نہ تھی کیونکہ منصب خداوندی کے عہدہ دار ہر اعتبار سے اس منصب جلیلہ پر فائز رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اقتدار شرط نہیں بلکہ خلیفۂ رسولؐ کے لئے اجرائے شریعت کا ضامن اور حفاظت دین و اسلام کا کفیل ہونا ضروری ہے۔ اپنے ناظرین کی سہولت کے لئے ہم چند ایک حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں تاکہ ارباب ذوق ان مصنفات کی طرف رجوع فرما سکیں۔ (فتح الباری پارہ ۱۸ صہ ۱۰۹۔ کنز العمال جلد ۶

(ماخذ کتاب عبداللہ بن سبا مؤلفہ جناب عمدۃ المحققین السید منظور حسین سبزواری

حضرت علی علیہ السلام کی برجستگی

حضرت علی علیہ السلام خطیب منبر سلونی تھے۔ آپ ہر علم میں کمال کے درجہ پر فائز تھے لوگ آپ کی خدمت میں طرح طرح کے سوالات کرتے تھے۔ آپ ان سوالوں کا فوراً اور اسی وقت بڑا عالمانہ جواب عنایت فرماتے تھے۔ اکثر آپ خود ہزاروں لوگوں کے مجمع میں منبر پر بیٹھ کر خود لوگوں سے ارشاد فرماتے رہتے تھے تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔

اس سلسلہ میں جناب امیر علیہ السلام کے چند واقعات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (۱) ایک دفعہ جناب امیر کی خدمت میں ایک شخص نے سوال کیا۔

سوال: مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ میرے مولا نے فوراً جواب دیا۔

جواب: سورج کی ایک روز کی مسافت کے برابر۔

(۲) ایک بار فرقہ خوارج کے دس علماء نے آکر کہا ہم سب مل کر آپ سے ایک سوال کریں گے۔ آپ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ اس سوال کا جواب دیجئے۔ میرے مولا نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا۔

سوال: علم بہتر ہے یا مال؟

(۱) علم بہتر ہے۔ مال متروکات فرعون سے ہے اور علم میراث انبیاء ہے۔
(۲) علم بہتر ہے۔ مال کی تم حفاظت کرتے ہو اور علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔
(۳) علم بہتر ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔
(۴) علم بہتر ہے۔ مال والے کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں اور علم والا ہر دلعزیز ہوتا ہے۔
(۵) علم بہتر ہے۔ مال دار بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم کریم
(۶) علم بہتر ہے۔ مال چوری ہو جاتا ہے اور دولت علم ہمیشہ کیلئے محفوظ ہے۔
(۷) علم بہتر ہے مال کیلئے حساب ہے۔ علم کیلئے کچھ بھی نہیں۔

(۸) علم بہتر ہے۔ مال کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے اور علم نقصان سے بری ہے۔
(۹) علم بہتر ہے۔ مال والے کا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور علم والے کا دل منور رہتا ہے
(۱۰) علم بہتر ہے۔ مال کی کثرت آدمی کو فرعون بنا دیتی ہے اور علم والے کی معرفت بڑھتی ہے

(۳) ایک دفعہ حضرت عمر کے پاس شاہ روم نے کچھ سوال لکھ کر بھیجے۔ حضرت عمر نے ان سوالات کو صحابہ کے آگے پیش کیا لیکن ان میں سے کوئی ان کا جواب نہیں دے سکا۔ پھر انہوں نے وہ سوالات حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے فوراً ایسے بہترین جواب دے دیئے جن سے بہتر کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

پہلا سوال: وہ کون سی چیز ہے جو اللہ نے خلق نہیں کی۔؟

جواب: وہ شے جس کو اللہ نے خلق نہیں کیا۔ قرآن ہے کیونکہ وہ اس کا کلام ہے اور اس کی ایک صفت ہے اسی طرح دوسری آسمانی کتابیں اس کی مخلوق ہیں کیونکہ خدا وند عالم قدیم ہے اس کی صفات بھی قدیم ہے۔

دوسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جس کو اللہ نہیں جانتا۔؟

جواب: وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ بات ہے جس کو تم اللہ کے لئے ثابت کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے، بیوی ہے، شریک ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

تیسرا سوال: وہ کون سی شے ہے جو اس کے پاس نہیں۔؟

جواب: جو چیز اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔

چوتھا سوال: وہ کیا شے ہے جو پوری کی پوری دہن ہے۔

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن دہن ہے آگ ہے۔ جو چیز اس میں ڈال دی جائے اسکو کھا جاتی ہے۔

پانچواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ساری کی ساری پیر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو ہمہ تن پیر ہے وہ پانی ہے۔

چھٹا سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن آنکھ ہے۔؟

جواب: وہ شے جو پوری کی پوری آنکھ ہے وہ سورج ہے۔

ساتواں سوال: وہ کیا شے ہے جو ہمہ تن پر ہے۔؟

جواب: وہ چیز جو پوری کی پوری پر ہے وہ ہوا ہے۔

آٹھواں سوال: وہ کون مرد ہے جس کا کوئی خاندان نہیں؟

جواب: وہ [illegible] جن کا ماں نہیں وہ حضرت آدم ہیں۔

نواں سوال: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں۔؟

جواب: [illegible] چیزیں جو ماں کے رحم میں نہیں رہیں وہ عصائے حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم کا مینڈھا جو حضرت اسمٰعیل کیلئے جنت سے آیا تھا، حضرت آدم و حضرت حوا ہیں۔

دسواں سوال: وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں؟

جواب: وہ چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے صبح ہے جیسا کہ خداوند کریم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے "صبح کی قسم جب کہ وہ سانس لیتی ہے۔"

گیارہواں سوال: بتائیے کہ ناقوس (گھنٹہ) کیا کہتا ہے؟

جواب: [illegible] کے جواب میں پوری نظم [illegible] کے چند شعر عربی کے مع اس کا منظوم ترجمہ لکھ رہا ہوں۔

اب رہا ناقوس تو وہ یہ کہتا ہے۔

سبحان اللہ حقاً حقاً	پاک ہے اللہ خالق سب کا، برحق ہے یہ میرا کہنا (بیشک ہے)
ان المولیٰ صمد یبقیٰ	وہ سب کا آقا، سارا جہاں محتاج ہے اس کا
حقاً حقاً صدقاً صدقاً	تا بہ ابد باقی وہ رہے گا، برحق سمجھو میرا کہنا
یحلم عنا رفقاً رفقاً	کلمہ بلم سب ہے سچا، حلم ہے وہ ہم سب پر کرتا
لولا علمہ کنا نشقاً	ورنہ ہم بدبخت ہمیشہ، حلم جو اس کا ہم پر نہ ہوتا

اس ہی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بارہواں سوال: وہ کون سا مسافر ہے جس نے صرف ایک دفعہ سفر کیا۔؟

جواب: وہ مسافر جس نے صرف ایک دن سفر کیا۔ طور سینا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ بنی اسرائیل نے [illegible] کی۔ خداوند کریم کے حکم سے پہاڑ کا ٹکڑا ان کے سروں پر مسلط کردیا۔ بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ وہ ان پر آ گرا اور جب گرا اس وقت کے نبی نے ان سے کہا کہ [illegible] یہ تمہارے سروں پر گرتا ہے پس جس وقت انھوں نے توبہ کی، خداوند عالم نے اس کو دوبارہ اپنی جگہ واپس کردیا۔

تیرہواں سوال: وہ کون سا درخت ہے جس کے سایہ میں مسافر اگر سو سال بھی سفر کرے تو اس کے سایہ سے نہیں نکل سکتا اور اس کی مثال اس دنیا میں کیا چیز ہے۔

جواب: وہ عظیم الشان درخت جس کے سایہ میں مسافر سو برس راہ طے کرے وہ شجر طوبیٰ

ہے جو ساتویں آسمان پر واقع ہے۔ یہ درخت جنت کے درختوں میں سے ایک ہے محلات و مکانات میں سے کوئی قصر و مکان ایسا نہیں جس پر اس درخت کی شاخیں نہ پھیلی ہوں۔ اس درخت کا نمونہ دنیا میں سورج ہے جس کی اصل ایک لیکن اس کی روشنی سب جگہ ہے۔

چودھواں سوال: وہ کون سا درخت ہے جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا۔؟

جواب: وہ درخت جو بغیر پانی کے روئیدہ ہوا وہ شجر یونس ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "ہم نے یونس پر درخت کدو اگایا۔"

پندرہواں سوال: وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج ایک مرتبہ سے زیادہ طالع نہیں ہوا۔

جواب: وہ جگہ جہاں سورج صرف ایک مرتبہ چمکا وہ اس سمندر کی زمین ہے جس کو خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کے لئے چیرا تھا۔ آپ کے گزرنے کے بعد دوبارہ اپنی شکل میں ہوگیا۔

سولہواں سوال: جنت کے لوگ کھائیں گے پئیں گے لیکن بول و براز نہیں کریں گے۔ دنیا میں، اگر اس کی کوئی مثال ہو تو پیش فرمائیے؟

جواب: اہل جنت کی غذا کی مثال دنیا میں جنین ہے جو شکم مادر میں اپنی ناف کے ذریعہ کھاتا ہے پیتا ہے لیکن پاخانہ پیشاب نہیں کرتا۔

سترہواں سوال: جنت میں دستر خوان پر جو برتن ہوں گے ان میں سے ہر ایک برتن میں رنگ برنگ کی غذائیں ہوں گی۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہو سکتی ہے۔؟

جواب: ایک پیالہ میں کئی رنگ کی غذا کی مثال اس دنیا میں انڈا ہے جس میں دو رنگ ہوتے ہیں۔ سفید اور زرد لیکن وہ دونوں آپس میں ملتے نہیں۔

اٹھارہواں سوال: جنت میں ایک دانہ سیب سے حوریہ برآمد ہوگی لیکن سیب جوں کا توں باقی رہے گا۔ دنیا میں اس کی مثال کیا ہے۔؟

جواب: یہ حوریہ سیب سے برآمد ہوگی اس کی مثال دنیا میں کرم ہے جو پھل سے نکلتا ہے لیکن پھل میں اس کے نکلنے سے کوئی نقصان یا کمی واقع نہیں ہوتی۔

انیسواں سوال: وہ کون سی کنیز ہے جو دنیا میں دو آدمیوں کی ہوگی لیکن روز آخرت میں صرف ایک کی ہوگی۔؟

جواب: اس کنیز کی مثال جو دنیا میں دو شخصوں میں مشترک اور آخرت میں صرف ایک شخص کا حصہ ہے وہ درخت خرما ہے جو مجھ جیسے مومن اور تجھ جیسے کافر کے درمیان مشترک ہے لیکن روز آخرت وہ صرف میرا حصہ ہوگا تیرا نہیں کیونکہ وہ درخت خرما جنت

میں ہوگا۔ اور تو اپنے کفر کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

بیسواں سوال: فرمائیے کہ جنت کی کنجیاں کیا ہیں۔؟

جواب: جنت کی کنجی یہ کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

(۴) حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں کچھ علماء یہود ان کے پاس حاضر ہوئے ان کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے اور ان کے جوابات کے طالب ہوئے۔ حضرت عمر نے یہ سوال حضرت علی کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت علی نے کہا میں ان سوالوں کا جواب ایک شرط پر دوں گا۔ اگر میں نے جواب دیدیا تو تم لوگ مسلمان ہو جاؤ گے۔ علماء یہود نے اقرار کیا کہ اگر جواب صحیح ہوئے تو ہم لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس پر میرے مولا نے کہا اب تم ایک ایک کر کے سوال کر سکتے ہو۔

"علماء یہود کے سوالات اور مولا علیؑ کے جوابات

سوال ۱: آسمان کے قفل کیا ہیں۔

جواب :- آسمانوں کا قفل اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے کیونکہ انسان جب شرک اختیار کرتا ہے تو پھر اس کا کوئی عمل آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتا۔

سوال ۲ :- آسمان کی کنجیاں کیا ہیں؟

جواب :- آسمان کی کنجی کلمہ توحید ہے۔ اشہد أ لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ

سوال ۳:- اپنے ساتھی کے ساتھ چلنے والا کون ہے۔

جواب :- یہ وہ مچھلی ہے جس نے حضرت یونس کو نگل لیا تھا اور ان کے ساتھ سات سمندروں میں پھرتی ہے۔

سوال ۴ :- وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا لیکن وہ نہ جن سے تھا نہ انس سے؟

جواب :- وہ حضرت سلیمان کی چیونٹی ہے۔

سوال ۵ :- وہ پانچ چیزیں کیا ہیں جو زمین پر چلیں لیکن رحم مادر میں نہیں رہیں؟

جواب :- وہ پانچ مخلوقات۔ آدم حوا، ناقۂ صالح، عصائے موسیٰ اور حضرت ابراہیم کا گوسفند ہیں۔

سوال ۶ :- بتائیے تیتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔

جواب:- تیتر اپنی آواز میں کہتا ہے، الرحمٰن علی العرش استویٰ

سوال ۷:- مرغ اپنی زبان میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب :- اے غافلو اللہ کی یاد کرو۔

سوال ۸:- گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کیا کہتا ہے۔؟

جواب :- جب مومنین کافروں سے جہاد کرنے کیلئے برآمد ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے، پالنے والے اپنے مومن بندوں کو کافروں پر نصرت عطا کر۔

سوال ۹:- مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے۔

جواب :- وہ کہتا ہے پاک ہے وہ ذات معبود جس کی تسبیح و تقدیس گہرے سمندروں میں بھی کی جاتی ہے۔

سوال ۱۰:- شاما اپنی سیٹی میں کیا کہتی ہے۔

جواب :- شاما کہتی ہے اے پالنے والے محمد و آل محمد کے دشمنوں پر لعنت کرنا۔

یہ جوابات سن کر ان میں سے دو آدمی فوراً ایمان لے آئے لیکن تیسرے نے کہا اگر آپ میرے آخری سوال کا جواب دیدیں تو میرا بھی دل نور ایمان سے منور ہو جائے گا۔ میرے مولا نے کہا دریافت کرو۔

سوال :- وہ کون لوگ ہیں جن کو قرن گذشتہ میں خداوند کریم نے ۳۰۹ سال تک مردہ رکھا اور اس کے بعد ان کو زندہ کر دیا۔؟

جواب :- حضرت نے فرمایا اے یہودی! یہ اصحاب کہف ہیں۔ خداوند کریم نے ہمارے نبی پر جو قرآن نازل کیا ہے اس میں اس کا قصہ موجود ہے۔

(۵) ایک بار امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا کے ساتھ خرمے نوش فرما رہے تھے۔ آنحضرت خرمے کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ جب کھا چکے تو حضرت نے صحابہ سے پوچھا۔ زیادہ خرمے کس نے کھائے ہیں؟ صحابہ نے کہا جس کے سامنے گٹھلیاں زیادہ ہیں اس نے زیادہ کھائے۔ حضرت علی نے فرمایا جس نے مع گٹھلیوں کے کھائے وہ زیادہ کھانے والا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جس کے آگے گٹھلیاں نہیں اس نے زیادہ کھایا)

تین اور سوالات اور ان کے جوابات

۱۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دئیے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا؟

حضرت علی نے جواب دیا۔ جہاں سے اس کی اجل آئے گی۔

۲۔ ایک دفعہ ایک کافر نے عین نمازِ عصر کے لئے تیار ہونے کے وقت آپ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے جانور بچے دیتے ہیں۔ اس سوال سے اس کافر کا مقصد یہ تھا کہ آپ تمام جانوروں کی تفصیل بتائیں گے اور نماز جماعت کا وقت گذر جائے گا لیکن میرے مولا نے تو دو جملوں میں اس طرح جواب عطا فرمایا۔ حضرت علی نے جواب دیا۔

وہ جانور جن کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ انسان مجبور ہے یا مختار۔؟

حضرت علی نے فرمایا۔ اپنی ایک ٹانگ اٹھاؤ اس نے ٹانگ اٹھائی پھر آپ نے فرمایا اب دوسری ٹانگ اٹھاؤ۔ اس شخص نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال مختار اور مجبور کی ہے۔

علیؑ علم الجبرا کی روشنی میں

علم الجبرا اور شانِ علیؑ

حضرت علیؑ مظہر العجائب ہیں۔ جہاں دیکھئے، جس جگہ دیکھئے، جس علم کو لیجئے، جس شعبہ پر نظر ڈالیئے علیؑ کے فضائل جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم الجبرا کو دیکھئے۔ بظاہر اس میں کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔ اور اگر بباطن نظر دوڑائیے تو اس علم کی بنیاد ہی سے شانِ علیؑ ظاہر ہونے لگتی ہے۔ الجبرا کا دار و مدار (لا) پر ہے۔ یعنی الجبرا کا وجود ہی (لا) ہے۔ خدا کی الوہیت اور علی کی ولایت، امامت کو بھی لا کے سوا بیان نہیں کیا جاسکتا۔

الوہیت کی صفات بیان کرنے کے لئے لا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے لا الٰہ الا اللہ صفاتِ خداوندی کو بیان کرنے کے لئے پہلے لا اور بعد میں الا اکثر استعمال ہوا ہے۔ لا منفی اور الا مثبت۔ پہلے منفی اور پھر مثبت۔ یعنی جب خدا کی صفات کا ذکر ہوا تو پہلے ہر شے کی نفی کر دی گئی۔ لا الٰہ۔ نہیں ہے کوئی خدا۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں تلاش کرو مگر نہیں ہے کوئی خدا.... الا اللہ سوائے اللہ کے۔ یہ ایک امر فیصل ہے جو لا اور الا نے جاری کر دیا۔ اسی طرح مظہر صفات خدا علیؑ کی شان بیان کرنے کے لئے بھی لا اور الا کا اکثر استعمال ہوا ہے۔ جو انداز خدائی صفات بیان کرنے کے لئے ہو سکتا ہے وہی مظہر صفاتِ خدا کے لئے بھی ہے۔ اللہ کے لئے لا اور الا استعمال ہوا ہے۔ اور علیؑ کے لئے بھی لا فتیٰ الا علی نہیں ہے کوئی جوان مرد سوائے علیؑ کے۔ اس بھری کائنات میں علیؑ کے سوا کوئی جوان مرد ہے ہی (اور) نہیں ہو سکتا ہی نہیں، ہوگا ہی نہیں الا علی سوائے علیؑ کے۔

اسی طرح جہاں جہاں علیؑ کی صفات اور علی کا شان بیان ہوا ہے لا کا استعمال ضرور ہوا ہے۔ مثلاً جیسے لا سیف الا ذوالفقار ہے کوئی تلوار نہیں ہے مگر ذوالفقار۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں نہ علیؑ جیسا کوئی مرد اور نہ علیؑ کی ذوالفقار جیسی کوئی تلوار۔ اس بھری دنیا میں علیؑ اور آپ کی تلوار کے سوا ہر شے کا بت۔

اور اس بھری دنیا میں اگر کچھ "الا" ہو سکتا ہے تو یا علی کا وجود ہے یا اس کی تو۔
رسول اکرمؐ کو اللہ نے ارشاد فرمایا۔۔۔ ان لوگوں سے کہدو۔۔۔۔
لا اسئلکم علیہ اجراً۔۔۔۔ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا
۔۔۔۔ الا المودۃ فی القربیٰ۔۔۔ سوائے اس کے کہ میرے قریبوں
سے محبت رکھو۔ یہاں بھی لا اور الا کا استعمال ہوا ہے۔ اردو کے لفظ
نزدیک، کو عربی میں قریب کہتے ہیں۔ اور جو بہت ہی قریب اور نزدیک
ہو اسے اقرب کہتے ہیں۔ یہاں اس جملہ میں "اقربا" استعمال ہوا ہے
اب آپ ذرا اپنی عقل سلیم سے سوچئے اقربا کون ہیں؟ جواب دیں، غور کریں
تدبر سے کام لیں۔ سوچیں سمجھیں تو آپ کو ایک ایسی ذات نظر آئے گی جس کو
سرکار دو عالم نے لحمک لحمی۔ روحک روحی۔ دمک دمی
کہا اور وہ ذات صرف جناب امیر علیہ السلام کی ہے۔

علیؑ علم برقیات کی روشنی میں

یعنی

علم الیکٹرک سٹی اور شان علیؑ

حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی ایک ایسی ذات اقدس ہے جو دنیا کے تمام علوموں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر علم کو دیکھو اور دریا طن نظر ڈالو تو مظہر العجائب کی شان ہر علم میں جھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔ علم برقیات یعنی الیکٹرک سٹی ہماری زندگی کا ایک ضروری جز بن کر رہ گیا ہے۔ دنیا کی تمام ترقی کا دارومدار علم برقیات کی بدولت ہے۔ سائنس والوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ دنیا میں تمام گل کاریاں اسی علم کی وجہ سے ہیں۔ پتھروں میں سختی۔ پانی میں روانی، پھولوں میں خوشبو، پھلوں میں رس، جانوروں میں دوڑ دھوپ، بزم انسانی میں ہر طرح کی آسائش اور آرام اسی علم کی مرہون منت ہے۔

نور سائنس کی اصطلاح میں نور کو الکٹرک سٹی کہتے ہیں (قوت برقیات) ارباب سائنس کو مادے کے اجزاء کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلا کہ برقی قوت "نور" کے الکٹرون اور پروٹون کے بغیر مادے کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ اتصال قبول نہیں کر سکتے۔ اس انکشاف سے یہ پتہ چلا کہ مادے کی خلقت سے پہلے نور یعنی قوت برقیا کا موجود ہونا ضروری ہے جو مادے کے اجزاء کو ملا دے۔ اسی لئے سب سے پہلے ایک نور کا وجود دنیا میں آیا۔

میرے دوست تم نور کو تسلیم کر دیا نہ کرو دنیا کے سائنسدانوں کا علم جس قدر بڑھتا جا رہا ہے وہ نور کی حقانیت کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں کولمبیہ یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ فزکس کے صدر فرماتے ہیں کہ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور فضائی مصنوعی سیارے کے مسلسل تجربات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں جب کچھ نہ تھا اس وقت ایک نور

کا شعلہ چمکا اس سے فضاؤں میں ایک دھماکہ ہوا اور اس شعلۂ نور سے الیکٹرون اور پروٹون (ذرات نوری) مثبت و منفی فضا میں پھیل گئے جن کے آپس میں ملنے سے چیزیں وجود میں آگئیں۔ چاند، سورج، ستارے، کہکشاں اور دنیا وجود میں آئی۔ جب نور کا درجہ حرارت تین لاکھ ڈگری سے کم ہو گیا تو یہ الیکٹرون اور پروٹون آپس میں مل گئے اور یہ کائنات وجود میں آگئی۔ یہ ایک ایسا شعلہ تھا جس کو سمجھنے کے لئے انسانی عقل دنگ رہ گئی اور نہ آج تک اس کو سمجھ سکتی ہے۔ خدا نے اس ایک نور کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ اس نور کے ذریعے سے اس کی معرفت ہو۔ اس نور کے کمالات دیکھ کر قدرت الٰہی کا پتہ چلے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ اسی نور کی بدولت ہے مگر یہ نور ایک نہیں بلکہ دیکھنے میں ایک ہے اور عمل میں دو ہے۔ یہ ایک ہے مگر یہ دو ہیں یہ دو ہیں مگر ایک ہے اس نور کی دو قوتیں ہیں۔ ایک الیکٹرون اور دوسری پروٹون۔ جب تک یہ دونوں قوتیں نہ ملیں نور پیدا ہی نہیں ہوتا نور کو اللہ نے جب بھی دنیا میں بھیجا دو کر کے بھیجا کیونکہ اس کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ نور اولین کو بھی جب قدرت نے دنیا میں بھیجا انا علی من نور واحد کر کے بھیجا قدرت نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی اس ایک نور کے دو حصے کر دیئے کیونکہ کائنات کی تخلیق اور مکان و زمان کا تعین دو نکات کے سوا ناممکن اور محال ہے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ مکان اور زمان کا مجموعہ ہے۔ آپ دو نکتے فرض کریں ب — الف ان دونوں نکتوں کے درمیان میں جو حد ہے وہ مکان کہلائے گا اور ایک نکتے سے دوسرے نکتے تک جانے میں جتنا وقت لگے گا وہ زمان کہلائیگا۔

یہ کائنات کیا ہے؟ صرف دو نکتے ہیں۔ ایک عرش کا نکتہ اور دوسرا فرش کا نکتہ۔ ان دونوں نکتوں کے درمیان جو خلا ہے ستارے، سیارے، شمس، قمر، افلاک، کہکشاں، یہ سب کچھ اسی خلا میں واقع ہے از روز ازل تا روز ابد جو وقت گذر رہا ہے یہ زمان ہے۔ کائنات کے اس مکان اور زمان کو قائم کرنے کے لئے دو نکتوں کا تصور ضروری تھا۔ تب ہی تو کائنات کی تخلیق ممکن تھی اس لئے قدرت نے اس نور اولین کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور نور کے ان دو نکتوں سے کائنات کا تصور پیدا ہوا۔ لولاک لما خلقت الافلاک یہ ہزاروں سورج، یہ اربوں ستارے یہ اٹھارہ ہزار عالمین یہ سات افلاک، یہ گیارہ حجابات آسمانی۔ یہ ایٹم، یہ مادہ، یہ گیس یہ طول۔ یہ عرض۔ یہ کشش، یہ ثقل، یہ رنگ، یہ بو یہ عرش

یہ فرش سب کچھ اس نور کے صدقے میں بنا اور نور کے ان دو نقطوں کے ذریعے سے ہی تخلیق ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نور کہاں رہا؟ یہ عرش کے نیچے رہا جہاں فہم انسانی نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن قدرت و حکمت مطلقہ نے گتھی سلجھا دی اور فرمایا کہ وہ نور ایک تھا بہت ہی جامع اور مکمل جو سبب تخلیق موجودات بنا اور اس نے کہدیا لولاک لما خلقت الافلاک۔ اور رسول نے اگر مزید توجہ فرمایئے اول ما خلق اللہ نوری سمجھنے والوں کے لئے اور سمجھانے کی کوشش فرمائی انا و علیؑ من نور واحد۔

اب آیئے علم البرق یعنی الکٹرک سٹی پر ایک اچھوتی سی نظر ڈال کر شمع ایمانی کو فروزاں کیجئے کہ میٹر سے جو بجلی گھروں میں مہیا کی جاتی ہے اس میں دو تار ہوتے ہیں۔ ایک مثبت کہلاتا ہے اور دوسرا منفی یہ دونوں تار ایک سوئچ میں سے گذر کر ہولڈر میں جس کے اندر بجلی کا بلب لگتا ہے چلے جاتے ہیں اسی اصول پر تمام جگہوں پر بجلی آگے بڑھائی جاتی ہے۔ یہ الکٹرک سٹی کا ضابطہ حیات ہے۔ کتنا عظیم ہے میرا خدا جس نے اس ضابطہ کے ماتحت نور اولین کو خلق فرمایا اور پھر اس نور اولین یعنی جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے انا و علیؑ من نور واحد

رسولؐ اکرم قوت مثبت	حضرت علیؑ قوت منفی
• رسولؐ نے رسالت کا بوجھ اٹھایا	• علیؑ نے ان کی تصدیق کی
• امام جماعت رسولؐ	• امام امت علیؑ
• سپہ سالار اسلام رسولؐ	• علمدار اسلام علیؑ
• زبان سے جہاد رسولؐ نے کیا	• تلوار سے جہاد علیؑ نے کیا۔
• رحمت کی تصویر رسولؐ	• غضب کا پیکر علیؑ
• قرآن کے لفظ رسولؐ نے بتائے	• تفسیر علیؑ نے کی
• حق کی طرف رسولؐ نے بلایا	• سینہ سپر علیؑ رہا
• جنت و نار کے مالک رسولؐ	• قسیم النار والجنت علیؑ

- شہر علم رسولؐ
- باب مدینۂ علم علیؑ
- سلطان دین ودنیا رسولؐ
- وزیر با تدبیر علیؑ
- نبی رسولؐ تھے
- علیؑ وصی تھے۔

گویا دونوں تاروں کے میزان برابر برابر اپنا کام کر رہے ہیں۔ جو کام بجلی کے ایک تار کا اس ہی سے ملتا جلتا کام دوسرے تار کا۔

یہ نظام قدرت ہے اور اصول الیکٹرک سٹی بھی۔ قوت برقیہ یعنی الیکٹرک سٹی کے دو حصے ہیں، ایک کرنٹ دوسرا وائیٹج یعنی کرنٹ کا دباؤ۔ روانی یا طاقت۔ جو جی میں آئے نام دے لو۔ ایک مرکز نور ہے (رسولؐ) دوسرا اس کی نفس یعنی مرکز نور سے نکلنے والی قوت۔ طاقت جتنی بڑی پاور طاقت کا ملب ہوگا۔ اس ہی کی نسبت سے اس کی روشنی ہوگی۔

ہمارا رسولؐ تمام رسولوں سے افضل و علیٰ تھا۔ ظاہر ہے قدرت نے اس کے وصی کو بھی تمام لوگوں سے افضل واعلیٰ بنا دیا۔

رسولؐ اکرم ہیں مرکز نور۔ نور اول بلکہ نور کل۔ تو ان کے الیکٹرون میں بھی قوت مکمل ہوں گے۔ اس لئے تو قدرت نے اس الیکٹرون کو ،، کرار وغیر فرار،، کے نام سے یاد کیا۔ یعنی ایسی قوت جو کسی بھی قوت سے ہٹ نہیں سکتی اور نہ بھاگ سکتی ہے۔

الیکٹرون اور مرکز نور ایک میں دو اور دو میں ایک ہوئے ہیں۔ یہ جدا کر دیئے جائیں تو دو ہو جاتے ہیں اور اکٹھے کر دیئے جائیں تو ایک ہو جائیں گے۔

سرورِ کائناتؐ نے بھی اسی بات کی تصریح فرمائی ہے لحمک لحمی۔ جسمک جسمی۔ روحک روحی۔

شانِ علیؑ
علم الابدان کی روشنی میں

میں نہ ڈاکٹر ہوں نہ حکیم بلکہ پیشے کے لحاظ سے ایک انجینئر ہوں علم الابدان کو سمجھنے کے لئے عمر چاہیئے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ایک انجینئر کا یہ مضمون ہے تو آپ کو ضرور تعجب ہوگا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت علیؑ مظہر العجائب اور مظہر صفت خداوندی ہیں۔ جہاں دیکھئے، جس جگہ دیکھئے، جس علم کو پڑھئے جس ذرہ پر ولائے علیؑ کے خصائص جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم الابدان کو دیکھئے اس علم میں کس کس جگہ شان علیؑ جلوہ فرما ہے۔

جدید سائنس کی رو سے جسم انسانی ۲۶ عناصر کا مرکب ہے۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی، کاربن یورینیم، فاسفورس، ریڈیم، ہائیڈروجن، نائٹروجن، کیلشیم وغیرہ۔ غرضیکہ جتنے بھی عناصر مل کر مادے کی تشکیل کرتے رہتے ہیں وہ سب کے سب عناصر جسم انسانی کے اجزاء ہیں۔ اور یہ تمام عناصر جو جسم انسانی میں موجود ہیں ان سب کا منبع مخزن اور خزانہ زمین ہے۔ یعنی اس خطہ زمین میں یہ تمام کے تمام عناصر موجود ہیں جن سے انسانی جسم بنا ہے۔

انسان خاکی ہے۔ خاک یعنی مٹی میں چونکہ یہ تمام عناصر موجود ہیں (مختلف شکلوں میں) اس لئے انسانی جسم کی ساخت میں ان عناصر کو بڑا دخل حاصل ہے۔ میرے دوستو! یہ کل عناصر جن سے انسانی جسم بنا ہے وہ سب کے سب زمین، خاک، مٹی، جو جی میں آئے کہہ لو موجود ہیں۔

زمین خاک۔ مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ کو سرور کائنات، فخر موجودات رسول کرمؐ ابو تراب یعنی مٹی کا باپ کہا کرتے تھے۔ اس طرح فرمان رسولؐ کی رو سے حضرت علیؑ زمین کے باپ ہوئے۔ اس طرح ان تمام عناصر کے باپ بھی علیؑ ہوئے۔

حضرت آدم سے لے کر قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے، ہو رہے ہیں یا ہونگے ان سب کے باپ کون ہوئے؟ تو پتہ چلا کہ وہ جس کو ہمارے نبیؐ اکرم ہمیشہ ابو تراب

کہہ دیا کرتے تھے

جسم انسانی کے مختلف حصوں کا تذکرہ کروں گا اور ارشادِ رسولؐ کی روشنی میں شانِ علیؑ بیان کروں گا۔

سر : جسم انسانی میں سر ہے۔ ارشادِ رسولؐ "یا علیؑ تجھے مجھ سے یہ نسبت ہے جیسے جسم کو سر سے ہوتی ہے"۔ گویا علیؑ رسالت کا سر ہیں۔ سر میں دماغ ہوتا ہے تو اسی ارشاد کی روشنی علیؑ رسالت کا دماغ ہوئے۔

چہرہ : جسم انسانی میں چہرہ ہے ارشادِ نبیؐ۔ "علیؑ وجہ اللہ ہے۔"

زبان : جسم انسانی میں زبان ہے ارشادِ نبیؐ کی رو سے۔ "علیؑ لسان اللہ ہے۔"

کان : جسم انسانی میں کان ہے۔ ارشادِ نبیؐ اکرم کی روشنی میں "علیؑ اذن اللہ ہے۔"

سینہ : جسم انسانی میں سینہ ہے۔ ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں "علیؑ جنب اللہ ہے۔"

ہاتھ : جسم انسانی میں ہاتھ ہے۔ ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں "علیؑ ید اللہ ہے۔"

دل : بدنِ انسانی میں دل کی حکومت ہے۔ یہی خون کی PUMPING MACHINE ہے۔ اپنے عمل سے یہ خون کو جسم کے ہر حصّہ میں بھیجتا ہے۔ دماغ اس کا وزیر ہے۔ پہلے دل بات کو محسوس کرتا ہے پھر دماغ کے ذریعہ اس پر عمل کراتا ہے۔ جیسے محمد مصطفےٰ سرکارِ دوعالمؐ اس کائنات کے شہنشاہ ہیں اسی طرح علی مرتضیٰؑ ان کے نائب اور وزیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالمؐ نے میرے پیارے مولاؑ کے لئے "دعوت ذوالعشیرہ" کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ "یہ ہے میرا بھائی، میرا وزیر میرا نائب اور میرا خلیفہ۔"

علیؑ دماغ ہے رسالت کا، علیؑ وزیر ہے محمدؐ کا۔ وزیر کے تدبر پر حکومت کا نظام چلتا ہے۔ رسول اکرمؐ کی پوری زندگی دیکھ لیجئے۔ جنگ ہو یا صلح، ہجرت ہو یا واپسی۔ مسجد ہو یا گھر ہر جگہ آپ کو علیؑ ہی نظر آئیں گے۔ دماغ اور دل میں اتنا گہرا تعلق ہے، اتنی قریبی واسطہ ہے کہ یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ بات دل سے نکل کر آئی ہے یا دماغ سے۔ علیؑ اور محمدؐ میں بھی اتنا ہی گہرا تعلق ہے۔ کہ جو بات محمدؐ کی ہے وہی بات علیؑ کی اور جو بات علیؑ کی ہے وہی محمدؐ کی۔ دماغ دل کا دروازہ ہے۔ محمدؐ شہرِ علم ہیں اور علیؑ اس علم کا دروازہ ہیں۔ دل انسانی جسم میں نیچے ہے اور دماغ اوپر۔ رسول اکرمؐ علیؑ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرا کے خانہ کعبہ میں بتوں کو مسمار کرا رہے ہیں۔ دماغ بدن کی اصلاح کرتا ہے۔ جسم کے ہر حصّہ میں روح کے احکامات کو بھیجتا ہے۔ گویا دماغ "مشکل کشائے جسم انسانی" ہے۔ اگر دل و دماغ قائم ہیں اور اپنا کام ٹھیک طرح سے انجام دے

رہے ہیں تو سمجھ لو کہ بدن کی تمام قوتیں بھی قائم ہیں۔ گویا دماغ جسم کا "اولی الامر" ہے۔ دل جسم کا ایک شہر ہے اور دماغ اس کا دروازہ ہے۔ ہم جو کچھ اس سے سنتے ہیں، دیکھتے ہیں کرتے ہیں سوچتے ہیں، سب کچھ دماغ کی امداد سے کرتے ہیں۔ دل سے جو کچھ جسم انسانی سے ملتا ہے وہ دماغ کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اب آپ اس کو پھر ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں دیکھئے۔ علیؑ بابِ مدینہ علوم ہیں جو کچھ مخلوقِ خدا کو ملتا ہے اسی دروازہ سے ملتا ہے۔ دماغ کا بدل دماغ ہی ہے۔ یہ اپنے اصلی مقام پر رہے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور درست ہے۔

آنکھیں : جسم انسانی میں سب سے قیمتی چیز جو چیز ہے وہ آنکھیں ہیں۔ ارشادِ نبیؐ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو علیؑ عین اللہ ہے۔ یہ نورانی چیز ہے۔ یہ جسم انسانی میں دو ہوتی ہیں۔ ان کا کام جسم کا راستہ دکھانا ہے۔ یہ نہ ہوں تو ہم بھٹکتے پھریں۔ ہماری زندگی کی رہنمائی ان دو نورانی مخلوق کی وجہ سے ہوتی ہے دیکھنے میں یہ دو ہیں اور کام ان دونوں کا ایک ہے۔ ان کی بصارت ایک ہے۔ جو کام ایک آنکھ کا ہے وہی کام دوسری آنکھ کا۔ اللہ پاک نے ان کو دو بنایا ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم انسانی میں نورانی مخلوق ہے۔ کیونکہ خدا نے نور کو جب تخلیق فرمایا دو کر کے پیدا کیا۔ اب آپ اس سلسلہ میں حدیث رسولؐ دیکھئے۔ "انا و علیؑ من نور واحد"۔ اگر ایک آنکھ چلی جائے تو اس کا پورا کام دوسری آنکھ سر انجام دیتی ہے۔ آنکھ کی جانشین آنکھ ہی ہو سکتی ہے ناک نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ دیکھیں گے کہ ناک ان دونوں آنکھوں کے بالکل قریب ہے مگر آنکھ کا کام نہیں کر سکتی۔ نور کا جانشین نور ہی ہو سکتا ہے۔

خون : جسم کی قوت خون سے قائم ہے۔ روح اس کے سہارے پر ہے۔ صحت انسانی اسی کے باعث قائم ہے۔ رسول اکرمؐ کے ارشاد کی روشنی میں "علیؑ تمہارا خون میرا خون ہے۔" یعنی جو خون رسالت کا ہے وہی خون امامت کا۔

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ انسان کے جسم میں جو خون ہے وہ کیٹیگری کے لحاظ سے ہے۔ اس کے مختلف گروپس ہیں۔ اگر کسی مریض کو خون دینے کی ضرورت ہو تو اس کو اسی قسم یعنی گروپ کا خون دیا جانا مناسب ہے جس قسم کا خون مریض کے اندر موجود ہے۔ ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہو گا۔ دینِ اسلام اور رسالتؐ اب تک قائم ہے تو صرف اس لئے کہ اس کی بقا کیلئے اسے علیؑ اور اولادِ علیؑ نے ہر دم اپنا خون پیش کیا ہے۔ اسی موقع کے لئے شاعرِ مشرق نے کیا خوب کہا ہے ؎

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے ؛
اک ضرب ید اللٰہی، اک سجدہ شبیری

بدن کا کل نظام خون کے تابع ہے۔ جسم میں جہاں کہیں تکلیف واقع ہوتی ہے، قوت مدبرہ فوراً ہی اس مقام پر خون کو امداد کے لئے بھیجتی ہے۔ جیسے علیؑ نے ہر مقام پر پہونچ کر محمد مصطفیٰؐ کی مدد فرمائی۔

روح : جسم انسانی میں روح ہے۔ نبیؐ آخر نے ارشاد فرمایا، علی تمہاری روح میری روح ہے۔

نفس : جسم انسانی میں نفس ہے۔ ارشاد نبی اکرمؐ کی روشنی میں، علی نفس اللہ بھی ہے اور نفس رسول بھی ہے۔"

حضرت علیؑ کی معجزنمائی

مادی دنیا روحانی طاقتوں کا انکار کرتی ہے تو کرے۔ ایٹمی دور کا انسان خدا کے برگزیدوں کے اعجاز کرامات سے منکر ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ مگر وہ خالق ارض وسماجس نے اپنے معصوم دوستوں کے نظاروں کے لئے کائنات کا ایک ایک ذرہ پیدا کیا۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے محبوبوں کے معجزات دکھا کر یہ اعلان فرماتا رہتا ہے کہ دنیا مٹ سکتی ہے۔ ارض وسما فنا ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کا اٹل قانون نہیں مٹ سکتا اور وہ قانون یہی ہے کہ

ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولاہم یحزنون یہ لوگ ذوات مقدسہ ہیں۔ زندگی اور موت میں برابر ہیں۔ ان کی موت کے بعد بھی ان سے حیات کی طرح عجیب وغریب معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عالم الغیب ہیں اور مشرق ومغرب میں ہونے والے حوادث سے باخبر ہیں۔

حضرت علی مظہر العجائب ہیں اور مظہر صفات خداوندی ہیں۔ اللہ کی اطاعت اور رسول اکرمؐ کی تعلیم اور رہنمائی کی وجہ سے آپ کے اندر اتنے صفت پیدا ہو گئے تھے کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے۔ حیدر کرارؑ مشکل کشا کی سیرت وکردار، فضائل وشمائل معجزات و کرامات کو اٹھانے، چھپانے اور جھٹلانے کی ناپاک سعی ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے مگر ضرغام حق ضیغم الٰہی اسداللہ غالب دنیا کے ہر دور میں مظہر العجائب ہی رہے ہیں۔ چند معجزات جناب امیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان معجزات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے مولا نے کہاں کہاں اور کس کس کی کس کس حالت میں مدد فرمائی ہے۔

پہلا واقعہ : سندھ کے علاقہ دادو میں قصبہ بینگ واقع ہے جو جہان گاراں سے ۱۲ میل اور سہون شریف سے تقریباً ۳۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس علاقہ تک کوئی پکی سڑک نہیں ہے۔ سارا علاقہ تقریباً کوہستانی ہے۔ مسافر، مسافرت پیدل یا اونٹ کے ذریعہ طے

کرتے ہیں۔

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے واعظ مولانا سید محمد عارف صاحب قبلہ نے مارچ ۱۹۳۲ء میں اپنے تبلیغی دورہ کے دوران بچشم خود اس قصبہ کے حالات حسب ذیل الفاظ میں تحریر کئے ہیں۔ جس کو علامہ آغا مہدی صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب "لال شہباز قلندر" کے اندر درج کیا ہے۔ قصبہ مینگ کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام یہاں خود تشریف لائے تھے۔ ایک کافر سنگ نامی ظالم و جابر حکمراں تھا۔ اس کی زمین میں ایک کنواں تھا جس سے وہ اپنی زمینوں کی کاشت کرتا تھا۔ اس کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے جو ڈول تھا اس کو ۱۰۰ آدمی مل کر کھینچتے تھے۔ کوئی آدمی ذرا سی بھی اپنے کام میں غفلت کرتا تھا تو اس کو بڑی بے رحمی سے مارتا تھا۔ مظلوموں کی فریاد سن کر جناب امیرؑ خود تشریف لائے اور تن تنہا ۱۰۰ آدمیوں کا جو کام تھا وہ کیا۔ اس ظالم کو تنبیہ کی اور صدائے تکبیر بلند کی۔ آپ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کافر مکان میں دب کر ہلاک ہو گیا اور کنوئیں کا پانی کنارے تک آ گیا۔ اب تک یہ کنواں باقی ہے۔ اس کنوئیں میں خاص بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کنارے پر کھڑا ہو کر علیؑ علیؑ کی صدا بلند کرتا ہے تو پانی جوش مارنے لگتا ہے۔ مولانا سید محمد عارف صاحب کہتے ہیں کہ میں چند مقامی حضرات کو جمع کرکے اس مقام پر پہنچا اور کنارے کھڑے ہو کر علیؑ علیؑ کی صدائیں بلند کیں تو پانی میں تموج پیدا ہو گیا اور جب ہم خاموش ہو گئے تو پانی اپنی جگہ تھم گیا۔ یہ پانی جاڑے میں اتنا گرم رہتا ہے کہ جیسے نہانے کے لئے پانی درکار ہوتا ہے اور گرمیوں میں سرد رہتا ہے۔ یہ پانی ہمیشہ ایک حال میں رہتا ہے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔ یہ جگہ علیؑ باغ کے نام سے مشہور ہے۔

(الواعظ۔ ۲۴، مئی ۱۹۳۳ء و نمبر ۷ جلد ۱۲)

اس مقام کے متعلق سید غیور حسین نقوی صاحب ساکن قلو جینبر حسن کالونی کراچی نے چشم دید گواہی دی ہے اور اقراری ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس مقام کو دیکھا ہے۔ عراقی حکومت سے درخواست ہے کہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے پکی سڑک کا بندوبست کیا جائے تاکہ عوام آسانی کے ساتھ اس مقام مقدس کی زیارت کر سکیں۔

دوسرا واقعہ: یہ واقعہ نجف اشرف میں بہت مشہور ہے جس کو نجف کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ علامہ جلیل شیخ جعفر بن محمد نجفی الانوار العلویہ ص۳۰۲، طبع نجف اشرف میں رقمطراز ہیں کہ یہ واقعہ ان سے علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا جس کا

ماحصل یہ ہے کہ ایک دفعہ سعودیوں نے نجف اشرف پر حملہ کیا اور اہل نجف تین دن دیوار شہر میں محصور رہے۔ تیسرے روز ایک شہسوار ظاہر ہوا جو کہ بہترین گھوڑے پر سوار تھا تلوار میان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ نورانی چہرہ نقاب کے بادل میں پنہاں تھا جس کے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اٹھ کر فضا کو منور کر رہی تھیں۔ پس انہوں نے سعودیوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور سوائے ایک کے سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس ایک سے کہا کہ تم جاؤ اور اہل شہر کو بتلا دو۔ چنانچہ وہ شخص شہر میں آیا اور لوگوں سے کہا۔

اے لوگو! ہماری ساری فوج کو علیؑ ابن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا۔ صرف مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جا کر تم اہل شہر کو بتا دو۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس پر اس شخص نے جواب دیا مجھ سے حضرت علیؑ نے خود کہا۔

بعض ضعیف العقیدہ لوگوں نے نہ مانا۔ تو کسی عالم دین نے کہا جا کر دیکھو اگر لاشوں پر ایک ہی وار کا نشان ہے تو وہ علیؑ کے قتل کئے ہوئے ہیں۔ جب لوگوں نے جا کر دیکھا واقعی ہر لاش پر صرف ایک ہی وار کا نشان تھا۔ پھر اس عالم نے کہا جا کر یہ بھی دیکھو کہ ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر ہیں یا کم و بیش، اگر برابر ہوں تو یقین کر لینا کہ وہ علیؑ ہی کے مارے ہوئے ہیں۔ جب لاشوں کے ٹکڑوں کو تولا گیا تو ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر نکلے۔ پس لوگوں نے یقین کر لیا۔ ہم سے بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

(جواہر الاسرار، تصنیف سید محمد جواد ہمدانی ص۱۴۹)

تیسرا واقعہ: آنحضرت کے پاس ایک جن بیٹھا تھا جو آپ سے احکام دین کے مسائل دریافت کر رہا تھا اتنے میں علیؑ آئے تو وہ جن گھٹ کر چڑیا کی صورت ہو گیا اور آنحضرت سے عرض کی کہ مجھ کو اس نوجوان سے پناہ دیجئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اس نوجوان سے کیوں ڈرتے ہو؟ اس نے کہا چونکہ میں نے حضرت سلیمان پر سرکشی کی تھی اور سمندروں کی طرف بھاگ گیا تھا اس وجہ سے کوئی مجھ کو گرفتار نہ کر سکا۔ اتنے میں یہ نوجوان ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ ایک حربہ تھا اس نے مجھ کو مارا اور اب تک اس کے لگائے زخم کا نشان باقی ہے۔ (تفسیر برہان ص۹۲۷۔ جواہر الاسرار صفحہ ۱۵۶ از سید محمد جواد ہمدانی)

چوتھا واقعہ: کلکتہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء۔ راجپوتانہ سے یہ حیرت ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ وہاں کے ایک جنگل میں دو شخاص کو ایک شیر نے گھ۔۔۔

تھا قریب تھا کہ شیر جیبٹ کران کو پھاڑ ڈالے مگر ان دونوں آدمیوں نے دور سے علیؑ علیؑ پکارنا شروع کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ شیر ان پر حملہ کرے انھوں نے معمولی سے ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر علیؑ کا پر زور نعرہ لگا کر شیر پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈنڈوں سے مارتے ہوئے دور تک لے گئے اور اس وقت چھوڑا جب یہ شیر ہلاک ہو گیا۔ راجپوتانہ میں ان کے اس تعجب انگیز کارنامہ کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ وہاں سب لوگ یہی خیال کر رہے ہیں کہ ان اشخاص نے علیؑ کے نام سے کامیابی حاصل کی ہے۔ علیؑ ہی نے ان کو نجات دی ہے اور اسی نام کی برکت سے وہ موت کے جنگل سے بچ نکلے ہیں۔ لوگ دور دور سے ان آدمیوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں

(ڈیلی ہیرالڈ۔ کلکتہ۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۲، کالم ۴۔ حاصل شدہ علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا ص۱۰۱)

پانچواں واقعہ: علامہ مجلسی بحار الانوار۔ جلد ۹ صفحہ ۲۸۵ میں روایت کرتے ہیں کہ زید نساج راوی ہے کہ اس کے پڑوس میں ایک نیک سیرت اور عبادت گزار شخص رہتا تھا۔ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا تو یہ شخص کپڑے اتار کر جمعہ کا غسل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بالشت سے زیادہ زخم دیکھا جس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ اس نے مجھ کو کہا ذرا غسل میں میری مدد کرو۔ میں نے کہا نہیں جب تک تم مجھ کو اس زخم کی حقیقت سے آگاہ نہ کرو تب تک میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس نے وعدہ لیا اور کہا میری زندگی میں تم کسی کو یہ قصہ نہ کہنا۔

چنانچہ وہ غسل سے فارغ ہوا اور میرے پاس بیٹھ کر مجھ کو اپنا قصہ سنانے لگا۔ کہا سنو بات یہ ہے کہ ہم دس دوست تھے اور ہمارا مسکن کوفہ تھا۔ مسافروں کو لوٹنا اور نقب زنی ہمارا مرغوب پیشہ تھا۔ رات کو ایک ایک دوست ہم سب کے لئے خورد و نوش کا انتظام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم کھا پی کر ادھر ادھر کھسک گئے اور میں گھر آ کر سو گیا۔ کافی دیر کے بعد میری بیوی نے مجھے جگا کر کہا کہ کل کھانا پکانے کی باری تمہاری ہے گھر میں ایک دانہ تک نہیں آج جمعہ کی رات ہے لوگ زیارت کے لئے نجف جا رہے ہیں جا کر نقب زنی کرو اچھا موقعہ ہے۔ میں اٹھا تلوار لی اور کوفہ سے باہر نجف کے راستہ پر ایک خندق میں چھپ گیا۔ اندھیری رات تھی۔ آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ بجلی چمکی تو مجھ کو دور سے دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے جب وہ قریب آئے تو پھر بجلی کوندی اور میں تلوار لیکر باہر نکلا۔ دیکھا تو عورتیں ہیں ایک بوڑھی دوسری جوان۔ میں نے ان کا راستہ روک لیا اور زیور اتارنے پر مجبور کیا

دونوں نے خاموشی سے زیور اتار دیئے۔ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا اور مجھ کو برائی پر مجبور کیا اور میں نے اس جوان عورت سے بدی کا اظہار کیا۔ بوڑھی عورت کہنے لگی۔ اے بندۂ خدا! ہمارے کپڑے اور زیور لے لے اور ہم کو جانے دے یہ یتیم بچی ہے اور کل اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اس کی قوم کو رسوا نہ کر میں نے اس کو ڈانٹا اور ایک طرف کو دھکیل دیا اور لڑکی کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا لڑکی نے چلانا شروع کر دیا۔ المستغاث بک اللہ ؓ بس۔ جیسے ہی اس نے یا الٰہی مدد یا علی مدد کہا اچانک ایک سوار ظاہر ہوا جس کا لباس سفید تھا اور بدن سے خوشبو پھوٹ رہی تھی اور مجھ سے کہا اس کو چھوڑ دے میں نے کہا جا شکر کر میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ تو بھی بچ کر نہ جاتا میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک مجھ کو دے ماری اور میں غش کھا کر گر پڑا۔ نہ معلوم میں کب تک پڑا رہا البتہ نیم بے ہوشی میں اتنا سنائی دیا کہ اس نے عورتوں سے کہا کپڑے پہنو اور زیور لے کر واپس چلی جاؤ۔ بوڑھی عورت نے کہا آپ کون ہیں؟ خدا آپ پر رحم کرے ذرا ہم کو نجف پہنچاتے جایئے۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں علی ابن ابی طالب ہوں تم واپس چلی جاؤ میں نے تمہاری زیارت قبول کر لی۔"

نوروز عالم افروز

یوم تاجپوشی جناب امیر علیہ السلام

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

عام خیال کیا جاتا ہے کہ نوروز کی عید منانا مجوسی یا صیہونی سنت ہے۔ اس لیئے مسلمانوں کو نوروز منا کر مجوسی یا صیہونی سنت کا احیاء زیبا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نوروز کی اہمیت ان لوگوں میں زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ نوروز کو غلط یا صحیح شایان شان طریقے سے مناتے ہیں۔ خصوصاً مجوسیوں میں اس دن کی عظمت نہایت مسلم اور ناقابل فراموش حقیقت ہے۔

لیکن تاریخ کے بلندی محققین کبھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ مجوسیوں میں اس دن کی اہمیت اور عظمت کا پس منظر صرف اور صرف اس دن کو شمسی سال کی ابتدا ہوتی ہے سورج اپنے ماہانہ بروج کے چکر سے فارغ ہو کر اس دن نئے سال کی بنیاد رکھتا ہے، اور زندگی اپنی دوڑ میں ایک برس اور آگے بڑھ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں مجوسیوں کے پاس کوئی مذہبی عظمت وحرمت کی سند ہے، نہ اہل اسلام مورخین کے پاس کوئی دوسری بات جہاں تک ابتدائے سال ہونے کا تعلق ہے اور نجومی تقویم کا واسطہ ہے تو یہ واضح سی بات ہے کہ وہ لوگ اپنی اس تقویم اور سال نو کا استقبال کرنے میں حق بجانب ہیں جس طرح دیگر اقوام عالم اپنے مراسم میں آزاد ہیں۔ اسی طرح مجوسی بھی پابند نہیں کئے جا سکتے۔

رہا یہ سوال کہ نوروز اور اہل اسلام کا باہمی کیا رشتہ ہے تو یہ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور سمجھنے والی بات ہے۔ کیونکہ یوم اوّل سے اسلام نے کسی قدم پر کہیں تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا

اہل اسلام کو الحکمۃ ضالۃ المومن "دانائی مومن ہی کا گمشدہ سرمایہ ہے" کا سبق دیا گیا ہے۔ اہل اسلام کے لئے کسی ایسی ایک مثال کا تلاش کرنا ممکن ہے جس میں اسلام نے کسی خوبی کو صرف اس جرم میں پھٹکار دیا ہو کہ یہ فلاں قوم کی نسبت یا طریقہ ہے۔

اسلام کی شمع روز اول سے جدل کا مرکزی نقطہ برائیوں اور غلط قسم کے مراسم کا قلع قمع کرنا رہا ہے۔ اور رہے گا۔ انشاء اللہ اسلام کے اس بنیادی اصول کے مطابق اگر ہم کسی اچھائی کو صرف اس لئے ترک کر دیں کہ وہ فلاں قوم کا طریقہ ہے تو یہ ہماری اسلام دوستی نہیں بلکہ اسلام دشمنی ہوگی۔ اور کوئی مسلمان یہ عہدہ لینے کو تیار نہ ہوگا۔

ان حقائق کے پیش نظر اب میں بتلانے لگا ہوں کہ ہم شیعیان آل محمد نوروز کے کیوں قائل ہیں اور اس دن کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں۔

ہمارا مذہبی سرمایہ ایک کھلی کتاب ہے ہم ہر اس روایت کو قبول کرتے ہیں۔ جو بعد از رسولؐ علیؑ اور ان کی مخصوص اولاد کی وساطت سے آنحضورؐ تک پہنچے، اصول روایت کے مطابق ان آئمہ اہلبیتؑ سے منسوب ہونے والی ہر روایت کے متعلق ہمیں اطمینان کامل ہے کہ یہ سلسلہ سند حتماً حضورؐ سے وابستہ ہے۔ ان حضرات کے علاوہ کوئی کتنا مقدس اور محترم کیوں نہ ہو ہمارے لئے قابل تقلید نہیں، خواہ زندگی کا کوئی شعبہ ہو یا کوئی پہلو ہو یا علمی و روحانی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں معیار امامت، دیگر اقوام عالم کی نسبت معیار نبوت کی طرح بہت ارفع و اعلیٰ ہے جس طرح ہم رسول مقبولؐ کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے عقیدہ کے مطابق آپ کی مسند نیابت پر بیٹھنے والا بھی معصوم ہی ہونا چاہیے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جن افراد کو ہم امام مانتے ہیں مسلمانوں کی کوئی تاریخ ان حضرات کی زندگی میں آج تک کوئی نقص نہیں نکال سکتی۔ جبکہ دیگر نہ ماننے والوں کی تاریخ بھی ان کے ماننے والوں کے سامنے ہے ہمیں اپنوں کو ماننے پر ہماری اپنی تاریخ بھی اور نہ ماننے والوں کی تاریخ بھی مجبور کرتی ہے۔ جبکہ دوسروں کو نہ ماننے پر خود انہی کی تاریخ ہمیں انہیں چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اصول دین میں کوئی ایک ایسی حدیث نہیں ملتی جسے زمانہ رسولؐ سے نقل کیا گیا ہو تو ہمیں عصر حاضر کے سیاسی نشیب و فراز اس نتیجہ پر پہنچاتے

ہیں کو ہی پایہ اکرام کتنے رہے ان کے اقوال سے قرار صرف اور صرف کسی سیاسی منصوبہ بندی اور فرقہ وارانہ تعصب کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

بہر نوع میں جو کچھ ہمارے پاک آئمہ نے اہمیت نوروز کے متعلق بتلایا ہے، آج تفصیل سے آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں تاکہ مسلمانان عالم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ نوروز کی اہمیت مجوسیوں کے نزدیک صرف سال نو کی ابتداء ہے اور ہمارے ہاں اس کی عظمت کے بیسیوں اسباب ہیں۔ مختلف ائمہ نے مختلف اوقات میں عظمت نوروز پر حسب ذیل روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ یوم میثاق: اسی دن اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کا اقرار لیا گیا تھا۔

۲۔ یوم آبادی زمین: اسی دن اس معمورۂ ہستی کو انسانی خلافت کے پہلے معصوم قدم سے نوازا گیا۔

۳۔ یوم طلوع آفتاب: یہی وہ دن تھا جب آفتاب جہاں تاب نے صفحۂ ہستی کو اپنی روپہلی کرنوں سے ضیابار کیا تھا۔

۴۔ یوم ابتدائے ہوا: یہی وہ دن ہے جب زندگی کے عنصر ہوا کو وجود بخش کر صفحۂ ہستی کے اطراف و نواح میں پھیلایا گیا۔

۵۔ یوم نجات خلیل: یہی وہ دن ہے جس میں آتش نمرود کے بھڑکتے شعلوں نے خلیل خدا کو اپنی آغوش میں لے کر تاریخی گلکاری کی تھی۔

۶۔ یوم نجات کشتی: یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح کی طوفان زدہ کشتی موجوں کے تلاطم میں ہولناک تھپیڑے کھاتی ہوئی کوہ جودی کے ساحل سے آ لگی تھی۔

۷۔ یوم رد خاتم سلیمان: اسی دن سلطان روئے زمین جناب سلیمانؑ کی گمشدہ اسمی انگشتری آپ کو واپس مل گئی تھی۔

۸۔ یوم حیات قوم نبی: اسی دن تیسرے پارہ میں ذکر کیے جانے والے نبی کی وہ قوم زندہ ہوئی تھی جو ایک مرتبہ موت کی تلخیاں دیکھ چکی تھی اور جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔

۹۔ یوم بعثت: اسی دن آنحضورؐ نے قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا کا پہلا تاریخی اعلان کیا تھا۔

۱۰۔ فتح بُرام: یہی وہ دن ہے جس میں مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے بحکم سلطان عالم قوم جن سے جہاد کیا اور فتح و ظفر نے قدم چومے

۱۱۔ یوم کسر اصنام: یہی وہ دن ہے جس میں مولود کعبہ نے عالم اسلام کے قبلہ کو مہر نبوت پر سوار ہو کر بتوں سے پاک کیا۔

۱۲۔ یوم غدیر: یہی وہ دن ہے جس میں تاجدار اُمت نے حجۃ الوداع سے واپسی پر ہزاروں کے مجمع میں خلافت علی ابن ابی طالب کا اعلان فرمایا تھا۔

۱۳۔ یوم خلافت ظاہریہ: یہی دن تو تھا جس میں جمہوری حکومت کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی تھی اور چار و ناچار مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

۱۴۔ یوم فتح نہروان: یہی وہ دن ہے جس میں وارث مسند نبوت نے جنگ نہروان فتح کی تھی۔

۱۵۔ یوم ظہور قائم: یہی وہ دن ہے جس میں محروم میراث اور مظلومہ امت ام الحسنین کا گیارھواں لال قصر ظلم و جور کی بنیادیں اکھیڑنے کی خاطر پردۂ غیب سے باہر آئے گا۔

۱۶۔ یوم موت دجال: یہی وہ دن ہے جس میں دجال امام منتظر کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچیگا۔

مولائے کائنات نے فرمایا

(۱) یہ انسان کتنا عجیب ہے جو چربی سے دیکھتا ہے۔ گوشت کے ٹکڑے سے باتیں کرتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

(۲) جب دنیا کسی طرف رُخ کرتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں اُسے اُدھار دے دیتی ہے اور جب اُس سے پیٹھ پھیرتی ہے تو اُس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

(۳) جس کی رفتار کو عمل نے سست کر دیا ہو، نسب اُس کی رفتار کو تیز نہیں کر سکتا۔

(۴) اے ابنِ آدم! جب تو دیکھے کہ تیرا پاک پروردگار تجھے پے در پے نعمتیں عطا کیے جا رہا ہے حالانکہ تو اُس کی نافرمانی کر رہا ہے تو (اُس کی گرفت سے) ہوشیار ہو جا۔

(۵) آپؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:- "ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ (یعنی) صبر، یقین، عدل اور جہاد پر۔ ان میں سے صبر کے چار شعبے ہیں۔ شوق، خوف، زہد اور ترقب۔ چنانچہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ نفسانی خواہشات کو بھول جائے گا، اور جسے دوزخ کی آگ کا خوف ہوگا وہ محرمات سے بچا رہے گا، اور جو دنیا سے بے رغبتی (زہد) اختیار کرتا ہے، وہ مصیبتوں کو آسانی سے برداشت کر جاتا ہے۔ اور جو موت کا منتظر رہتا ہے وہ کارہائے خیر کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔

(نہج البلاغہ)

علامہ اقبال حضرت علی علیہ السلام کے حضور میں

اردو فارسی ادب کی تاریخ میں علامہ اقبال (مرحوم) کی شخصیت ایک ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام آج بھی دنیائے ادب میں لازوال اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کو ائمہ معصومین علیہ السلام سے بہت عقیدت تھی۔ آپ نے اپنے کلام بلاغت نظام کے ذریعہ جگہ جگہ دنیا والوں کو ان عظیم الشان شخصیتوں کی زندگی سے درس اور سبق کا راستہ دکھایا ہے آپ عاشقان حضرت علی علیہ السلام تھے۔

علامہ اقبال کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام مذہب عشق کے رکن اعظم ہیں۔ اور ان کا سینہ اسرار الٰہیہ کا محفوظ خزینہ ہے۔ در حقیقت ڈاکٹر صاحب حضرت علی علیہ السلام کے عشق خدا اور رسول اور خدمات اسلامی کی بناء پر اس قدر معتقد صادق ہیں کہ راہ ہدایت کے ذرائع میں انہیں آنحضور صلعم اور ان کی ذات ستودہ صفات کے علاوہ کوئی تیسرا دکھائی ہی نہیں دیتا آپ کو محبت تمام اصحاب رسول صلعم سے ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام سے خصوصی محبت تو آنحضور صلعم کی محبت کے ساتھ عشق کی معراج پر پہنچ گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں تھی چنانچہ اسی محبت کے فیض کی بدولت آپ نے اپنے فقر [illegible] کی اور خشک نان جویں پر زندگی گزارتے ہوئے تمام غزوات میں اپنے خد[illegible] طاقت ور ہاتھ میں ذوالفقار سنبھالے دین حق کے اثبات اور دین باطل کے ابطال میں مصروف رہے لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ دنیا میں جو کی روٹی کھاتے ہوئے اپنے فقر کا خیال نہ کرے اور مالک حقیقی سے محبت کا رشتہ جوڑ کر اثبات حق کے لئے کوشاں رہے۔

آپ بھی علامہ موصوف کے کلام سے باخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے جگہ جگہ شعاً کے لئے حیدری نعرہ لگاتے ہوئے عالم انسانیت کو کیا کیا درس دیا ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق کبھی سوز و سرود انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

مسلم اوّل شہ مرداں علی عشق را سرمایۂ ایماں علی

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد پسر

جہاں سے بٹتی تھی اقبال روح قنبر کی ہمیں بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے
ہمیشہ وردِ زباں ہے علی کا نام اقبال کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینے سے

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال یہ گنہگار بوترابی ہے

فیض اقبال ہے اسی در کا بندہ شاہ لافتیٰ ہوں میں

نجف میرا مدینہ ہے، مدینہ ہے مرا کعبہ میں بندہ اور کا ہوں امتِ شہِ والا ہوں

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

ہر کہ دانائے رموزِ زندگیست سرِّ اسمائے علی داند کہ چیست

مرسلِ حق کرد نامش بوتراب حق ید اللہ خواند در امّ الکتاب

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب باز گرداند ز مغرب آفتاب

یہ ہے اقبال فیضِ ذکرِ نامِ مرتضیٰ جس سے نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر مرگِ پورِ مرتضیٰ چیزے دگر

مرے لئے ہے فقط زورِ حیدری کافی ترے نصیب فلاطوں کی تیزیٔ ادراک

شیرِ حق ایں خاک را تسخیر کرد ایں گلِ تاریک را اکسیر کرد

مرتضیٰ کز تیغِ او حق روشن است بوتراب از فتح اقلیمِ تن است

می شناسی معنیٔ کرار چیست ایں مقامی از مقاماتِ علی است

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللّٰہی وہی مرحبی وہی عنتری

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم

از خود آگاہی ید اللّٰہی کند از ید اللّٰہی شہنشاہی کند

تنِ خاکی کے خیبر کو کیا اکسیر حیدر نے اسی سے بوذری ہے یہ اکسیر حیدر نے

علی جس کی تلوار نے جہاں میں حق کو چمکایا ہوا جب فاتحِ تن بوتراب اس وقت کہلایا

پیش او نہ آسماں نہ خیبر است — ضربت او از مقام حیدر است

ہزار خیبر و صد گونہ اژدر است اینجا — نہ ہر کہ نانِ جویں خورد حیدری داند

وہ شمع بارگہ خاندانِ مرتضوی — رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھکو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی — بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھکو

نعرۂ حیدر نوائے بوذر است — گرچہ از حلقِ بلال و قنبر است

ہے اسکی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا — تفضیلِ علی ہم نے سنی اسکی زبانی

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر — کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلبیت — ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدر مجھے

ہوں مریدِ خاندانِ خفتۂ خاکِ نجف — موجِ دریا آپ لیجائیگی ساحل پر مجھے

زیر پاش اینجا شکوہِ خیبر است — دستِ او آنجا قسیمِ کوثر است

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری — مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دین او، آئین سوداگری است — عنتری اندر لباسِ حیدری است

کور را بینندہ از دیدار کن — بولہب را حیدرِ کرار کن

حکمِ حق را در جہاں جاری نکرد — نانے از جو خورد و کراری نکرد

با وطن پیوست و از خود در گزشت — دل بہ رستم داد و از حیدر گزشت

امیرِ قافلہ سخت کوش و پیہم کوش — کہ در قبیلۂ ما حیدری ز کراری است

گہے باحق در آمیزد گہے باحق در آویزد — زمانے حیدری کردہ زمانے خیبری کردہ

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن — اس زمانے میں کوئی حیدرِ کرار بھی ہے

یہ عقل کی روباہی یا عشقِ یداللّٰہی — یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ

جمالِ عشق و مستی نے نوازی — جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر — زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی

امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل — نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

خدا نے اس کو دیا ہے شکوہِ سلطانی — کہ اس کے فقر میں ہے حیدری و کراری

مقصد ہے کہ مجمی پہ کھلی ان کی زباں — یہ تو آگاہ ہے تجھ کو بھی بڑا کہتے ہیں

سینۂ پاک علی جن کا امانت دار تھا — اے شہ ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار سے

کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبالؔ — مریدِ پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا!

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی — بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللّٰہی

فالنامہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

یہ فالنامہ حضرت علی علیہ السلام سے منسوب ہے۔ فال دیکھنے والے کو چاہیے کہ باوضو ہو کر سورہ فاتحہ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پر فتوح کو پہنچا دے اور مندرجہ ذیل نقشہ میں کسی ایک خانہ پر انگلی رکھے اور نیچے اس کا حال معلوم کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام	حضرت شیث علیہ السلام	حضرت ادریس علیہ السلام
حضرت صالح علیہ السلام	حضرت ابراہیم علیہ السلام	حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام
حضرت یعقوب علیہ السلام	حضرت یوسف علیہ السلام	حضرت شعیب علیہ السلام
حضرت ایوب علیہ السلام	حضرت خضر علیہ السلام	حضرت داؤد علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام ۔ اے صاحب فال جو نیت تیرے دل میں ہے اس سے خوشی حاصل ہوگی مراد دلی بر آوے گی الزام سے بری ہوگا۔ محبوس رہائی پاوے گا۔ درجات میں ترقی ہوگی۔ بشرطیکہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت شیث علیہ السلام اے صاحب فال جان کہ تیری فال حضرت شیث علیہ السلام کے نام پر آئی ہے خصومت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے سفر اچھا نہیں چند یوم صبر کر۔ مقصود یہ جستجو حاصل نہیں ہوگا۔ چاندی اور صدقہ دے تا کہ مشکل حل ہو۔

حضرت ادریس علیہ السلام جو نیت تم نے کی ہے اس سے فائدہ حاصل ہوگا خوشی حاصل ہوگی۔ سفر کرنا مفید ہے۔ تجارت سے فائدہ ہوگا۔ سفر میں جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر۔ اسی میں بہتری ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام تیرا مقصود چند یوم تک حاصل ہوگا فی الحال صبر کر شب جمعہ کو فقیر کو باؤ بھر آٹا دیوے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تیری نیت بر آوے گی مراد حاصل ہوگی۔ سفر و تجارت میں فائدہ ہوگا۔ عبادت خدا میں مشغول ہو تا کہ مدعا جلد حاصل ہو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام صبر سے کام لے کہ اسی میں فائدہ ہے۔ چند یوم کے بعد مدعا حاصل ہوگا یک مرغ یک رنگ دوشنبہ کو اپنے پر تصدق کر تا کہ مشکل حل ہووے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جو نیت تیرے دل میں ہے تھوڑے عرصہ تک بر آوے گی۔ انجام بخیر ہوگا۔ معشوق تجھے کچھ عرصے بعد ملے گا۔ صدقہ تیل ماش کا دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام مراد بر آوے گی۔ کوشش جاری رکھ تا کہ مقصود حاصل ہونے میں آسانی ہو نماز میں تاخیر نہ کر یہ وجہ رکاوٹ ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جو نیت دل میں ہے اس سے باز رہ۔ آخر نتیجہ پشیمانی ہے جس سے تو دوستی رکھتا ہے وہ دشمن ہو جاتا ہے تین یوم تک زبان کو روک تا کہ تیری دستگیری کا باعث ہو۔ توکل خدا پر رکھ۔ اگر کوئی بیمار ہے تو اسے بہت خطرہ ہے حسب مقدور صدقہ دے تا کہ شفا پائے۔

حضرت ایوب علیہ السلام مراد دلی حاصل ہوگی۔ انجام نیک ہوگا نماز میں سستی نہ کر۔

حضرت خضر علیہ السلام تیری فال ستارہ عطارد سے تعلق رکھتی ہے۔ سخت وقت کا ہاتھ کٹ جائے گا فکر نہ کر۔ نحوست دور ہونے والی ہے۔ اگر غائب ۲۵ یوم میں نہ آئے واپس تو آنا یہ دشوار ہے۔ سفر و تجارت کرنا نیک نہیں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جس کام کو چاہتا ہے اس کے درپے ہو مبارک ہوگا بادشاہ اور بزرگ تجھ پر مہربان ہونگے۔ بیمار شفا پاوے گا۔ سفر و تجارت سے فائدہ کلی ہوگا۔ غائب مل جاوے گا گم شدہ چیز مل جائیگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام جلد مراد حاصل ہوگی۔ فائدہ حاصل ہوگا پنجشنبہ کو شیرینی سوا گز کپڑا سبز ایک انگشتری چاندی کی تھال میں رکھ کر علی الصبح جو فقیر آوے اس کو بیٹھ کر کھانا کھلا کر یہ چیزیں اسے دے دے مراد چند روز تک حاصل ہوگی۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام مراد چند یوم تک حاصل ہوگی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہایت صاحب قسمت ہے۔ دل بہت نیک ہے۔ آسودگی جلد حاصل ہوگی۔
خوشتر دیکھے فکر و رنج سے نجات ملے گی۔ ہر کام میں فائدہ حاصل ہوگا۔

نادِ علی

نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِی النَّوَائِبِ
كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِی بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ

ـــ از افادات جناب میر محمود علی صاحب لائق مرحوم (حیدرآباد دکن)

"نادِ علی" کے خواص و عجائب و غرائب بے شمار ہیں۔ اہل معرفت نے اس کے فوائد سات سو تک تحریر کئے ہیں بعض عاملین نے اس پر مخصوص رسائل لکھے ہیں کچھ علمائ کا خیال ہے کہ اس میں اسم اعظم ہے۔ جس جائز کام کے لئے باشرط پڑھے گا تو انشاءاللہ اس کی مراد پوری ہوگی۔ لیکن اگر خلاف شرع کام کے لئے پڑھے گا تو بلاؤں میں گرفتار ہوگا۔

شرائط و ترکیب عمل

عامل کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ وہ کم از کم واجبات دینی پر عمل کرنے والا اور محرمات کا تارک ہو۔ قدرت و حکمت خداوند عالم پر یقین کامل رکھتے ہوئے عمل کو اس کے شرائط و ترکیب کے ساتھ شروع کرے انشاءاللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ اگر بفرض محال کامیاب نہ ہو تو یہ یقین کرے کہ اس امر کے پورا نہ ہونے ہی میں بہتری تھی۔

اوقاتِ معینہ برائے عمل

(۱) زیادتی رزق، وسعت ہمت ظاہر و باطن کے لئے جب چاند کسی سعد برج میں ہو تو ابتدائے ماہ (یعنی پہلی سے چودھویں رات تک) میں یہ عمل شروع کیا جائے۔
(۲) محبت خلائق کے لئے جمعہ کے روز ابتدائے ماہ تا چودھویں رات تک شروع کرے۔
(۳)۔ دشمنوں کی زبان بندی کے لئے ہفتے یا اتوار کے روز شروع کرے۔
(۴) دشمنوں کی گرفتاری اور ظالموں کی ہلاکت کے لئے "منگل یا بدھ" پندرہ تاریخ سے آخر ماہ تک شروع کرے۔
(۵) دعوتِ کبیر یعنی روزانہ ۳۱۰ مرتبہ پڑھنا
(۶) دعوتِ صغیر یعنی روزانہ ۱۱۰ مرتبہ پڑھنا
(۷) عمل شروع کرنے سے پہلے "یَا اللّٰهُ حَمَدِیُ مِنْ عِنْدِكَ مَدَدِیُ وَعَلَیْكَ مُعْتَمَدِیُ" پڑھنا۔
(۸) بعد ختم عمل پانچ مرتبہ پڑھے یَا اَبَا الْغَیْثِ اَغِثْنِیُ یَا عَلِیُّ اَدْرِكْنِیُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پڑھنا۔

نقشِ نادِ علی

تمام بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت، جنگ میں فتح۔ دشمن پر کامیابی سحر و جادو سے حفاظت اور ہر دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہونے کے لئے یہ نقش اپنے پاس رکھے:۔

ناد	علیاً	مظهر	العجائب	تجده	عونالک	فی النوائب	کل هم
علیاً	مظهر	العجائب	تجده	عونالک	فی النوائب	کل هم	وغمّ
مظهر	العجائب	تجده	عونالک	فی النوائب	کل هم	وغمّ	سینجلی
العجائب	تجده	عونالک	فی النوائب	کل هم	وغمّ	سینجلی	بنبوتک
تجده	عونالک	فی النوائب	کل هم	وغمّ	سینجلی	بنبوتک	یا محمد
عونالک	فی النوائب	کل هم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک
فی النوائب	کل هم	وغمّ	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی
کل هم	وغم	سینجلی	بنبوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	یا علی

۹ - برائے زیارت آنحضرت و آئمہ معصومین علیہم السلام بعد نافلہ نماز عشا غسل کر کے پاک اور نیا لباس پہنے خوشبو لگائے اور شروع ماہ میں (پہلی سے چودھویں شب تک) کسی شب جمعہ کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے۔

۱۰ - برائے تحصیل علم و انشراح صدر و عطائے علم لدنی و اسرار غیب، جبکہ چاند برج جوزا یا سنبلہ میزان یا قوس یا حوت میں ہو روزانہ ۷۷ مرتبہ پڑھے یا ہر صبح ۱۴۰ مرتبہ

۱۱ - برائے شفائے مرض لاعلاج (۱) جبکہ چاند برج جوزا یا حمل یا اسد یا میزان یا قوس یا دلو میں ہو تو ۷ مرتبہ آب باراں یا آب چاہ پر پڑھ کر مریض کو پلائے۔

(۲) - ہر روز ناد علی دس مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے تمام لاعلاج امراض سے شفا ہوگی (۳) اگر بعد نماز عصر ۲۵ مرتبہ پڑھے کبھی بیمار نہ ہوگا۔

(۴) - بعد نماز مغرب ۲۸ مرتبہ پڑھنا تمام بیماریوں کا علاج ہے

۱۲ - لاعلاج بخار کے لئے چینی کے سفید پیالے پر مشک زعفران اور گلاب سے لکھے اور آب باران یا پاک پانی سے دھو کر پلائے۔

۱۳ - برائے علاج ناسور، روزانہ چالیس مرتبہ پڑھ کر ناسور پر دم کرے۔

۱۴ - سانپ اور ہر قسم کے زہر کا اثر دور کرنے کے لئے مشک و زعفران و گلاب سے کاسہ چینی پر لکھ کر آب باراں سے دھو کر اس پر بارہ مرتبہ ناد علی پڑھ کر پلائیں یا سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں۔

۱۵ - سحر و جادو کے اثر کا زائل ہونا، باولی (بڑے کنوئیں) کے پانی پر سات مرتبہ دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں، یا ستر مرتبہ سات باولیوں کے پانی پر دم کر کے پلائیں اور اسی سے غسل کرائیں۔ یا ہر مرتبہ بعد نماز عشا ۲۲ بار پڑھیں اور اگر کسی بچے کو آسیب ہو گیا ہو تو گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس پر پھونک دیں۔

۱۶ - نظر بد سے حفاظت کے لئے تین دن تک روزانہ ہیس مرتبہ پڑھے یا قبل طلوع آفتاب تین مرتبہ پڑھے۔

۱۷ - برائے دفع فقر و درویشی و حصول مال و دولت، صبح بیدار ہو کر بغیر کسی سے بات چیت کئے ننانوے مرتبہ پڑھے۔

۱۸ - برائے حفاظت از ہجوم دشمنان و خطرات، پاک مٹی پر سات مرتبہ پڑھ کر ان کی طرف ہوا میں اڑا دے یا روزانہ بوقت صبح ستر مرتبہ پڑھا کرے۔

۱۹ - برائے اطاعت دشمنان و مخالفان ۷ دن تک روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے یا اگر صرف ستر مرتبہ پڑھے تو دشمن کی نظر سے پوشیدہ رہے گا یا دس روز تک روزانہ ہزار مرتبہ پڑھے یا اگر روزانہ ستر مرتبہ پڑھے تو دشمنوں اور خبیثوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ یا ایک ہزار ساٹھ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے دشمن کو پلائے تو پھر وہ بدی پر قادر نہ ہو سکے گا۔ یا ۳۲ مرتبہ مٹی پر پڑھ کر دشمن پر ڈالے تو وہ دشمن مقہور و ذلیل ہو گا۔ یا صرف تین مرتبہ پڑھ کر دشمنوں میں چلا جائے ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

۲۰ - دشمن کو دوست بنانے کے لئے، روز جمعہ پہلی ساعت میں ۴۶ مرتبہ پڑھ کر اس سے کلام کرے۔

۲۱ - تہمت سے نجات اور حصول نیک نامی کے لئے ہر صبح چالیس مرتبہ پڑھے۔

۲۲ - برائے رفع رنج و غم روزانہ ایک سو دس بار پڑھے۔

۲۳ - سخت و دشوار کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہزار مرتبہ پڑھے

۲۴ - حصول دولت و حشمت و عزت ۱½ ہزار مرتبہ پڑھے یا روزانہ ۹ امرتبہ یا دس مرتبہ یا پانچ سو مرتبہ پڑھے

۲۵ - مقاصد میں کامیابی کے لئے چھ دن تک روزانہ سو مرتبہ یا پانچ دن تک روزانہ چار سو مرتبہ پڑھے

۲۶ - سلاطین و حکام کے غصہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس کی غیبت میں ستر مرتبہ اور سامنے تین مرتبہ یا صرف اس کے سامنے سات مرتبہ۔

۲۷ - سلاطین و حکام کی نظر میں عزت پانے کے لئے روزانہ سو مرتبہ۔

۲۸ - کامیابی قاصد کے لئے اس کے کان میں صرف تین مرتبہ لیکن اس مقصد کے لئے جب قمر برج حمل، جوزا، سرطان سنبلہ میزان قوس، جدی، حوت میں ہو تو ناد علی کا ورد پہلے شروع کرے۔

۲۹ - کسی کام میں ثابت و قائم رہنے کے لئے روزانہ دس مرتبہ پڑھے

۳۰ - زیادتی عشق و محبت کے لئے روزانہ ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ۷۴ مرتبہ یا ستو مرتبہ پڑھ کر پاک مٹی پر دم کرے۔ اور جس شخص کو دوست بنانا چاہتا ہو اس کے نام سے پانی میں ڈالے وہ دوست

ہو جائے گا۔ یا انگور و کشمش پر سات سو مرتبہ پڑھ کر کسی کو کھلائے وہ اس کی محبت میں دیوانہ و پاگل ہو جائے گا۔ یا پان پر سات مرتبہ پڑھ کر کھلائے یا اگر زوجہ پہلی تاریخ جمعہ کے روز ۴۷ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور شوہر سے بات کرے تو وہ محبت سے بے قرار ہو گا۔ یا جمعہ کی پہلی ساعت میں ستر مرتبہ خوشبو پر پڑھ کر اپنے محبوب کو دے وہ اس خوشبو کو استعمال کرے تو وہ اس کی محبت میں بے قرار ہو گا۔ یا اگر کوئی شخص کسی دوست کو حاضر کرنا چاہتا ہو تو اس کے اور اس کی ماں کے نام کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھے فوراً حاضر ہو گا۔

۳۱ ۔ دشمنوں کی ہلاکت و بربادی کے لئے روزانہ بیس مرتبہ پڑھے

۳۲ ۔ دو غیر مسلم افراد میں دشمنی کے لئے دس روز تک روزانہ پانچ مرتبہ یا آٹھ روز تک روزانہ بیس مرتبہ یا چولہے کی مٹی پر اکتالیس مرتبہ پڑھ کر ان پر ڈالے آپس سے جدا ہونگے۔

۳۳ ۔ مخالفوں کی زبان بندی کے لئے روزانہ دس مرتبہ دس دن تک پڑھے

۳۴ ۔ منافقوں اور ظالموں کی ذلت و خواری کے لئے روزانہ صبح ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے

۳۵ ۔ مخالفین کا خوف و ہراس دل سے دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ پڑھے

۳۶ ۔ غیر مسلم دشمن کی ہلاکت یا بیمار کرنے کے لئے کھڑے ہو کر خط کھینچے اور اس خط پر ایک سو مرتبہ اس دشمن کے نام سے پڑھے یا سات روز روزانہ ستر مرتبہ

۳۷ ۔ دشمنوں کے مجمع کی پریشانی کے لئے تین روز تک روزانہ ۷۵ مرتبہ پڑھے

۳۸ ۔ دشمن کے مقہور ہونے کے لئے پانچ روز تک روزانہ ایک سو مرتبہ پڑھے

۳۹ ۔ دشمن کی ذلت کے لئے روزانہ سو مرتبہ چھ دن تک پڑھے

۴۰ ۔ طلب دولت و اقبال و دفع دشمن کے لئے روزانہ پانچ سو مرتبہ یا دفع شر دشمن کے لئے روزانہ ستر مرتبہ دس دن تک پڑھے

۴۱ ۔ قتل دشمن کے لئے ایک ہفتہ تک ستر مرتبہ روزانہ پڑھے

۴۲ ۔ دشمنوں کی خرابی کے لئے روزانہ سو مرتبہ ۳۰ دن تک یا روزانہ ڈیڑھ سو مرتبہ پڑھے

۴۳ ۔ نظر خلائق و دشمن سے پوشیدہ رہنے کے لئے وقت ضرورت ستر مرتبہ پڑھے

۴۴ ۔ شجاعت و دلاوری کی زیادتی و بزدلی دور کرنے کے لئے روزانہ ۵۰ مرتبہ بیس دن پڑھے

۴۵ ۔ فتح شہر و بلاد کے لئے پانچ روز تک روزانہ چار سو مرتبہ پڑھے

۴۶ ۔ قلعہ کی فتح کے لئے ہر صبح ستر مرتبہ پڑھے

۴۷ ۔ آسانی مہمات کے لئے۔ ہزار مرتبہ پڑھے

۴۸ ۔ ہر امر مشکل کے لئے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص امر مشکل کے لئے ورد کرے تو آسان ہو گا۔ یا بعد غسل پاک صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر دو رکعت نماز قاضی الحاجات پڑھ کر بخور جلاتے ہوئے ایک ہزار ۱۸ مرتبہ نادعلی پڑھے۔ اور پروردگار عالم سے اپنی حاجت طلب کرے فوراً پوری ہو گی یا بروز ہفتہ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر ۱۲ مرتبہ نادعلی پڑھے اور سجدے میں جا کر اپنی حاجت طلب کرے یا حصول مقصد کی نیت سے روزانہ چوبیس مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ پڑھے یا روزانہ ایک سو ستر مرتبہ پڑھا کرے۔

۴۹ ۔ قیدی کی رہائی کے لئے روزانہ ایک سو ساٹھ مرتبہ یا خود قیدی روزانہ گیارہ سو تیرہ پڑھے

۵۰ ۔ بسلامت سفر سے واپسی کے لئے، قبل سفر غسل کر کے دو رکعت نماز بجا لائے اور نادعلی ۱۲ مرتبہ پڑھ کر سفر کو روانہ ہو یا مسافر کے بسلامت سفر سے واپسی کے لئے کوئی شخص روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔

۵۱ ۔ وسعت رزق و حصول اولاد و تحصیل مقاصد دینی و دنیوی کے لئے اتوار کے دن نیک ساعت میں ابتدا کرے اور روزانہ ۴۱ دن تک وقت مقررہ پر ۴۱ مرتبہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ هَمِّيْ وَكَشِفْ غَمِّيْ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ يَا غَوْثَاهُ يَا غَوْثَاهُ وَاقْضِ لِيْ حَاجَتِيْ بِحَقِّ قُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَقِّ نَبِيِّ الْكَرِيْمِ وَ وَلِيِّكَ وَ اٰلِهِ الْمَعْصُوْمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یا ستر دن تک روزانہ ۱۲ مرتبہ یا دس دن تک روزانہ ایک ہزار مرتبہ یا توسیع رزق و بلندی مرتبہ کے لئے روزانہ صبح کو دو مرتبہ پڑھے۔ یا ہر صبح کو اٹھارہ مرتبہ جبکہ قمر برج حمل یا جوزا یا سنبلہ یا اسد یا میزان یا قوس یا حوت میں ہو تو شروع کرے

۵۲ ۔ برائے طلب اولاد، کاسہ چینی پر زعفران و گلاب سے نادعلی لکھ کر پاک پانی سے دھو کر پلائیں

۵۳ ۔ فتوح غیبی و سعادت دنیوی و آخروی کیلئے اٹھارہ روز تک ۲۵ مرتبہ پڑھے

فوائد نادِ علی بحوالۂ علامہ کاشانی

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہُ عوناً لک فی النوائب کل ھمٍ وغمٍ سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی اور ان کلمات میں متعدد خواص ہیں۔ ۱۔ ایسی جگہ گرفتار ہو کہ عاجز ہو رہا ہے۔ تو اس مقصد کے لئے خاک پر سات بار پڑھ کر ان لوگوں کی جانب پھینکے جنہوں نے گرفتار کیا ہو۔ کوئی ضرر ان سے نہ پہنچے گا۔ ۲۔ جو شخص دشمنوں سے خائف ہو تو روزانہ ۲۷ مرتبہ پڑھا کرے ۳۔ سات مرتبہ نادِ علی پانی پر جو سات کنوؤں کا ہو پڑھ کر سحر زدہ کو غسل کرائیں اور قدرے پلائیں جادو باطل ہوگا۔ ۴۔ جس شخص کو زہر دیا گیا ہو تو ان کلمات کو مشک و زعفران سے چینی کے برتن پر لکھ کر اکیس مرتبہ پڑھے اور دھو کر پلائے ۵۔ لاعلاج مرض کے لئے اٹھارہ مرتبہ پانی پر پڑھ کر مریض کو پلایا جائے۔ ۶۔ کسی بھی امر اہم اور رنج دور کرنے کے لئے ہزار مرتبہ پڑھے ان شاء اللہ رنج دور اور مہم سر ہو۔ ۷۔ جس پر کوئی غضبناک ہو تو وہ شخص اکتر بار پڑھ کر اس کے پاس جائے ورنہ بار اپنے اوپر بھی پڑھے بحکم خدا اس کا غصہ مبدل بخوشی ہو۔ ۸۔ سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے لئے اس کے کان میں تین مرتبہ پڑھیں۔ اس کی شفاعت ان شاء اللہ مقبول ہو۔ ۹۔ اول ساعت روز جمعہ ۱۲ مرتبہ یہ کلمات پڑھے جس سے ملے گا اس کا دوست ہو جائے گا۔ ۱۰۔ غلط طور پر متہم کیا جانے والا ان کلمات کو روزانہ ۴۰ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے بحکم خدا تہمت اس سے دور ہو۔ ۱۱۔ بے خوابی کی شکایت ہو تو قبل نماز جمعہ ۲۵ مرتبہ پڑھے۔ ۱۲۔ برائے غنا و مالداری، صبح شام بارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۳۔ برائے زیادتی دولت و حشمت روزانہ ۲۱ مرتبہ ۱۴۔ دشمن پر کامیابی کے لئے روزانہ سترہ مرتبہ۔ ۱۵۔ وقت ضرورت چشم دشمنان سے پوشیدہ ہونے کے لئے اٹھارہ مرتبہ پڑھے۔ ۱۶ برائے زبان بندی اعدا دس دن روزانہ دس بار پڑھے۔ ۱۷ ہر مراد کو پہنچنے کے لئے روزانہ ۴۶ بار پڑھے ۱۸۔ شفائے امراض کے لئے ستائیس بار پڑھے۔ ۱۹۔ برائے چشم زخم و عقد اللسان روزانہ تین روز تک بیس بیس مرتبہ پڑھے۔ ۲۰۔ کشف کنوز کے لئے ۴۰ روز ۴۰ بار روزانہ پڑھا کرے۔ اگر رات کو وقت خواب پڑھے تو خواب ہی میں خزانے کے مقامات کو دیکھے ۲۱۔ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھنے کے لئے روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔

۲۲۔ دفع اعدا قتل و دشمنان کے لئے آٹھ روز روزانہ سترہ مرتبہ پڑھے ۲۳۔ قیدی کی رہائی کے لئے سات روز روزانہ سولہ مرتبہ پڑھے خلاصی پائے۔ ۲۴۔ برائے حفاظت دشمنان۔ ۲ روز تک روزانہ ۱۸ مرتبہ پڑھ کر ان کے مقابل پھونکے۔ ۲۵۔ حصول علوم کے لئے۔ ۲۰ دن وقت نماز صبح ہر روز پڑھے۔ ۲۷۔ فتوح بلاد و امصار کے لئے پانچ روز تک ۴۰ بار پڑھے۔ ۲۸۔ رفعت درجات و قبول سلاطین چھ روز سو مرتبہ پڑھے۔ ۲۹۔ حصول عزت و شوکت کے لئے روزانہ بیس مرتبہ پڑھے۔ دشمن کو مکان سے آوارہ کرنے کے لئے ۲۰ دن تک روزانہ ۳۰ مرتبہ پڑھے۔ ۳۰۔ دفع اختلاف و عداوت و مخالفت درمیان جماعت کے لئے روزانہ تیس بار بیس دن تک پڑھے۔ ۳۱۔ دشمن کو مقہور کرنے اور اس کی تنگگی کار کے لئے بھی پڑھے۔ ۳۲۔ برائے شجاعت روزانہ ۲۵ بار پڑھے ۳۳ واسطے دل نرمی اعدا کے چھ روز تک روزانہ سو مرتبہ پڑھے۔ ۳۴۔ برائے قضائے حاجت با طہارت ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے ۳۵۔ جو کوئی واسطے مطلب شرعی کے مسجد میں جائے یا خلوت میں اور بارہ مرتبہ یا علی کہے۔ البتہ مطلب پر پہنچے ۳۶ نقش معظم نادِ علی کو باوضو و ادب سے لکھ کر موم جامہ کرکے بازو پر یا گلے میں باندھیں۔ ان شاء اللہ ہر مصیبت دور ہوگی۔

۷۸۶

۱۱۲۸	۱۱۳۲	۱۱۳۵	۱۱۲۱
۱۱۳۴	۱۱۲۲	۱۱۳۷	۱۱۳۳
۱۱۲۳	۱۱۳۷	۱۱۳۰	۱۱۲۶
۱۱۳۱	۱۱۲۵	۱۱۲۴	۱۱۳۶

۳۶۔ زیادتی اقبال و حصول مقاصد کے لئے ۱۴ دن روزانہ ۵۰ مرتبہ پڑھے

علیؑ اور حقوقِ انسانی

حضرت علی ابن ابی طالب نے انسانوں کے حقوق اور انسانی معاشرہ کی خوشحالی اور عظمت انسانیت کے لئے ایسے مستحکم و استوار اصول مقرر کئے اور ایسے نظریات پیش کئے جن کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ انسانی عظمت اور منزلت کے بارے میں مولا کیا ارشاد فرماتے ہیں، سنیئے اور غور کیجیے۔

۱۔ اپنے غیر کے بندے نہ بنو در آں حالیکہ خداوند کریم نے تمہیں آزاد کر دیا ہے۔
۲۔ خبردار ایسی چیزوں سے ترجیحی حقوق نہ چاہو جس میں تمام لوگ برابر کے حقدار ہیں۔
۳۔ وہ گناہ جو ناقابل عفو ہے وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔
۴۔ میں مظلوم کا انصاف اس کے ظالم سے کر کے رہوں گا۔
۵۔ بندگان خدا پر ظلم انتہائی برا ہے۔
۶۔ دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے بھی وہ نہ چاہو جو اپنے لئے نہیں چاہتے۔
۷۔ بدبخت ترین راعی وہ ہے جس کی وجہ سے رعیت مبتلائے بدبختی ہو۔
۸۔ بد خلق کسی افسری کا سزاوار نہیں اور جس کی ایذا رسانی کا تمہیں اندیشہ نہ ہو اسے بھائی بنانے کی کوشش کرو۔

یہ ہیں وہ اصول جو میرے مولا نے حقوق انسانی کے لئے پیش کئے۔ آج کل جتنے، سیاسی و اجتماعی علوم مروج ہیں سب ہی ان اصول و نظریات کے بڑی حد تک موئید ہیں۔ ان جدید اجتماعی علوم کے چاہے جتنے نام رکھے جائیں اور خود کتنی ہی مختلف شکلوں میں پیش کیا جائے سب کی غرض و غایت بس ایک اور فقط ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کو ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھا جائے اور ایسے سماج کی تشکیل کی جائے جو انسان کے حقوق کی بہتر طریقے سے حفاظت کرے اور جس میں انسانی شرافت پوری طرح ملحوظ رہے۔ گفتار و کردار کی آزادی اس حد تک محفوظ ہو کہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔

حالات و کیفیات روزگار سماجی و اجتماعی علوم کی ایجاد میں بہت بڑا اثر رکھتے ہیں۔ یہ حالات و کیفیات روزگار ہی ہیں جو ان اجتماعی علوم کو کبھی کسی صورت میں پیش کرتے ہیں کبھی کسی صورت میں۔ جب ہم گذشتہ زمانہ کی تاریخ پڑھتے ہیں، وہ گوناگوں واقعات پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی دو جماعتیں اور دو مختلف افکار و نظریات میں ہمیشہ سے تصادم ہوتا چلا آرہا ہے۔ ایک جماعت استبداد مطلق العنانی، عوام کے حقوق کو غصب کرنے اور آزادی کو سلب کرنے کے درپے رہی۔ دوسری انصاف کی خواہاں، جمہوریت کی دلدادہ اور عوام کے حقوق کی حفاظت اور آزادی کی طلب گار رہی۔ گذشتہ زمانے میں مفید انقلابی تحریکیں ہمیشہ مظلوموں کی طرف سے اٹھیں اور مصلح ہمیشہ ان ہی میں سے پیدا ہوئے تاکہ ظلم و زیادتی کا خاتمہ کریں اور عدل و انصاف کی بنیادوں پر حکومت قائم کریں جو عقل کے بھی موافق ہو اور سماج کے حالات و کیفیات کے بھی مناسب۔

علی ابن ابی طالب حقوق انسانی کی تاریخ میں بہت بڑی منزلت اور شان رکھتے ہیں ان کے نظریات و افکار اسلام سے وابستہ و پیوستہ تھے۔ ان کے نظریات و افکار کا نقطۂ مرکزی یہ تھا کہ استبداد کا خاتمہ ہو اور لوگوں کے درمیان طبقاتی تفاوت دور ہو۔ جس شخص نے بھی علی کو پہچانا اور انسانی برادری کے متعلق اپنے عقائد و نظریات کو سمجھا اور ان کے ارشادات سنے ہیں وہ جانتا ہے کہ علی جفا پیشہ افراد کی گردنوں پر کھنچی ہوئی تلوار تھے۔ ان کی تمام تر توجہ عدل و انصاف کے قواعد استوار کرنے پر مرکوز تھی۔ ان کے افکار ان کے آداب اور ان کی حکومت اور سیاست سبھی چیزیں اسی کے لئے وقف تھیں، جہاں بھی کسی ظالم نے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کی، کمزور و ناتواں انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھا اور ان کے فلاح و بہبود کو نظر انداز کیا اور ان کے ناتواں کاندھوں پر اپنا بار ڈالا علیؑ نے اس کے ساتھ سخت جنگ کی۔ امام کے ذہن کی پرورش ہی اس فکر کے ساتھ ہوئی کہ عدل و انصاف کی اس طرح ترویج ہو کہ انسانوں کے حقوق محفوظ رہیں مساوات قائم ہو اور کسی طبقہ کے لوگوں کو دوسرے طبقہ کے افراد پر امتیاز حاصل نہ ہو تاکہ ہر شخص اپنا حق حاصل کر سکے۔ آپ کی آواز عدل عام کی ترویج کے لئے مسلسل بلند رہی اور آپ کا وجود اس کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہا۔ آپ نے انسانوں کی قدر و قیمت اونچی کی اور ان کے بچاؤ کے لئے ہر لمحہ کمر بستہ رہے۔ آپ کی حکومت اس زمانہ میں بہترین نمونہ رہی ایسی حکومت کا جو عدل و دیگر حقوق خلائق کی محافظ اور اپنے ہر ممکن وسیلہ سے اپنے مقاصد کی پایۂ تکمیل تک پہنچانے والی ہو۔

حضرت علی علیہ السّلام کی مخصوص دُعا

جس کو آپ ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے!

اصل دعا عربی زبان میں ہے، اس کا اُردو ترجمہ لکھ رہا ہوں تاکہ وہ مومنین جو عربی نہیں جانتے ہیں وہ مولائے کائنات ؑ کی طرح ہر روز ہر نماز کے بعد دعا کے طور پر اردو میں پڑھ لیا کریں۔ یہ ترجمہ جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے اپنی کتاب صحیفۂ علویہ میں صفحہ ۱۹۰ میں کیا ہے۔ اِس کتاب میں اس دعا کا نمبر ۱۰۱۴ ہے۔

اصلی دعا کا ترجمہ

شروع کرتا ہوں خدا کے نام سے جو رحمٰن اور مسلسل رحم کرنیوالا ہے۔ معبود میں (نے) جو نماز پڑھی ہے اس سے نہ کوئی غرض اور نہ اس کے ذریعہ سے کوئی خواہش پوری کرنا ہے۔ بس تیری تعظیم و فرمانبرداری، تیرے حکم کی تعمیل مقصود ہے۔ بارِالٰہ اس میں اگر کوئی خلل یا کمی ہو خواہ نیت میں یہ قیام و قرأت رکوع یا سجدے میں تُو میری گرفت نہ کرنا بلکہ اسے قبول کر کے احسان و مغفرت فرما۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے تجھے اپنی رحمت کا صدقہ ——

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

حضرت لعل شہباز قلندر آستانہ سلطان فقر و غنا مولا مشکل کشاء علیؑ پر

ترتیب و تحریر —— سید غلام حیدر

قارئین کرام اس سے پہلے کہ آپ اصل مضمون پڑھیں۔ میں آپکی خدمت میں کچھ باتیں جناب سید غلام حیدر صاحب کے بارے بتادوں۔ جناب سید غلام حیدر صاحب قوالی کی دنیا میں جانے پہچانے مستند ہستی ہیں وہ قوالی کے متعلق و مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ اکمیٹی تنظیم عزاداری کراچی کی مجلس منتظمہ کے اہم رکن ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ پاکستان حیدری کونسل جشن ولادت مولائے کائنات پر ایک بحث شائع کر رہا ہے تو آپ بہ نفس نفیس سہون شریف تشریف لے گئے اور مزار پر حاضری دی اور وہاں کی امام مسجد حنفی نماز صاحب جناب قبلہ مولانا [illegible] صاحب سے ملے اور ان سے حضرت لعل شہباز قلندر کی ایک نایاب منقبت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حاصل کی جو میں آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ میری طرح آپ بھی جناب غلام حیدر صاحب کی اس کاوش کو سراہیں گے۔ — محمد [illegible]

شجرہ جناب لعل شہباز قلندرؒ

سید عثمان لعل شہباز ابن سید ابراہیم ہدانی بن سید شمس الدین بن سید نور شاہ بن سید محمود شاہ بن سید احمد شاہ بن سید ہادی بن سید مہدی بن سید منتخب بن سید عبدالحمید بن سید غالب الدین بن سید محمد منصور بن سید اسمٰعیل بن سید محمد عریضی بن سید اسمٰعیل عرج اکبر ابن امام سید جعفر صادقؑ علیہ السلام۔

حالات زندگی آپ کا نام سید عثمان مروندی قلندر لعل شہباز مشہور ہے آپ کا شجرہ مبارک پندرھویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۵۳۸ھ ہجری میں ہوئی، آپ کا پہلا اسم مبارک شاہ حسین تھا کیونکہ آپ کی پیدائش کی بشارت آپ کے والد سید ابراہیم بوانی کو جو مزار سید الشہداء میں دفن ہیں امام نے دی تھی۔ حضرت لعل شہباز کے والد بزرگوار کربلائے معلی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا جو باغ ہے اس کے نگران اعلیٰ تھے اسی نسبت سے آپ امام زادے ہیں۔

حالات مزار مقدس جو حضرات زیارات مقامات مقدسہ کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لئے یہ مقام زیارت گاہ ہے آپ کا مزار سیہون شریف ضلع دادو میں ہے جو کراچی سے ۱۵۰ میل دور ہے۔ کوئٹہ جانے والی ہر ریل گاڑی اس اسٹیشن پر رکتی ہے۔ اور کراچی سے براہ حیدرآباد بذریعہ بس بھی جا سکتے ہیں سیہون شریف میں مسجد اثنا عشری عقب مزار واقع ہے۔ اور وہاں جناب مولانا اصغر علی نجفی نیہ پیش نماز کے فرائض انجام دیتے ہیں ایک امام بارگاہ بھی ہے۔ سیہون شریف میں بلاتفریق ہر گھر میں علم لگا ہوا ہے۔ مزار پر ہر وقت قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ مقامی شیعہ حضرات بڑی عقیدت کے ساتھ درگاہ کو حرم کہتے ہیں۔ قبر کے سرہانے ایک سفید پتھر رسی میں لٹکا ہوا ہے جس کو امام زین العابدین کا گلوبند کہتے ہیں۔ اس کو دھو کر پینے سے پیٹ کے تمام امراض کو شفا ہوتی ہے۔ مزارات کے سامنے حضرت عباس کا علم نصب ہے قبر کے باہر دروازے پر نقرات کی جالی لگی ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قطعہ کندہ ہے۔

علیٌ حُبّہ الجنّۃ — قسیم النار والجنّۃ
وصی مصطفےٰ حقّا — امام الانس والجنّۃ

ورچینگ سے بارہ ائمہ اثنا عشری کے اسمائے گرامی تحریر ہیں۔ اس پر قرآنی آیات کے علاوہ نادِ علی منقش ہے۔ مدح چہاردہ معصومین علیہم السلام میں حضرت لعل شہباز قلندر کی منقبت پیش خدمت ہے۔ یہ مولائے کائنات امام مشرق جہات علی مرتضیٰ حیدر مشکل کشا ہی کے فیوض و برکات اور نگاہ لطف و کرم کا خوشگوار نتیجہ ہے کہ آج لعل شہباز قلندر کی عظمت و عزت، کامل ارادت و عقیدت کے ساتھ ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہے مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک میں ہر مقام پر اس کا نام بلند ہو رہا ہے۔ اس کی تعظیم و تکریم کی جا رہی ہے اور

اس کی مدح و توصیف میں زبانیں تر کی جا رہی ہیں۔

جام مہر علی ز دردستم — (۱) — بعد از جام خمدام مستم
رندے پاک حیدری ہستم — (۱) — از دل پاک حیدری ہستم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

از مے عشق شاہ سرمستم — (۲) — بندۂ مرتضےٰ علی ہستم
من بغیر از علی ندانستم — (۲) — علی اللہ از ازل گفتم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

اسد اللہ است یداللہ است — (۳) — ولی اللہ مظہر اللہ است
حجۃ اللہ است قدرت اللہ است — (۳) — بے نظر ذات اللہ است
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

شاہ آیۂ "ھل اتی" خوانم — (۴) — مالک تخت "قل کفی" خوانم
صاحب سیف لافتیٰ خوانم — (۴) — والی تاج در انّما خوانم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

آنچہ در وصف مرتضےٰ گفتم — (۵) — باز قول مصطفےٰ گفتم
حرف حق است بر شما گفتم — (۵) — سراسر و برملا گفتم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

برائے مدح شاد می پویم — (۶) — جز علی دیگرے نمی جویم
من علی دانم علی گویم — (۶) — چون نصیری کہ بندۂ ادیم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضےٰ علی ہستم

مصطفیٰ علی است بگو — بخدا رہنما علی است بگو (۷)
سرِ دیدِ اولیا علی است بگو — نورِ ایمانِ ما علی است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

آں علی است ساقیٔ کوثر — آں علی حاکم قضا و قدر (۸)
آں علی قاسم نعیم وسقر — قنبرش رازِ جہاں حیدر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

سرورِ ہر کہ انبیاء باشد — پیروِ دین مصطفیٰ باشد (۹)
بیشک او شخص اولیاء باشد — وردِ او نام مرتضیٰ باشد

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

پیرِ من شاہِ من الست من است — نورِ ایماں حبّ شاہِ من است (۱۰)
سایۂ لطف او پناہِ من است — سادہ قم شاہ من گواہ من است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بادۂ مہری نوری زدہ ام — تکہ ضرب قنبری زدہ ام (۱۱)
کوسِ دینِ پیمبری زدہ ام — جامِ لبریز حیدری زدہ ام

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

غیرِ حیدر اگر فہمی دانی — کافر است۔ یہودیٔ و نصرانی (۱۲)
بند نبودم رہ مسلمانی — ہست ایماں؟ علی نمیرانی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

عاشقِ کاملانِ مستانم — ہادیٔ سالکانِ عرفانم (۱۳)
سرگروہِ ہمہ رندانم — چوں سگِ کوئے شیر یزدانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یا علی من ز تو ترا خواہم — چوں نصیبی دگر کرا خواہم (۱۴)
در دو عالم بگو کرا خواہم — جز تو کیست تا او را خواہم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چہاردہ تن شفیع عصیانم — مہرِ ایشاں بجان ایمانم (۱۵)
دم بدم نام ایشاں ہمی خوانم — غیر ازیں چہاردہ نمی دانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

حضرت سیدۃ النساء زہرا — زیب او یافت عزت و تقویٰ (۱۶)
ہست معصوم او بنزدِ خدا — می کنم لعن دشمنِ او را

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

نورِ تاباں ز مہرِ شاہِ نجف — حسن المجتبیٰ بود اشرف (۱۷)
دامنِ او بود مرا در کف — نیست باقی مرا ز خوفِ تلف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

مرتضیٰ شیرِ یزداں ہست علی — شاہ اعلیٰ ولایت ہست علی (۱۸)
حضرت حسن و حسین جانِ من علی — ہر دو عالم کہ نام دانشاں ہست علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۱۹)
گوہر بحر مست ہوا رعلی — شاہ مظلوم حسین ابن علی
چوں پدر غازی خفی و جلی — دشمنش مظلوم را بزم زتیغ علی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۰)
نور چشم شہید کرب و بلا — عابدیں باقر است بجود و سخا
آدم ابتدائے آل عبا — نفس خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲)
آل نبی صورت علی افعال — باقر دیں پناہ نیک خصال
نطق او نطق ایزد متعال — دلم از مہر اوست مالامال

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۲)
وارث دین پاک پیغمبر — مذہب شرع صادق جعفر
واقف سر خالق اکبر — ہست تشبیہ شان پیغمبر

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۳)
موسیٰ کاظم آن امام بحق — ہست اسلام زاو رونق
دشمن است کافر مطلق — بشنو اے خارجی سگ احمق

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۴)
شاہ دین علی رضا است بگو — دحی نفس مصطفےٰ است بگو
بلکہ خود عین مرتضیٰ است بگو — خصم او دشمن خدا است بگو

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۵)
انتقام از تقی امام کنم — تقی متقی امام کنم
فیض او بہر خاص و عام کنم — لعن بر دشمناں مدام کنم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۶)
قبلۂ دین من علی نقی — پاک معصوم است مثل علی
مہر او ست مہر دین نبی — گشت اعدائے او لعین و شقی

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۷)
حسن عسکری بعد او چوں حسن — انس و جاں را امام شاہ زمن
خلق او بود چوں نبی احسن — حاسدش را منم عیاں دشمن

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۸)
باصفات نبی شود غالب — مہدی و ہادی شہ غالب
حب او ست بر ہمہ واجب — بر ظہورش منم زجہاں طالب

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

(۲۹)
قائم آل مصطفےٰ مہدی — قاتل خصم مرتضےٰ مہدی
بخدا است امام مہدی — چوں علی مظہر خدا مہدی

حیدری ام قلندرم مستم
بندہ مرتضیٰ علی ہستم

(۳۰)
چوں بہ اعدائے دیں کمر بستم — تیر حیدری بہ در دستم
قاتل آن جماعت ہستم — ضرب نفست نزدم زبہر دستم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

چوں مسلمانم علی دانم   (۳۱)   در تولاّ بصدق ایمانم
بر منافقاں چوں تیغ عریانم   بر عدو ذوالفقار میرانم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

کمترین شاہِ ذوالفقارم من   (۳۲)   باک از خارجی ندارم من
چوں نصیری کہ نام دارم من   علی اللہ آشکارم من

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

من حسینی بہ حلقۂ او کوشم   (۳۳)   بادشہ کوثر و تسنیم مدہوشم
عشق شہ بردہ است از ہوشم   چوں نصیری کہ بندۂ مدہوشم

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ ز خلد بریں رہِ نجف است   (۳۴)   جانِ من عازم رہِ نجف است
چشمۂ کوثر آں شہ نجف است   میرسم رہبرم شہ نجف است

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

بہ نجف میرسم یا شاہِ نجف   (۳۵)   در جہاں یافتم پناہِ نجف
سرمۂ چشم گردِ راہِ نجف   میرسازد اے اللہ نجف

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

یا علی ولی شہ مرداں   (۳۶)   بحقِ مصطفےٰ وعزت آں
کہ بجانب بندی ہندوستاں   بہ نجف زود تر مرا برساں

حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

مزار لعل شہباز قلندر کا اندر کا دروازہ

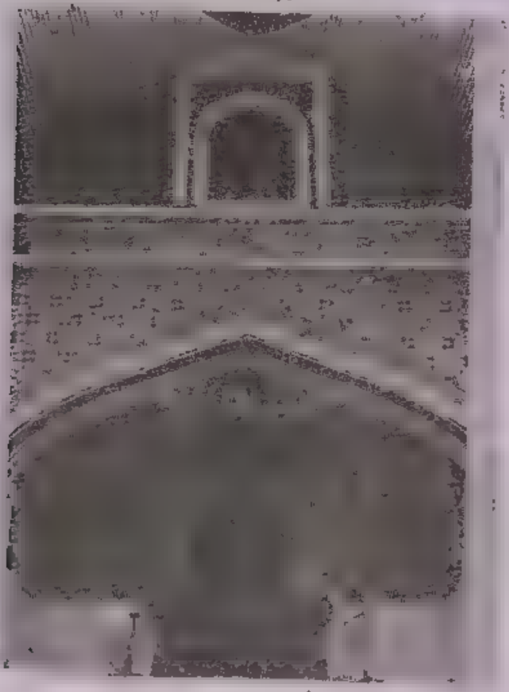

مزار لعل شہباز قلندر کا صدر دروازہ

قبر کے تعویز پر پتھر کا دل لٹکتا نظر آرہا ہے

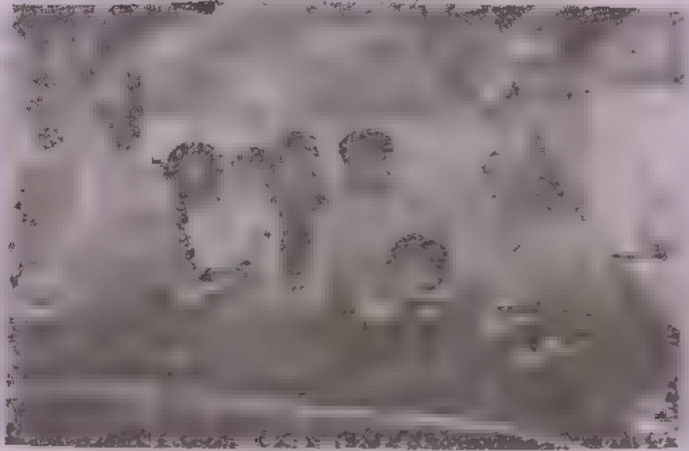

محمد دہنی خاں اوران کے صاحبزادگان مزار پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں

حیدری ملنگ یا صوفی درویش

کتاب دی نیشنل جاگرافک میگزین (The National Geogra phic Magazine) شائع کردہ نیشنل جاگرفیک سوسائٹی واشنگٹن یو، ایس اے۔ تاریخ اشاعت جولائی ۱۹۵۶ء صفحہ ۸۶۔۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰ میں کالم نگار دبئی کا حال لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ

"میں ایک مقام پر پہونچا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ درویشوں کی ایک جماعت کھجور کے پیڑ کے نیچے قالین کے اوپر بیٹھی ہوئی ہے اور ہاتھوں میں اُن کے دَف ہے اس کو بجا رہے ہیں اور منہ سے ایک دل سوز انداز میں یہ لوگ علیؑ علیؑ کہہ رہے ہیں۔ اس جماعت میں جو لوگ شریک ہیں وہ کچھ عربی، کچھ ایرانی، کچھ افریقی اور کچھ بلوچی افراد تھے۔ اس عبادت کے دوران یہ لوگ اتنے جوش میں آجاتے ہیں کہ تمام شرکا اپنے اپنے ہاتھوں میں تلواریں لے لیتے ہیں اور پہلے اپنے پیٹ اور دوسرے کے پیٹ کو تلوار کی ضربوں سے زخمی کرنے لگتے ہیں ایک وقت ایسا آیا کہ یہ لوگ اپنے جوشِ عقیدت کی انتہا پر پہونچ گئے پھر ایک دوسرے کے جسموں کے آرپار تلواریں کر دیں۔ کالم نگار کہتا ہے مجھ کو اس وقت بڑا تعجب ہوا جب یہ لوگ اپنے اس عبادت کے کام سے فارغ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے جسموں پر کسی قسم کے زخم کا کوئی نشان نہ تھا۔" یہ تینوں تصویریں اگلے صفحہ پر دیکھ سکتے ہیں۔ چوتھی تصویر مجھ سے کہیں کھو گئی ہے جس کی وجہ سے اس کو کتاب میں نہ دے سکا۔ یہ میگزین مجھ کو جناب سید رضا رضوی صاحب نے دی تھی۔ جن کا میں بذاتِ خود نیز تمام قارئین حضرات کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (وہبی)

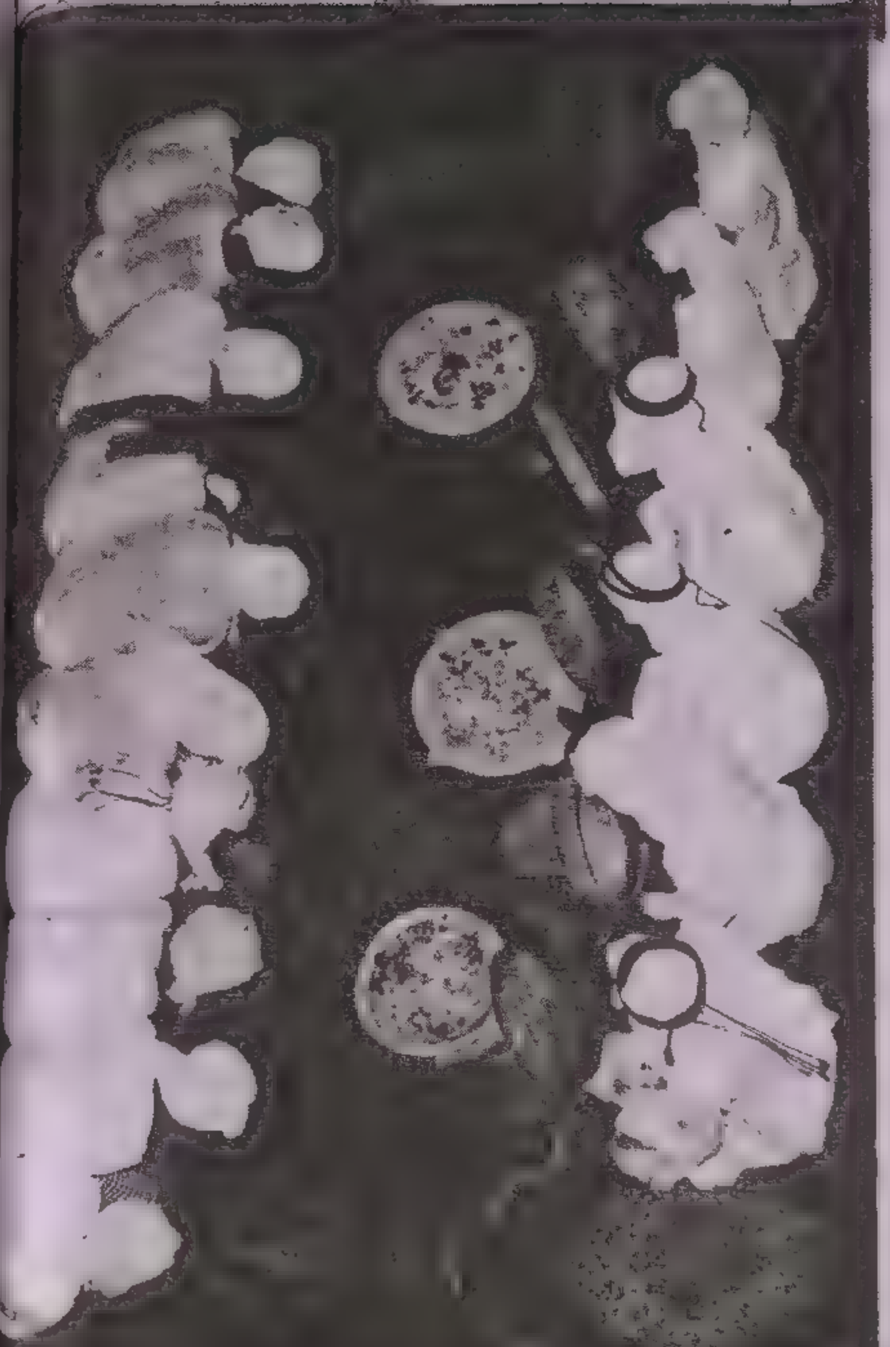

نوائے وقت لاہور
ہفتہ ۲۱ر جنوری ۱۹۷۸ء

اسلام کی حقانیت کا اِس صدی میں زندہ معجزہ

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک قبر سے صحیح حالت میں برآمد ہوا، سات صحابہ کرام کے جسدِ مبارک بھی اصلی حالت میں تھے!

کراچی۔ ۲۰ر جنوری (ج ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجدِ نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد (حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی چچا اور حضرت ابوطالب کے حقیقی بھائی) حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابیِ رسولؐ حضرت مالک بن سونائیؓ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرامؓ کے جسدِ مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے۔ جنھیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے"۔

ایک سوال: ہم اُن تنگ نظر مسلمانوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں جو ایمانِ ابوطالبؓ پر کج بحثی کرتے اور اُن کے مسلمان نہ ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ کے ایمان کے متعلق ان کا کیا خیال ہے کہ جب اُن کی رحلت تو اس وقت ہوئی تھی جب حضورؐ کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز ان سے کوئی پوچھے کہ حضرتِ عبداللہؓ کا جسدِ مبارک دوبارہ مسلمانوں کی طرح جنت البقیع میں انھوں نے کیسے سپردِ خاک کیا اور اسے اسلام کی حقانیت کا زندہ معجزہ قرار دیا۔ حضرتِ ابوطالب جو مربی و محافظِ رسولؐ اور عمِ گرامی تھے اُن کو کافر کہنے والے توبہ کیجیے اور نارِ جہنم سے مغفرت کے طالب ہوں۔ (وصی)

مومنینِ کرام کے لیے ایک انمول تحفہ

پنجتن پاکؑ کے نام کی تسبیح پڑھ کر اپنی عبادت کو چار چاند لگائیے، جس میں دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں —

جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ خداوندِ عالم اُس کے اہل میں برکت عنایت فرمائے اور اپنی نعمتوں سے بہرہ یاب کرے۔ مومنین حضرات! یہ وظیفہ ادا کرنے سے دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ جب آپ دن میں اپنی پنجگانہ نماز ادا کریں تو ہر نماز کو اس طرح ترتیب دے لیجیے کہ جب آپ فجر کی نماز ادا کریں تو جناب سرورِ کائناتؐ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اسمِ مبارک کی تسبیح یا محمدؐ ۹۲ مرتبہ پڑھیے۔ کیونکہ علم الاعداد کے لحاظ سے آپ کے اسمِ مبارک کے ۹۲ عدد بنتے ہیں۔

اسی طرح ظہر کی نماز میں بعدِ نماز "یا علیؑ" کو ۱۱۰ دفعہ پڑھیے۔ کیونکہ علیؑ کے عدد ۱۱۰ ہیں۔ پھر عصر کی نماز کے بعد "یا فاطمہؑ" ۱۳۵ بار پڑھیے کہ فاطمہؑ کے عدد ۱۳۵ ہیں۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد "یا حسنؑ" ۱۱۸ دفعہ پڑھیے۔ کیونکہ حسنؑ کے عدد ۱۱۸ ہیں۔ پھر عشار کی نماز کے بعد "یا حسینؑ" ۱۲۸ دفعہ پڑھیے کہ حسینؑ کے عدد ۱۲۸ ہیں۔

اس عمل کے اتنے فوائد ہیں کہ بیان نہیں کیے جا سکتے۔ اس دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو جب تک انسان خود استعمال میں نہیں لاتا اس وقت تک اس چیز کی اہمیت و فوائد کا پتا نہیں چل سکتا ہے۔ یہ عمل میرے دوست جناب موسیٰ رضوی صاحب مترجم کتاب شیخ المیفرہ نے بتایا ہے اور میں اس کو آپ حضرات تک پہنچا رہا ہوں۔ ان نیک اور پاک ناموں کی برکت اور روزانہ کے عمل سے آپ دیکھیں گے کہ ان کے صدقے میں آپ کی زندگی بدل جائے گی، اور ہر قسم کے جائز اور نیک کام خداوندِ کریم ضرور پورے کرے گا۔ انشاءاللہ!

تاریخ کے گم شدہ اوراق !

علیؑ اور اولادِ علیؑ کے زندہ معجزات

اس مضمون کے اندر میں نے مختلف کتابوں، رسالوں اور اخبارات سے سچے اور تاریخی واقعات کو حاصل کر کے یکجا کیا ہے تاکہ میری طرح قارئین کرام بھی ان واقعات سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں، وہ تمام کتابیں جن سے یہ واقعات حاصل کیے گئے ہیں تمام کی تمام جناب سید رضا رضوی جو بہار کالونی جمشید روڈ پر رہتے ہیں کے پاس موجود ہیں۔

پہلا واقعہ

امروہہ اور بجنور کا سفر: سفرنامہ ابنِ بطوطہ حصہ دوم مترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی پیشکش نفیس اکیڈمی کراچی، چوتھا ایڈیشن صفحہ ۶۷۷... "ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ جب میں امروہہ اور بجنور کے شہر میں پہونچا تو اس شہر میں میرے پاس حیدری فقیروں کی ایک جماعت آئی۔ انھوں نے پہلے تو سماع سنائی اور پھر آگ جلوائی اور آگ میں کود پڑے، ذرا جو نقصان پہنچا ہو"۔ یہ تھی نعرہ حیدری کی برکت اور حضرتِ علیؑ سے عقیدت کا نتیجہ جس کا تذکرہ ابنِ بطوطہ جیسے شخص نے بھی اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔

دوسرا واقعہ

ابنِ ملجم قاتلِ امیرالمومنینؑ کی قبر اور اس کا انجام

سفرنامہ ابنِ بطوطہ حصہ اول مترجمہ رئیس احمد جعفری (ندوی) ناشر نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۲۸۰-۲۸۱۔ ابنِ بطوطہ اپنے سفرنامہ میں جب کوفہ کا حال لکھتا ہے تو

وہاں پر اُس مقام کا بھی ذکر کرتا ہے جس مقام پر قاتلِ جناب امیر علیہ السلام کی قبر واقع ہے "میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبہ کی طرح تھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم (مردود وملعون) کی قبر ہے، باشندگانِ کوفہ ہر سال بہت سی لکڑیاں لے کر آتے ہیں اور اُس کی قبر کے مقام پر سات دن تک جلاتے ہیں"۔

یہ بھی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا زندہ معجزہ ہے کہ ابنِ بطوطہ جیسے متعصب انسان نے ان واقعات کو قلمبند کیا، جیسا کہ اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ "میں اس شہر سے باہر اترا تھا اندر جانا بہت برا معلوم ہوا کیونکہ یہاں کے باشندے شیعہ ہیں"۔

تیسرا واقعہ

تیمور لنگ بادشاہ اور حبِ علیؑ

تیمور کو اہلبیتِ اطہار علیہم السلام کے ساتھ بڑی عقیدت اور اخلاص تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اکثر یہ شعر اس کے وردِ زبان رہتا تھا۔ ؎

فردا کہ ہر کسی بہ شفیعی زنند دست
مائیم دوست و دامنِ آلِ عبا بدست

چوتھا واقعہ

ہمایوں بادشاہ اور حبِ علیؑ

شیر شاہ سوری کے دربار میں ایک دن خلوت میں کچھ امیروں نے امیر تیمور اور اس کے خاندان کی علیؑ اور اولادِ علیؑ سے محبت کے تذکرے کیے اور ثبوت میں ہمایوں بادشاہ کی طبع زاد رباعی شیر شاہ سوری کو سنائی۔

مائیم ز جان بندۂ اولادِ علیؑ — ہستیم ہمیشہ شاد بیادِ علیؑ
چوں سِرِّ ولایت ز علیؑ ظاہر شد — کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علیؑ

پانچواں واقعہ

شیرِ خدا کے ماننے والوں کی شیر ہی مدد کرتے ہیں

کتاب الغفاری مؤلفہ علامہ سید نجم الحسن کراروی ناشر امامیہ کتب خانہ ص۹۳ نمبر ۹ میں اس طرح تحریر ہے :۔

"تفسیرِ امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ حضرت ابوذر خاصانِ خدا اور بزرگانِ اصحاب رسولِ خدا اور محبِ علیؑ تھے۔ ایک دن آپ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ میرے پاس ساٹھ گوسفند ہیں اور ان کی نگہداشت میرے ذمہ ہے، لیکن میرا دل اسے گوارا نہیں کرتا کہ میں آپ کی خدمت سے دور ہو جاؤں، اگرچہ اس کا بھی خیال آتا ہے کہ کہیں میری عدم موجودگی میں میرے گوسفندوں کی صحیح نگرانی نہ کی جائے اور اُن کو تکلیف ہو۔"

حضرتؐ نے ابوذرؓ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

"اے ابوذرؓ! تم واپس اپنے مقام پر چلے جاؤ اور جا کر ان گوسفندوں کے انتظامات کی فکر کرو۔"

حکمِ رسولؐ پاتے ہی جناب ابوذرؓ روانہ ہو گئے، ابھی سات دن نہ گزرے تھے کہ واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ حضورؐ میں آپ کے ارشاد سے واپس چلا گیا اور اپنے گوسفندوں کی نگہداشت کر رہا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں نماز میں مشغول تھا کہ ناگاہ ایک بھیڑیا میرے گوسفندوں کی طرف آیا، میں سوچنے لگا کہ نماز توڑ کر گوسفندوں کی حفاظت کروں یا نماز تمام کروں۔ دریں اثنا دل نے فیصلہ کیا کہ گوسفند جائیں تو جائیں مجھے نماز نہیں توڑنی چاہیے۔ میرے اس فیصلہ کے فوراً بعد شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر بھیڑیے نے سارے گوسفند ہلاک کر دیئے تو پھر کیا بنے گا۔ لیکن بلا تاخیر میرے جذبہ ایمان نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر سارے گوسفند ہلاک ہو جائیں گے اور خدا کی توحید، رسولؐ پر ایمان لانا اور ان کے بھائی

علی ابنِ ابی طالبؑ کی دوستی جیسی دولت میرے پاس ہے تو پھر ان چیزوں کی ہلاکت سے مجھے کیا نقصان پہنچے گا۔ بالآخر میں بدستور نماز میں مشغول رہا اور بھیڑیا آگے بڑھتے بڑھتے میرے گوسفندوں کے قریب آ پہنچا اور یہاں پہنچ کر اس نے حملہ کیا۔ پہلے حملہ میں وہ ایک بچہ گوسفند لے کر روانہ ہوا۔ ابھی چند گام بھی نہ گیا تھا کہ ناگاہ ایک شیر نمودار ہوا، اور اس نے اس بھیڑیئے پر حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور میرے بچہ گوسفند کو میرے گلہ میں پہنچا دیا۔ اور بحکمِ خدا کہنے لگا کہ "اے ابوذر مشغولِ نماز خود باش کہ حق تعالیٰ مرا موکل گردانیدہ است بگوسفندان تو تا از نماز فارغ شوی۔ اے ابوذر تم اپنی نماز میں مشغول رہو۔ حق تعالیٰ نے مجھے تمہارے گوسفندوں پر موکل کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو میں گوسفندوں کی حفاظت کرتا رہوں۔ چنانچہ میں نے کمال حضورِ قلب اور مکمل آداب و شرائط کے ساتھ نماز قائم کی، اتمامِ نماز کے بعد وہ شیر میری طرف بڑھا اور قریب آ کر کہنے لگا کہ اے ابوذرؓ تم فوراً حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ خدا نے ان کے ایک صحابی کے گوسفندوں کی حفاظت کے لیے شیر کو مقرر کیا ہے۔ اے مولا! میں اس شیر کے کہنے کی بنا پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوذر کے اس بیان کو سنکر وہ اصحاب جو اُس وقت موجود تھے سخت متعجب ہوئے اور رسولِ کریمؐ ارشاد فرما ہوئے کہ اے ابوذر تم بالکل سچ کہتے ہو۔ تمہارے بیان کی میں، علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ تصدیق کرتے ہیں۔

چھٹا واقعہ

ہمایوں بادشاہ کی بیماری اور اس کا علاج

کتاب اطبائے عہدِ مغلیہ از حکیم سید علی کوثر چاند پوری، شائع کردہ ہمدرد اکیڈمی کراچی۔ سنہ ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہمایوں بادشاہ بہت سخت بیمار پڑ گیا اور تمام اطباء نے جواب دیدیا اس وقت حکیم امیر ابو لبقا نے بابر بادشاہ کو جو رائے دی۔ "امیر ابو لبقا نے کہا کہ ایسی بیماریوں کے متعلق جن کے علاج سے حاذق اطباء مجبور ہو جائیں زمانہ سلف

کے ارباب عقل ودانش کی یہ رائے ہے کہ بہترین اشیاء صدقے کی جائیں اور بارگاہِ ایزدی میں صحت کے لیے ہاتھ پھیلائے جائیں ۔ بابر یہ سنتے ہی بولا کہ ہمایوں کے مقابلہ میں بہترین چیز خود میں ہی ہو سکتا ہوں لہٰذا میں آپ ہی اس پر فدا ہوتا ہوں خداوندِ عالم قبول کرے ۔۔ ۔۔۔ ۔۔ بابر نے خلوت میں جاکر کچھ پڑھا پھر تین بار ہمایوں کے چاروں طرف پھرا اس کا اثر یہ ہوا کہ بابر کی طبیعت کسل مند ہو گئی ۔ اسی واقعہ کے "تشنہ پہلو" کچھ پڑھا " کو گلبدن بیگم بنتِ بابر بادشاہ اپنی تصنیف ہمایوں نامہ ترجمہ رشید اختر ندوی صفحہ ۲۷ شائع کردہ میری لائبریری لاہور ۱۹۶۶ء میں تحریر فرماتی ہیں " اس وقت جبکہ ہمایوں مرزا بیمار تھے حضرت بابا نے حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا خیال دل میں رکھ کر ہمایوں مرزا کے پلنگ کے گرد طواف شروع کیا ۔ ان کے یہ طواف چہارشنبہ سے شروع ہوا تھا ، اور طواف کے دوران دعا مانگتے جا رہے تھے کہ خدایا اگر جان کے بدلے جان دی جاسکتی ہے تو میں کہ بابر ہوں اپنی عمر و جان ہمایوں کو بخشتا ہوں ، اسی دن حضرت فردوس مکانی کو بیماری لگ گئی اور ہمایوں مرزا اچھے ہونے لگے ۔

ساتواں واقعہ

شہزادہ محمد اعظم شاہ ابنِ اورنگزیب بادشاہ کا بیماری سے شفایاب ہونا

اطبائے عہدِ مغلیہ مصنف حکیم سید علی کوثر چاندپوری ، شائع کردہ ہمدرد اکیڈمی صفحہ ۱۸۹ ۔ ۱۹۰ حالات حکیم الملک میر محمد مہدی میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہزادہ محمد اعظم شاہ کو استسقاء کا عارضہ لاحق ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ چودہ گرہ آستین بھی تنگ ہونے لگی ، پائنچہ کی چوڑائی ایک گز چار گرہ تک پہنچ گئی ۔ حکیم الملک کو شہزادہ کے علاج پر مامور کر کے روانہ کیا گیا اور شہزادے کے سفر کے لیے بادشاہ نے شیشہ کی پالکی بھیجی ۔ ربیع الاول ۱۱۰۵ھ میں جب شہزادہ بادشاہ کی خدمت میں آیا تو بادشاہ نے وفورِ محبت کے باعث اپنے قریب ہی اس کے لیے خیمہ نصب کرایا اور روزانہ ایک بار بیٹے کو دیکھنے جاتا تھا ۔ زیب النساء یعنی شہزادہ کی حقیقی بہن اجو شہزادے سے بہت محبت کرتی تھی اور ہر وقت اس کے ساتھ

رہتی تھی اور وہی غذا کھاتی تھی جو شہزادے کے لیے حکیموں نے تجویز کی تھی) اس کے ساتھ پرہیز کا کھانا کھاتی تھی اور اس کے علاوہ کوئی غذا تناول نہ کرتی تھی ۔ حکیم الملک راستے میں شہزادے کا علاج کرتا رہا اور منزلِ مقصود پر پہنچ جانے کے بعد بھی وہی معالج رہا ۔ اس عرصہ میں حکیم کے منصب میں اضافہ کر کے اُسے چار ہزاری بنا دیا گیا ۔ ماثرِ عالمگیری نے شہزادے کی تندرستی کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جو اس نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا تھا ۔ مصنف مذکور لکھتا ہے ۔ ایک دن جب مرض نے بہت زیادہ شدت اختیار کر لی تھی اور لوگ مایوس ہو کر جسم کے پھٹ جانے کا اندیشہ کر رہے تھے ۔ دفعتہً نیند اور بیداری کے عالم میں ایک نورانی شخص آیا اور مجھ سے کہا توبہ لفوح کرو اچھے ہو جاؤ گے ۔ چنانچہ میں نے توبہ کی غفلت رفع ہونے کے بعد پیشاب کی حاجت ہوئی اور اس قدر پیشاب آیا کہ دو بڑے طشت بھر گئے ۔ اس کے بعد سات حصے ورم اتر گیا ، دوسرے دن آزاد دلی شیخ عبدالرحمٰن درویش نے لکھا کہ جناب مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ رات کو ہم نے توبہ کرالی ہے بہت جلد شفا ہو جائے گی ۔ (ماثر الامرا جلد دو صفحہ ۔۔ ۶ طبقاتِ اکبری)

کتاب اطبائے عہدِ مغلیہ میں صفحہ ۱۴۳ ، ۱۴۴ پر حکیم محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں کہ شہزادے نے دورانِ مرض ایک خواب دیکھا تھا اور وہ اپنی صحت کو اس خواب ہی کا اثر سمجھتا تھا ۔ (اوپر والی بات کی تصدیق خود بخود ہو گئی) شہزادے کا تندرست ہو جانے کے بعد اس کے ملازمین نیز بیگمات نے بڑی بڑی رقمیں خیرات کیں ، غسلِ صحت کے بعد ایک ہفتہ تک جشن ہوا ، اس جشن میں ۵ ہزار روپے دعوتوں پر صرف کیے گئے ۔ بیگم (زوجہ اورنگزیب بادشاہ) نے مبلغ سات ہزار روپے نجفِ اشرف اور کربلائے معلیٰ بھیجے "

آٹھواں واقعہ

حضرت علیؑ کی منّت کا دھاگہ جب سے پہنا ہے اُس وقت سے میری زندگی میں ایک نئی روشنی پیدا ہو گئی ہے ۔ بھارتی اداکارہ ہیمن کا انٹرویو :۔

اخبار جہاں مورخہ ۱۳ ر فروری ۱۹۷۴ء ، اخباری رپورٹر کے سوالات اور ان کے

جوابات ہیلن کی زبانی :۔

سوال ۲: ایک خبر اور بھی آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ مسلمان ہو گئی ہیں، کیا یہ سچ ہے؟

جواب: یہ جھوٹ ہے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں، یہ ضرور ہے کہ میرے گلے میں حضرت علیؑ علیہ السلام کا دھاگہ پڑا ہوا ہے۔ ایک بار میں نے ایک منّت (حضرت علی علیہ السلام سے) مانی تھی وہ پوری ہو گئی۔ کسی دوسرے مذہب کا احترام کرنا بری بات تو نہیں ہے۔ ہاں ایک خاص بات یہ کہ جب سے میں نے یہ دھاگہ پہنا ہے تب سے میری آنکھیں کھلی ہیں اور مجھے بے انتہا فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میں یہاں پر ایک مثال دیتی ہوں۔ "ڈی، ایف کراکا کی زندگی پر حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کا کتنا اثر پڑا ہے تو کیا وہ مسلمان ہو گئے ہیں؟ اروڑا (ہیلن کے شوہر) انتہائی متعصب آدمی ہیں اور خاص کر مسلمانوں کے خلاف دل میں بڑی نفرت رکھتے ہیں۔ ہیلن نے جواب دیا" علیؑ ہمارے ہی مولا نہیں ہر انسان کے مولا ہیں جو ان کو دل سے یاد کرتا ہے آپ اس کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔

نواں واقعہ

سرزمینِ کربلا کی خاک، کا زندہ معجزہ جہاں اولادِ علیؑ نے اسلام کی خاطر اپنی قربانی دی

یادگارِ غالب، مصنف مولانا الطاف حسین حالی صہ۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بہادر شاہ ظفر آخری مغلیہ بادشاہ سخت بیمار ہوئے، اس زمانے میں مرزا حیدر شاد شکوہ جو اکبر شاہ کے بھتیجے اور مرزا سلیمان شکوہ کے بیٹے تھے وہ بھی لکھنؤ سے آئے ہوئے تھے اور بادشاہ کے ہاں مہمان تھے۔ ان کا مذہب اثنا عشری تھا۔ جب بادشاہ کو کسی طرح آرام نہ ہوا، مرزا حیدر شکوہ کی صلاح سے خاکِ شفا (کربلائے معلیٰ کی خاک) دی گئی اور اس کے بعد بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کو صحت ہو گئی۔ مرزا حیدر شکوہ نے نذر

مانی تھی کہ بادشاہ کو صحت ہو جائے گی تو حضرت عباسؑ کی درگاہ میں جو لکھنؤ میں ہے علم چڑھاؤں گا۔

اے دنیا کے پریشان لوگو تم بھی علیؑ اور اولادِ علیؑ سے اپنی پریشانی کے دور ہونے کے لیے منّت مانو انشاء اللہ ضرور پوری ہو گی۔

دسواں واقعہ

کتاب دستنبو مصنف مرزا اسد اللہ خاں غالب، مترجم مخمور سعیدی، الکتاب آرام باغ روڈ کراچی، صفحہ ۹ میں مرزا غالب اپنے مذہب کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں "مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں، مشرک وہ ہیں جو نو مسلموں کو ابو الائمہ کا ہمسر مانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحدِ خالص اور مومنِ کامل ہوں۔ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود اللہ سمجھے ہوئے ہوں۔ انبیاء سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الاطاعت تھے، محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی، یہ خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین ہیں منقطع نبوت کا مطلعِ امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں۔ ثم حسنؑ اسی طرح تا مہدیِ موعود علیہ السلام ہے۔

بریں زیستم ہم بریں بگذرم

ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں، اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہو گا بلکہ دوزخ کی آگ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوتِ مصطفوی و امامتِ مرتضوی اس میں جلیں"۔

گیارہواں واقعہ

وہ نگینہ جسے دیکھنے سے حاجی وارث علی شاہؒ کی زندگی ہی بدل گئی،

کتاب "حیاتِ وارث" تالیف جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ شیدا وارثی لکھنوی صہ۹۹

اور صفحہ ۱۰۰ "جب شوقِ زیارت نجفِ اشرف نے زیادہ بے چین کیا تو آپ نے عزمِ سفر فرمایا، اور بعد قطعِ مسافت نجفِ اشرف پہونچے اور جدِ نامدار کے مزار سے لپٹ کر زار زار روتے رہے اور اسی حالت میں عنایتِ حضرتِ مرتضوی سے آپ کا سینہ فیوض و برکات سے معمور ہو گیا اور جو دیکھنا تھا وہ دیکھا۔ چنانچہ مولائے کائناتؑ کے فیوض و برکات سے آپ کا بلا واسطہ مستفیض ہونا اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس حقیر کو ۱۳۱۲ھ میں حضور (وارث علی شاہؒ نے) نے سفرِ عراق کی جب اشارت فرمائی تو یہ بھی حکم ہوا کہ نجفِ اشرف پہونچنا تو وادی السلام میں دُرِّ نجف تلاش کرنا۔ اور باون نگینے دُرِّ نجف کے اور باون موئے نجف کے ہمارے واسطے لانا۔ حسبِ ہدایت ایسا ہی کیا، اور بعد واپسی جب ہر دو قسم کے نگینے پیش کیے تو حضورؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ موئے نجف تو لائے مگر تصویرِ نجف بھی دیکھی تھی۔ میں نے عرض کیا دیکھنا کیسا "تصویرِ نجف" کا نام بھی نہیں سنا اور نہ تصویرِ نجف کی حقیقت معلوم ہے۔ فرمایا جس طرح موئے نجف میں بال دکھائی دیتے ہیں اور اس کو موئے نجف کہتے ہیں، اسی طرح دُرِّ نجف میں شیرِ خدا کی شبیہ دکھائی دیتی ہے کہ آپ کھڑے ہیں اور ہاتھ میں ذوالفقار ہے۔ اور اسی کو تصویرِ نجف کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور نے تصویرِ نجف دیکھی تھی۔ اس وقت جناب حضرت (وارث علی شاہؒ) نے نیچی نظر کر کے آہِ سرد کے ساتھ بے ساختہ فرمایا کہ "اسی کو (تصویرِ نجف نگینہ) کو دیکھ کر یہ حال ہوا ہے" جس نے وارث علی شاہ کو وارث علی شاہ بنا دیا۔

بارہواں واقعہ

قلعۂ خیبر صرف علیؑ نے فتح کیا

تاریخِ اسلام مصنف شاہ معین الدین احمد ندوی، ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور حصہ اول و دوم صفحہ ۵۲، واقعاتِ غزوۂ خیبر ۷ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔ "سب سے اہم قموص کا قلعہ تھا۔ مرحب اسی میں رہتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے خاص اہتمام فرمایا اور پہلے یکے بعد دیگرے حضرت ابُوبکرؓ اور عُمرؓ کو اس مہم پر مامور فرمایا، لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ دوسرے دن حضرت علیؑ کو عَلم مرحمت فرمایا۔ مرحب رجز پڑھتا ہوا مقابلہ

میں آیا، حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا، اس کے قتل ہوتے ہی یہودیوں کی ہمت چھوٹ گئی اور بیس دن کے محاصرہ کے بعد قموص کا قلعہ فتح ہو گیا۔ اس معرکہ میں ترانوے یہودی اور بیس مسلمان مقتول ہوئے۔"

تیرہواں واقعہ

قلعۂ خیبر کی تاریخی اہمیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی زبانی

کتاب سفرنامہ ارض القرآن، تحریر محمد عاصم صفحہ ۲۵۲-۲۵۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء میں ممالکِ عربیہ کا جو سفر اختیار فرمایا تھا۔ اس سفر کی پوری روداد آپ کے رفیقِ سفر محمد عاصم صاحب نے مندرجۂ بالا کتاب میں خود قلمبند کیے ہیں۔

"حصین مرحب سے مراد مشہور یہودی سردار مرحب کا وہ قلعہ ہے جسے حضرت علیؑ نے فتح کیا تھا، یہ قلعہ بہت ہی بلند پہاڑی پر واقع ہے اور اس پہاڑی کے دامن میں وہ جگہ ایک مسجد کی شکل میں موجود ہے جہاں حضرت علیؑ نے مرحب کو قتل کیا تھا، اس پہاڑی پر چڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہم خود تو اس پر چڑھ گئے، لیکن سامان کا چڑھنا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ خیبر کو دیکھنے کے بعد سب سے اہم بات جس کا ہمیں اندازہ ہوا وہ یہ کہ عہدِ نبوی کے بہت سے غزوات کو انسان اس وقت تک ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ جا کر ان کے مواقع کو بچشمِ خود نہ دیکھ لے۔"

چودہواں واقعہ

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا"

کتاب حیاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم، مؤلفہ راجہ محمد شریف۔ ناشر زاہد اکیڈمی جوہر آباد۔ تاریخِ اشاعت مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۳۰۲۔ واقعاتِ غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں "مؤرخین و سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوۂ خیبر محرم ۷ھ میں ہوا۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم ذوالحجہ میں حدیبیہ سے لوٹ کر مدینۂ منورہ تشریف لائے۔ بقیہ

ذوالحجہ اور چند روز محرم کے مدینہ میں رہے، پھر اسی ماہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے چونکہ حدیبیہ سے واپسی کو اپنی پسپائی سمجھا تھا اس لیے یہودی اسے جو کچھ بھی سمجھتے اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے یہودی مسلمانوں کو کمزور خیال کر کے جنگِ احزاب کا داغ مٹانا چاہتے تھے، عرب میں خیبر یہودیوں کا گڑھ تسلیم ہوتا تھا، کیونکہ یہاں ان کو کافی قوت حاصل تھی۔ خیبر کی بستی متعدد قلعوں پر مشتمل اور مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ خیبر کی زمین بڑی زرخیز تھی۔ خیبر کے یہودیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بنو غطفان کے چار ہزار لوں کو اس شرط پر آمادۂ جنگ کر لیا تھا کہ فتحِ مدینہ کے بعد وہ خیبر کی نصف پیداوار ان کو دیں گے۔ غرضیکہ یہودیوں نے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہونے کے لیے ان کے چاروں طرف سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہلِ خیبر کی ان تیاریوں سے پوری طرح آگاہ تھے چنانچہ آپ نے مدینہ سے نکل کر یہودیوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ فرمایا .. . .. ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا کسی طرح فتح نہیں ہو رہا تھا۔ صحابہؓ نے اسے فتح کرنے کے لیے بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ محاصرہ کو بیس دن گذر گئے۔ بیسویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "کل عَلم اُس شخص کو دیا جائے گا جس سے اللہ اور اس کا نبیؐ محبت کرتے ہیں" سب صحابہ منتظر تھے کہ قرعہ کس خوش قسمت کے نام نکلتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا وہ آنکھیں دکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؑ کی آنکھوں پر لگایا جس سے آنکھیں کھل گئیں اور فوری طور پر ٹیسیں جاتی رہیں۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "علیؑ جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؑ ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعہ ایمان لے آئے تو بے شمار مالِ غنیمت سے افضل ہے۔" قلعۂ قموص کا سردار مرحب عرب میں ہزار بہادروں پر بھاری مانا جاتا تھا، وہ مقابلہ کے لیے بڑھا، ادھر سے حضرت عامرؓ نکلے، مرحب نے ان پر وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عامرؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام مقابلہ پر آئے اور تلوار کے ایک ہی وار سے مرحب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔"

پندرھواں واقعہ

اویسِ قرنی کی شہادت

۱۔ جناب اویسِ قرنیؓ عہدِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے۔ آپ مشائخِ کرام کے طبقہ میں ایک اہم شخصیت مانے جاتے ہیں۔ آپ نے سرورِ کائنات کا دیدار نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود حضرت رسالتمآبؐ سے اس حد تک محبت کرتے تھے کہ جنگِ احد میں سرورِ دوعالم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے تھے۔ اس کی اطلاع آپ کو ہوئی تو آپ نے جوشِ محبت میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ سرکارِ دوعالم نے اپنا خرقہ (کالی کملی) اپنے انتقال کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو دلوائی۔ تمام زندگی بعد رسالتمآبؐ آپ جنگل میں رہے جب حضرت علی علیہ السلام دنیاوی خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ شہر کوفہ میں تشریف لے آئے۔ ان کی وفات کا حال داتا گنج بخش سید علی بن عثمان ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن صفحہ ۱۹۸ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: "حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہاں سے کوفہ آ گئے۔ اس کے بعد ہرم ابنِ حیان نے ایک روز انہیں دیکھا۔ اس کے بعد جنگ وغزواتِ علی کرم اللہ وجہہٗ تک کسی نے نہ دیکھا۔ پھر جبکہ حربِ صفین ہوا اس میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السّلام کی طرفداری میں آئے (معاویہ کی مخالفت و مقابلہ میں) شریکِ حرب ہو کر شہید ہو گئے۔ زندہ رہے تو حضورؐ کی زبانِ مبارک سے تعریف ہوئی۔ انتقال فرمایا تو شہادت پائی۔ رضی اللہ عنہ۔"

حضرت اویسِ قرنیؓ کی شہادت بھی حضرتِ علی علیہ السلام کے حق اور امیر معاویہ کے باطل پر ایک مزید دلیل ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ اسی واقعہ کو حضرت شہیدِ ثالث نور اللہ شوستریؒ نے اپنی مشہور کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲۱۲ میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ "پس ایک مرد آیا جو صوف کے پرانے کپڑے اوڑھے اور سر منڈائے ہوئے تھا۔ پس اس نے قتل ہونے کے لیے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اویسِ قرنیؓ ہیں۔ (اس کے بعد آپ کی شہادت ہوئی)

۳۔ اسی واقعہ کو سیرت جناب سہیل یمنی المعروف خواجہ اویس قرنی مؤلفہ عبدالرحمٰن شوق امرتسری مصنف تاریخ اسلام۔ ناشر ملک دین محمد اینڈ سنز صفحہ ۹۷ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ " ہرم بن حبانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؓ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ نے امیرالمومنین کو سلام کیا، علی مرتضیٰ خواجہ اویسؓ کے تشریف لانے سے نہایت خوش ہوئے اور جوابِ سلام کے بعد بڑی مسرت کے ساتھ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور بہت اچھی طرح آپ کی خیریتِ مزاج اور دیگر حالات دریافت کیے۔ خواجہ اویسؓ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قریب تھے۔ دونوں بزرگانِ اسلام میدانِ صفین کی طرف روانہ ہوئے، اور خواجہؓ نے اسی میدانِ جنگ میں شہادت حاصل کی۔"

سولھواں (۱۶) واقعہ

حضرتِ علیؑ دینی معاملات میں کسی کی رعایت نہ کرتے تھے

کتاب تاریخ الدولتین مؤلفہ نیاز فتح پوری ناشر اظہر پبلیشنگ ہاؤس لاہور ص۴۸-۴۹ میں تحریر کرتے ہیں " حضرت علی بن ابی طالبؓ کے زہد و ورع، خلوص و تقویٰ کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ آپ نہایت پُرجوش قلب رکھتے تھے، اور اپنے افعال داقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت اندیشی یا ڈپلومیسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ آپ کے تمام حرکات وافعال خالص مذہبی ہوتے تھے اور ان میں کسی اور خیال کا اثر شامل نہ ہوتا تھا۔ آپ کی زندگی اس قدر سادہ تھی کہ جب رسول اللہؐ کی محبوب صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپ کا نکاح ہوا تو سوائے ایک کھال کے آپ کے گھر میں اور کوئی چیز نہ تھی۔ جب خلیفہ ہوئے اور اصفہان سے خراج آیا تو آپ نے اس کے سات حصّے کر کے برابر تقسیم کر دیئے۔ ایک روٹی باقی رہ گئی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کر کے دیئے۔ آپ کی عسرت کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک کرتہ جسم پر ہوتا تھا۔ اور آپ سردی سے کانپنے لگتے تھے۔"

اسی کتاب میں آگے چل کر وہ کردار واوصافِ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " ایک بار کا واقعہ ہے کہ مصقلہ بن ہبیرہ الشیبانی نے جو حضرتِ علیؑ کی طرف سے اردشیر کا گورنر تھا۔ ۵ سو قیدیوں کو ۵ لاکھ درہم میں خرید کر آزاد کر دیا۔ جب حضرت علیؑ کو معلوم ہو تو آپ نے اس رقم مطالبہ کیا مصقلہ نے نصف رقم ادا کر دی اور جب باقی نصف کا سختی کے ساتھ تقاضا کیا گیا تو اس نے کہا کہ اگر معاویہ ہوتے تو وہ کبھی مطالبہ نہ کرتے اور حضرتِ عثمان ہوتے تو ساری رقم خود ادا کر دیتے۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ کی طرف سے اسے کسی رعایت کی توقع نہ تھی اس لیے وہ اسی رات بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امیرالمومنینؑ اصول، احکامِ شریعتِ مطہرہ کے معاملات میں کسی سے کسی رعایت کو گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ دین کے معاملہ میں مصلحت اندیشیوں کو گناہ تصور کرتے تھے، اور گناہ کا تصور بھی ان کے لیے گناہ ہے۔

سترھواں (۱۷) واقعہ

ایمانِ مرتضویؑ

کتاب پیغمبرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم مصنف مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری۔ ناشر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ پاکستان، کلب روڈ لاہور صفحہ ۲۴۲ میں ایمانِ جناب امیر علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں :" ہجرت کی شب میں حضورؐ نے جب علیؑ کو حکم دیا تھا کہ میری چادر اوڑھ کر بستر پر سو رہو۔ اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی دیدی کہ تمھیں کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ امانت والوں کو امانتیں واپس کر کے تم بھی چل کھڑے ہونا۔ ایسی بھیانک رات میں کیسے نیند آسکتی ہے جب کہ جان وایمان سے بڑھ کر محبوب جدا ہو رہا ہو اور باہر تلواریں خون کی پیاس سے بیتاب ہو رہی ہوں۔ بظاہر اوپر تلواروں کی نوکیں ہیں اور نیچے کانٹوں کا فرش ہے۔ لیکن تعمیلِ حکم کے آگے گردن جھکا دیتے ہیں اور صرف تعمیلِ ارشاد ہی نہیں۔ اس خوشخبری پر اتنا یقین بھی ہے کہ آرام کی نیند سو جاتے ہیں۔ ایسی میٹھی اور خوش گوار نیند جو شاید اس سے

پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ ایمان کی یہ پختگی اور قلب کا یہ ایمان علی مرتضیٰؑ کے سوا اور کسے حاصل ہو سکتا تھا۔"

صفحہ ۳۷ پر تحریر کرتے ہیں :- "اوّل ایمان لانے والوں میں ایک شیر نر بھی ہے جو ہے تو ابھی دس کی عمر کا لیکن پختہ فہمی، فراست اور حقیقت رسی میں بہتوں سے آگے ہے، جسمانی طور پر مرحلۂ بلوغ نہ طے کیا ہو لیکن عقلِ بالغ کی پختگی رکھتا ہے۔ اپنے بچپنے میں بھی اسی طرح سمجھ بوجھ کر اپنے عم زاد بھائی کی صداقت پر ایمان لاتا ہے جس طرح کوئی سن رسیدہ پختہ کار ایمان لا سکتا ہے، یہ تو اپنی کم سنی میں اسلام قبول کرنے پر یوں فخر کرتا ہے کہ "میں نے تو اسلام قبول کرنے میں تم سب پر اس وقت شرفِ اولیت حاصل کیا ہے جبکہ میں کم سن تھا اور بالغ بھی تھا۔"

نوٹ :- اس عبارت میں آخری جملہ امیرالمومنینؑ کا ہے جس میں آپ نے ان لوگوں پر جو خلافت کے دعویدار تھے اپنی فضیلت کی ایک اور دلیل سے زیر فرمایا ہے۔ حالانکہ درحقیقت آپ سابق الایمان ان معنی میں ہیں کہ جب عالمِ انوار میں تھے آپ نے رسولِ اکرمؐ کی نبوت کی گواہی دی۔ اس وقت صرف دو ہی تھے، رسولؐ اور علیؑ، چنانچہ سرکارِ رسالت پناہ نے فرمایا "میں اور علی ایک نور سے ہیں۔" ایک نور کے دو ٹکڑوں میں سے ایک مومن اور ایک کافر نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت محمدؐ ازل سے مومن ہیں تو علیؑ بھی ازل سے مومن ہیں۔ جس طرح سرکارِ رسالت پناہ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا حالانکہ آپ ازل سے نبی تھے، اسی طرح حضرتِ علی مرتضیٰؑ نے بھی آپؐ کی آواز پر اس وقت لبیک کہا جب سب کی زبانیں گنگ تھیں حالانکہ آپ ازل سے مومن ہیں۔ خانۂ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور سب سے پہلے آغوشِ رسولؐ میں روئے انورِ حضور اکرمؐ کی زیارت فرمائی، نور کے دونوں ٹکڑے مل گئے اور علیؑ نے رسولؐ کی آغوش میں توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ لہٰذا یہ گمان کرنا کہ آپ بھی دوسروں کی طرح نعوذباللہ کافر تھے اور بعد میں ایمان لائے درست نہیں ہے۔ (وصی)

اٹھارواں ۱۸ واقعہ

رسولِ اکرمؐ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں دو مختلف وقتوں میں ساتھ ساتھ پڑھیں

ہمارے اکثر سنی بھائی یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ شیعہ ظہر اور عصر، اس کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حضرتِ رسولِ اکرمؐ بھی اکثر اسی طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ جیسا کہ کتاب پیغمبرِ انسانیت صفحہ ۵۰۰ پر مولانا محمد جعفر پھلواروی نے تحریر فرمایا ہے :" غدیرِ خم کے مقام پر آپؐ نے تمام مسلمانوں کو روک کر ایک خطبہ دیا، جس میں فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" یعنی جو مجھے اپنا حاکم و افسر تسلیم کرتا ہے وہ علیؑ کو بھی مانے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ کو مبارکباد دی۔ خطبے کے بعد حضورؐ کے حکم سے بلالؓ نے اذان دی اور ظہر و عصر ملا کر ادا کی، پھر موقف میں دیر تک قبلہ رو ہو کر کھڑے کھڑے دعا مانگتے رہے، قریبِ مغرب اسامہؓ بن زید کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا کر مزدلفہ پہنچے، مغرب پڑھ کر فوراً عشاء پڑھی۔"

انیسواں ۱۹ واقعہ

کتاب "تذکرۂ خاصانِ خدا"، از مصطفائی بیگم۔ ناشر الکتاب گنج بخش روڈ لاہور عہدِ شاہجہانی کے ایک مستند تذکرے کی تلخیص و ترجمہ صفحہ ۴ اور ۵۔ حالات خاتمہ خلفائے راشدین وصی رسول رب العالمین مقرب بارگاہِ احدیت واقفِ اسرارِ صمدیت، مظہر العجائب والغرائب بادشاہِ ذوالاجاہ سرچشمۂ اولیاء اللہ امیرالمومنین اسداللہ الغالب حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہٗ میں تحریر ہے کہ "ایک مرتبہ جبکہ آپ مسجدِ کوفہ میں مقیم اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے، ایک غریب نابینا مسافر بھی اسی مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ آپ اس کی غریبی و مصیبت کی وجہ سے بہت متاثر ہوتے اور جب رؤسائے کوفہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوتی تو روزے کا عذر کرکے اپنا کھانا اس کے لیے لے آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز وہ

نابینا امامِ عالی مقام حسن ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں شرفاء و اکابرین شہر کے ساتھ مدعو تھا۔ امام حسینؑ نے بچشمِ خود دیکھا کہ وہ دسترخوان پر عمدہ اور لذیز کھانوں کو علیحدہ رکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عزیزِ من تم کھانا کھالو۔ اگر لے جانا چاہتے ہو تو اور کھانا موجود ہے۔ اس نے کہا یہ کھانا میں اپنے مشفق و مہربان کے لیے لے جانا چاہتا ہوں۔ امام نے پوچھا تمہارا مشفق کون ہے؟ کہا کہ میرا مشفق دائم الصوم اور شب بیدار ہے۔ فرمایا کہ اور زیادہ واضح کرو تاکہ اچھی طرح معلوم ہو جائے۔ کہا کہ وہ بچوں کو آسودہ اور لوگوں کو پند و نصیحت سے مستفید کرتا ہے۔ فرمایا کہ مزید وضاحت کرو تاکہ واضح تر ہو جائے۔ کہا کہ جب وہ تکبیر کہتا ہے تو دیوار، درخت، پتھر اور ڈھیلے اس کے ہم زبان ہوتے ہیں، اور افطار کے وقت ایک مٹھی جَو کے سَتّو اور ایک چُلّو پانی پر اکتفا کرتا ہے۔ چنانچہ میں اسی یارِ وفادار کے لیے یہ کھانا آپ کی محفل سے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کو سنتے ہی امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا اے عزیز دوست جن کے اوصاف تم نے بیان کیے وہ میرے والدِ بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔"

(۲) صفحہ ۶۸: "فتحِ مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور وہاں کے بتوں کو اپنے دستِ مبارک سے توڑا، ایک بُت جو اونچائی پر زمین میں گڑی ہوئی سلاخ میں پیوست تھا باقی رہ گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا حضورؐ میرے کاندھوں پر چڑھ کر اس بُت کو توڑ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا "اے علیؓ تم نبوت کے بار کو نہیں اٹھا سکو گے اس لیے حضرت علیؓ نے حضورؐ کے شانوں پر کھڑے ہو کر اس بت کو پاش پاش کر دیا۔"

(۳) صفحہ ۱۶۸-۱۶۹: "حضرت علیؓ کو بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی سعادت حاصل رہی۔ حضورؐ نے بہ نفسِ نفیس آپ کو قرآن و حکمت کی تعلیم دی۔ قرآنِ کریم جو دینی علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ اس سے آپ پوری طرح سیراب تھے۔ آپؓ کا شمار ان صف میں ہوتا تھا جنھوں نے حضورؐ کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپ نے بچپن سے لیکر وفاتِ نبیؐ تک تقریباً تیس ۳۰ سال حضورؐ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے۔ اس مسلسل رفاقت

و محبت کے سبب آپؓ اسلام کے احکام، فرائض اور ارشاداتِ نبویؐ کے سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے بڑے عالم تھے، آپ کو فقہ و اجتہاد میں کامل دسترس اور غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔"

بیسواں ۲۰ واقعہ

شیخ بو علی سینا اور حُبِّ علیؑ

کتاب سرگزشت از مولانا القاعلی حیدری صاحب حیدری مرحوم، صفحہ ۴۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کے علم اور فضیلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کوئی شخص شیخ بو علی سینا سے حضرت علی علیہ السلام کے علم اور فضیلت کے متعلق دریافت کرتے تھے تو وہ کہتے تھے۔ "اُس جناب کی فضیلت اور علم بیان کرنے کے واسطے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ کائنات میں علیؑ ہر شئے سے مستغنی تھے اور ہر شئے کو ان کی احتیاج (ضرورت) تھی۔"

اکیسواں ۲۱ واقعہ

کتاب محسنِ اعظم اور محسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم از فقیر سید وحید الدین۔ ناشر فقیر اسپننگ ملز لمیٹڈ کراچی۔ صفحہ ۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹ میں مختلف جگہوں پر مختلف مضمون کے تحت فضائل و مناقب جناب امیر علیہ السلام کے اس طرح بیان کیے ہیں کہ جن کو پڑھ کر دیدہ و دل روشن ہو جاتا ہے۔ اس میں سے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں:-

(۱) صفحہ ۱۶۶: "تبوک کے علاوہ تمام جنگوں میں حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، اور اسد اللہ (یعنی اللہ کا شیر) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جنگ احد میں آپ کے جسم پر سولہ زخم آئے۔ فتحِ خیبر کے لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہؓ مامور ہوئے مگر خیبر فتح نہ ہو سکا، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا" کل میں اُس شخص کو علم دوں گا

جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسولؐ بھی اس کو چاہتے ہیں۔ ہر صحابی اس شرف کا امیدوار تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے لیے یہ شرف مقدر فرما دیا تھا۔ حضورؐ نے علم حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور شیرِ خدا کے ایک ہی حملے میں خیبر فتح ہو گیا۔"

بائیسواں ۲۲ واقعہ

امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور حبِّ علیؑ

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ سے محبت و مودّت کا ذکر اور فیضان کا ذکر شاہِ ہمدان نے جا بجا اپنی تحریروں میں کیا ہے۔ ان کی اکثر تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار مولائے کائناتؑ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں جناب علی مرتضیٰؑ سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتا ہوں بلکہ میں علیؑ شناس ہوں۔" وہ اپنی کتاب روضۃ الفردوس میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔ "اگر لوگ حبِّ علیؑ پر جمع ہو جاتے تو خلاقِ عالم دوزخ کو نہ بناتا۔"

کتاب امیر کبیر سید علی ہمدانی از ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر، ناشر ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور۔ صفحہ ۱۵ میں تحریر کرتی ہیں کہ "حضورؐ کا یہ ارشادِ گرامی دلیل ہے کہ اسرار و معارفِ توحید کا سرچشمہ انوارِ معالم تحقیق کا مطلع علیؑ مرتضیٰ ہیں، کمال درجات کا حصول، اہلِ کشف و شہود کے اسرار کی عقدہ کشائی آپ سے ہوتی ہے ہر ولی کے انوارِ حقائق۔ ولایتِ علیؑ کی مشک سے منور ہوتے ہیں۔ امام ہادی کے ہوتے ہوئے کسی غیر کی متابعت بے بصیرتی ہے۔ اسی کتاب میں آگے تحریر فرماتی ہیں کہ روزِ حشر علی ابن ابی طالب کی محبت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(مجموعہ احادیث روضۃ الفردوس)

تیئیسواں ۲۳ واقعہ

شیخ سعدیؒ اور حبِ علیؑ

شیخ سعدیؒ کے مندرجہ ذیل اشعار کلیاتِ سعدی صفحہ ۱۴۴۱ میں موجود ہیں۔

سعدی گر عاشقی کنی و جوانی — عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

کلیاتِ سعدی صفحہ ۴۲۹:۔

دیباچۂ مروت و سلطانِ معرفت — لشکر کشِ فتوت و سردارِ اتقیا
مردمی جو نبی ندانند کس — راہ مردم علیؑ شناسد و بس

چوبیسواں ۲۴ واقعہ

خواجوی کرمانی اور حبِّ علیؑ

کتاب خلاصۃ المناقب برگ ، میں خواجوی کرمانی کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:۔

مہر او از آسمان لافتیٰ الا علیؑ
تیغ او از گوہر لا سیف الا ذوالفقار

پچیسواں ۲۵ واقعہ

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی اور حبِّ علیؑ

دیوانِ موصوف صفحہ ، پر مشہور صوفی شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ایک موقع پر جناب علیؑ کی مدح میں یوں رطب اللسان ہیں:۔

ہر کہ را نام جوانمردی سزا است
پیشوای او علیؑ مرتضیٰ است

چھبیسواں واقعہ

مرتبۂ سربراہِ اسلام

کتاب اخبار الاخبار صفحہ ۲۱ جناب شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ دکھاتے ہیں کہ وہ تمام صفات اور مراتب جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام میں موجود تھے اور ساری کائنات کو اُن تمام فیوض سے مالامال کرنے کے لیے وہی حضرت وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ محدثِ دہلوی لکھتے ہیں کہ :-

"حضرت علی علیہ السلام جن سے شجرۂ علم ولایت کا آغاز ہونا مشہور ہے اس شجرہ سے درختِ طوبیٰ کی مانند بہت زیادہ شاخیں نکلی ہیں۔ جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہیں اور پوری دنیا حضرت علی کے نورِ جمالِ ولایت کا پورا پورا حصہ اور مکمل فیض حاصل کیا، اور اپنی معصومیت کی بنا پر ولایتِ معنوی کا پرچم بلند کرتے ہوئے ظاہری ریاست دوسروں کے لیے چھوڑ دی۔"

(مذہبِ شیعہ از سید محمد احسن زیدی)

ستائیسواں واقعہ

میلادِ مرتضوی اور سہرا

کتاب مذہبِ شیعہ از مولانا سید محمد احسن زیدی صفحہ ۱۲۲ :-

"حضرت شاہ دلدار علی (شاعر) مذاق تخلص بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۴ء مشہور تفضیلی بزرگ گزرے ہیں۔ انھوں نے روہیلکھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلادِ مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے

موقع پر گایا جاتا ہے۔ اس سہرے کا پہلا شعر یہ ہے :-

علی نوشہ بنا، سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت نبیؐ سے خلق کی حاجت روائی کا

اٹھائیسواں واقعہ

خطبۂ جمعہ میں علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ پڑھنے کا حکم

اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہیں۔ مگر اُن کے مصاحبین و امراء میں اہلِ تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے۔ اورنگ زیب کا فرزند بہادر شاہ اوّل تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں :-

"چوں بہ تحقیق خود مذہبِ شیعہ امامیہ را حق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ"

اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہوا "در ترویج و تقویت مذہبِ شیعہ می کوشید" سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۳۸۱۔ پھر لکھتے ہیں: "پھر اس نے اپنے نام میں سید کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۲ھ میں اپنے شیعہ وزیر منعم خاں کے مشورے سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ داخل کیا جائے۔"

(کتاب مذہبِ شیعہ از مولانا سید محمد احسن زیدی صفحہ ۱۳۰)

انتیسواں واقعہ

بیرم خاں سپہ سالار ہمایوں بادشاہ اور حبِّ علیؑ

کتاب مذہبِ شیعہ از مولانا سید محمد احسن صفحہ ۱۰۶ میں حضرت علی علیہ السّلام کی

کی تعریف میں بیرم خاں کا ایک پُرجوش قصیدہ جو ماثر رحیمی میں نقل ہوا ہے اس کا ایک مطلع اپنی مندرجہ بالا کتاب میں تحریر کرتے ہیں جس میں بیرم خاں کا حضرت علی علیہ السلام سے عشق ظاہر ہوتا ہے :-

شہے کہ بگذر داز نہہ سپہر افسرِ اُو
اگر غلامِ علیؑ نیست خاک بر سرِ اُو

ترجمہ : "اگر وہ بادشاہ کہ جس کا افسر نو عدد آسمانوں سے بلند تر ہو۔ اگر وہ علیؑ کا غلام نہیں تو خاک اس کے سر اور چہرہ پر"

تیسواں واقعہ ۳۰

"ناصرِ انبیاء علیؑ حاصلِ اولیاء علیؑ"

حضرت شمس تبریزؒ اور حبِ علی علیہ السلام

کتاب نورِ محمد اور ذرہ نور (ایٹم) مرتبہ ڈاکٹر کاظم علی رسا صفحہ ۱۱۲، ناشر ہیلر صدر باز ار حیدر آباد سندھ میں نورِ محمدیؐ نورِ مرتضویؑ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت شمس تبریزؒ کے قصیدہ کے چند شعر نقل کرتے ہیں۔ جن سے شمسؒ تبریزی کی حضرت علی علیہ السلام سے ان کی بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے :-

شاہِ ولایتم علیؑ جامِ شہادتم علیؑ — عینِ ہدایتم علیؑ، راہنمائے انبیا
ناصرِ انبیا علیؑ، حاصلِ اولیا علیؑ — واصلِ کبریا علیؑ، نازکنی تو ماجرا
نقطۂ ہادئ ہو علیؑ خازنِ لا و ہو علیؑ — در ہمہ شے ہُو علیؑ، واں کہ علی است خدا
شمس علیؑ است در دلم نورِ علیؑ است حاصلم
من بہ علیؑ چہ واصلم یافتہ ام سرِ خدا

اکتیسواں واقعہ ۳۱

امام احمد بن حنبلؒ کی حق گوئی — !

کتاب "کربلا کا مسافر" مرتبہ علامہ مشتاق احمد نظامی مدیر پاسبان، ناشر مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، بعنوان "حضرت علیؑ کی خلافت" پر اہلِ حل و عقد کا اجماع صفحہ ۱۲۵ پر تحریر کرتے ہیں :-

"حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مقابل (معاویہ) سے قتال میں حق پر تھے کیونکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ کی خلافت کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ صحابہ میں اہلِ حل و عقد آپ کی خلافت پر متفق ہیں۔"

بتیسواں واقعہ ۳۲

امامِ غزالیؒ کی راست گوئی

کتاب "کربلا کا مسافر" مرتبہ علامہ مشتاق احمد نظامی، مدیر پاسبان صفحہ ۱۲۵۔ ۱۲۶ پر رقمطراز ہیں کہ :-

"حضرت علیؑ اور ان کے مخالفین کے زمانے میں تو رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر خلافت کی امید دوسرے لوگوں کے لیے منقطع کر دی کہ جب دو خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو بعد والے کو قتل کر ڈالو اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک ہی حق دو آدمیوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ خلافت نہ تو جسم ہے جو بٹے، نہ عرض کہ متفرق ہو، نہ جوہر اس کی حد بندی ہو تو اسے کس طرح بیچا جائے گا، اور کس طرح ہبہ کیا جائے گا۔ اور اس باب میں ایک حدیث قاطعِ نزاع ہے۔ سب سے پہلا فیصلہ جو قیامت کے

دن ہوگا۔ حضرت علی ومعاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوگا۔
تو خدا حضرت علیؓ کے حق میں فیصلہ کرے گا اور بقیہ تحت مشیتِ الٰہی ہوں گے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا قول ہے "عمارؓ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا" تو امام باغی نہیں ہو سکتا۔ پس امامت دو آدمیوں کے لیے نہیں ہو سکتی جس طرح ربوبیت دو کے لیے نہیں"
مندرجہ بالا عبارت میں کس وضاحت سے امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔
"بیعتِ اولیٰ حضرت علیؓ کی تھی اور وہی حق ہے اس کے بعد دوسرے کی بیعت کا امکان ہی ختم ہے جیسا کہ حکمِ رسولؐ ہے۔ یونہی حدیثِ رسولؐ ہے کہ حضرتِ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا، باغی کے جو معنی بھی ہوں، پس جن لوگوں نے حضرت عمارؓ کو قتل کیا امامِ حق ہوں گے؟"

تینتیسواں واقعہ (۳۳)

اگر یہ کام پورا ہوگیا تو اللہ کی نافرمانی کبھی نہ ہوگی

غدیرِ خم ایک جگہ کا نام ہے جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واقع ہے۔ غدیرِ خم جحفہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آخری حج سے واپسی پر آنحضرتؐ نے پالانِ شتر کا منبر بنوایا اور اس پر کھڑے ہو کر تکمیلِ دین کی بشارت اس طرح دی کہ آپ نے حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے" اسی دوران جب کہ آپ صحابہؓ کے ایک لاکھ سے زیادہ مجمع کو علیؑ کی ولایت کی تاکید فرما رہے تھے تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلعم نے غدیر کے مقام پر علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا تو ابلیس کی ایسی چیخ نکلی جس کو دنیا کی ہر مخلوق نے سنا۔ ابلیس کے چیلوں نے کہا کہ اے ہمارے سردار و ہمارے آقا آپ کو کیا ہوگیا ہے! ہم نے

ایسی وحشتناک چیخ کبھی نہیں سنی۔ ابلیس نے کہا "نبیؐ نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ اگر یہ کام ہوگیا تو اللہ کی نافرمانی کبھی نہ ہوگی"۔ انھوں نے کہا۔ اے ہمارے سردار آپ اس وقت آپ   تھے جب منافقین نے کہا آپ نہیں دیکھتے کہ اس کی آنکھیں اس طرح گردش کر رہی ہیں جیسے جنون ہوگیا ہو۔ اس بات سے ان کا اشارہ رسولؐ کی طرف تھا۔ شیطان نے یہ سنکر ایک چیخ لگائی اور وہ خوش ہوا، اور وہ اپنے دوستوں کو جمع کر کے کہنے لگا کہ تم نہیں جانتے کہ میں نے اس سے پہلے آدم کے ساتھ بھی ایک چال چلی تھی۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ شیطان نے کہا کہ آدم نے صرف عہد اور وعدہ کو توڑ دیا تھا۔ اللہ کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا ان لوگوں نے تو عہد کو بھی توڑا ہے اور رسول اللہ کے ساتھ کفر بھی کیا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا تو لوگوں نے علی علیہ السلام کے بجائے ایک اور آدمی کو کھڑا کر دیا تھا۔ شیطان نے بادشاہ کا تاج پہن کر اپنے گھوڑوں اور مردوں کو جمع کیا اور کہا خوش ہو جاؤ جب تک امام کھڑا نہ ہوگا اللہ کی اطاعت نہیں ہوگی"۔

(کتاب اثبات الوصیۃ مؤلفہ علامہ حسن بن یوسف علامہ حلیؒ ترجمہ مولانا ملک محمد شریف ناشر مکتبۃ الساجد۔ ۵ ۸ شمس آباد کالونی ملتان۔ صفحہ ۱۶-۱۷)

(۲) اسی سلسلہ میں امام غزالی سر العالمین مطبوعہ بمبئی صفحہ ۹ پر تحریر کرتے ہیں:۔
"رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے حق میں خمِ غدیر کے دن فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کا مولا ہے۔ بعد میں لوگوں کو سرداری کی حرص اور شوق غالب ہوگیا اور ستونِ خلافت اٹھانے اور علم ہائے بزرگ کے بار بنانے اور گاڑنے اور آوازہائے حرکتِ علم کی حرص فراہم کرنے انبوہ گھوڑوں کے اور شہروں کی فتح ان سب امور نے ان لوگوں کو حرص کا ایسا کاسہ پلایا کہ وہ اپنی پہلی مخالفت کی طرف پلٹ گئے اور نبیؐ کے حکم مَن کُنتُ مَولاہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ پس انھوں نے بہت برا کیا"۔

نوٹ: اس حدیث شریف کے متعلق اگر کوئی محقق کامل معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ الغدیر تصنیف کردہ علامہ عبد الحسین احمد الامینی کی گیارہ جلدیں ملاحظہ کرے۔

بقول علامہ ذہبی جریر طبری نے جو اس حدیث کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس حدیث کی کثرتِ طرق کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ آج اگر کوئی صاحبِ دل اور روشن ضمیر الغدیر کی گیارہ ضخیم جلدوں کا مطالعہ کرے تو خدا جانے اس کا کیا حشر ہو۔ کاش ہمارے علمائے کرام ان تمام جلدوں کا اردو ترجمہ بہ تعاون صاحبان ثروت شائع کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں۔ افسوس کہ ایک جلد کا ترجمہ مرحوم راجہ صاحب محمود آباد کی سرپرستی میں اب سے تقریباً پندرہ سال قبل شائع کیا جا رہا تھا۔ ترجمہ ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر مدظلہٗ العالی نے فرمایا تھا۔ اور اس کی اشاعت کے لیے ایک کثیر رقم ایک اثنا عشری تاجر نے دی تھی اور یہ رقم مرحوم مولانا آقا مرزا مہدی پویا صاحب کے پاس جمع تھی۔ لیکن نامعلوم وجوہ کی بناء پر یہ جلد اب تک منظرِ عام پر نہ آسکی۔ اور قبلہ جوہر صاحب کی محنت بھی اکارت گئی۔ (دعی)

اس حدیثِ مستند کے ضمن میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں:۔

سعدیا شیرازیا آخر چہ می پرسی بگو

کیست بعد از مصطفےٰ مولائے کل مولا علیؑ

عبث در معنی من کنت مولا می روی ہر سو

علیؑ مولا بہ آں معنیٰ کہ پیغمبرؐ بود مولا

چونتیسواں واقعہ (۳۴)

سلام اُس پر جس کا نام علیؑ ہے

کتاب ایمانی جواہر ریزے مؤلفہ سید الطاف حسین شاہ ہمدانی حصہ اول صفحہ ۴ مطبوعہ دبیر پرنٹنگ پریس گاڑی کھاتہ حیدر آباد۔ اپنی اس کتاب میں علمِ ابجد کی روشنی میں فضائلِ مولائے کائنات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جیسے لفظ خود بخود کلام کرتے ہیں۔

مؤلف کی اپنی تحریر سے چند مثالیں:

(۱) علیؑ — ع = عین اللہ

ل = لسان اللہ

ی = ید اللہ

( ) ؎ علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے

عصائے پیر[1] ہے تیغِ جواں[2] ہے حرزِ طفلاں[3] ہے

اسم/حروف	عددی قیمت	حاصل
ع	۷۰	عصائے پیر (زمانۂ پیری)
ل	۳۰	تیغِ جواں (زمانۂ جوانی)
ی	۱۰	حرزِ طفلاں (زمانۂ طفلی)

؎

چوں بحکمِ خالقِ بی چوں کشودم (ل) و (ب)

لب نہ بندم یک نفس از مدح (ع) و (ل) و (ی)

(ع) و (ل) و (ی) بدل دارم مگر گوید خلق

ایں سعادت نیست بر (س) و (ع) و (د) و (ی)

(شیخ سعدی)

نوٹ: شاعر نے اس مصرع میں علیؑ کے نام کی برکتوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علیؑ کا نام "عصائے پیر ہے" یعنی جس طرح بوڑھوں کو عصا سہارا دیتا ہے اسی طرح ان کے لیے نامِ علیؑ سہارا ہے۔ (۲) "تیغِ جواں ہے" علیؑ کا نام جوانوں کے لیے تیغ ہے کہ اس نام سے ان کو جہاد میں فتح حاصل ہوتی ہے اور دشمن مغلوب ہوتا ہے۔ (۳) "حرزِ طفلاں ہے" نامِ علیؑ بچوں کے لیے تعویذ ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ کوئی جادو یا آسیب اثر نہیں کر سکتا۔

پینتیسواں واقعہ (۳۵)

حافظ شیرازی اور حُبِّ علیؑ

مولائے کائنات علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے فضائل میں حافظِ شیرازیؒ کہتے ہیں:

آں راکہ دوستیِ علیؑ نیست کافر است — گو زاہدِ زمانہ و گو شیخِ راہ باش
حافظ طریقِ بندگیِ شاہ پیشہ کن — وان گاہ در طریقِ مردان راہ باش

۳۶

چھتیسواں واقعہ

اعلیٰحضرت میر عثمان علیخاںؒ نظامِ دکن اور حبِّ علیؑ

اعلیٰحضرت نظامِ دکن میر عثمان علی خاں مرحوم ایک بلند مرتبہ عالم، عظیم مفکر، اور مشہور شاعر تھے۔ وہ محبتِ آلِ محمدؐ میں سرشاری کے عالم میں فرماتے ہیں:-

علیؑ نبیؐ سے نبیؐ ہیں علیؑ سے یہ حق ہے
ہم اس حدیث کو اُمّ الکتاب سمجھے ہیں
جو سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا
علیؑ کے بعد رسالت مآبؐ سمجھے ہیں

۳۷

سینتیسواں واقعہ

کتاب "احادیثِ نبوی درشان مولا علیؑ"، از ڈاکٹر زاہد حیدری صفحہ ۱۱، مقدمہ آقای علامہ مفتی سیّد طیب آغا الجزائری۔ اس کتاب میں سرورِ کائناتؐ کا ایک ارشادِ گرامی اس طرح درج ہے:-

"اگر مجھ کو اپنی امت کے اس طرح بہکنے کا ڈر نہ ہوتا جس طرح نصاریٰ عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں بہک گئے تو میں علی ابن ابی طالب کے بارے میں ایک ایسی بات کہتا کہ وہ جہاں سے گزرتے لوگ ان کے پیروں کی خاک اٹھا کر (آنکھوں سے لگاتے) یعنی تبرک حاصل کرتے۔"

۳۸

اڑتیسواں واقعہ

کُلِّ ایمان کا مقابلہ کُلِّ کفر سے

سوانح عمری حضرتِ علیؑ (ارجح المطالب) مصنفہ مولانا عبداللہ بسمل امرتسری۔ صفحہ ۲۱۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ:-

"فضل اللہ بن روزبہان کشف الغمّہ سے ناقل ہیں کہ جمہور اہلِ سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السّلام عمرو بن عبدِ ود کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔"

۳۹

انتالیسواں واقعہ

نبیؐ و علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

کتاب احادیثِ نبویؐ درشانِ مولا علیؑ از ڈاکٹر زاہد حیدری صفحہ ۴۶، اور کفایۃ الطالب تالیف گنجی شافعی صفحہ ۲۵۶ پر تفصیل کے ساتھ یہ حدیث درج ہے، وہ اپنے اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ حضرتِ عمر نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر نے یہ روایت کی انھوں نے ابوہریرہ سے سنا کہ وہ ایک روز سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کیا حضورؐ نے جوابِ سلام دیا اور ایک مٹھی کھجور ان کو عطا فرمائی۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد ۷۳ تہتر تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا، ان کے سامنے کھجور رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا، آپ نے جوابِ سلام دیا اور تبسّم فرمایا۔ حضرت نے مجھے ایک مٹھی کھجور عطا فرمائی۔ جب میں نے ان کو شمار کیا تو ان کی تعداد ۷۳ تہتر تھی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، فوری میں سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں پلٹا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے کھجور

عطا فرمائے، شمار کیا تو تہتر ۷۳ تھے، اور جب علیؑ کی خدمت میں گیا، ان کے آگے کھجور رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک مٹھی کھجور عطا فرمائے۔ ان کی تعداد بھی تہتر ۷۳ تھی۔ مجھے اس امر پر تعجب ہوا، لہٰذا میں مکرر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ یہ عجیب بات ہے۔ حضرتؐ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا" اے ابوہریرہ کیا تم کو اس کا علم نہیں کہ میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدالت میں یکساں اور برابر ہے۔"

یہ حدیث خطیب خوارزمی مناقب صفحہ ۲۱۱ پر اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔

چالیسواں ۴۰ واقعہ

علیؑ تم کو راہِ ہدایت سے بھٹکنے نہ دے گا

سرکارِ دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ کی اطاعت (فرمانبرداری) میری اطاعت ہے اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔"

شیخ سلیمان بلخی حنفی ینابیع المودۃ میں میر سید علی ہمدانی شافعی آخر مودت پنجم مودۃ القربیٰ میں ایک تفصیلی حدیث النبیؐ اور ابوایوبؓ انصاری سے نقل کرتے ہیں اے عمارؓ اگر عام لوگ ایک راہ پر چلتے ہوں اور علیؑ تنہا ایک راستے پر چل رہے ہوں، پس تم اس راہ کو اختیار کرو جس پر علی چل رہے ہوں، دوسرے لوگوں کا خیال نہ کرو۔ اے عمارؓ علیؑ تم کو راہِ ہدایت سے بھٹکنے نہ دے گا، اور تجھے ہلاک نہ کرے گا۔ اے عمارؓ! علیؑ کی اطاعت و فرمانبرداری میری اطاعت ہے اور میری اطاعت و فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہے۔"

اکتالیسواں ۴۱ واقعہ

یا علیؑ کے نعرے

حملہ کی خبر سنتے ہی پورا شہر پُرجوش نعروں سے گونجنے لگا، اور لاہور کی سڑکوں پر نصف شب تک یا علیؑ کے نعروں سے دشمنوں کے دل دہلتے رہے۔ ملاحظہ ہو:-

جنگ کراچی، مورخہ ۸/ دسمبر ۱۹۷۱ء

"لاہور۔ ۷/ دسمبر۔ شہر لاہور ایک مرتبہ پھر جوش و خروش کی وہی ایک لہر آگئی ہے جس کا مظاہرہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران ہوا تھا۔ جنگ کے پہلے روز صوبائی دارالحکومت سے تقریباً دس میل دور توپوں کی گھن گرج اور توپوں کے شعلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے صف شکن دشمنوں کی پٹائی میں مصروف ہیں۔ نصف شب گذرنے کے باوجود لاہور جی ٹی روڈ پر انجینیرنگ یونیورسٹی سے شالامار باغ تک بے حد چہل پہل تھی۔ انجینیرنگ یونیورسٹی کے طلباء ہوسٹل کے باہر کھڑے ہوئے اپنی بہادر فوج کے نعرۂ حیدری یا علیؑ کی گونج میں رخصت کر رہے تھے۔ ہر طرف علیؑ علیؑ کی صدا تھی جس سے ایک عجیب جوش تھا۔"

بیالیسواں ۴۲ واقعہ

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

محمود احمد عباسی مصنف کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" کا قیام لیاقت آباد میں تھا۔ یہ واقعہ اس کی زندگی کا ہے، اور یہ واقعہ اسلم صدیقی صاحب نے مجھ کو زبانی بتایا تھا۔ اسلم صدیقی صاحب حنفی العقیدہ ہیں اور محمود احمد عباسی کے پڑوسی بھی ہیں۔ میں نے ان سے یہ واقعہ سنا مگر کوئی اہمیت نہ دی، لیکن جب اس واقعہ کو اسی طرح جس طرح اسلم صاحب نے بتایا تھا۔ جناب سید زین العابدین کی کتاب "ہدیۂ عقیدت" جو آپ نے رجب ۱۳۹۲ھ میں سی ون رسی/۸، لیاقت آباد کراچی ۱۹ سے شائع کیا۔ اس میں پڑھ کر اس واقعہ کی صداقت کا یقین آیا، کتاب کی تحریر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو:

"دروغ برگردنِ راوی۔ عباسی کے مکان جو بدقسمتی سے ہمارے ہی پیسوں کی بدولت بنا ہے دو منزلہ ہے۔ اوپر کرایہ دار رہتے ہیں۔ کراچی میں اوپر منزل تک پانی پہنچانے کے لیے خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے مشین کا استعمال ہوتا ہے۔ ان کے مکان کی وہ مشین خراب ہوگئی۔ کرایہ دار نے برابر شکایت کی یہ پی گئے۔ ایک روز کرایہ دار کی بوڑھی ماں کو سخت تکلیف ہوئی وہ جلی بھنی دروازے کے باہر بیٹھی تھی کہ عبّاسی صاحب نظر آئے۔ بڑی بی بھڑک اٹھیں۔ بولیں تو یزید ہے ہم پر پانی بند رکھا ہے، چھوٹے بچّوں پر بھی ترس نہیں آتا۔ یزید بول کیا ہم پیسے نہیں دیتے؟ یہ سننا تھا کہ عبّاسی صاحب چراغ پا ہوئے۔ آپے سے باہر بڑی بی زبان سنبھالیے مجھے یزید کہہ رہی ہیں۔ اتنے میں بڑی بی کے صاحبزادے چیخ پکار سن کر پہنچے۔ اب تو عباسی بولے۔ اپنی ماں کو سمجھائیے مجھے یزید کہہ رہی ہیں۔ ارے صاحب یزید ہوں وہ۔ ذرا سوچ کر بولیے۔ ۔۔ ۔۔ "آپ کیوں بُرا مان رہے ہیں۔ یزید ہی تو کہا ہے آپ کو، خدانخواستہ حسینؑ تو نہیں کہا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ سنکر عباسی چپکے سے گھر میں گھس گئے۔"

تینتالیسواں ۴۳ واقعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعا کی برکت سے ہوئی

مولانا محمد شفیع صاحب اکاڑدی جو سوادِ اعظم کے مشہور عالم ہیں، اپنی کتاب سفینۂ نوح حصہ اوّل طبع کراچی صفحہ ۲۳ پر شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "امام ابو حنیفہؒ کے والد حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں حضرت علیؑ کی زیارت کو گئے تھے تو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے حق میں دعا برکتِ اولاد فرمائی تھی، بموجب اس دعا کے حضرت امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے۔"

(۱) امامِ اعظم امام ابو حنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر دو سال جو حضرت امام جعفر صادقؑ کی شاگردی میں نہ گزرتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

(۲) درِ مختار میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کئی برس سیدنا امام محمد باقر علیہ السّلام اور سیدنا جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور علمِ ظاہر اور علمِ باطن سے آراستہ ہوئے۔

(۳) علامہ ابو شکور سلمی کتاب التمہید فی بیان التوحید (بحوالہ کتاب مولیٰ اور معاویہ" صفحہ ۴۱۳۔ ترجمہ حضرت ابو حنیفہؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اہلِ شام ہم سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ جی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر ہم حضور مولیٰ علیؑ کے لشکر میں ہوتے تو ہم معاویہ کے مقابلہ میں مولیٰ کی مدد کرتے اور مولیٰ کے واسطے معاویہ سے جنگ کرتے، یہی سبب ہے کہ اہلِ شام ہم سے دشمنی رکھتے ہیں۔

چوالیسواں ۴۴ واقعہ

حضرت امام شافعیؒ علیؑ اور اولادِ علیؑ کے دربار میں

کتاب سفینۂ نوح "مصنف مولوی محمد شفیع صاحب اکاڑدی جلد اوّل، طبع کراچی صفحہ ۲۲ میں بعنوان سیرت الشافی میں امام شافعیؒ کا قصیدہ نقل کرتے ہیں جس کا اردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے:" اے رسولؐ اللہ کے اہلبیتؑ آپ حضرات کی محبت کو اللہ پاک نے اپنے کلام قرآنِ کریم کے اندر تمام مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ آپ حضرات کی بزرگی کے لیے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ جو نماز کے اندر آپ حضرات پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اگر مولیٰ علیؑ سے محبت کرنے والے کو رافضی کہا جائے تو بندگانِ خدا میں سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔"

پینتالیسواں ۴۵ واقعہ

حضرت علی سے تیمور لنگ بادشاہ کا ایک سوال اور اُس کا جواب

کتاب تزکِ تیموری یعنی بانیٔ سلطنتِ مغلیہ سلطان تیمور گورگانی خلد آشیانی کے حیرت انگیز، روح پرور اور وجد آفریں خود نوشت واقعات و احوال ۔ ترجمہ سید ابوالہاشم ندوی۔ ناشر سنگِ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور صفحہ ۲۴-۲۵ میں تحریر ہے۔

" . . . چنانچہ جب چنگیز خاں کے پوتے تغلق تیمور نے ماوراء النہر کو تسخیر کے خیال سے دریائے خجند عبور کیا تو مجھے اور حاجی برلاس اور امیر بایزید کو ایک فرمان کے ذریعے طلب کیا۔ ان دونوں نے مجھ سے رائے لی کہ اب کیا کیا جائے ؟ آیا اپنی فوج و سپاہ کو ساتھ لے کر خراسان روانہ ہو جائیں یا حسبِ فرمان تغلق خاں تیمور کے حضور میں حاضر ہو جائیں ؟ میں نے ان دونوں سے جواباً کہا کہ اگر تغلق کے پاس جاتے ہو تو اس میں نفع کے در پہلو ہیں اور ضرر کا ایک، اور اگر خراسان کا رخ کرتے ہو تو ضرر دو ہیں اور نفع ایک ۔ ان دونوں نے میرے مشورے کو قبول نہیں کیا اور خراسان روانہ ہو گئے ۔ سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں اور کدھر جاؤں ؟ خراسان کا رخ کروں یا تغلق سے ملنے جاؤں ۔ آخر میں نے اپنے پیر و مرشد کی طرف رجوع کیا اور اُن سے دریافت کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ انھوں نے میرے معروضہ کے جواب میں تحریر فرمایا " خلیفۂ چہارم حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا کہ جب آسمان کمان بن جائیں اور زمین کمان کا چلّہ حوادث تیر کی طرح برسنے لگیں اور انسان ان تیروں کا نشانہ اور تیر انداز ہو خدائے عزوجل تو انسان بھاگ کر کہاں جائے ؟ " حضرت علیؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا " انسان کو چاہیئے کہ بس خدا کی طرف بھاگے ۔" پس تجھے بھی چاہیئے کہ بے تأمل تغلق تیمور خاں کے سایۂ عاطفت میں پہنچ جا اور اس کے ہاتھ میں تیر و کمان نہ رہنے دے ۔ اس جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا اور میں بے اندیشہ تیمور خاں کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

چھیالیسواں واقعہ

ساتویں صدی کا مجدّد سلطان خدا بندہ اور حُبِّ علیؑ و اولادِ علیؑ

کتاب تزکِ تیموری صفحہ ۸۰-۸۱ میں اس طرح تحریر ہے کہ " ساتویں صدی کا مجدد الجاتیو بن ارغوان خان ہوا۔ وہ سلطان خدا بندہ کا لقب اختیار کر کے اپنے بھائی غازان خان کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں دینِ محمدؐی اس قدر ضعیف ہو چکا تھا کہ لوگوں نے نماز میں تشہد کے بعد محمدؐ اور اُن کی آل پر درود بھیجنا چھوڑ دیا تھا۔ اُسے جب یہ خبر ملی تو اس نے علمائے اسلام کو جمع کیا اور اُن سے درود بھیجنے کے فضائل دریافت کیے ۔ علماء نے جواب دیا کہ جس نماز میں درود نہ پڑھا جائے وہ نماز مکروہ ہوتی ہے —— سلطان نے علماء سے ایک دوسرا سوال کیا کہ درود صرف خاتم الانبیاءؐ اور ان کی آل پر ہی بھیجا جاتا ہے ، باقی انبیاء پر کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ علماء اس سوال کا جواب نہ دے سکے تب سلطان نے خود ہی کہا کہ میرے ذہن میں دو دلیلیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے "ابتر" (لاولد) کہا۔ حالانکہ وہ خود لاولد ہوئے ۔ ان کی نسل منقطع ہو گئی اور آپؐ کی ذرّیت اتنی بڑھی کہ خدا کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ادیان کے احکام کا اجر ہمیشگی کے لیے لازم نہیں ہوتا تھا ۔ اس کے برعکس دینِ محمدی میں قیامت تک کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہ ہو گا۔ لہٰذا ان کے متبع ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے کہ ان کی ذاتِ بابرکات پر دُرود بھیجیں اور اس طرح لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دین کا محافظ سمجھیں اور ان کی تابعداری اور عزت کریں ——

سلطان کی زبان سے یہ الفاظ سن کر تمام علماء نے درود پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس چیز کو نہ صرف تسلیم کر لیا بلکہ انھوں نے فتویٰ لکھ دیا کہ آنحضرتؐ اور اُن کی آل پر دُرود بھیجنے کا حکم خداوندِ کریم نے دیا ہے اور چونکہ آلِ محمدؐ میں سے اوّل علیؑ اور آخری حضرتِ محمد مہدیِ موعود علیہ السلام ہیں ۔ لہٰذا ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ اہلِ بیتؑ کے نام کا ہی خطبہ پڑھیں اور سکّہ بھی انھیں کے نام کا جاری کریں ۔ علماء کے اس فتویٰ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز میں درود دوبارہ پڑھا جانے لگا اور اسی وجہ سے الجاتیو سلطان دین کا مجدد قرار پایا۔

سینتالیسواں واقعہ

حضرت ابوذر غفاریؓ اور حب علیؑ

(۱) **منافق کی پہچان**

بحوالہ الغفاری۔ بحوالہ علامہ السید نجم الحسن صاحب کراروی صفحہ ۱۴۱، و ارجح المطالب صفحہ ۶۰۸ بحوالہ ابن شاذان حضرت ابوذر غفاریؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے عہد میں منافقوں کو تین باتوں سے پہچانا کرتے تھے۔

(۱) اوّل خدا اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کرنے سے۔

(۲) نماز سے باز رہنے سے۔

(۳) جناب امیرؑ کے ساتھ اُن کے بغض رکھنے سے۔

(۲) **عبادتیں محبتِ علیؑ کے بغیر بیکار ہیں**

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسولؐ کریم نے فرمایا کہ اے لوگو اگر ساری عمر روزے رکھو اور ساری عمر اسی طرح نماز پڑھو کہ تمہاری کمر خمیدہ ہو جائے اور اس طرح عبادت کرو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔ اس کے باوجود علی بن ابیطالبؑ کو دشمن رکھو تو خدا تمھیں ضرور جہنم میں جھونک دے گا۔ (الغفاری صفحہ ۱۶۴)

(۳) **حضرت رسولخداؐ کی ایک پیشگوئی جناب امیرؑ کے متعلق**

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بقیع غرقد میں موجود تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگوں میں ایک ایسے شخص ہیں جو میرے بعد تاویلِ قرآن پر اسی طرح جنگ کریں گے جس طرح میں نے مشرکین سے قرآن کے نازل ہونے کے وقت کی تھی، حالانکہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوں گے۔

اڑتالیسواں واقعہ

کاٹھ کی مٹھیا مونج کے بان

بندہ جا بچھو علیؑ کی آن

روزنامہ جنگ کراچی صفحہ ۴ مورخہ ۵۔ مئی ۲، ۹۷اء میں جناب سلطان خاں ۔۔۔ E/19 - II پی، ای، سی ایچ سوسائٹی کراچی ۲۹ لکھتے ہیں کہ غالباً ۲۴ ۱۹ء یا ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنے مکان واقع رامپور (یوپی) کی مرمت کرا رہا تھا۔ محلے کے جولاہے مزدوری پر کام کر رہے تھے۔ مکان کے ایک کونے میں قدیم زمانے سے چھوٹی اینٹوں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ ایک مزدور لڑکا اینٹیں کھا کر کر لا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اینٹوں کے ڈھیر سے سینکڑوں بچھو نکل پڑے ہیں اور لڑکا بہت سے بچھو اپنے ہاتھ میں لیے کھیل رہا ہے۔ میں نے پوچھا تمھیں بچھو کاٹتے نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے منتر پڑھ کر انپر پھونک دیا ہے۔ پھر خود ہی مجھے دو منتر بتلائے جن میں سے ایک یہ تھا۔

کاٹھ کی مٹھیا مونج کے بان   بندہ جا بچھو علیؑ کی آن

دوسرا منتر میرے ذہن سے قطعی نکل گیا ہے۔ کوشش کے باوجود یاد نہیں آرہا۔ غرض میں نے اس مزدور لڑکے کی ہدایت پر ایک منتر پڑھ کر بچھو کے ڈنک پر پھونکا اور اُسے آسانی کے ساتھ پکڑ لیا، اس طرح بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بچھو نے نہ ستایا نہ کاٹا، بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ میں بچھو کے ڈنک پر انگلی رکھ کر اُسے چھیڑتا اور اپنے آپ کو کٹوانے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ اپنا ڈنک دوسری طرف سکیڑ لیتا۔

نوٹ: یہ برکت تھی علیؑ کے نام کی جو کسی نہ کسی عامل نے ان منتروں کے الفاظ میں ایسا اثر بھر دیا کہ ایک دفعہ ان الفاظ کو ادا کر دیجیے، جادو کا سا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز پر حضرت علیؑ کا تصرف ہے۔ (وصی)

انتالیسواں واقعہ

جنابِ فِضّہؓ کا بذریعۂ کیمیا لوہے کے ٹکڑے سونا بنا کر خدمتِ امیرالمومنین میں پیش کرنا

کتاب سوانح حیات حضرتِ فِضّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مؤلفہ جناب راحت حسین ناصری۔ ناشر جاوید منزل بلاک آئی نارتھ ناظم آباد صفحہ ۱۹۔ ۲۰۔ آپ ایک روز بازار سے لوہے کا ایک ٹکڑا، اور کچھ ادویہ خرید کر لائیں اور ان دواؤں کے ذریعے لوہے کو سونے میں تبدیل کیا اور خدمتِ امیرالمومنینؑ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں نے دواؤں کے ذریعہ یہ سونا بنایا ہے۔ اس کو بازار میں فروخت فرما کر بچوں کے لیے آذوقہ کا سامان فراہم فرمائیں۔ امیرالمومنینؑ مسکرائے اور فرمایا۔ اچھا جاؤ اور ایک پتھر اٹھا لاؤ۔ جب وہ پتھر لائیں تو حضرت نے پتھر کی طرف اشارہ فرمایا، وہ فوراً سونے میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فِضّہ کو زمین کی طرف دیکھنے کے لیے فرمایا، اور زمین کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ زمین میں شگاف ہو گیا۔ فِضّہ نے دیکھا کہ سونے کی نہر جاری ہے۔ یہ دیکھ کر انھیں سخت تعجب ہوا تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا فقر و فاقہ رضائے الٰہی کے لیے ہے نہ کہ کسی مجبوری کے سبب۔ ہم کو پروردگارِ عالم نے ہر چیز پر اختیار عطا فرمایا ہے۔ ہم خود اس دنیا کی لذت کو ترک کر کے صرف عقبیٰ کی لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہم اہلبیتِ رسولؐ کا شیوہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ یہ تختی اور پتھر اسی سونے کی نہر میں ڈال دو۔ اس کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا تو وہ شگاف پھر بند ہو گیا۔ اس وقت جنابِ فِضّہؓ کو محسوس ہوا کہ وہ جس گھر میں آئی ہیں اس گھر کے افراد کس مرتبہ پر فائز ہیں اور کردار کی کس منزل پر ہیں۔

پچاسواں واقعہ

اگر علیؑ اپنے اقتدار کے لیے جنگ سے کام لیتے تو کیا ہوتا ـــــــ؟

یہ ایک اہم سوال ہے جو اکثر ہماری طرح اور بھی بہت سے مؤرخین کے دلوں میں اٹھتا ہوگا۔ اس سلسلہ میں خواجہ محمد لطیف انصاری صاحب اپنی کتاب اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں: "علی علیہ السلام اس موقع پر دوراندیشی اور مصلحت بینی کی وہی راہ اختیار کی جو سرکارِ رسالت صلحِ حدیبیہ میں اختیار کر چکے تھے۔ اگر حضرت علیؑ ابوسفیان کی حمایت قبول کر لیتے اور میدان میں اتر کر اعلانِ جنگ کر دیتے تو مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اتنے کمزور ہو جاتے کہ کفار و یہود و نصاریٰ سب ٹوٹ پڑتے اور وہ لوگ جو اسلام سے شکست پر شکست کھا چکے تھے۔ انتقام پر کمربستہ ہو جاتے۔ علیؑ نے اسلام کی بھلائی اس میں دیکھی کہ وہ خاموش رہ کر اسلام کے قدموں کو مضبوط ہونے دیں۔ علی علیہ السلام کو اپنے قیامِ حکومت سے اسلام زیادہ عزیز و محبوب تھا۔" ان وجوہات کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اقتدار کے لیے جنگ نہیں کی۔"

اکانواںؐ واقعہ

تمام خلفاءِ راشدین حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام کا مفتیِ اعظم کہتے تھے

کتاب "اسلامی جمہوریت"، از مصطفےٰ احسین دہلوی، ناظم آباد ۲ کراچی نمبر ۱۸ سے شائع ہوئی ہے۔ صفحہ ۱۶ اور ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "خلافتِ راشدہ میں مجلسِ شوریٰ ان حضرات پر مشتمل تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعدؓ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر مہاجر و انصار کے مقتدر لوگ۔ اور قبائلِ عرب کے سردار شامل تھے۔ جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ ان حضرات سے مشورہ کرنے کے لیے منادی کرا دیا کرتے تھے۔ سب مسجدِ نبویؐ

میں جمع ہو جاتے اور خلیفہ ان حضرات سے رائے لیتے اور مشورہ کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام کا مفتیِ اعظم کہا کرتے تھے۔ آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ حضرت علی کو عوام کی فلاح و بہبود کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ کسی کی حق تلفی نہ ہو، کوئی بھوکا نہ رہے۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

باونواں[۵۲] واقعہ

عقیدہ کی قوت نے بھارتی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا

روزنامہ مشرق مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۸ء۔

"بیونس ۔ ۲۵ مارچ (ایس ایم نقی نمائندۂ خصوصی) بھارتی ہاکی ٹیم نے عقیدے کی قوت سے آسٹریلیا کے خلاف ورلڈ کپ کے پول میچ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ بھارتی ٹیم جو اپنے سے کمزور ٹیم کینیڈا سے ہارنے کے بعد شکستہ دل ہو چکے تھے۔ آسٹریلیا کے خلاف میچ کے دوران نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ اترے بھارتی کھلاڑیوں کو نیا عزم اور حوصلہ اس کڑے سے حاصل ہوا جس پر یا اللہ، یا محمدؐ اور یا علیؑ کے الفاظ کندہ ہیں۔ یہ کڑا بھارتی ٹیم کے ایک عہدیدار نے گذشتہ ماہ پاکستان کے دورے کے دوران لاہور میں داتا دربار سے خریدا تھا۔ مقامی پولو کلب گراؤنڈ پر جب بھارتی ٹیم آسٹریلیا کے خلاف میچ کے لیے اترنے لگی تو اس کے منیجر مسٹر کرتار سنگھ نے اس مقدس کڑے (جس کے اوپر یا اللہ، یا محمدؐ، یا علیؑ) کے نیچے سے گزرا۔ ہر کھلاڑی نے اسے بوسہ دیا۔ اس کڑے کی برکت سے بھارتی ٹیم نے آسٹریلیا کے خلاف میچ جیت لیا، اور ایک مرتبہ پھر سیمی فائنل کی دوڑ میں شامل ہوئی۔ اس معجزہ کے بعد اب بھارتی ٹیم کے زیادہ تر ارکان اور منیجر یہ کڑا پہنتے ہیں۔"

یہ تھی نامِ خدا، اس کے رسولؐ اور وصیِ رسولؐ کے نام کی کرامت جس کو آج غیر مسلم بھی عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی برکت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کاش مسلمان بھی سچے دل سے ان کو پکاریں اور اپنی قسمت بدلیں۔

ترپنواں[۵۳] واقعہ

واقعۂ غدیر سے انکار کرنیوالے پر عذابِ الٰہی

ارجح المطالب صفحہ ۵۶۵ اور گلہائے عقیدت از سید زین العابدین صفحہ ۱۰ میں "جناب عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلند کر کے ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ اے میرے پروردگار دوست رکھ اُسے جو اُن کو دوست رکھے۔ چھوڑ دے اُسے جو انھیں چھوڑ دے، نصرت دے اُسے جو اُن کی نصرت کرے۔ اے پروردگار تو میرا ان پر گواہ ہے۔

اس حدیث کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس پر یقین نہ کرنے والے نے خدا سے عذاب کا سوال کیا اور اُس پر آسمان سے پتھر نازل ہوا اور اسی وقت وہ مر گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت۔ (سورۃ المعارج)

ترجمہ: "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ ہونے والا ہے کافروں کے لیے۔ نہیں کوئی اس کا دفع کرنے والا۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو بڑے درجوں والا ہے۔" ہم اس آیت کو ارجح المطالب صفحہ ۴۶ سے پیش کر رہے ہیں۔ ہم مختصراً اس کو بیان کرتے ہیں۔ امام ابو اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ سے کسی نے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ سوال کیا جو اس سے قبل کسی نے نہ پوچھا تھا۔ امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام اپنے آباءؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے حدیث "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ" کو غدیرِ خم میں لوگوں کو جمع کر کے پیش فرمایا اور یہ حدیث سب جگہ پہنچ گئی۔ حارث بن نعمان الفہری یہ سنکر دوڑتا ہوا آیا اور اونٹنی کو بٹھا کر حضورؐ سے عرض کرنے لگا۔ یا محمدؐ! آپ نے لا الٰہ الا اللہ پر گواہی کا حکم دیا ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے نماز کا حکم دیا، وہ بھی ہم نے مان لیا، پھر آپ نے ہم کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، ہم نے اس کو بھی مان لیا۔ پھر آپ نے

حج کا حکم دیا ہم نے وہ بھی مان لیا۔ پھر رمضان کے روزے کا حکم دیا وہ بھی قبول کر لیا۔ اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے اور آپ نے اپنے ابنِ عم (حضرت علیؑ) کا بازو پکڑ کر اٹھایا اور اُن کو ہم پر فضیلت دی اور من کنت مولاہ فعلی مولا ارشاد فرمایا۔ یہ آپ کی طرف سے ہے یا خدا نے حکم دیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں یہ خدا کا حکم ہے۔ حارث بن نعمان یہ کہتا ہوا اپنی اونٹنی کی طرف آیا "خدا جو کچھ محمدؐ فرماتے ہیں سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب پہنچا۔" جب وہ اونٹنی کے پاس پہنچا تو خدائے تعالیٰ نے اس پر ایک آسمانی پتھر پھینکا جو اُس کے سر پر پڑا اور دُبر کی راہ سے نکل گیا۔ پس خدائے تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ "مانگا ایک مانگنے والے نے ...... الخ

(گلہائے عقیدت از سید زین العابدین۔ صفحہ ۱۱۔۱۲۔۱۳)

چونواںؔ واقعہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور حُبِّ علیؑ

کتاب ریاض الفردوس صفحہ ۱۴ طبع نولکشور پریس لکھنؤ۔ طباعت ۱۸۶۶ء میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیریؒ المتوفی ۶۳۲ء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادتِ خانۂ کعبہ کا تذکرہ بڑے وجد کے عالم میں فرمایا ہے۔ یہ ان کا مشہور قطعہ ہے جس کے ذریعہ آپ نے حضرت علیؑ کی ولادت کو خانۂ کعبہ میں بتایا ہے۔ جو تمام انسانوں پر اُن کی ایک بڑی افضلیت ہے۔

روزِ یکے بکعبہ مرتضیٰؑ پیدا شد سبحان اللہ
در کون و مکاں جلوہ نما پیدا شد صلوٰۃ اللہ
جبرئیل ز آسماں فرود آمود گفت اے ختمِ رسلؐ
فرزند بسحانہٗ خدا پیدا شد واللہ باللہ

پچپنواںؔ واقعہ

میاں نور محمد کلہوڑہ ملقب بہ خدایار خاں ۱۱۲۳ھ کا اپنے فرزندوں کو حُبِّ آلِ محمدؐ کی وصیت کرنا

کتاب "تاریخِ سندھ" جلد دوم صفحہ ۴۵۰ مرتبہ اعجاز الحق قدوسی ناشر مرکزی اردو بورڈ لاہور۔

میاں نور محمد کا دورِ حکومت سندھ کی تاریخ کا درخشاں دورِ حکومت تھا۔ آپ کلہوڑہ خاندان کے مشہور فرمانروا گذرے ہیں۔ انھوں نے اپنے صاحبزادوں کے لیے منشور الوصیت کے نام سے ایک وصیت نامہ لکھا جس کو سندھی ادبی بورڈ نے شائع بھی کیا ہے۔ اس وصیت نامہ سے ان کے بلند و پاکیزہ اسلامی، سیاسی تجربات اور دانشوری کا پتہ چلتا ہے۔ اس وصیت نامے میں جہاں آپ اور چیزوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں اپنے بیٹوں کو آلِ محمدؐ سے محبت کا بھی درس دیتے ہیں۔

محبتِ اہلبیتؑ

"محبتِ اہلبیتؑ ہمیشہ و ہمہ وقت یکساں باشد و محبتِ ذوالقربیٰ فرضِ عین و عینِ فرض۔" وصیت نمبر ۳

ترجمہ: اہلبیت کی محبت ہمیشہ اور ہر وقت یکساں ہونا چاہیئے اور ذوالقربیٰ کی محبت فرضِ عین اور عین فرض ہے۔

چھپنواںؔ واقعہ

خانوادۂ امیر المومنین حضرتِ علی علیہ السلام اطاعتِ باریؔ تعالیٰ اور اطاعتِ رسولؐ میں ایمان کی بلندی پر ——

یہ عالمگیر واقعات ہیں جن کو دنیا کا ہر تاریخ داں جانتا ہے۔ اسلام کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ ان واقعات کو سلسلہ کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ یہ تمام کے تمام واقعات

ایک ہی کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب "رسولِ عربی اور عصرِ جدید" از سیّد محمد اسماعیل ناشر مکتبۂ طلوعِ سحر ڈرگ کالونی کراچی۔ یہ ایک تحقیقی کتاب ہے جس کو مؤلف نے بغیر کسی تعصب کے ایک تاریخ داں کی حیثیت سے سچائی اور اصلیت کا لباس پہناتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

(۱) حضرت علیؑ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی زندگی کا ایک اہم واقعہ

یمن کے عیسائی ابرہہ نے یہ خیال کیا کہ اگر مکہ کا بیت اللہ مسمار کر دیا جائے تو اہلِ عرب کے دلوں سے کعبہ کی عظمت اٹھ جائے گی اور عیسائی مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہو جائے گی۔ اس کام کو پورا کرنے کے لیے اہلِ حبشہ کی مدد لے کر ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ مہتم نسل کے افریقی ہاتھیوں پر سوار ہو کر یمن سے مکّہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابرہہ کے فوجیوں نے مکّہ سے باہر پڑاؤ ڈالا اور وہ اہلِ مکّہ کے اونٹ اور بکریاں کثیر تعداد میں پکڑ کر لے گئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب (یعنی حضرت علیؑ کے دادا) کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹوں کا تقاضہ کرنے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے تو ابرہہ نے کہا تعجب ہے کہ میں تمہارا کعبہ ڈھانے آیا ہوں۔ تمھیں اس کی تو کچھ فکر نہیں صرف اپنے اونٹوں کی ہی فکر ہے۔

عبدالمطلب نے جواب دیا۔ میں فقط اونٹوں کا مالک ہوں۔ مجھے صرف اونٹوں ہی کی فکر ہے۔ اس گھر (یعنی کعبہ) کا مالک بھی ایک ہے وہ خود اس کی حفاظت کی فکر کرے گا۔ یہ تھی ایمان کی پختگی۔

پھر ہوا یہ کہ جب ابرہہ نے ہاتھیوں پر بیٹھ کر کعبۂ محترم پر چڑھائی کی تو خدا نے سب سے بڑے جانور ہاتھیوں کی سرکوبی کے لیے سب سے چھوٹے پرندے ابابیل کو حکم دیا اور اُن کا لشکر اپنی چونچوں میں کنکریاں لے کر آگئیں اور فضا میں منڈلانے لگیں۔ اِدھر ابرہہ کا لشکر خانۂ کعبہ کی طرف بڑھا اور اُدھر ننھے پرندوں نے ان پر کنکریاں برسائیں۔ ہر کنکری سر کو توڑ کر نکل گئی اور پورا لشکر مع ہاتھیوں کے تباہ ہوگیا۔

۲۔ حضرت علیؑ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کارنامہ

حضرت علیؑ کے دادا اور حضورؐ کے دادا ایک ہی تھے اور حضرت علیؑ کے چچا بھی الگ نہ تھے۔ ایک دن جناب حمزہؓ سیّد الشہداء شکار سے واپس لوٹ رہے تھے۔ کوہِ صفا کے قریب عبداللہ بن جدعان کے گھر کے پاس سے گزرے تو عبداللہ کی ایک لونڈی سامنے آئی اور کہنے لگی۔ ابو عمارہ (حضرت حمزہؓ) تمھیں اپنے شکار سے فرصت ہی نہیں۔ کچھ اپنے بھتیجے کی بھی خبر ہے؛ حمزہؓ نے اُس سے دریافت کیا، کیوں کیا بات ہے؟ کچھ دیر پہلے ابوالقاسمؐ (رسالتمآب) یہاں ہمارے مکان کے پاس بیٹھے تھے، اِدھر سے عمرو بن ہشام (ابوجہل) آیا اور ان سے سخت کلامی کرنے لگا۔ ابوالقاسمؐ نے سمجھانا چاہا۔ عمرو گالی گلوچ اور ہاتھا پائی پر اُتر آیا۔ ابوالقاسمؐ کو ایذائیں پہنچائیں اور ناگفتہ بہ باتوں کی انتہا کر دی۔ یہ سنتے ہی جنابِ حمزہؓ آگ بگولہ ہو گئے۔ اسی حالت میں تیر کمان سنبھالے خانہ کعبہ پہنچے۔ دیکھا ابوجہل قریش کی مجلس جمائے انھیں اپنی کارستانیوں کی مزے لے لیکر سنا رہا ہے۔ حمزہؓ جوانمرد بھی تھے اور غصہ ور بھی طیش میں آکر آگے بڑھے اور دونوں ہاتھوں سے کمان اٹھا کر ابوجہل کے سر پر دے ماری، اور کہنے لگے بد دماغ مخزومی کس نشہ میں ہے؟ کیا ابوالقاسمؐ کو لاوارث سمجھ رکھا ہے۔ میں ان کا پشت پناہ ہوں۔ اور سنو پشت پناہ ہی نہیں اُن کے دین کا پیرو بھی ہوں۔ اسلام کا علمبردار، آؤ میرا جو کچھ بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ میں بھی دیکھوں کہ تم اور تمھارے ساتھی کتنے پانی میں ہیں؟ یہ تھی رسالتؐ پناہ کی پشت پناہی۔

۳۔ حضرت علیؑ کے والد حضرت ابوطالبؑ اور خدماتِ رسولِ اکرمؐ

بعض مخالفینِ اہلبیت علماءِ سُو ایمانِ جنابِ ابوطالبؑ کو موضوعِ بحث بناتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر شخص معاملہ خدا تعالیٰ اور اس کی ذات کے مابین مخصوص ہے کسی تیسرے کا مطلق دخل نہیں۔ حفاظتِ رسولؐ اور جانثاریِ اسلام کیلیے، اُن نامساعد حالات میں جن جن مواقع پر اور جو جو خدمات ابوطالبؑ نے انجام دیں وہ کسی [illegible] ان خدمات [illegible] حامیِ اسلام نے بھی حضورؐ [illegible]

کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ اس مدبرِ الامورات اقدس نے حضورؐ کی حفاظت میں شدید تکالیف و خطرات کا سامنا کیا اور جب تک آپ زندہ رہے اسوقت تک حضورؐ پر آنچ نہ آنے دی۔ شعب ابی طالبؑ میں پناہ کا طویل عرصہ جن مصائب میں گزرا اس سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اور پھر آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند شیرِ خداؑ نے اپنے عظیم المرتبت والد کی طرح حضورؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔

۴۔ حضرتِ علیؑ کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ بنتِ اسد جنھوں نے اپنے فرزندؑ سے بڑھ کر حضور کی پرورش کی

یہ جناب فاطمہ بنتِ اسد کی خدمت اور رسولؐ سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت کا نتیجہ تھا کہ خود رسالت مآبؐ نے اُن کو اپنی "ماں" کے خطاب سے نوازا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ بنتِ اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ ان کے جنازے پر تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا "اے میری ماں اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی۔ تُو خود بھوکی رہتی تھی اور مجھے کھانا کھلاتی تھی۔ تُو خود پھٹے ہوئے کپڑے پہنتی تھی اور مجھے اچھے کپڑے پہناتی تھی۔ تُو خود اچھے کھانوں سے باز رہتی تھی اور مجھے لذیذ کھانے کھلاتی تھی۔ تُو میرے ساتھ یہ سلوک خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور آخرت کے گھر کے لیے کرتی تھی۔ آنحضرتؐ نے غسل کا حکم دیا۔ خود قبر کھودی اور اس کے اندر پہلے لیٹے۔ قبر میں اپنے ہاتھوں سے اُتارا اور پھر دعا پڑھی۔"

یہ تھی حضرت علیؑ کی والدۂ گرامی کی عظمت و منزلت حضرتِ رسولِ اکرمؐ کی نظر میں۔ (کتاب حضرت علی ابن ابی طالبؑ مؤلفہ ارمان سرحدی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ کراچی ص۳۴۔)

۵۔ حضرتِ علیؑ اور قرابتِ رسولؐ

کتاب بالا صفحہ ۳۵۔ شعبی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیٹھے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کہیں سے تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر نے ان کو دیکھا تو فرمایا۔ جو شخص چاہتا ہو کہ ایسے آدمی کو جو رسولؐ اللہ کے نزدیک سب طریقوں سے زیادہ قرابت والے اور سب لوگوں سے زیادہ

بڑے مرتبہ والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو اس آنے والے کو دیکھے۔

واقعہ ۵۸

رسولِ اکرمؐ کی انگشتری اور نقشِ علیؑ ولی اللہ

کتاب "کرشمۂ قدرت" مؤلفہ ہمایوں مرزا لکھنوی۔ مقامِ اشاعت گلزارِ فاطمہ ۱/۶-جی۔ ۲ ناظم آباد ۲۔ کراچی ۱۸۔ صفحہ ۱۵۱۔

۱۔ مولانا شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام روایت کی ہے کہ ایک دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک انگشتری حضرت امیر علیہ السلام کو مرحمت فرمائی اور حکم دیا کہ نگینہ ساز سے اس نگینہ پر "محمدؐ ابنِ عبداللہ" کندہ کرالائیں۔ نگینہ ساز نے کندہ کرکے انگشتری واپس کی۔ حضرت امیر علیہ السلام نے جب ملاحظہ فرمایا تو بجائے محمدؐ ابنِ عبداللہ کے "محمدؐ رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضرت نے نگینہ ساز سے ارشاد فرمایا کہ "محمد ابن عبداللہ" کے بجائے "محمد رسول اللہ" کیوں کندہ کردیا۔ نگینہ ساز نے عرض کیا۔ مولا! آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن عجیب واقعہ ہوا۔ میرے ہاتھ کانپنے لگے۔ بلاقصد "محمد رسول اللہ" نگینہ پر کندہ ہوگیا۔ جناب امیر علیہ السلام اس نگینہ کو لے کر خاتم الانبیاءؐ کے پاس تشریف لائے اور کل کیفیت بیان فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محمد ابن عبداللہ اور محمد رسول اللہ دونوں ہی نام میرے ہیں۔ انگشتری آپؐ نے اپنے دستِ حق پرست میں پہن لی۔ دوسرے روز جب اس پر نظر پڑی تو زیرِ نگینہ "علیؑ ولی اللہ" بھی کندہ تھا۔ اسی اثنا حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ارشادِ رب العالمین ہے کہ جو کچھ آپ نے چاہا کندہ کرایا اور جو میں نے چاہا اپنی قدرتِ کاملہ سے اس پر نقش کیا۔

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بوساطت اپنے آبائے کرام علیہم السلام، ارشاد فرماتے ہیں کہ "جناب امیر علیہ السلام کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کے اوپر

"نجم القادر" کندہ تھا۔

۳۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ انگشتری انگشتِ شہادت اور انگشتِ درمیانہ میں نہ پہنو۔ یہ طریقہ قوم لوط کا ہے۔

واقعہ ۵۹

سونے کی انگشتری اور ریشمی کپڑے جنابِ رسالتمآبؐ کو پسند نہ تھے

کتاب ہذا صفحہ ۱۴۷۔ روایت ہے کہ ایک روز بحرین کے چند عیسائی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کی طرف خاص توجہ نہ کی۔ یہ عیسائی عثمان بن عفّان اور عبد اللہ بن عوف کے پاس گئے جن سے پہلے شناسائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بے توجہی کی شکایت کی۔ یہ دونوں اشخاص ان عیسائیوں کو لے کر حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں آئے۔ جناب امیرالمومنین نے ان لوگوں کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مخاطب نہ ہونے کی یہ وجہ بتائی کہ تم لوگ سونے کی انگشتری اور ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ پھر یہ لوگ واپس آئے۔ دوسری مرتبہ عیسائی بغیر ان چیزوں کے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور اسلام پیش کیا۔ ان عیسائیوں نے انکار کیا۔ پھر طے ہوا کہ مباہلہ کیا جائے۔ جو تاریخ اسلام کا بہت مشہور واقعہ ہے۔ اس مباہلہ میں جناب رسول خداؐ، حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، جناب امام حسنؑ، اور جناب امام حسین علیہ السلام نے شرکت کی تھی اور اسلام کو اپنی سچائی کے ذریعہ فتح دلوائی تھی۔

واقعہ ۶۰

خاکِ پاک یا خاکِ شفاء

اس کو "خاکِ شفا"، "تُربہ"، خاکپاک، خاکِ تربت اور زیوراتِ امیرالمومنینؑ بھی کہتے ہیں۔ یہ خاک تربتِ حضرت امام حسین علیہ السلام نواسۂ حضرتِ ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے جو (کربلا) عراق میں واقع ہے۔ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت سے پہلے یہ سرزمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش تھی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی زمین پر شرفِ کلام حاصل ہوا تھا۔ واقعاتِ کربلا سے قبل دو سو انبیاءؑ اور دو سو اوصیاءؑ اسی مقام پر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ وہ زمین ہے جسے شہیدوں کے مدفن و مسکن کا شرف حاصل ہے یہاں کی خاکِ پاک پر سجدہ کرنے سے عبادت قبول ہوتی ہے۔ سامانِ تجارت میں یہ خاکِ شفا رکھی جائے تو تجارت میں برکت ہوتی ہے۔ بیمار کو بیماری کی حالت میں ذرا سی خاکِ شفا کھلانے سے بیمار کو شفا ہوتی ہے۔ یہ خاک انتہائی اہمیت و عظمت کی حامل ہے۔

زائرین جب زیارت سے مشرف ہو کر واپس آتے ہیں تو خاکپاک سے بنی ہوئی تسبیح اور سجدہ گاہیں اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ یہ تسبیح دن گذرنے کے بعد اپنی اصلی حالت میں آجاتی ہے۔

زمانۂ قدیم کی خاکِ پاک جو جناب رسولِ خداؐ نے جناب اُمِّ سلمیٰ کو دی تھی جیسا کہ روایتوں اور کتابوں میں موجود ہے۔ جن حضرات کے پاس موجود ہے، وہ ۱۰ محرم الحرام یعنی یوم عاشورہ سرخ ہو جاتی ہے اور دن گذرنے کے بعد اصلی ہے۔ یہی خاکپاک جناب سید علی اوسط صاحب جو ناظم آباد نمبر ۴ نزد محفلِ حیدری رہتے ہیں موجود ہے۔ جو لوگ اس کی زیارت کرنا چاہیں وہ زیارت کر سکتے ہیں۔

واقعہ ۶۱

اسٹرسبرگ (امریکہ) میں اسلامی مسائل سے متعلق مطالعاتی انجمن کا قیام اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشری پر ان کی تحقیق

کتاب "مغز متفکر جہانِ شیعہ" ترجمہ فارسی ذبیح اللہ منصوری۔ حاصل کردہ جناب موسیٰ رضوی جنھوں نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا۔

"اسلامی مسائل سترھویں صدی عیسوی سے یورپ کے دانشوروں کی توجہ کا مرکز بنا اور جب امریکہ کی یونیورسٹیوں نے وسعت پائی تو امریکی صاحبانِ ہوش و خرد نے یہ طے کیا کہ اسلامی مسائل پر بھی تحقیق کی جائے۔ صاحبانِ نضل سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ سترھویں صدی عیسوی سے آج تک امریکی اور یورپی دانشوروں نے اسلامی مسائل اور ہر طبقہ سے متعلق بزرگانِ اسلام پر بے شمار تحقیقی کتابیں لکھیں ہیں۔ لیکن ان تمام دانشوروں نے دوسری جنگِ عظیم تک اہلِ تشیع اور اس مذہب کی عظیم شخصیتوں کے سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی تحقیق پر توجہ نہیں دی۔ البتہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد انھوں نے مذہبِ شیعہ اور اس فرقہ کی بزرگ ہستیوں کے بارے میں دلچسپی لینی شروع کی۔" یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اسٹرسبرگ میں اسلامی مسائل سے متعلق مطالعاتی انجمن فقط اسلامی مطالعات کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس انجمن کا کام تمام ادیانِ عالم کا مطالعہ ہے جس میں دینِ اسلام بھی شامل ہے۔

اسٹرسبرگ یونیورسٹی کے اساتذہ (اور ادیانِ عالم کا مطالعہ کرنے والے دیگر ارکانِ انجمن) کے علاوہ انجمن کے دیگر محققین دائمی طور پر اسٹرسبرگ میں مقیم نہیں بلکہ دیگر ممالک میں قیام پذیر ہیں اور اپنی ریسرچ کو مستقل طور پر اسٹرسبرگ میں انجمن کے دارالتحریر (سکریٹریٹ) کو بھیجتے رہتے ہیں اور ہر دو سال بعد اس شہر میں جمع ہو کر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔

اس انجمن کے ۲۵ دانشوروں نے شیعہ امامیہ اثنا عشری مذہب پر تحقیقات کے کام میں حصہ لیا۔ اب تک جو تحقیقی کام ہوا ہے اس کا انگریزی سے فارسی زبان میں دو حصوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پہلے حصہ کا نام "امام حسینؑ اور ایران"، دوسرے حصے کا نام امام جعفر صادق علیہ السلام کے کمالات پر مشتمل ہے۔ "مغز متفکر جہانِ شیعہ"، اس کا فارسی ترجمہ جناب ذبیح اللہ منصوری نے کیا ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ جناب سید محمد موسیٰ رضوی کر رہے ہیں جو اس سے قبل "شیخ العفیرہ" کا اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔

اسٹرسبرگ کی تحقیقاتی انجمن کے جن دانشوروں نے مذہبِ شیعہ اثنا عشر اور امام جعفر صادق علیہ السلام پر تحقیقات کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱) جناب ارمن بل ـــــ بلجیم کے بروکسل اور گان یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۲) جناب جان امن ـــــ گان یونیورسٹی کے پروفیسر
(۳) جناب رابرٹ براؤن شوبک ـــــ پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر
(۴) جناب کلاوڈ کاھن ـــــ پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر
(۵) جناب ہنری کوربون ـــــ ناظم شعبہ علوم دینی اور فرانس کے مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۶) جناب انریکو جوڈلی ـــــ اٹلی یونیورسٹی کے پروفیسر اور ثقافتی مرکز کے معاون۔
(۷) جناب توفیق فعل ـــــ اسٹرسبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر
(۸) جناب فرانسیسکو گابریلی ـــــ روم کی یونیورسٹی کے پروفیسر
(۹) جناب رچرڈ گرام لیخ ـــــ مغربی جرمنی کی یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۰) آنـہ املٹن ـــــ لندن یونیورسٹی کی پروفیسر
(۱۱) جناب جرار کولنٹ ـــــ پیرس میں جامعہ السنہ شرقی کے پروفیسر
(۱۲) جناب ٹیل فریڈ مولونگ ـــــ امریکہ میں شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۳) جناب ایودن لیبنان ڈویل نونڈ ـــــ پیرس میں علمی تحقیقاتی یونیورسٹی کے ناظم (ڈین)

(۱۴) جناب ہنری ماسہ ـــــ فرانس کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۵) جناب پروفیسر حسین نصر ـــــ جو فی الحال ان سطور کے ترجمہ کے وقت "انجمن شاہنشاہی فلسفہ ایران" کے ڈائریکٹر ہیں۔
(۱۶) جناب شارل پلا ـــــ پیرس کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر
(۱۷) جناب موسیٰ صدر ـــــ لبنان کے مطالعاتِ اسلامی علمی اکیڈمی کے ڈائریکٹر
(۱۸) جناب جارج وزرا ـــــ فرانس میں بیون یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۱۹) جناب ازلڈز ـــــ 〃 〃 〃 〃 〃
(۲۰) جناب الیاش ـــــ لاس انجلس میں واقع کیلیفورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر
(۲۱) محترمہ ڈورن ھینچ کلف ـــــ لندن کی مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر
(۲۲) جناب فرٹس یسر ـــــ سوئس میں بال یونیورسٹی کے پروفیسر
(۲۳) جناب جوزف مانور ـــــ مغربی جرمنی میں واقع فری برگ یونیورسٹی کے پروفیسر۔
(۲۴) جناب ہنس مولر ـــــ فری برگ یونیورسٹی کے پروفیسر
(۲۵) جناب ہنس رومر ـــــ مغربی جرمنی کے مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر

واقعہ ۹۲

جنگِ نہروان اور قولِ رسول اکرمؐ

کتاب مشعر الاولیار تالیف سید العارفین السید محمد نوربخش قہستانی الناصر شیخ ابوالباقر علی بن الحسین الگردیزی۔ محمد شمس الدین تاجر کتب مسلم مسجد چوک انارکلی لاہور۔ صفحہ ۲۵۳۔

(۱) جب دونوں حاکموں میں اختلاف ہوگیا تو شامی لوگ امیر معاویہ کے پاس گئے اور عراقی امیر المومنین علی [illegible] کے پاس کوفہ چلے آئے [illegible] علی

کرم اللہ وجہ نے (خوارج جو بارہ ہزار آدمی تھے اور جنھوں نے نہروان میں ڈیرہ لگا رکھا تھا) کی طرف لکھ بھیجا، اور اُن کو مصالحت کی رغبت دلائی اور مخالفت سے روکا، اور اُن کو ڈرایا اور آپ نے فرمایا۔ "میں تمھیں ڈرانے والا ہوں اس لیے کہ تم اس شہر کے کنارے مقتول پڑے ہو" تو انھوں نے انکار کیا اور نافرمانی کی۔ بلکہ امیر المومنین علیہ السّلام کے قاصد کو بھی مار ڈالا، تو آپ اُن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے، اور خوارج کے مقابلہ پر لشکر لے کر نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو امان کا جھنڈا دیا، تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اُن کو آواز دی۔

"جو اس جھنڈے کے نیچے آجائے اُسے امان ہے۔ اور جو تم میں سے کوفہ کی طرف چلا جائے اُسے بھی امان ہے یا جو مدائن کی طرف چلا جائے اُسے بھی امان ہے۔ تو اُن میں سے پانچ سو سوار جھنڈے کے نیچے آگئے اور ایک جماعت کوفہ کی طرف واپس چلی گئی اور ایک جماعت مدائن کی طرف چلی گئی۔ تو ان بارہ ہزار افراد میں سے صرف چار ہزار باقی رہ گئے تو امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی سواری دُلدل پر اپنی تلوار (ذوالفقار) سے ان سے جنگ کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر نے ان کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ کردیا۔ اور انھوں نے سب کو قتل کردیا۔ ان میں سے صرف ۹ آدمی بچے اور وہ بھاگ نکلے۔ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ یہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔"

انھوں نے جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ الفاظ کہے تھے۔ "ہم ان سے لڑائی کریں گے۔ ہم میں سے دس آدمی بھی نہیں قتل ہوں گے اور ان میں سے دس آدمی بھی نہیں بچیں گے۔ ان مقتولوں میں ایک آدمی ایسا بھی پایا گیا جس کا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا تھا کہ ان میں سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا۔ اس کا ایک بازو عورت

کے پستان کی طرح تھرتھراتا ہوگا، اور وہ لوگوں میں سے بہترین فرقہ پر خرچ کریں گے۔ ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن سے جنگ کی، اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ تو حضرت علی علیہ السّلام نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا، تو اُسے تلاش کر کے لایا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے حُلیہ کے مطابق دیکھا۔"

واقعہ ۶۳

حضرت ابوطالبؑ اور حفاظتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتاب "حضرت علی ابن ابی طالبؑ" مؤلفہ ارمان سرحدی۔ ناشر شیخ علی اینڈ سنز کراچی صفحہ ۲۹۱۔

"حضرت ابوطالب ہر رات رسولِ خداؐ کو اٹھا کر اپنے بیٹے علیؑ کو آپؐ کے بستر پر اس خوف کے باعث سُلا دیتے کہ ایسا نہ ہو وہ لوگ جو آپؐ (رسولِ خداؐ) کے ساتھ بُرائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپؐ کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ میری اولاد مرجائے لیکن رسولِ خداؐ کو کچھ نہ ہو۔ یہ تھی ابوطالبؑ کی محبت۔ جب جنابِ ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"خدا ابوطالبؑ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھے بچپنے میں تربیت و پرورش سے نوازا اور جوانی میں ہر طرح میری مدد فرمائی۔"

نوٹ:۔ ارے مسلمانو! ذرا تو غور کرو، ذرا تو ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اللہ کے دین کے لیے اور محمدؐ کی شریعت کے لیے جنابِ ابوطالبؑ نے خود اور اُن کی آلؑ نے کیا کیا قربانیاں دیں۔ اور اللہ نے چاہا کہ اپنے رسولؐ کی نسل کو انہی (ابوطالبؑ) کی نسل سے جاری رکھے۔

واقعہ ۶۴

سفرنامہ جمیل الدّین عالیؔ "دنیا مرے آگے"

کتاب "دنیا مرے آگے" سفرنامہ جناب جمیل الدین عالی۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور صفحہ ۶۸-۶۹۔

عالیؔ صاحب حکومتِ عراق کی دعوت پر عبدالکریم قاسم کی حکومت کے زمانے میں عراق تشریف لے گئے۔ جب آپ عراق گئے تو وہاں آپ شہرِ نجف بھی تشریف لے گئے۔ اس شہر میں حضرت علی علیہ السّلام کا مرقدِ اطہر بھی ہے۔ اور آپ کا یہ شہر دارالخلافہ بھی رہا ہے۔ اس شہر کے حالات اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم نے نجفِ اشرف سے آدھے گھنٹے کا سفر طے کیا اور کوفہ پہنچ گئے جہاں ہمارے لیے ایک شاندار اور جدید ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہم نے کمشنرِ کوفہ کو جو ہمارے میزبان تھے، اُردو کا محاورہ سمجھایا اور کہا کہ ہم کوفہ کا پانی نہیں پییں گے۔ وہ خجل ہو کر مسکرائے اور کہنے لگے۔ ہاں کوفہ تاریخی اعتبار سے ایک المناک جگہ ہے۔ لیکن پانی سے گریز نہ کیجئے۔ کوفہ کا پانی حضرتِ علیؑ نے بھی پیا ہے۔ کیونکہ یہاں انھوں نے بہت دن خلافت کی ہے۔ صبح مسجدِ کوفہ کے تاثرات عجیب مرتب ہوئے۔ اس منبر کے پاس حضرت علیؑ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ صحن کے باہر بائیں ہاتھ کے اونچے مینار پر ایک روایت کے مطابق بلالؓ بھی اذان دے چکے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو مسلم بن عقیلؑ کا مزار ہے، اور وہیں قریب ہی ہانی بن عُروہؓ کا مزار ہے۔ تربتِ زین العابدینؑ بھی یہیں ہے۔ وہاں سے ذرا آگے ایک طرف ایک قُبّہ ہے جس کا نام مقامِ آدم ہے۔ روایت ہے کہ حضرتِ آدمؑ کے قدم اس مقام کو چھُو گئے ہیں۔ مجھ ابنِ آدم نے ایک تصویر یہاں بھی کھنچوائی۔ مسجدِ کوفہ بہت وسیع اور خوبصورت ہے۔ لیکن اُس کے حُسن پر تاریخی عظمتیں غالب آگئی ہیں۔

یہاں حضرت علی علیہ السّلام وہ خطبے ارشاد فرماتے ہوں گے جن کی دانش و

بلاغت کا جواب عالمی ادب میں بھی مشکل سے ملے گا۔ یہیں عبداللہ ابن زیاد نے شہادتِ حسینؑ کے بعد ہزارہا مسلمانوں کو نماز پڑھائی ہوگی اور خطبوں میں یزید کا نام لیا ہوگا۔ اور لوگوں نے اس تمام صورتِ حال کو قبول کیا ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

میر خلیل الرحمٰن (مالک جنگ اخبار) تمہیں خدا کی قسم ایک تصویر اس مقام کی اور کھینچ لو۔ میں ہر مقام پر اُن سے درخواست کرتا ہوں مسجد کے پیچھے حضرت علی علیہ السّلام کا مکان ہے۔ ایک چھوٹے سے ٹیلہ پر ایک چھوٹا سا گھر ہے۔ جو ہانی کے باپ یا ہانی نے حضرت علیؑ خلیفۃ المسلمین کو رہنے کے لیے دیا تھا۔ اس وقت حضرتؑ کی حکومت سندھ سے افریقہ تک تھی۔ لیکن نہ ان کے پاس ذاتی گھر تھا، نہ انھوں نے قصرِ امارت بنوایا تھا یعنی اُن کے رہنے کے لیے کوئی وہائٹ ہاؤس یا کوئی کریملن یا کوئی گورنمنٹ ہاؤس نہیں تھا بلکہ وہ ایک دوست اور معتقد شہری کے عاریتاً دیئے ہوئے مکان میں رہ کر مشرق و مغرب پر حکمرانی کرتے تھے۔ اس مکان کے بیچ میں ایک چھوٹا سا صحن ہے۔ بائیں ہاتھ کو بیچ میں ایک نیم دائرے میں ایک بے چھت قُبّہ سا ہے۔ گویا انتظار گاہ، جہاں مشیر، سردار اور گورنر ان کا انتظار کرتے ہوں گے۔ دائیں ہاتھ کو صحن کے دوسری طرف ایک تاریک اور بہت مختصر سا کمرہ ہے جہاں وہ شہادت کے بعد نہلائے گئے تھے۔ شاید یہ اُن کا پرائیوٹ بیڈ روم ہو۔ اسی سے ذرا آگے صحن کے دوسرے کونے میں ایک اور کمرہ جو ہمارے معیار سے کوٹھری جیسی جگہ ہے۔ یہ زنانخانہ تھا۔ ہم خاکدانِ ہند و پاک کے تہذیبی رشتوں کے پابند اس کمرے میں نہیں گئے۔ کیونکہ یہ حریمِ علیؑ تھا۔ عراقی زائرین حریم میں بے تکلف آجا رہے تھے۔ ان کمروں کے سامنے ایک مختصر سا دیوان خانہ ہے۔ جس کے اوپر چھت ہے۔ یہ گویا ان کا دفتر ہے جہاں پورے عالمِ اسلام کے سیاسی، مالیاتی، مذہبی اور دفاعی مسائل کے حل تلاش کیے جاتے ہوں گے۔ جبکہ نہ پنکھے تھے نہ کولر نہ ایئر کنڈیشنز۔ حضرت علیؑ کا منصب یعنی اسٹےٹس STATUS اور اُس وقت کا فوجی انتشار ضرور اس امر کا مطالبہ کرتا ہوگا

کہ وہ ایک بڑے محل میں قیام کریں۔ لیکن وہ اسی ڈو بیڈ روم اور ایک آفس روم والے چھوٹے سے سخت گرم اور سخت سرد گھر میں رہے اور وہیں اُن کی لاش نہلائی گئی۔

وہاں وہ چھوٹا سا گھر میری گنہگار آنکھوں اور مجرم روح میں سما گیا ہے۔ خواہ اس بات پر بیسویں صدی کے صحافیوں، ادیبوں، سیاسی مفکّروں، دانشوروں اور کو کتنا ہی غصّہ آئے۔ اور اسی چھوٹے سے گھر کے عین سامنے بنو اُمیّہ کے طویل و بلند محلات کے کھنڈر اُن کے عروج و زوال کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ محلّات جن کے ذکر سے تاریخ کی آنکھیں چکا چوند ہوتی رہتی ہیں، آج ویرانے کہلانے کے قابل نہیں۔ ان کی دیواریں جو بہت اونچی اور منقش ہوں گی، اور اعلیٰ درجہ کے مسالوں سے بنائی گئی ہوں گی فرش میں پیوست ہو گئی ہیں اور فرش بنیادوں میں پیوست ہو گیا ہے اور بنیادیں ہیں کہ غاروں کی شکل میں روز بروز نیچے دھنسی جا رہی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ہاں بھائی اب ہم شہرِ کوفہ دیکھیں گے۔ یہ جذبہ ہندی مسلمانوں کی میراث ہو یا کچھ اور مگر ہمیں کوفے میں گھومتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ تاریخ میں ایسا کم ہوا ہے کہ ایک پورے شہر کی ایک پوری نے اپنے محترم، شریف اور مقدس اکابر کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو جیسا کوفیوں نے بار بار کیا۔ اس وقت ہمیں جدلیت اور فلسفہ سلطنت اور منطق و تجرید کے بہکاوے میں مت الجھاؤ، تاریخی عوامل کے سبق نہ پڑھاؤ، جذبات جب امنڈتے ہیں تو علم اور صبر کے تودے اس طرح پگھل کر بہہ جاتے جاتے ہیں جیسے کوفہ کی گلیوں میں خود کوفیوں کے بُلائے ہوئے حسینی سفیر مسلم بن عقیلؑ کا خون بہہ رہا تھا۔"

یہ ہیں وہ دلی جذبات و احساسات جو انسان کو حق و باطل کے تجزیہ پر مجبور کرتے اور اظہارِ حق پر آمادہ کرتے ہیں۔ جناب جمیل الدّین عالی نے اپنے سفرنامہ میں نہایت پُر اثر انداز میں تجزیہ کیا ہے۔

واقعہ ۶۶

مالگذاری سے متعلق حضرت علی کا حکم

اس واقعہ میں میں آپ کو ایک روایت بتاؤں گا جس سے معلوم ہو گا کہ دورِ خلافتِ حضرت علی علیہ السّلام میں آپ اپنے ماتحتوں کے ذریعہ کس طرح جزیہ وصول کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ کے کیا احکام تھے۔

کتاب تاریخ المعاویہ از گویا جہان آبادی۔ پبلشر گویا جہان آبادی۔ ۳/۳ ٹی دی کالونی کراچی۔ صفحہ ۶۲۔ ۶۳۔

"بیہقی نے اپنے سنن میں نقل کیا ہے کہ "بزرگ سابور جسے عرب بزرج نابور کہتے ہیں، ایک ضلع تھا۔ حضرتِ علی کرم اللہ وجہٗ نے ایک صاحب کو وہاں کی مالگذاری وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ رخصت کرتے وقت ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا۔ دیکھنا ایک درم کو وصول کرنے پر بھی کسی کو کوڑے نہ مارنا اور ہرگز ہرگز ذمّی رعایا کی اُن چیزوں کو بقایا میں نیلام نہ کرنا جو اُن کی روزی روزی کا ذریعہ ہوں۔ گرما اور سرما کے لباس اور ان کے مویشی جن سے وہ کاشت اور باربرداری کا کام لیتے ہوں۔ اُن کو بھی ہاتھ نہ لگانا" اس شخص نے حضرت علی علیہ السّلام سے کہا۔" امیرالمومنین! پھر تو اسی طرح واپس ہو جاؤں گا جیسے جا رہا ہوں۔ یعنی کچھ وصول نہ ہوگا۔" مرتضیٰ علیہ السّلام نے یہ سنکر فرمایا " خواہ تم اسی طرح واپس کیوں نہ ہو۔" پھر فرمایا۔ "تجھ پر افسوس ہے مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کی زندگی کی اصلی ضرورتوں سے جو بچ جائے اس سے مطالبہ جائز وصول کیا جائے۔" (سننِ بیہقی ص۲۰۵)

واقعہ

اے ابنِ ابیطالبؑ شرافت کی تم نے حد کر دی۔ حضرت عائشہ

کتاب تاریخ المعاویہ از گویا جہان آبادی صفحہ ۶۸ اور ۶۹ میں تحریر ہے کہ

"جنگِ جمل کے اختتام پر حضرت علی علیہ السّلام نے خود اپنی نگرانی میں صدیقہ (حضرت عائشہ) کو بصرہ سے حجاز روانہ فرمایا۔ اس موقع پر ایک لطیفہ قابلِ ذکر ہے کہ عائشہ صدیقہ کو جب آپ روانہ کرنے لگے تو اُن کے ساتھ آپ نے اُن کے حقیقی بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر (جو اس جنگ میں حضرت علیؑ کی طرف سے لڑ رہے تھے) کو کر دیا تیس ۳۰ سپاہی اور بیس ۲۰ عورتیں بھی خدمت کے لیے ساتھ روانہ کی گئیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ ان عورتوں کو حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ سر پر عمامہ باندھ لیں اور تلواریں حمائل کر لیں۔ بظاہر اُن کی شکل مردوں کی نظر آتی تھی، عورتوں پر قدغن تھا کہ حضرت عائشہ پر یہ راز کھلنے نہ پائے کہ یہ عورتیں ہیں۔ حسب ہدایت سارے راستے یہ مرد نما عورتیں آپ کی خدمت میں رہیں۔ جب حضرت عائشہ مدینہ پہنچ گئیں۔ لوگ ملنے آئے اور حالات دریافت کرنے لگے تو آپ نے حضرتِ علیؑ کے حسنِ سلوک کی بہت تعریف کی وہاں صرف یہ شکایت کی کہ انھوں نے رفاقت میں چند عورتوں کو ساتھ نہ کیا۔ اس پر عورتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔ لکھا ہے کہ اُسی وقت عائشہ سجدے میں چلی گئیں اور سر اٹھا کر کہنے لگیں کہ اے ابنِ ابی طالبؑ شرافت کی تم نے حد کر دی۔" (مسعودی)

یاد رہے کہ حضرت عائشہ حضرت علی علیہ السّلام کی اس حالت میں تعریف کر رہی ہیں جب وہ حضرت علیؑ سے جنگ کر کے جمل میں شکست پا چکی ہیں۔

واقعہ ۶۷

یمن میں اسلام کی روشنی حضرت علی مرتضیٰ کے فیض سے پھیلی

کتاب رحمتِ عالم تالیف سید سلیمان ندوی۔ ناشر لاہور اکیڈمی لاہور۔ ص۳۴ میں تحریر کرتے ہیں کہ :-

"یمن کے بعض قبیلوں میں اشاعت (اسلام) کا کام کرنے کے لیے پہلے حضرت خالد بھیجے گئے۔ وہ چھ مہینے تک اپنا کام کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ دیکھ کر

آپ (رسولِ خداؐ) نے ان کو واپس بُلالیا اور اُن کی جگہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کو بھیجا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ نے اُن کے سب رئیسوں کو بُلایا اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ وسلّم کا مبارک خط پڑھ کر سنایا۔ ساتھ ہی سارا کا سارا قبیلہ مسلمان بن گیا۔ چنانچہ ہمدان، جذمیہ اور مدحج کے قبیلوں میں اسلام کی روشنی حضرت علی مرتضیٰؑ ہی کے فیض سے پھیلی۔"

واقعہ ۶۸

یہ خاندانِ اہلبیت کی عصمت ہے کہ دوست اور دشمن ہر ایک ان حضرات کے آگے سرِ خم کرتے ہیں

(۱) کتاب سید الشہدا تالیف جناب عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار۔ ناشر سیٹھ آدم جی عبداللہ بمبئی والے۔ نولکھا بازار لاہور صفحہ ۹۳۔ " لطائفِ اشرفی کی روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت امام حسنؑ نے یہ خلافت کی مسند اور سلطنتِ امیرِ معاویہ کے لیے چھوڑی تو امیرِ معاویہ نے حیرانی کے ساتھ کہا کہ یا ابو محمدؑ آپ نے تو ایسی جوانمردی کا اظہار کیا ہے کہ بڑے بڑے جوانمردوں سے اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی سلطنت کسی دوسرے کے حوالے کر دیں۔ لیکن آپ نے ساری سلطنت اور خلافت اپنی خوشی سے چھوڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی شان و عظمت اپنی نظیر نہیں رکھتی اور آپ کے نزدیک اس دنیوی جاہ و جلال کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔" ماشاءاللہ

(۲) کتاب ہٰذا ہی میں ایک روایت امیرِ معاویہ سے ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن علیہ السلام کی زبان اور لب کو چوستے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس زبان اور ان ہونٹوں کو ہرگز عذاب نہ دے گا جس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چوسا۔"

واقعہ ۶۹

حسنؑ اور حسینؑ نام خدا کے پسندیدہ نام ہیں

کتاب ہٰذا صفحہ ۹۲۔ "بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت جبریلؑ ایک دن حضورِ نبوی میں حاضر ہوئے اور بارگاہِ ایزدی سے حریر پر لکھے ہوئے یہ دونوں نام حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت جبریلؑ نے کہا کہ حسنؑ اور حسینؑ بہشت کے مقدس ناموں میں سے ہیں۔ اس لیے ان شہزادوں کے نام یہی رکھے جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایمائے خداوندی کے مطابق دونوں شہزادوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھے۔"

واقعہ ۷۰

آسمانی بجلی نے راستہ کے اندھیرے کو روشن کر دیا

کتاب ہٰذا صفحہ ۱۰۵۔ "لطائفِ اشرفی میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ امی کے پاس جاؤں گا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ امام حسنؑ نے کسی قدر اضطراب کے ساتھ کہا کہ میں اندھیرے میں کس طرح جاؤں گا۔ ابھی الفاظ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے تھے کہ یکایک آسمان پر سے ایک بجلی نیچے آئی اور متواتر چمکتی رہی۔ حضرت امام حسنؑ اس کی روشنی میں اپنی والدۂ ماجدہ کے پاس تشریف لے گئے، اور جب تک آپ گھر نہ پہنچ گئے اس وقت تک وہ بجلی آپ کا راستہ روشن کرتی رہی اس کے بعد آسمان کی طرف چلی گئی۔"

واقعہ ۴۱

اُن کی غذا زبانِ رسولؐ خدا تھی

کتاب ہذا صفحہ ۱۰۹۔ "حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی جو اکثر کتابوں میں منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ امام حسنؑ کے دہنِ مبارک کو کھولتے تھے اور پھر اپنی زبانِ مبارکہ اُن کے منہ میں داخل فرماتے تھے۔ اور اُس کے ساتھ ہی فرماتے تھے کہ خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو بھی اسے دوست رکھ اور اُس کو بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ آنحضرتؐ تین بار اسی طرح کہتے ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسنؑ کی زبان اور ہونٹوں کو چوستے تھے اور جب شہزادے بھوکے یا پیاسے ہوتے تو حضورؐ اپنی زبانِ مبارک اُن کے منہ میں ڈال دیتے جسے وہ چوستے اور پھر دن بھر بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کرتے۔"

واقعہ ۴۲

جوان ہے تو علیؑ ہے اور تلوار ہے تو ذوالفقار ہے

کتاب شجرۃ الاولیاء تالیف سید العارفین السید محمد نور بخش قہستانی۔ ناشر شیخ ابوالباقر علی بن الحسین الگردیزی۔ ملنے کا پتہ محمد شمس الدین تاجر کتب مسلم مسجد چوک انار کلی لاہور صفحہ ۲۳۰ میں حالاتِ جنگِ احد تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جب اُحد کی جنگ ہوئی تو مشرکین کی تعداد پانچ ہزار تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور تین سو مدینہ کے منافق تھے۔ جب دونوں فریق آپس میں ٹکرا گئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو منافق بھاگ کر باہر نکل گئے اور اُن کے ہمراہ کمزور مسلمانوں کی ایک جماعت بھی چلی گئی۔ جبکہ انھوں نے شیطان کی یہ آواز سنی کہ محمدؐ قتل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اس وقت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعی دانت شہید ہوئے تھے۔ اور اس وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ آدمی رہ گئے جن میں سے سات مہاجر تھے ان میں حضرت علیؑ و ابوبکرؓ بھی تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور پانچ انصاری تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنی کہ اے اللہ کے بندوں میرے پاس آجاؤ، اللہ کے بندوں میرے پاس آجاؤ تو پھر وہ لڑائی کے لیے پلٹے۔ اور علی علیہ السلام مشرکوں کے ساتھ ذوالفقار کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور آپ نے اکیلے ہی سات مشرک نامور سرداروں کو قتل کر دیا۔ پھر ہوا تیز ہوگئی اور ہاتفِ غیبی نے آواز دی

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

پھر مشرکین شکست کھا گئے۔ اُحد کی جنگ میں فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صبر اور اُن کی بہادری کی وجہ سے ہوئی۔"

نوٹ:۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران میں بھی کیا ہے۔ جن سات نامور مشرکوں کو علی علیہ السلام نے قتل کیا اُن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ (۲) عبداللہ بن جمیل بن عبدالدار (۳) ابوالحکم بن الاخنس (۴) سباع بن عبدالعزیٰ (۵) ابوامیہ بن المغیرہ (۶) ابوسعد بن ابوطلحہ (۷) بنی عبدالدار کا حبشی غلام۔

واقعہ ۴۳

حضرت علی علیہ السلام کی عدیم المثال جسمانی قوت جس نے دشمنوں کے دلوں میں ہیبت کا سکہ بٹھا دیا

کتاب حضرت علی ابن ابی طالبؑ مؤلفہ ارمان سرحدی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔ صفحہ ۲۷۴-۲۷۵ میں تحریر ہے:۔

"مطالب السئول میں لکھا ہے کہ امیرالمؤمنین جب جنگ صفین کی طرف متوجہ ہوئے تو ایک مقام پر آپ کے ساتھیوں کو پانی نہ ملا۔ دائیں بائیں ڈھونڈا کچھ سراغ نہ ملا۔ حضرت علیؑ ساتھیوں کو ایک جگہ لے گئے جہاں کچھ فاصلے پر میدان میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا۔ لوگ گرجا کے قریب گئے اور وہاں کے پادریوں سے پانی کے متعلق پوچھا

اس نے کہا یہاں سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ جس طرف میں اشارہ کرتا ہوں ، اُدھر چلے جاؤ۔ حضرتِ علیؑ نے ساتھیوں سے فرمایا سنو، راہب کیا کہتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ وہ کہتا ہے کہ پانی یہاں سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ مگر وہاں ہم میں پہنچنے کی قوت نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، وہاں تک جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے خچر کا منہ قبلہ کی طرف پھیر کر اس گرجے کے قریب ایک مکان کی طرف اشارہ کیا کہ فلاں جگہ کھودو۔ لوگوں نے کھودنا شروع کیا تو ایک بھاری پتھر نمودار ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہاں پتھر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پتھر پانی کے اوپر ہے۔ لوگوں نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ ہل نہ سکا۔ تمام آدمیوں نے مل کر زور لگایا مگر پتھر نے جنبش نہ کی۔ یہ دیکھ کر جناب امیر المومنین سواری سے اترے اور آستین چڑھا کر پتھر کے نیچے انگلیاں رکھیں پھر اسے زور دیکر ہاتھ پر اُٹھا لیا۔ اس کے نیچے سے نہایت شیریں پانی کا چشمہ نکلا، لوگ سیر ہو کر پانی پینے لگے۔ پورے سفر میں انھیں ایسا میٹھا اور ٹھنڈا پانی نہ ملا تھا۔ جب سب لوگ پانی پی چکے تو آپ نے پھر پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ راہب اپنے گرجا کی چھت پر سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ لوگوں سے کہنے لگا، مجھے نیچے اتار دو۔ لوگوں نے اسے چھت پر سے اتارا اور وہ حضرت علیؑ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ نے جواب دیا "نہیں"۔ کہنے لگا "پھر آپ فرشتۂ مقرب ہیں"؟ آپ نے فرمایا "نہیں، میں خدا کے رسول محمد ابن عبداللہ خاتم النبیین کا وصی ہوں"۔ راہب نے کہا "اچھا پھر ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہوں"۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا راہب مسلمان ہو گیا۔

(۲) غزوۂ خیبر میں بھی اسی طرح آپ نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اکھاڑا تھا۔ جسے چالیس آدمی کھولتے اور بند کرتے تھے۔ روایت میں موجود ہے کہ آپ ایک ہاتھ پر اس دروازے کو اٹھائے ہوئے خندق میں اتر گئے اور اس دروازے کو آپ نے اپنے ہاتھوں پر پل بنا لیا، [illegible] اسلام کو اس کے ذریعے قلعہ میں پہنچا دیا۔

(۳) علامہ ابن حدید لکھتے ہیں کہ ہبل نامی بت جو کہ خانۂ کعبہ میں نصب تھا اور اس قدر

وزنی تھا کہ کئی آدمی مل کر بھی اُسے نہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اسے بآسانی اٹھا لیا اور دور پھینک دیا۔ یہ بت اس طرح ٹوٹ گیا جیسے کانچ ٹوٹ جاتا ہے۔

واقعہ ۴۲

بلوچستان میں آج بھی حضرت علیؑ کی معجز نمائی موجود ہے!

بلوچستان میں قلات ضلع میں آج بھی حضرت علی علیہ السلام کی معجز نمائی موجود ہے۔ قلات ضلع میں لاہوت لامکاں ہے جو کراچی سے تقریباً ۳۵۔ ۴۰ میل دور ہے۔ اس مقام پر سواری کے جانے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگ کافی تعداد میں اس مقام پر جاتے ہیں۔ روایت کے مطابق اس جگہ پر حضرت علی علیہ السّلام خود تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے یہاں پر کوکل نامی جادوگر یا دیو کو دو پہاڑیوں کے درمیان لوہے کی زنجیروں سے جکڑ کر قید کیا ہے۔ ان پہاڑیوں کے درمیان اوپر سے لے کر نیچے تک ایک سی دراڑ ہے اور نوچندی جمعرات کو ان پہاڑیوں کے درمیان سے زنجیر ہلنے کی آواز آتی ہے اور یہاں پر زمین سے ہر تین میل کے فاصلہ پر آپ نے دو مقام پر قیام کیا ہے اور عبادت بھی کی ہے جس کا یہاں پر نشان موجود ہے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے دو مقام پر چشمے پیدا ہو گئے ہیں۔ حیدری ملنگ شعبان کے مہینہ میں یہاں کافی تعداد میں پاکستان کے ہر گوشے سے آتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ سندھ کتاب اوّل شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ مرتبہ اعجاز الحق قدوسی صفحہ ۷۶ میں تحریر ہے کہ:-

"۳۵ھ میں حضرت علیؑ مسند آرائے خلافتِ راشدہ ہوئے۔ آپ نے ۳۸ھ میں شاعر بن دعورا کو سپہ سالار بنا کر ہندوستان کی سرحد پر مقرر کیا۔ یہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں حارث بن مرّہ جیسے تجربہ کار بھی تھے۔ جنگی ساز و سامان کے ساتھ وہاں بھیجے اور مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے کوہ قیقان تک پہونچے۔ قیقان کا موجودہ نام

[illegible] ہے۔ قیقان میں بڑی سخت لڑائی ہوئی، کیونکہ پہلے ہی سے بیس ہزار قیقانی تمام دَرّوں کی ناکہ بندی کیے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے لڑائی کے دوران نعرۂ اللہ اکبر اس زور سے بلند کیا کہ قیقانی لشکر میں ہیبت سے بھگدڑ پڑ گئی۔ قیقان کے رہنے والوں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے بڑی تعداد میں جنگی قیدی گرفتار کیے۔"

یہاں تک تو اِس کتاب کے حوالے سے ملتا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام کا لشکر قلات میں آیا۔ اس جگہ پر اس وقت جس کی حکومت تھی اس کا نام کوکل جادوگر یا دیو تھا۔ اُس نے اس لشکر کو گھیر لیا۔ پھر آپ نے اپنے اعجاز سے آکر اپنے لشکر کی اس جگہ مدد کی اور آج بھی آپ کی بہت سی نشانیاں یہاں موجود ہیں جن کو لکھا نہیں جاسکتا۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد آپ کو یقین آئے گا۔ اس مقام پر جانے کے لیے لی مارکیٹ کراچی سے خاص طور پر گاڑیاں جاتی ہیں۔ یہاں پر لوگ کہتے ہیں کہ جب کبھی کوئی گاڑی یا مسافر راستہ بھول جاتا ہے تو وہ ایک خاص نعرہ لگاتا ہے "جیئے شاہ" تو اس کو جواب ملتا ہے "جبل میں شاہ" اور اس طرح خود بخود اس کو راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس مقام کی زیارت کر کے آتے ہیں وہ بڑے فخر سے اپنے کو لاہوتی کہتے ہیں۔ حیدری ملنگ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے عرس کے بعد رجب کے مہینہ میں پیدل پہاڑی پہاڑی سندھ کے اندرونی علاقے سے ہوتے ہوئے بلوچستان کے اس پہاڑی علاقہ تک ۲۰ دن کی مسافت کے بعد آتے ہیں۔ لوگ ان ملنگوں کی بڑی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اپنے پاس سے کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حیدری ملنگ ہیں ان کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت ہوگی۔ اس مقام پر پانی کے چشمے ہیں ان سے ضرورت کے مطابق پانی اُبلتا رہتا ہے اگر سو آدمی ہیں تو ان کی ضرورت پوری ہوگی اور اگر لاکھ آدمی ہیں تو ان کی ضرورت کے مطابق چشمے سے پانی نکلے گا۔ اس کے علاوہ زمین کے اندر سے کھڑی مسور کی دال کی کی طرح کے چھوٹے چھوٹے پتھر کافی تعداد میں نکلتے ہیں جو گیس اور پیٹ کی جملہ بیماریوں میں کام آتے ہیں۔ یہ تمام واقعات صوفی عشرت علی صاحب نے خود دیکھے اور مجھ سے بیان کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض واقعات تو ایسے حیرت انگیز ہیں جن کو انسان یقین

نہیں کرے گا جب تک خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھے۔

واقعہ ۷۵

حسنؑ مجتبیٰ کی عظمت وجرأت

کتاب صلح امام حسن علیہ السّلام از مولانا سیّد مرتضیٰ حسین صاحب مطبوعہ ادبی پرنٹنگ پریس کراچی صفحہ ۲۰ بحوالہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۹ مطبوعہ مجیدی پریس کانپور یوپی انڈیا۔ تحریر کرتے ہیں کہ

(۱) "ایک دفعہ اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت ابوبکر منبرِ رسولؐ پر بیٹھے تھے کہ امام حسنؑ تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا "میرے باپ کے منبر سے اتر آؤ"۔ انھوں نے کہا "سچ ہے یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے" اور امام کو اپنے دوش پر بٹھا لیا اور رونے لگے۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا "بخدا قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نہیں بتلایا تھا"۔ حضرت ابوبکر نے کہا "ہاں میں کب الزام لگاتا ہوں"۔

(۲) اسی کتاب میں ایک روایت اور موجود ہے "عقبہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر حضرت حسنِ مجتبیٰؑ کو گود میں لیے کہہ رہے تھے "میرے باپ نثار نبیؐ کی تصویر ہو علیؑ کی نہیں، اور علیؑ ہنس رہے تھے"۔

واقعہ ۷۶

معز الدولہ (آلِ بویہ) نے عیدِ غدیر منانے کی رسم جاری کی

کتاب عالمی تاریخ ناشر علی بک ڈپو ۳۴۵ اردو بازار کراچی صفحہ ۲۲۳ میں تحریر ہے کہ "آلِ بویہ تقریباً سو سال تک عراق و ایران پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ اس خاندان کے ایک فرد جو کہ اپنے وقت کا زبردست حاکم شمار کیا جاتا تھا جس کا نام معز الدولہ تھا۔ اس کتاب کے مطابق اس نے یعنی "معز الدولہ کے دورِ اقتدار میں

عید غدیر منانے کی رسم جاری ہوئی اور عاشور کے دن کاروبار بند کر کے ماتم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پہلی مرتبہ بغداد میں عورتوں اور مردوں نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا غم منایا اور یوں تعزیہ داری و عزاداری کی ابتداء ہوئی۔"

واقعہ ۷۷

"حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے"

کتاب عالمی تاریخ۔ ناشر علی بکڈپو، ۵۲۲ اردو بازار کراچی صفحہ ۱۴۴۔

حجرؓ ابن عدی کا قتل | امیر معاویہ کے عہد کا ایک افسوسناک واقعہ حضرت حجرؓ (صحابیِ رسولؐ) اور آپ کے ساتھیوں کا قتل ہے۔ آپ آنحضرتؐ کے صحابی اور حضرت علیؓ کے جاں نثاروں میں تھے۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ جہاں آپ کے گرد حضرت علی علیہ السلام کے حامیوں کا ایک حلقہ بن گیا تھا۔ امیر معاویہ نے بر سرِ منبر حضرت علی علیہ السّلام پر جو سب و شتم کی بُری رسم جاری کی تھی اُس کو تمام حکام ادا کیا کرتے تھے (بری اور غیر شرعی) رسم سے قدرتی طور پر حضرت حجرؓ ابن عدی اور آپ کے ساتھیوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔ جب تک حضرت مغیرہ کوفہ کے والی رہے حضرت حجرؓ سب و شتم کا جواب سب و شتم سے دے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے۔ مگر جب مغیرہ کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ پر زیاد (ملعون) کوفہ کا والی بنا تو وہ جوابی سب و شتم کو برداشت نہ کر سکا اور حضرت حجرؓ (مردِ مومن) اور آپ کے چھ ساتھیوں کو گرفتار کر کے امیر معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیا۔ امیر معاویہ نے انھیں بغاوت کے جرم میں قتل کی سزا دیدی۔" ارے ذرا انصاف تو کرو کیا یہ بغاوت تھی۔ کیا تمھاری اس حرکت کا جواب تھا جو تم حضرت علی علیہ السّلام کے ساتھ کر رہے تھے۔

واقعہ ۷۸

"حسینؑ کی محبّت نے لڑکے کے ماں باپ کو بخشوادیا" جس کی شفاعت رسولِ خداؐ نے فرمائی

کتاب سیّد الشہداء مرتبہ عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار لاہور۔ ناشر سیٹھ آدم جی عبداللہ پبلشر نولکھا بازار لاہور صفحہ ۲۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ" ایک دن حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چند اصحاب کے ہمراہ مدینے کے ایک کوچہ سے گزر رہے تھے۔ اس کوچہ میں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ حضورؐ نے ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو گود میں اٹھالیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت پیار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ کون لڑکا ہے جسے آپ نے اس قدر پیار کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے ساتھ میرے زیادہ پیار کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اس لڑکے کو حسینؑ کے ساتھ کھیلتے دیکھا تھا۔ اور یہ لڑکا حسینؑ کے قدموں کی خاک لے کر اپنی آنکھوں سے ملتا تھا۔ میں اسی دن سے لڑکے کو دوست رکھتا ہوں اور کل قیامت میں اس لڑکے کی شفاعت کروں گا اور اس کے ماں باپ کو بخشوا کر جنت میں داخل کروں گا۔"

حضرت رسولِ خداؐ اپنے علم کی وجہ سے حسین علیہ السلام کی عظمت جانتے تھے کہ میرے بعد خدا کے دین اور میری شریعت کے لیے اپنی اور اپنے خانوادہ کی قربانی دیکر قیامت تک کے لیے دینِ اسلام کو سربلند کر جائے گا۔

واقعہ ۷۹

یہ حسنین علیہم السّلام ہیں جن کے کپڑے اللہ جل شانہٗ نے عیدی کے طور پر جنّت سے بھیجے تھے

کتاب سیّد الشہداء مرتبہ جناب عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار صفحہ ۲۹ پر تحریر ہے کہ" یہ روایت تو عام طور پر مشہور ہے کہ ایک دن

عید کے دن صبح ہی صبح حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خاتونِ جنتؑ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ فاطمہ زہرؑا بیٹھی رو رہی ہیں اور غم و اندوہ سے سخت بے قرار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی آج عید ہے اور خوشی کا دن ہے مگر تم رو رہی ہو کیا بات ہے، کس وجہ سے غمگین ہو۔ حضرت خاتونِ جنتؑ نے جواب دیا کہ بابا جان حسنؑ اور حسینؑ کے کپڑے پرانے ہیں، اور بچے نئے کپڑوں کے لیے ضد کر رہے ہیں۔ میں بہتیرا سمجھاتی ہوں مگر نہیں مانتے، انھیں میری تنگ دستی کا حال کیا معلوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر متأمل ہوئے تو اتنے میں حضرت جبرئیلؑ آئے اور دو بہشتی جوڑے ان دونوں بھائیوں کے قد و قامت کے مطابق لیے ہوئے پیش کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ آپ ملال نہ کیجیے اور صاحبزادوں کو یہ بہشتی جوڑے پہنا دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتونِ جنتؑ سے فرمایا۔ اے جگر گوشۂ رسول اپنے حجرہ میں جاؤ۔ وہاں جبرئیلؑ نے دو جوڑے بہشتی رکھے ہیں، وہ بچوں کو پہنا دو۔ حضرتِ فاطمہؑ حجرہ کے اندر تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ ایک چاندی کے طشت میں دو انمول جوڑے بڑے تکلف سے رکھے ہیں۔ حضرتِ فاطمہؑ نے وہ طشت لا کر سرورِ کونین کے حوالے کیا اور دونوں جوڑے حسنؑ اور حسینؑ کو دیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمھاری عیدی آئی ہے۔"

واقعہ ۹۰

معاویہ کے مقابلہ میں علیؑ خلیفۂ برحق ہیں (ابوہریرہ)

(۱) خلفائے راشدین، از مولانا عبدالشکور (لکھنوی) ناشر کتاب دار الاشاعت، مولوی مسافر خانہ کراچی صفحہ ۲۲۳ میں اس طرح لکھتے ہیں :- "دورانِ جنگ میں حضرت ابوہریرہ جو حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے روزانہ حضرت معاویہ کے دسترخوان پر جا کر کھانا کھاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے کہا کہ اے ابوہریرہ آپ کی عجیب حالت ہے۔ نماز علیؑ کے پیچھے پڑھتے ہیں اور انھیں کے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں اور کھانا یہاں آ کر کھاتے

ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا نماز انھیں کے پیچھے اچھی ہوتی ہے اور خلیفۂ برحق وہی ہیں۔ لہٰذا جہاد انھیں کے ساتھ ہو کر اچھا ہے اس لیے نماز وہیں پڑھتا ہوں اور جہاد بھی انھیں کے ساتھ ہو کر کرتا ہوں۔ مگر کھانا تمھارے یہاں اچھا ہوتا ہے۔ لہٰذا کھانا تمھارے یہاں آ کر کھاتا ہوں۔"

(۲) اسی کتاب میں صفحہ، اپر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لیے لکھا ہے:
"مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، اُن کی ضرورتوں کو پورا کرنا آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔"

(۳) کتاب ہٰذا صفحہ ۶۴ پر تحریر ہے کہ "حضرت علیؑ کی عبادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟" فرمایا کہ اس امانت کا وقت آجاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اُتارا تو اُس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا۔"

واقعہ ۹۱

دین کے بادشاہ کی شادی

کتاب "سید الشہداء" از عبدالاثری مدیر روزنامہ زمیندار صفحہ، میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب مدائن سے ایران کا بادشاہ یزدجرد مسلمانوں سے شکست کھا کر بھاگ گیا تو اس کی بیٹی (شہزادی) شہربانو بھی مالِ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور وہ حضرتِ عمر کے سامنے پیش کی گئیں۔ ہر ایک شخص کی خواہش تھی کہ شہربانو اسی کو مل جائیں۔ لیکن حضرت عمر نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا کہ اب تک تم دنیا کی شہزادی تھیں مگر آج میں تمھیں دین کے شہزادے کے حوالے کرتا ہوں۔ چنانچہ شہربانو کا نکاح حضرت امام حسین علیہ السلام سے کر دیا گیا۔"

واقعہ ۸۲

جس کی سواری ہادی دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنے

کتاب کشف المحجوب (اردو) نسخہ سمرقند، مصنف ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخشؒ) مترجم ابوالحسنات سید احمد قادری ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ - میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضورؐ نے سیدنا امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت پر سوار کر رکھا ہے اور ایک ڈوری اپنے دہنِ مبارک سے نکال کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک میں دے رکھی ہے اور امام حسین علیہ السلام ہانک رہے ہیں، اور حضورؐ اپنے گھٹنوں سے تشریف لے جا رہے تھے۔ تو جب میں نے (حضرت عمرؓ) یہ شان دیکھی تو عرض کیا، اے ابوعبداللہ آپ نے سواری تو بہت عجیب پائی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عمر سوار بھی تو ایسے ہی اچھے ہیں۔"

واقعہ ۸۳

کتاب اعجاز التنزیل از قلم خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر مرحوم ناشر امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور، صفحہ ۱۴۵ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"جنابِ مقدس مرتضوی کے فضائل و کمالات کا اعتراف نہ صرف ان کے کفش بردار مومنوں اور مسلمانوں کو ہی ہے بلکہ مخالفوں اور غیر مذہب والوں نے بھی بڑے شدومد سے اس کا اعتراف نہ صرف کیا ہے۔ دیکھو ہائی کورٹ بمبئی کے فاضل جج مسٹر جسٹس آرنولڈ نے ایڈووکیٹ جنرل بنام محمد حسن خوجہ کے مشہور مقدمہ میں جو ایک نہایت عالمانہ فیصلہ لکھا تھا اس میں یہ لکھا ہے:۔

"الغرض علیؑ کی شہادت سے سب مسلمانوں میں تہلکۂ عظیم پڑ گیا۔ علیؑ کو سب لوگ دل سے عزیز رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے۔ اس زمانے میں بھی جبکہ شجاعانِ عرب شہرۂ آفاق تھے اس ضرغامِ آلِ ابوطالب، اسد اللہ

الغالب، ان کا لقب تھا۔ اور اشجع العرب ان کو کہتے تھے۔ شجاعت، حکمت، ہمت، عدالت، سخاوت اور زہد و تقویٰ میں علیؑ کا عدیل و نظیر تاریخِ عالم میں کمتر نظر آتا ہے۔"

(ماخوذ از لاء رپورٹ بمبئی جلد دوازدہم)

واقعہ ۸۴

"قبر عمل کا صندوق ہے" ——— دنیا کیلیے ایک سبق

کتاب تبلیغی نصاب مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا۔ ناشر عتیق اکیڈمی ملتان صفحہ ۵۸ ۔ ۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؑ اپنے ساتھی کمیلؓ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہے تھے، وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! کیا خبر ہے، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے، کیا حال ہے! پھر فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے۔ یہ تو ہماری خبر ہے۔ کچھ اپنی تو کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور رونے لگے۔ پھر فرمایا، اے کمیلؓ قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔"

واقعہ ۸۵

بوعلی شاہ قلندرؒ اور حُبِ علیؑ

"علیؑ اللہ از ازل گفتم"

حضرت کا نام شرف الدین عرفیت بوعلی شاہ قلندرؒ، آپ کا مزار پانی پت میں ہے۔

آپ مشہور صوفی اور قلندر تھے۔ قلندروں کی فہرست میں آپ کا پہلا نمبر ہے۔ آپ کے متعلق مختلف روائتیں مشہور ہیں۔ ایک روایت میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ دریا میں ایک ٹانگ سے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح چودہ چودہ سال گذر جاتے تھے۔ اس عبادت کے بعد آپ کا خداوند عالم سے ایک ہی سوال تھا اور وہ یہ کہ اے معبودِ حقیقی مجھ کو علی علیہ السلام کی تُو عطا فرمادے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو عبادت کرتے ہوئے چوبیس سال ہو گئے تو آپ کے پاس ایک سایہ آیا جو بالکل آپ کے جسم کے نزدیک ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ سایہ حضرت علی علیہ السلام کا تھا۔ اس دن کے بعد سے جو مرتبہ حضرت بو علی شاہ قلندر کو ملا، اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی، اور پھر آپ عشقِ علیؑ میں اس طرح غرق ہوئے کہ پھر دنیا کی کوئی فکر نہ کی، آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ایک منقبت کہی جو بیالیس بند پر ہے۔ ایک بند پیشِ خدمت ہے:۔

از مے حُبِّ شاہ سر مستم — بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
من بغیر از علیؑ ندانستم — علیؑ اللہ از ازل گفتم

واقعہ ٨٦

قربِ قیامت اور ظہورِ حضرت قائمِ آلِ عبا علیہ السلام

کتاب معجزاتِ حضرت مسیح علیہ السّلام از مولانا حافظ محمد اسحاق دہلوی۔ ناشر دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ۔ ایم اے جناح روڈ کراچی صفحہ ١٦١۔ ١٧٠ میں لکھتے ہیں:۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربِ قیامت میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں پھر نازل ہوں گے مگر ان کے آنے سے قبل امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہو چکے ہوں گے اور اُمّتِ محمدیہ کی پیشوائی کر رہے ہوں گے، تو ایک روز مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس میں نمازِ عصر کی تیاری وانتظاری کے لیے صفیں درست ہو رہی ہوں گی کہ

یکایک آسمان سے ایک ندا آئے گی

هٰذا عیسیٰ ابنَ مریمؑ

اب جو مسلمان آسمان کی طرف دیکھیں گے تو مسجد الحرام کے مشرقی مینارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موجود پائیں گے۔ جہاں سے آپ اُمّتِ محمدیہ کو یہ ندا فرمائیں گے۔ السّلام اے امّتِ خیرالبشر۔ غرض کہ جب امام مہدی علیہ السّلام اور جملہ نمازی مشرقی منارے سے حضرتِ مسیح علیہ السلام کا سلام سنیں گے تو نہایت مسرور ہوں گے اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کو زینے کے ذریعے بڑی شادمانی سے لیں گے۔ جب جناب مسیح علیہ السلام صفوں میں پہنچیں گے تو نمازِ عصر کی تکبیر ہو گی۔ بعد تکبیر حضرت امام مہدی علیہ السلام جناب مسیح علیہ السلام سے کہیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ جس کے جواب میں مسیح علیہ السّلام فرمائیں گے کہ اے مہدی آخرالزماں علیہ السّلام آپ ہی نماز پڑھائیں، کیونکہ میں اس اُمّت کا پیشوا بننے کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو صرف دجّال کو قتل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ لہٰذا اے مہدی علیہ السّلام آپ ہی امامت فرمائیں کہ یہ منصب اور عہدہ آپ ہی کا ہے، چنانچہ حضرت مہدی علیہ السّلام عصر کی نماز پڑھائیں گے اور تمام مسلمان مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (حضرت) امام مہدی علیہ السّلام کے پیچھے نماز پڑھائیں گے۔"

واقعہ ٨٧

علیؑ کی نماز مثلِ نمازِ پیغمبرؐ ہے

کتاب نقلِ اکبر (نفسِ رسولؐ) جلد سوم مصنفہ حجۃ الاسلام والمسلمین علّامہ سیّد علی حیدر نقوی طاب ثراہ، ناشر کتب خانہ شاہ نجف صفحہ ١٩ حاصل کردہ روایت منتخب کنز العمال جلد ٣ صفحہ ١٠٧۔

"مطرف سے روایت ہے کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی، آپ جب سجدے میں جاتے تو تکبیر کہتے، جب سجدے

سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے۔ جب نماز سے فراغت ہوئی تو عمران نے کہا "یہ آج کی ہماری نماز مثلِ پیغمبرؐ کی نماز ہے۔"

واقعہ ۸۹

پیغمبروں کے یہی طرزِ عمل ہوا کرتے ہیں

کتابِ ہٰذا صفحہ ۱۸۷ "حضرت امیرالمومنینؑ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ناگاہ آپ نے ایک نصرانی شخص کو دیکھا کہ وہ زرہ بیچ رہا ہے۔ آپ نے پہچانا کہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کے قاضی فیصلہ کریں گے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے قاضی شریح تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ مقدمہ شروع ہوا۔ شریح نے پوچھا، یا امیرالمومنینؑ آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ میری زرہ ہے جو کچھ عرصہ ہوا گُم ہو گئی تھی۔ شریح نے نصرانی سے پوچھا، تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، میں امیرالمومنین کو جھٹلا نہیں سکتا لیکن یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا "یا امیرالمومنینؑ اس نصرانی سے آپ کے لیے زرہ کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے جب تک آپ ثبوت نہ پیش کریں۔" امیرالمومنینؑ نے فرمایا "سچ کہتے ہو شریح" یہ سن کر نصرانی نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبروں کے یہی طرزِ عمل ہوا کرتے ہیں۔" امیرالمومنینؑ اپنا مقدمہ لے کر اپنے ہی مقرر کردہ قاضی کے پاس آتے ہیں، اور قاضی امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ کرتا ہے۔ یا امیرالمومنینؑ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ آپ کے اونٹ پر سے گر پڑی تھی اور میں نے اُسے لے لیا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوندِ عالم وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ اس کے رسول ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جبکہ تم اسلام قبول کر چکے ہو تو یہ زرہ تمہاری ہی ہے۔"

واقعہ ۹۰

پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں سب سے زیادہ علی علیہ السلام رہے

کتاب نقلِ اکبر از مولانا سیّد علی حیدر صاحب قبلہ صفحہ ۱۶۹۔ "جنابِ اُمِّ سلمہ زوجۂ پیغمبرؐ فرماتی ہیں کہ میں ہر اُس چیز کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ علیؑ آخر وقت تک پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب رہے۔ ایک روز علی الصبح ہم لوگ پیغمبرؐ کی عیادت کو گئے ہوئے تھے "علیؑ آئے، علیؑ آئے" آپؐ نے یہ جملہ کئی بار فرمایا۔ جناب فاطمہؑ نے کہا معلوم ہوتا ہے آپ نے انھیں کسی کام سے بھیجا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی علیہ السلام آئے۔ میں نے خیال کیا کہ پیغمبرؐ کو علیؑ سے کوئی کام ہے۔ ہم لوگ حجرے سے نکل کر آئے میں دروازے سے بالکل باہر بیٹھی ہوئی تھی۔ پیغمبرؐ علیؑ پر جھک پڑے اور ان سے سرگوشی کرنا شروع کیں۔ اسی عالم میں پیغمبرؐ کا اُس روز انتقال ہو گیا۔ لہٰذا پیغمبرؐ کی خدمت میں سب سے زیادہ آخر تک باریاب رہنے والے علیؑ ہی ہیں۔"

واقعہ ۹۱

کتاب کشف المحجوب، اردو نسخہ سمرقند، از سیّد علی الجویری بمعروف داتا گنج بخشؒ۔ ترجمہ از علامہ محمد احمد قادری۔ ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور، صفحہ ۱۸۳، حالات حضرت زین العابدین علیہ السلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حاکم شام ہشام بن عبدالملک بن مروان حج کے لیے آیا، اور طوافِ بیت اللہ سے فارغ ہو کر استلامِ حجرِ اسود کو چلا مگر انبوہ کی وجہ سے اُسے راستہ نہ ملا۔ خدامِ ادب نے اُس کے لیے کرسی لگا دی وہ بیٹھا اور خطبہ سننے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ مبارک کے نور سے چاند کی طرح روشنی پھیل رہی تھی اور رخسارۂ مبارک سے نور تاباں تھا اور عطر بیزی سے راستہ مہک گیا۔ اوّل آپ نے طوافِ بیت فرمایا۔ پھر جبکہ حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر علی الفور تعظیماً راستہ صاف

کردیا، اور آپ بہ آسانی حجرِ اسود کے بوسہ کو تشریف لے گئے۔ ہشام آپ کی یہ ہیبت اور سطوت دیکھ رہا تھا۔ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا۔ اے امیر المومنین یہ عزت اور عظمت والا کون ہے کہ تجھے حجرِ اسود تک لوگوں نے راستہ نہ دیا، حالانکہ امیر المومنین تو ہے، اور یہ جوانِ رعنا حسین و جمیل کون ہے کہ وہ جب آیا تمام لوگ حجرِ اسود سے ایک طرف ہٹ گئے اور صرف اس کے لیے حجرِ اسود خالی کر دیا۔ ہشام اگرچہ جانتا تھا مگر محض اس خیال سے کہ شامی لوگ انھیں پہچان کر ان کے ساتھ عقیدت نہ کریں اور اُس کی امارت و ریاست میں کہیں فرق آجائے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا ہشام تو نہ جانتا ہوگا، مگر میں خوب جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا۔ ابوالفراس! بتا یہ کون ہے، تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس شان و شکوہ والا جوان آخر کون ہے! فرزدق نے کہا سنو، میں اُن کے صفاتِ جمیلہ تم کو سناتا ہوں۔ پھر فرزدق نے یہ اشعار برجستہ آپ کی مدح میں سنائے۔ اس قصیدے کا اردو ترجمہ نقل کر رہا ہوں جو فرزدق نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مدح میں ہشام کے آگے سنایا تھا۔

۱۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی عزت سرزمینِ بطحا جانتی ہے اور اُن کے منصبِ جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے اور حل و حرم واقف ہے۔

۲۔ یہ لختِ جگر ہے اس ہستیِ پاک کا جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے، یہ خود پرہیزگار، پاکباز اور پاک باطن دنیا میں مشہور ہے۔

۳۔ اچھی طرح پہچان لے یہ نورِ نظر سیدہ زہراؑ فاطمہ کا ہے، اگر تو ان سے بے خبر ہے اور وہ ہے جس کے جدِ امجد کی بعثت پر اللہ کے تمام نبیوں کی تشریف آوری ختم ہے۔

قصیدہ کوئی ۴۲ بندوں کا ہے جو کافی طویل ہے۔ فرزدق نے اہلبیتِ اطہارؑ کی تعریف اتنی زیادہ کی کہ ہشام غضبناک ہو گیا اور حکم دے دیا کہ اسے عسقلان میں قید کر دیا جائے۔ اس واقعہ کی خبر لوگوں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بطور عطیہ بھیجے اور فرمایا، اُس سے کہو ابوالفراس ہمیں معاف

کرے کہ ہم لوگ اس وقت امتحان و ابتلا میں ہیں۔ اس ہدیہ سے زائد اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا جو کچھ زائد عطا فرماتے۔"

واقعہ ۹۲

نامِ محمدؐ و علیؑ، خدا کے رکھے ہوئے ہیں

کتاب حیاتِ القلوب جلد ۲، مؤلفہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مترجمہ مولوی سید بشارت حسین صاحب کامل مرزاپوری۔ "روایتِ معتبر میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ خلاقِ عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا اور ہمارے واسطے اپنے ناموں میں سے دو نام اشتقاق کیے۔ خداوند صاحبِ عرش محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ علیِ اعلیٰ ہے اور امیر المومنین علیؑ ہیں۔"

واقعہ ۹۳

خدا کی طرف سے امیر المومنینؑ کو علمِ جفر کی تعلیم

کتاب حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۶۴ میں ایک روایت اس طرح سے منقول ہے کہ یمن سے ایک قافلہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آرہا تھا، جب ایک پہاڑ پر پہنچا تو وہ پہاڑ پھٹ گیا، اور لوحیں جو حضرتِ موسیٰؑ نے رکھی تھیں وہ برآمد ہوئیں، اور اسی طرح کپڑے میں لپٹی ہوئی تھیں جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے رکھا تھا۔ قافلہ والوں نے ان کو اٹھا لیا۔ خدا نے ان کے دلوں میں ڈال دیا کہ اس کو نہ کھولیں۔ وہ لوگ اُن لوحوں کو جنابِ رسالت مآبؐ کی خدمت میں لائے۔ ادھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آپ کو لوحوں کی خبر دیدی۔ جب وہ قافلہ حضرتؐ کی خدمت میں پہنچا، حضرتؐ نے لوحوں کا حال ان کو بتایا اور طلب کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ ہم کو یہ لوحیں ملی ہیں! فرمایا میرے

معبود نے مجھے خبر دی ہے۔ یہ موسیٰؑ کی لوحیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں، اور لوحیں حضرتؐ کے سپرد کر دیں۔ حضرتؐ نے ان کو دیکھا اور پڑھا، وہ لوحیں عبرانی زبان میں تھیں۔ حضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کو بلا کر لوحیں دیں اور فرمایا، ان کو لے لو، ان میں علمِ اولین و آخرین درج ہے، یہ موسیٰؑ کی لوحیں ہیں خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ لوحیں تمھارے سپرد کر دوں۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں ان کو نہیں پڑھ سکتا۔ فرمایا کہ جبرئیلؑ نے کہا ہے کہ آج رات اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوؤ۔ صبح کو سب کچھ پڑھ لوگے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے یونہی عمل کیا۔ دوسرے روز صبح کو بیدار ہوئے تو خدا نے ان کو لوحوں میں جو کچھ تھا تعلیم فرما دیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان کو لکھ لو۔ حضرتؑ نے ایک گوسفند کے چمڑے پر لکھ لیا۔ یہی جفر ہے جس میں علمِ اولین و آخرین ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس ہے۔ اور الواح و عصائے موسیٰؑ بھی ہمارے پاس ہے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کو میراث میں حاصل ہوا ہے۔"

واقعہ ۹۴

کتاب حضرت علی ابن ابی طالب مؤلفہ ارمان سرحدی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ ۲۷۹ میں ایک واقعہ ابوہارون العبدی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوہارون العبدی، ابوسعید خدریؓ سے ملنے گئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ جنگِ بدر میں شریک ہوئے ہیں! وہ کہنے لگے ہاں شریک ہوا ہوں۔ میں نے کہا، آپ مجھے کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے حضرتِ علیؑ کی شان میں آنحضرتؐ سے سنی ہو۔ وہ کہنے لگے۔ اے میرے بیٹے! میں تجھے سناتا ہوں کہ جب (جنگ بدر میں زخمی ہونے کے بعد) رسولِ خداؐ بیمار ہوئے اور مرض نے آپ کو کمزور کر دیا۔ حضرتِ فاطمہؑ آنحضرتؐ کی بیمار پرسی کو تشریف لائیں۔ میں حضورؐ کی دائیں طرف بیٹھا تھا۔ جب حضرت فاطمہؑ نے آنحضرتؐ پر ضعف کی شدت دیکھی تو رونے لگیں جس سے ان کا گلا گھٹ گیا، یہاں تک کہ آنسو رخسارِ مبارک پر ظاہر ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہؑ تجھے کس بات نے رُلایا ہے! حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ میں آپ کے بعد ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ خدائے تعالیٰ نے اہلِ زمین کو دیکھ کر تیرے والد کو اوّل ان سے برگزیدہ کیا۔ پھر دوبارہ دیکھ کر ان میں سے تیرے شوہر کو چُن لیا۔ پس میری طرف وحی بھیجی اور میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا، اور میں نے اُسے اپنا وصی بنایا، آیا تم خدا کی مہربانی کو نہیں جانتیں کہ تمھارا شوہر تمام اہلِ زمین سے زیادہ علم والا اور ان سب سے اسلام لانے میں مقدم ہے۔

واقعہ ۹۵

علیؑ کا مولد خانہ کعبہ تھا

یہ خصوصیت جو علی علیہ السّلام کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے وہ محل و مکانِ ولادت ہے۔ کیونکہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک سارے انبیائے عظام اور اوصیائے کرام اور اُن کی نیک اُمتوں میں سے ایک شخص بھی اس خصوصیتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں ہوا۔ آپ جس طرح سے نسل و نسب اور جنبۂ نورانیت کی حیثیت سے ساری خلقت میں ممتاز تھے۔ اس طرح جائے ولادت کے لحاظ سے بھی ایک نمایاں خصوصیت رکھتے تھے کہ آپ خانۂ کعبہ کے اندر متولد ہوئے اور اس امتیازی شان میں منفرد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کی ولادت کے موقع پر آپ کی مادرِ گرامی حضرت مریمؑ طاہرہ کو اس غیبی آواز نے بیت المقدس سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا کہ یہ عبادت کا گھر ہے زچہ خانہ نہیں ہے۔ لیکن جب علی علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کا وقت آیا تو آپ کی مادرِ گرامی فاطمہ بنتِ اسدؑ خانۂ کعبہ کے اندر بلائی گئیں۔ پھر یہ کوئی اتفاقی بات بھی نہیں تھی کہ جیسے کوئی عورت مسجد میں ہو اور دفعتاً وضعِ حمل ہو جائے بلکہ باقاعدہ دعوت کی صورت میں اس گھر کے اندر لے جائی گئیں، جس کا دروازہ مقفل تھا۔ بعض ناواقف لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ فاطمہ بنتِ اسدؑ مسجد کے اندر تھیں کہ اتنے میں ان کو دردِ زہ عارض ہوئے اور وہ باہر نہ جا سکیں۔ مجبوراً اسی مسجد میں وضعِ حمل ہوا۔ حالانکہ یہ صورت نہیں تھی۔ فاطمہ بنتِ اسدؑ کے وضعِ حمل

کا مہینہ تھا۔ آپ مسجد الحرام گئیں، وہاں دردِ زہ عارض ہوا، مستجارِ کعبہ میں مشغولِ دعا ہوئیں اور درگاہِ الٰہی میں فریاد کی کہ خداوندا تجھ کو اپنے عزّت و جلال کا واسطہ اِس دردِ زہ کو مجھ پر آسان فرما۔ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کی دیوار شگافتہ ہوئی اور ایک آواز آئی، اے فاطمہؑ گھر اندر داخل ہو جاؤ۔ بیت اللہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے مجمع کے سامنے فاطمہ اندر گئیں اور درِ دیوار پھر سابق حالت پر آ گئے۔ سب کو بہت تعجب ہوا۔ جناب عباس بھی موجود تھے۔ انھوں نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اپنے بھائی جناب ابوطالبؑ کو خبر دی، کیونکہ دروازے کی کنجی انھیں کے پاس تھی۔ وہ اسی وقت آئے اور ہر چند کوشش کی لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ تین روز تک فاطمہ بظاہر بغیر کسی دوا اور غذا اور تیمار دار کے خانۂ کعبہ کے اندر رہیں۔ مکّہ کے ہر گھر میں اس غیر معمولی واقعہ کا چرچا ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ تیسرے روز جہاں سے داخل ہوئی تھیں اسی جگہ پر راستہ بنا اور فاطمہ باہر آئیں۔ لوگوں نے ہجوم کیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں پر ایک چاند سا بیٹا ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔

اسد اللہ در وجود آمد
در پسِ پردہ ہر چہ بود آمد

(خورشید خاور۔ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

واقعہ ۹۶

کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ اکیسواں معجزہ۔ "آنحضرتؐ نے پیشگوئی فرمادی تھی کہ میری ایک زوجہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی، اس اونٹ کے جسم پر بال بہت ہوں گے۔ وہ میرے وصیؑ سے جنگ کے ارادے سے جائے گی۔ جب منزلِ حَوّاب پر پہنچے گی اُس پر راستہ کے کتّے بھونکیں گے۔ جب جنابِ عائشہ ایسے ہی اونٹ پر امیرالمومنین سے (جنگِ جمل) کے لیے روانہ ہوئیں اور مقامِ حوّاب پر پہنچیں تو کتّے بھونکنے لگے (جیسا کہ رسولِ خداؐ کا ارشاد تھا)

واقعہ ۹۷

تنزیلِ قرآن پر رسولِ خداؐ کی جنگ اور تاویلِ قرآن پر علیؑ کی جنگ

حیاتِ القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ معجزہ ۲۴ جناب رسالتمآبؐ کا:-

"سرورِ کائناتؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ عنقریب تم تین گروہ سے جنگ کرو گے۔ پہلا وہ گروہ ہے جو تم سے بیعت کرے گا اور توڑ ڈالے گا، یعنی طلحہ و زبیر، دوسرا گروہ جور و ظلم کے ساتھ تم پر خروج کرے گا یعنی معاویہ اور اس کے ساتھی۔ تیسرا گروہ خارجیوں کا ہے جو دین سے اس طرح نکل جائے گا جیسے تیر نشانہ سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور بار بار فرماتے تھے کہ اے علیؑ تم میرے بعد تاویلِ قرآن پر جنگ کرو گے جس طرح میں نے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔

واقعہ ۹۸

عورتیں علیؑ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں (حضرت عمرؓ)

کتاب خورشیدِ خاور حصّہ ۲ صفحہ ۲۴۸۔ "محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب فی مناقبِ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب میں، امام احمد بن حنبل مسند میں۔ بخاری اپنی صحیح میں، حمیدی جمع الصحیحین میں، شیخ سلیمان بلخی ینابیع المودت باب ۱۴ میں۔ مناقب خوارزمی سے امام فخر الدین رازی اربعین ۴۶۶ میں۔ محب الدین طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ میں۔ خطیبِ خوارزمی مناقب ۴۸ میں۔ محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول ۱۳ میں اور امام الحرم ذخائر العقبیٰ ۸۲ میں نقل کرتے ہیں کہ عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حاملہ عورت لائی گئی۔ پوچھنے پر اس نے زناکاری کا اقرار کیا تو انھوں نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا حکم اس عورت پر تو نافذ ہے لیکن جو بچہ اس کے شکم کے اندر ہے اس کے اوپر تم کو کوئی اختیار نہیں ہے، کیونکہ وہ

بے گناہ ہے اس کا قتل جائز نہیں۔ اس پر انھوں نے اس عورت کو چھوڑ دیا، اور کہا عورتیں علیؑ جیسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوگیا ہوتا۔ پھر کہا۔ خداوندا مجھ کو کسی ایسے پیچیدہ اور مشکل امر کے لیے باقی نہ رکھ جس کو حل کرنے کے لیے علیؑ موجود نہ ہوں۔

واقعہ ۹۹

خدا اور رسولؐ نے علیؑ کو امام المتقین فرمایا

کتاب خورشید خاور جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ از مولانا سید محمد سلطان شیرازی مترجم مولانا سید محمد باقر صاحب۔ "ایک روایت ابن الحدید شرح نہج البلاغہ، جلد ۲ صفحہ ۴۵۰ حافظ ابونعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں میر سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں اور محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب باب ۵۴ میں انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسولِ اکرم نے مجھ سے فرمایا۔ اے انس میرے واسطے وضو کا پانی لے آؤ۔ میں اٹھ کر پانی لایا تو آنحضرتؐ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے انس پہلا شخص اس دروازے سے داخل ہو وہ اہلِ تقویٰ کا امام، مسلمانوں کا سردار، مومنین کا بادشاہ، اوصیاء کا خاتم اور روشن چہروں اور ہاتھوں والے چہروں کو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا خداوندا! اس آنے والے کو انصار میں سے قرار دے۔ لیکن اپنی دعا کو پوشیدہ رکھا۔ اتنے میں دیکھا کہ علیؑ علیہ السّلام دروازے سے داخل ہوئے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے ہنسی خوشی کے ساتھ اٹھ کر علیؑ کا استقبال کیا۔ ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اُن کے چہرے سے پسینہ پونچھا۔ علیؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آج مجھ سے وہ برتاؤ کر رہے ہیں جو پہلے نہیں کرتے تھے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کیونکر نہ کروں درانحالیکہ تم میری جانب سے میری رسالت کو امت والوں تک

پہنچاؤ گے۔ میری آواز کو سناؤ گے، اور میرے بعد وہ چیز جس میں اختلاف رہیں گے اُن کے سامنے اس کی وضاحت کر دو گے۔"

واقعہ ۱۰۰

تمام علوم ہتھیلی کی طرح علیؑ کے سامنے تھے

کتاب خورشید خاور حصہ سوم صفحہ ۲۵۲ مصنفہ حضرت حجۃ الاسلام سید محمد سلطان الخطیب شیرازی مترجمہ جناب مولانا سید محمد باقر صاحب، ناشر کتب خانہ شاہ نجف لاہور۔ میں روایت ہے کہ "اخطب الخطباء ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی اپنے مناقب میں نقل کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ عمرؓ نے تعجب کے ساتھ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ سے چاہے جو بات یا مسئلہ دریافت کیا جائے آپ بلاتامل جواب دیدیتے ہیں؟ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے جواب میں ان کے سامنے اپنا دست مبارک کھول دیا اور فرمایا، میرے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں؟ حضرتِ عمرؓ نے فوراً کہا "پانچ"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، تم نے غور و تامل کیوں نہیں کیا؟ حضرتِ عمرؓ نے جواب دیا کہ غور و تامل کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ پانچوں انگلیاں میری نظر کے سامنے تھیں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اسی طرح تمام مسائل و احکام اور علوم میری نظر کے سامنے ہیں، لہٰذا بغیر کسی غور و تامل کے فوراً سوالات کے جوابات دیا کرتا ہوں۔

انصاف سے فیصلہ ہونا چاہیئے

حضرات! آپ کو خدا اور اس کے رسولِ پاک کا واسطہ عادت اور تعصب کو چھوڑیئے اور منصفانہ فیصلہ کیجئے۔ آپ نے کتاب کا حصّہ اوّل پڑھ لیا ہوگا جس کے اندر ناچیز نے فضائلِ امیرالمومنین بابِ مدینۃ العلم علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو حتی المقدور یکجا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسے فضائل ہیں جناب امیر علیہ السلام کے جن کو مسلمانوں کے علاوہ

غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ انصاف تھا کہ ایک ایسی بزرگ ہستی کو جس کا ہر شئے کے ظاہری و باطنی حالات پر علمی عبور اظہر من الشمس ہے، اور اس پر تمام علمائے امت بلکہ غیروں کا بھی اتفاق ہے اور جس کے لیے رسولِ خدا صلعم نے وصیتیں فرمائی تھیں کہ "جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے"۔ "علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔ "علیؑ حق پر ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے"۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ دروازہ ہے"۔ "علیؑ کُلِ ایمان ہے" "علیؑ اور قرآن دونوں روزِ محشر حوضِ کوثر پر میرے پاس ساتھ ساتھ آئیں گے"۔ اتنے فضائل کے باوجود بعدِ رسالتؐ ان کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ جبکہ ابنِ مغازلی شافعی مناقب میں اور حمیدی جمع بین الصحیحین میں لکھتے ہیں کہ خلفاء تمام مراحل میں حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کرتے تھے اور دین و دنیا کے امور میں مرکزِ فتویٰ آپ ہی تھے۔ خلفاء آپ کے الفاظ و ہدایات کو توجہ سے سنتے تھے، ان پر عمل کرتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ بارہا خود حضرت عمر نے بہت پیچیدہ مسائل کے جوابات سننے کے بعد کہا کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔ اسی طرح ایک دفعہ امیر معاویہ سے ایک شخص نے سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کو علیؑ سے دریافت کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ عرب سوالی نے کہا کہ میں تمھارے جواب کو علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ امیر معاویہ نے کہا، تو نے بہت بری بات کہی۔ تو نے اُس شخص (حضرت علیؑ) سے کراہت کی جس کو رسولِ خداؐ نے علم کی پوری تعلیم دی تھی۔ اسی طرح آپ اسلام میں تصوف کے تمام سلسلوں کے مرجع ہیں۔ کیا جناب امیر علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو نظر انداز کرنے اور آپ سے کنارہ کشی کرنے میں سیاست اور سازشیں کام نہیں کر رہی تھیں! کیا آپ امتِ رسولِ خداؐ اور صحابۂ کبار میں سے کوئی فرد ایسا ڈھونڈ کر نکال سکتے ہیں جس کو پیغمبرؐ نے اپنا بھائی، اپنا وصی، اپنا بابِ علم، اپنا نفس، امام المتقین، سیدالعرب اور سیدالمرسلین فرمایا ہو۔ تو امرِ خلافت میں ضرور اس کو مقدم کیجیے۔ اور اگر سوائے علی ابن ابی طالب کرّار غیر فرّار کے ان بلند صفات کا حامل کوئی دوسرا نہ مل سکے جو بعدِ رسولؐ اُن سے بڑا عالم اور ساری امت سے زیادہ عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار ہو تو بحکمِ عقل آپ کو تصدیق کرنا ہوگی کہ علیؑ امامِ برحق، رسولؐ اللہ کے وصی، خلیفہ

اور تمام امت سے زیادہ اس بزرگ منصب کے لائق تھے اور ہیں۔ اس وقت بھی جب آپ سچے دل کے ساتھ اپنی مشکلوں میں ان کا نام لیتے ہیں تو یہ آپ کی مدد کرتے ہیں اور آپ کی رہبری فرماتے ہیں۔ اب نتیجہ پر پہونچنا آپ کا کام ہے کہ علیؑ کا کیا مقام ہونا چاہیے تھا۔ ؎

حیدرؑ میں نبوت ہی نہیں اور تو سب ہے
اس پر بھی کوئی ان کو نہ مانے تو غضب ہے

نوٹ

کتاب کی جلد دوم میں اِس سے بہت زیادہ اور تبلیغی واقعات دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے پڑھنے کے بعد آپ کی معلومات میں گرانبہا اضافہ ہوگا۔ علم و آگہی کے مزید چراغ روشن ہوں گے، اور آپ کے پیسے وصول ہو جائیں گے۔

وصی خان

علیؑ ولی اللہ

علیؑ علیؑ

حصہ دوم

حصہ دوم

کو علمائے کرام اور دانشوروں

کے مضامین سے مزین کیا گیا ہے

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْل

حصۂ دوم

علمائے کرام اور دانشوروں کا حصہ

کون علیؑ؟

وہ علیؑ ——— جو عینِ اسلام تھا، عینِ ایمان تھا۔

وہ علیؑ ——— جو پیدا ہوا تھا تو کعبہ میں اور شہید ہوا تو مسجد میں۔

وہ علیؑ ——— جو پیدا ہوا تو پہلے مصحفِ رُخِ محمدؐ کو دیکھا، اور پہلی غذا لعابِ دہنِ رسولؐ تھی۔

وہ علیؑ ——— جس کا شرف یہ نہیں کہ صحابی تھا، بلکہ یہ کہ رسولؐ کا شریک ساتھی تھا، نور میں، خلق میں، تبلیغ میں، راحت میں، تکلیف میں، بزم میں، رزم میں، بزم میں، حتیٰ کہ رسولؐ کو قبر میں اتارنے والا بھی یہی تھا۔

وہ علیؑ ——— جو کہ محمدِ عربی کا بھائی تھا۔ ان کی دختر فاطمہؑ زہرا کا شوہر تھا، جو ان کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ تھا، ان کے خلفاء ائمۂ اہلبیتؑ کا جدِ امجد تھا۔

وہ علیؑ ——— جو نہ صرف یہ کہ مومنِ آلِ محمدؐ تھا، بلکہ خدا کے ساتھ آخر النبیؐ اور خاتم المرسلین کا شاہد و گواہ بھی تھا۔ قُلْ کَفٰی بِاللہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ۔ (قرآن مجید)

وہ علیؑ ——— جس کی عبادت کی یہ شان کہ نماز میں پاؤں سے تیر نکال لیا۔ اور اُسے احساس تک نہ ہوا۔

وہ علیؑ ——— جس کے زہد و ورع کی یہ شان کہ تمام عمر جَو کی خشک روٹی پر بسر کی۔

وہ علیؑ ——— جس کے علم کی شان کہ زبانِ وحی ترجمان سے بابِ مدینۃ العلم کا لقب پایا اور منبرِ کوفہ پر سلونی قبل ان تفقدونی فرمایا۔

وہ علیؑ ——— جس کے عدل کی یہ شان کہ اپنے دورِ خلافت میں اپنی زرہ کے دعویٰ کے مقدمہ میں قاضی کی عدالت میں ایک معمولی یہودی کے برابر کھڑا ہوگیا۔ اور اپنے خلاف قاضی کے فیصلہ کو بخوشی قبول فرمایا۔

وہ علیؑ ——— جس کی قوتِ فیصلہ کی یہ شان کہ رسولؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اقضاکم علیؑ۔

وہ علیؑ ——— جس کی شجاعت کی یہ شان کہ احد میں ہاتفِ غیبی نے پکارا۔ لَا فتیٰ اِلَّا علیؑ لَا سَیفَ اِلَّا ذوالفقار۔

وہ علیؑ ——— جس کے صبر کی یہ شان کہ حق بھی چھن گیا تو اُف نہ کی۔

وہ علیؑ ——— جس نے بدر و اُحد میں اسلام کی لاج رکھ لی، بلکہ ہر غزوہ و سریہ میں علم کو بلند رکھا۔

وہ علیؑ ——— جس کی ولادت بھی خانۂ خدا میں ہوئی اور جس نے شہادت بھی اللہ کے گھر میں پائی۔

وہ علیؑ ——— جس کی نماز کے لیے رجعتِ شمس واقع ہوئی۔

وہ علیؑ ——— جو آج بھی ہر مشکل میں کام آتا ہے، اور میدانِ جنگ میں فتح کی ایک علامت ہے۔

وہ علیؑ ——— جس کی نہج البلاغہ کا قرآنِ مجید کے بعد سب سے بلند مقام ہے۔

یا علی مدد

اداریہ

خطیبِ منبرِ سلونی کی بارگاہِ اقدس میں!

آقائے دوجہاں! ادارہ محفلِ حیدری، ناظم آباد، کراچی اپنے اس خصوصی شمارے کو آپ کی عرش منزلت بارگاہ میں پیش کر کے قبولیت کی سعادت کا متمنی ہے، اور اس تمنا کو اپنا حقِ غلامی تصور کرتے ہیں۔

بابِ مدینۃ العلم! آپ کے در سے کوئی جن و بشر ناکام و نامراد نہیں واپس ہوا، ہم بھی دامنِ آرزو پھیلائے اور اعزازِ گدائی کی امتحانی منزل پر پہنچ کر تقدیر ساز نگاہِ کرم کے آرزومند ہیں۔

مولائے کائنات! آپ کے غلام، آپ کے نام کا کلمہ پڑھنے والے تباہی کے جس ہولناک بحران سے آج گذر رہے ہیں آپ اس سے کلیتاً باخبر ہیں، ملتِ اسلامیہ کو جن عالمگیر مصائب اور جس بین الاقوامی تذلیل کا سامنا ہے اس سے آپ پوری طرح واقف ہیں۔

آقائے نامدار! اسلام کے قلعہ پاکستان میں بدکردار دشمنوں کی سازشیں ایک حد تک اپنی زہریلی جڑیں پھیلا چکی ہیں کہ عظیم اسلامی ملک پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے اور باقی ماندہ ملک انتشار کا شکار ہے۔

مشکلکشائے جہاں! آج ہم ہر طرف سے خون کے پیاسے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ کہیں صوبائی عصبیت کا اژدہا منہ پھاڑے کھڑا ہے۔ کہیں سرمایہ داری کا عفریت رقص کناں ہے۔ کہیں منافرت و خودغرضی کا الاؤ شعلہ زن ہے۔ کہیں عوام دشمن عناصر کا گٹھ جوڑ اپنی طاغوتی طاقتوں کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کہیں چار پانچ قومیتوں کا مفروضہ سدِ سکندری بن رہا ہے۔

امیر المومنین! اسلامی گہوارے پاکستان نے اپنے ملک کے سب سے بڑے اعزاز کو آپ کے جلیل القدر نام سے منسوب کر کے اپنی نیازمندانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے، اور پاکستان کے جیالے، سرفروش، جانباز مجاہد کے عظیم کارناموں کے صلے میں "نشانِ حیدر" دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی ملک پاکستان کو اسلام کے نامور سردار حیدرِ کرار سے کتنی لہانہ عقیدت ہے۔

کام آیا پھر وہی جب سخت آیا امتحاں
نام سے جس کے لرزتے ہیں زمین و آسماں
لاکھ جلتا ہو علیؑ کے کارناموں سے جہاں
سب سے افضل آج ہے دنیا میں حیدر کا نشاں

آج بھی سینوں پہ سجتی ہے یہی اک یادگار
لَا فَتیٰ اِلّا علیؑ لَا سَیفَ اِلّا ذوالفقار

ابوالائمہ! ہم اپنے تمام گناہوں کے اعتراف کے بعد بارگاہِ عالیہ میں دل کی انتہائی گہرائیوں سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کی منافرت خیز تاریکیوں کو اخوتِ اسلامی کی روشنی سے تبدیل کردے۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں کو باہمی اتحاد، رواداری اور نہ مٹنے والی محبت کی توفیق عطا کر اور جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کی بنیادوں کو مستحکم فرما کر پاک سرزمین کو دشمن عناصر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کردے۔

بابِ مدینۃ العلمؑ کے ارشاداتِ گرامی

- عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ اور شیطان برابر ہے۔
- سلطان جو رعایا میں عدل نہ کرے وہ اور فرعون برابر ہیں۔
- فقیر جو دولت مند کی دولت کے لیے عاجزی کرے وہ اور کتا برابر ہے۔
- دولت مند جو اپنے مال سے نفع حاصل نہ کرے وہ اور مزدور برابر ہے۔
- عورت جو بے پردہ گھر سے نکلے وہ اور لونڈی برابر ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

تحریر: حجۃ الاسلام سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ [illegible] العالی

نام و نسب

حضرت علیؑ آلِ ابراہیم میں قریش کی نسل سے بنی ہاشم کے [illegible] عبدالمطلب کے فرزند ابوطالب کے چشم و چراغ تھے، صرف ایک واسطے سے آپ کا [illegible] محمد مصطفےٰ سے جاملتا ہے، محمد ابن عبداللہ ابنِ عبدالمطلب اور یہ علیؑ ابن [illegible] عبدالمطلب، آپ کے والد ابوطالب ہی نے رسول اللہ کی پرورش بھی کی تھی، اور آپ [illegible] فاطمہ بنتِ اسد بھی ہاشمی خاندان ہی کی معزز خاتون تھیں جنھیں حضرت پیغمبرِ خدا [illegible] سمجھتے تھے۔

ولادت

پیغمبرِ خدا کی عمر تیس برس تھی جب خانۂ کعبہ ایسے مقدس مقام [illegible] ۳۰ عام الفیل میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کے والد ابوطالب اور ماں فاطمہ بنتِ اسد [illegible] چاہیے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہؐ اس بچہ کو دیکھ کر خوش [illegible] بچہ کے خد و خال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آگے چل کر رسولؐ کا قوتِ بازو [illegible] بنے گا۔

تربیت

علیؑ کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفےٰ کے ذمہ ہوئی [illegible] محبت اور توجہ سے پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں [illegible] جوہر اور پھر رسولؐ ایسے بلند مرتبہ مربی کا فیضِ تربیت، چنانچہ علی دس ہی برس [illegible] تھے جو پیغمبرؐ کے دعوائے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان [illegible] قرار پائے۔

بعثت

علیؑ کا دس برس کا سن تھا جب حضرت محمد مصطفےٰ [illegible] نے پر مامور ہوئے۔ اسی کو بعثت کہتے ہیں۔ زمانہ، ماحول، شہر، اپنی قوم اور [illegible] خلاف ایک الہی

مہم شروع کی جا رہی تھی جس میں رسولؐ کا ساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا، بس ایک علیؑ تھے کہ جب پیغمبرؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا تو علی نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان کا اقرار کیا، دوسری ذات جناب خدیجۃ الکبریٰ کی تھی جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام کے اس شرف کو حاصل کیا۔

دورِ ابتلا

پیغمبرؐ کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ ہر ہر ذرہ رسولؐ کا دشمن نظر آنے لگا۔ وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانت داری کا دم بھرتے رہتے تھے آج آپ کو (معاذ اللہ) دیوانہ، جادوگر، اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے، راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، اس سخت وقت میں رسول کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا، وہی علیؑ جس نے بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی ہمت نہ ہاری۔ برابر محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے، ہر ہر بات میں رسولؐ کے سینہ سپر رہے، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبرؐ کا اور ان کے تمام گھرانے کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے، ابو طالبؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حضرت محمد مصطفیٰؐ سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ تین برس تک یہ قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی، اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے اس لیے ابوطالبؑ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسولؐ کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ کبھی جعفر کو رسولؐ کے بستر پر لٹا دیتے تھے، کبھی عقیل کو رسولؐ کے بستر پر اور رسولؐ کو عقیل کے بستر پر اور اسی طرح کبھی رسولؐ کو علی کے بستر پر لٹاتے تھے اور کبھی رسولؐ کو علیؑ کے بستر پر، مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسولؐ کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا جو بھی بیٹا چاہے قتل ہو جائے مگر رسولؐ کا بال بیکا نہ ہو۔ اس طرح علی بچپنے ہی سے فداکاری اور جانثاری کے سبق کو عملی طور پر دہراتے رہے۔

ہجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابو طالب کی وفات ہو گئی اور اس جانثار چچا کی وفات سے پیغمبرؐ کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا جس پر دشمنوں نے ایکا کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیں اور حضرتؐ کو شہید کر ڈالیں، حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اپنے اسی جانثار بھائی علیؑ کو بلا کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی رکھوالی یوں ہو سکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو اور میں مخفی طور پر مکہ سے

روانہ ہو جاؤں، کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دہل جاتا، مگر علیؑ نے یہ سن کر کہ میرے ذریعے رسولؐ کی جان کی حفاظت ہو گی خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسولؐ کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے، یہی ہوا کہ رسالتمآبؐ شب کے وقت مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ کے بستر پر سو رہے، چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالتمآبؐ کو شہید کر ڈالیں، علی اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا، دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمد نہ تھے علیؑ تھے، انھوں نے آپ پر دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلا دیں کہ رسولؐ کہاں گئے ہیں! مگر علی نے بڑے بہادرانہ تیور سے یہ بتلانے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت رسولِ خدا مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جا سکے۔ علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن جن کی امانتیں رسول اللہؐ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتوں کو پہنچا کر خواتینِ بیتِ رسالت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چل کر اس طرح کہ پاؤں سے خون بہ رہا تھا مدینہ میں رسولؐ کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ پر رسولؐ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا، جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علیؑ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی

رسول اللہؐ نے مدینہ میں آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ کر دیا۔ رسولؐ نے اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے کہ جب فاطمہ زہراؑ آتی تھیں تو رسولؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، ہر شخص اس بات کا طلبگار تھا کہ رسولؐ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسولؐ کو پیغام دیں مگر حضرتؐ نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا۔ اور یہ کہا کہ فاطمہ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسولؐ نے علی کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی۔ شہنشاہِ دین و دنیا حضرت پیغمبر خدا کی بیٹی کو پیغمبرؐ کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا۔ خود فاطمہ کا مہر تھا جو علیؑ سے لے کر کچھ سامانِ خانہ داری فاطمہ کے لئے خرید کر ساتھ کر دیا گیا۔ وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر اور چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک۔ اس طرح کا سامان دیا گیا۔ علیؑ۔

نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور اس سے فاطمہ زہرا کا مہر ادا کیا جو ایک سو سترہ تولے چاندی سے زیادہ نہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی گئی کہ وہ اپنی تقریبات کے سلسلے میں فضول خرچی سے کام نہ لیں۔

خانہ داری

فاطمہؑ اور علیؑ کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بے مثل نمونہ تھی، مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریکِ حیات ثابت ہو سکتے ہیں، آپس میں کس طرح تقسیمِ عمل ہونا چاہیئے۔ اور کیونکر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لئے مددگار ہو سکتی ہے۔ وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا، محنت اور مشقت کے ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبّت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنّت بنا ہوا تھا۔ جہاں سے علیؑ صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اُسے لے کر گھر پر آتے تھے۔ بازار سے جَو خرید کر فاطمہ کو دیتے تھے اور فاطمہ چکی پیستی تھیں، کھانا پکاتیں اور گھر میں جھاڑو دیتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے لباس اور کبھی مزدوری کے طور پر سُوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔

جہاد

مکہ میں آکر رسولؐ کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا، آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں، بعض کو قتل کیا، بعض کو قید کیا اور بعض کو زد و کوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسولؐ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی شروع کر دی، اس موقع پر رسولؐ کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنھوں نے آپ کو انتہائی ناخوشگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے کسی طرح بھی پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر گھر کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پُرامن آبادی اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کریں۔ گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی صرف تین سو تیرہ آدمی تھے۔ ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ پہلی لڑائی اسلام کی ہوئی جو بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں رسولؐ نے زیادہ سے زیادہ عزیزوں کو خطرہ میں ڈالا، چنانچہ آپ کے چچازاد بھائی عبیدہؓ ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوئے۔ علی ابن ابی طالبؑ کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ پچیس برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علیؑ کے سر رہا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے

ان میں سے آدھے صرف علیؑ کے مقتول تھے اور آدھے تمام مجاہدین کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد اُحد، خندق، خیبر اور آخر میں حنین یہ وہ لڑائیاں ہیں جن میں علیؑ نے رسولؐ کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے۔ تقریباً ان تمام لڑائیوں میں علیؑ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسولؐ نے علیؑ کو تنہا بھیجا اور انھوں نے فتح بھی حاصل کی۔ ان تمام لڑائیوں میں حضرت علیؑ نے بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال، تحمّل اور شرافتِ نفس سے کام لیا جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمرو بن عبدِ ود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے سینے پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعابِ دہن پھینک دیا، آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ فعل محض خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ اپنی خواہشِ نفس کے مطابق ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا۔ اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی لاش کو برہنہ کر دیتے تھے مگر حضرت علی نے اس کی زرہ نہیں اتاری، اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی، چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی، مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علی کا سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔ آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں اور بچّوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا۔

خدمات

علاوہ جہاد کے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے لئے کسی کام کے کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا۔ یہ کام مختلف طرح کے تھے، رسولؐ کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا، خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا، اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانتدار بھی تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغِ اسلام کے لئے پیغمبرؐ نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا۔ جب سورۂ برأت نازل ہوا تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکمِ خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورۂ برأت کی آیتیں سنائیں اس کے علاوہ رسالت مآب کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے، یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسولؐ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ علی اپنے لئے اسے باعثِ عزّت سمجھتے تھے۔

اعزاز

حضرت علیؑ کے امتیازی صفات اور خدمات کی بناء پر رسولؐ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے، کبھی یہ کہتے تھے کہ "میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہیں"۔ کبھی کہا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔ کبھی یہ کہا کہ "تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے"۔ کبھی یہ کہا کہ "علیؑ مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا بدن کو سر سے ہوتا ہے"۔ کبھی یہ کہا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی"۔ کبھی یہ کہ "وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔ یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی کو نفسِ رسول کا خطاب ملا، عملی اعزاز یہ تھا کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا، جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کیا گیا تو علیؑ کو پیغمبرؐ نے اپنا دنیا و آخرت میں بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیرِ خم کے میدان میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرمایا کہ جس طرح میں مسلمانوں کا سرپرست اور حاکم ہوں اسی طرح علی سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ تمام مسلمانوں نے علی کو مبارکباد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسولؐ کی وفات

ہجرت کے دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبرِ خداؐ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی، یہ خاندانِ رسولؐ کے لیے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علیؑ رسولؐ کی بیماری میں برابر پاس موجود رہتے اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے، اور رسولؐ بھی علی کا اپنے پاس سے اٹھنا ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کرتے تھے، آپ نے علی کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی علی کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا سر اپنے سینہ پر رکھ دیا جس وقت رسولؐ کی روح جسم سے جدا ہوئی اس وقت بھی علی کا ہاتھ رسولؐ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔

بعدِ رسولؐ

جس نے زندگی بھر رسولؐ کا ساتھ دیا وہ بعدِ رسولؐ آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا۔ چنانچہ رسول کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن کا تمام کام علی ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں آپ ہی نے رسولؐ کو اتارا، رسولؐ کے دفن سے فرصت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبرؐ کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے، اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر تیار ہو جاتا

مگر علی کو اسلامی مفاد اتنا عزیز تھا کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی، نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی بلکہ جس وقت ضرورت پڑی اس وقت اسلامی مفاد کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کیا مشکل مسائل کے فیصلے اور ضروری مشورہ لیے جانے پر اپنی مفید رائے کے اظہار سے کبھی پہلو تہی نہیں کیا، اس کے علاوہ بطور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمات میں مصروف رہے۔ قرآن کو ترتیبِ نزول کے مطابق ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا، مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور تفسیر و کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کیے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کے لیے معمار کا کام انجام دے سکیں۔ عربی زبان کی حفاظت کے لیے علمِ نحو کی داغ بیل ڈالی اور فن صرف اور معانی و بیان کے اصول بھی بیان کیے، اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار بھی تسلیم کیا جائے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر مفادِ ملی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

خلافت

پچیس برس تک رسولؐ کے بعد علیؑ نے خانہ نشینی میں زندگی بسر کی۔ ۳۵ھ میں مسلمانوں نے خلافتِ ظاہری کا منصب علی کے سامنے پیش کیا، آپ نے پہلے انکار کیا لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس شرط سے منظور کیا کہ میں بالکل قرآن اور سنتِ پیغمبرؐ کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رو رعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی، مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا۔ آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنھیں آپ کی مذہبی حکومت میں اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا۔ آپ نے ان سب کا مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل، صفین اور نہروان کی خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں علی ابن ابی طالب نے اسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر و احد اور خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی، ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ کا جیسا دل چاہتا تھا اس طرح اصلاح فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت [illegible] سلام کی سادہ زندگی، [illegible] ذات اور نیک کمائی کے لیے محنت و

مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کر دیئے، آپ شہنشاہِ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنے کو برا نہیں سمجھتے تھے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے، جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین میں برابر سے تقسیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے چاہا کہ کچھ انہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو خیر یہ بھی ہو سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں۔ انتہا یہ ہے کہ اگر بیت المال میں کبھی شب کے شب حساب کتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آ کر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بڑھا دیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حقداروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت

افسوس ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور ۱۹ ماہ رمضان ۴۰ھ کی صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالتِ نماز میں ایک زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اسکا جسم لرز رہا ہے، اور اس کا چہرہ زرد ہے تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمھارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو خود کھانا وہ اس کو کھلانا۔ اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہے، میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کر دوں گا، اور اگر میں دنیا میں نہ رہا تو اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا، اس لیے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔ دو روز تک علیؑ بسترِ بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے، آخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نماز صبح کے وقت آپ کی وفات ہوئی۔ حسنؑ اور حسینؑ نے تجہیز و تکفین کی اور نجف کی سرزمین میں وہ انسانیت کا تاجدار ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سونے کے لیے دفن ہو گیا۔

* *

"علیؑ علیؑ"

تحریر: جناب تابش نقوی مدیر عظیم کراچی

جو لوگ تاریخ کو محض حالات و واقعات اور حقائق و نتائج کے اعتبار سے دیکھتے اور جائزہ لیتے ہیں، وہ کسی کے ساتھ جانبداری نہیں برتتے نہ اس کو حاصلِ مطالعہ سے پہلے اپنی پسندیدہ و ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ اسی نہج پر جب وہ عرب کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو مکّہ کی سرزمین ان کے سامنے ابھر کے آجاتی ہے۔ جہاں ابراہیم خلیل اللہ کا تعمیر کردہ ایک گھر ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس گھر کو عرب بڑے احترام کی نظر دیکھتے ہیں، اس کی تولیت اولادِ ابراہیمؑ کو حاصل ہے، اس خاندان کو بھی معزز و محترم سمجھا جاتا ہے۔ اسی خانۂ خدا میں ایک بچّہ کی ولادت ہوتی ہے۔ اس کا نام علیؑ رکھا جاتا ہے۔ علیؑ کون تھا؟ علیؑ عبدالمطلب سردارِ مکہ کا پوتا، ابوطالب سردارِ مکہ کا بیٹا تھا۔ اس خاندان کو خاندانِ بنی ہاشم کہتے ہیں۔ رسولِ اسلام کا سلسلۂ نسب بھی وہی ہے جو علیؑ کا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ دونوں حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ رسولِ اکرم کے اعلانِ نبوت سے پہلے حالات انتہائی سازگار تھے، عرب میں ان کی کوئی مخالفت نہ تھی۔ اگر حضرت محمد مصطفیٰ اعلانِ نبوت نہ فرماتے تو حالات جوں کے توں رہتے۔ بلکہ حالات اور خوشگوار ہو جاتے۔ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا سے حضرت رسولِ اکرم کی شادی ہو چکی تھی جو انتہائی دولتمند خاتون تھیں، حضورؐ نے علیؑ کو بچپن ہی میں اپنے چچا جناب ابوطالبؑ سے لے لیا تھا۔ اور ان سے آپ خاص محبت فرماتے تھے۔ حضرت علیؑ کو آپ نے جس طرح اپنی دامادی کا شرف عطا کیا، اعلانِ نبوت نہ کرنے کی صورت میں بھی اگر یہ شرف حاصل ہوتا اور یقیناً ہوتا تو جناب خدیجہ کی تمام دولت کی وارث خاتونِ جنت ہی ہوتیں۔ اور پھر نہایت سکون و اطمینان کی زندگی ہوتی، کوئی انقلاب نہ آتا، کوئی مخالفت نہ ہوتی، کسی مصیبت کا سامنا

نہ کرنا پڑتا، نہ جنگِ بدر ہوتی، نہ معرکۂ حنین وخندق، نہ اُحد نہ کوئی اور معرکہ آرائی۔ بلکہ معاشرہ جس طرح صدیوں سے چل رہا تھا چلتا رہتا۔ امیر، امیر رہتا، بزاز کپڑا بیچتے رہتے، کھجور فروش کھجوریں بیچتے رہتے، قصائی گوشت کے پارچے بنتے رہتے، گڈریے بھیڑیں چراتے رہتے اور بدّو لوٹ مار کرتے رہتے۔ غرض ہر ایک اپنی حیثیت وحالت میں رہتا۔ انھیں سے کسی کو وہ دنیاوی منزلت ومرتبہ اور اقتدار حاصل نہ ہوتا جو اعلانِ نبوت کے بعد حاصل ہوا اور ہوتا رہا۔ اسی طرح نہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ خدا کو چکی پیسنا پڑتی، نہ علیؑ کو جو کی سوکھی روٹی کھانا پڑتی، نہ مسجدِ کوفہ میں ان کی شہادت واقع ہوتی، نہ رسولؐ کے ساتھ وہ مصائب برداشت کرنا پڑتے جو انھوں نے برداشت کیے، نہ حسنؑ کو زہر کا پیالہ پینا پڑتا، نہ معرکۂ کربلا میں اس خاندان کی تاراجی ہوتی، نہ عورتوں کی اسیری ہوتی، نہ سروں سے چادریں چھینی جاتیں، نہ نیزوں پر سر بلند کیے جاتے، نہ کوفہ وشام کے بازاروں میں پابہ زنجیر پھرائے جاتے، نہ دربارِ ابنِ زیاد و یزید میں ان کو اسیر ہو کر جانا پڑتا، نہ علیِؑ ثانی کو طوق و زنجیر کے آہنی زیور پہننا پڑتے ——

یہ سب کیوں ہوا؟

صرف اس لیے کہ حضرتِ محمدِ مصطفیٰؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا، اور اعلان کی صدا بلند ہوتے ہی لبیک لبیک کی پہلی صدا جو دنیا نے سنی وہ علی ابن ابی طالبؑ کی تھی۔ علیؑ نے تصدیقِ رسالت کی اور نصرت کا وعدہ فرمایا، اور اس وعدے کو عبادت سمجھ کر پورا کرتے رہے۔ گو دنیاوی لحاظ سے وہ انتہائی گھاٹے میں رہے، اور ع

"منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے"

یہ ٹھیک ہے مگر حضورؐ اعلانِ نبوت نہ فرماتے اور پیغامِ الٰہی پہنچانے کا فرض انجام نہ دیتے تو وہ انقلاب نہ آتا جو ان دونوں بھائیوں کی رفاقت اور جہد وجہد کے باعث دنیا میں آیا۔ دنیا اُسی عالمِ جاہلیت کا شکار رہتی جس میں بعثتِ رسولِ مختارؐ سے قبل تھی۔ کہنا تو صرف یہ ہے کہ اس خاندان نے یعنی ابوطالبؑ اور

اس کی اولاد نے اپنی تباہی و بربادی کو محض اس وجہ سے قبول کیا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو رسولِ برحق جانتے تھے اور اُن کے پیغام کو خدا کا پیغام جانتے تھے۔

اب وہ لوگ جو تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے اور کسی تعصب کا شکار نہیں ہوتے ہیں یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اگر دنیا ان کا مقصود ہوتی تو وہ اس محرومی و ابتلاء میں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ہرگز نہ ڈالتے اور ان کو وہ خوش حالی حاصل رہتی جو اُن کے خاندان کو ہمیشہ حاصل رہی —— اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو اپنے منصوبہ میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو محرومی کی صورت میں ان کو اس مشن سے الگ ہو جانا چاہیے تھا جو ان کے جدِ رسولِ مختارؐ اور علی ابن ابیطالبؑ نے جاری کیا تھا، مگر وہ اس سب کے باوجود کارِ تبلیغ میں مصروف رہے اور یہ سلسلہ بارہویں جانشینِ رسولؐ تک جاری رہا تا آنکہ انھیں پردۂ غیبت میں جانا پڑا۔

پھر تاریخ کا ایک غیر جانبدار طالب علم اُسے انسانیت واسلام کا ہیرو کیوں کر قرار نہ دے جس نے تمام قربانیوں، جاں نثاریوں اور اذیتوں کے باوجود اور اپنے اُس حق کے باوجود جو اس کو حاصل تھا، بادشاہت ان کے سپرد کر دی جو شریکِ سفر نہ تھے۔ اور خدمتِ دین وعقیدت و احترام کی اس مسند پر خود جلوہ فرما ہو گئے جس کو اُن سے نہ تو پہلے کوئی چھین سکا نہ قیامت تک کوئی چھین سکے گا —— علیؑ اور اولادِ علیؑ کا یہی وہ کردار ہے جس کے سامنے مفکرینِ عالم کی جبینیں خم ہو جاتی ہیں اور اہلِ دل سجدہ ریزی کرنے لگتے ہیں۔

مجھے آخر میں صرف اتنا کہنا ہے کہ انقلاب کے معنی ہی ہر چیز کے منقلب ہو جانے کے ہیں۔ انقلاب میں حقدار اپنے حق سے محروم ہو جاتے ہیں اور غیر مستحق با اختیار ہو جاتے ہیں، معزز غیر معزز ہو جاتے ہیں، محترم غیر محترم بن جاتے ہیں، گھر والے بے گھر ہو جاتے ہیں اور بوریہ نشین محل نشین ہو جاتے ہیں، دولت مند فقیر اور فقیر امیر بن جاتے ہیں۔ غرض انقلاب کے جو نتائج ظاہری ہوتے ہیں وہی اسلام کے عظیم انقلاب کے بعد ہوئے اس میں

حیرت کی کوئی بات نہیں۔

لیکن اس انقلابِ عظیم کے ظاہری و عارضی نتائج سے قطع نظر خدا جس کو بلند و محترم کرتا ہے وہ ننانوے سال منبروں سے سبّ و شتم کے تیر کھانے کے بعد محترم ہی رہتا ہے، آج دنیا کی ہر قوم، ہر صاحبِ نظر، ہر اہلِ دل، ہر عالم، ہر خطیب، ہر ادیب، ہر بہادر، ہر صوفی اور فقیر و امیر کی زبان پر "علیؑ علیؑ" ہے، اور کوئی کسی کے لبوں کو سینے والا نہیں، روکنے ٹوکنے والا نہیں، اور کسی سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ "علیؑ علیؑ" نہ کہو اور بھی تو ہیں ـــــ"، اگر کوئی یہ بات کہے گا تو اُس کو جواب ملے گا ـــــ رسولؐ کے بعد ہم کو تو کوئی ایسی ہمہ گیر شخصیت نظر نہیں آتی جس کو ہم علیؑ کے مدِ مقابل لا سکیں اور اُن سے اُس کا موازنہ کر سکیں۔

امیرالمومنینؑ
نے فرمایا

جس میں چھ خصلتیں ہوں اس نے جنت کے لیے کوئی جائے طلب اور دوزخ سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ چھوڑی:

جس نے اللہ کو پہچانا اور اس کی اطاعت کی۔
شیطان کو پہچانا اور اُس کی نافرمانی کی۔
حق کو پہچانا اور اُس کا اتباع کیا۔
باطل کو پہچانا اور اُس سے بچ رہا۔
دنیا کو پہچانا اور اس سے کنارہ کشی کی۔
آخرت کو پہچانا اور اُس کو طلب کیا۔

علیؑ ازم

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی مدظلہٗ

یہ سورج کی ستائی ہوئی دنیا اور تپتے ہوئے صحراؤں کی مخلوق نخلستان کی تلاش میں سرگرداں اور جوئے شیر کی تلاش میں حیران ہے۔ اور مصیبت در مصیبت یہ ہے کہ ہر رہزن رہبر کے لباس میں لوگوں کو غلط راستہ دکھا رہا ہے۔ "ازم" کی بھرمار اس صدی کا طرۂ امتیاز ہے، ہر عقلِ محدود و فکرِ مسدود نے چند اھواء و امیال کا نام ازم رکھا اور آفاق کی وسعتیں اور انسانیت کی بیکرانیاں عطا کر دیں، اور بخیالِ خود ایک جدید مکتبۂ فکر کے بانی ٹھہرے اور مذاہبِ فلسفیانہ میں ایک نئے مذہب کے داعی بنے، مجبور تمناؤں اور ناسودہ آرزوؤں سے اس کا رنگ و آب تیار کیا۔ تاریک حصۂ شعور سے اس میں تابانی پیدا کی، کچلے جذبات اور اُتھلے احساسات سے اس میں عوامیت کا رنگ دیا اور اسطرح ہر دجالِ نظر اور ابلیسِ عہدِ حاضر ایک نئے مذہب کا داعی بن کر سامنے آجاتا ہے۔ کوئی نہیں جو ان عقل فروشوں اور علم دشمنوں کو بتائے کہ کوزہ سمندر کی اور خشتِ سیمیں کہکشاں کی نیابت و ترجمانی نہیں کر سکتا، ساری کائنات میں ایک بھرپور باشعور مثبت رویہ اور پھر انسانوں کے مسائل و وسائل پر بے لاگ، درست اور مبنی بر حقیقت فیصلہ، محدود علم و دماغ کا آدمی نہیں کر سکتا۔

وہ کہ جس نے ساری کائنات کی تخلیق کی اور تمام انسانوں کے جذبات و احساسات کا علم رکھتا ہے، رحمت و ربوبیت کا چشمہ جس سے ہر آن اور ہر لحظہ جاری ہے، انسان کی ہدایت جس کا مطلوب ہے وہی صحیح راستہ، صحیح دستورِ حیات اور ضابطۂ زندگی عطا کر سکتا ہے۔ پھر وہ خدائے قدوس جو تمام مخلوقات کی تخلیق، تسویہ و تقدیر کرتا ہے، اسی نے بشر کو خیر البشر کے ذریعہ ہدایت بھیجی فمن تبع ھدی فلاخوف علیھم

ولاھم یحزنون ٥ (جو ہماری ہدایت پر عمل کریں گے وہ حُزن وخوف سے دُور رہیں گے)

اور جب انسانیت بلوغِ فکر کی اس منزل پر پہنچی کہ وحیِ مکمل کو برداشت کرسکے توخداوندِ عالم نے خاتم النبیین کو بھیجا اور آپ کے ذریعہ وحی مکمل ہوئی، دین مُدلل ہوا اور شریعت دائمی بنی۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ زندگی کے ساتھ ہمارے سامنے آیا، لیکن اُس کے بعد پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر اس نظامِ زندگی کی تکمیل وترویج اور ترقی میں کون سے موانع ہوئے۔

میں نہیں چاہتا کہ تاریخ کے دریچوں سے ایسے افکار و اجسام پر نظر پڑے جو سیاسی نامحرم کی حیثیت رکھتے ہیں اور اُن کے بارے میں لب کشائی سے مذہب کی تقدیس مجروح ہوتی ہے۔ مگر اس قدر کہوں گا کہ قرآنِ حکیم اور رسول کریمؐ کی متعین کردہ راہ سے مسلمانوں کا قافلہ کچھ اس طرح دُور سے دُور ہوتا گیا کہ اگر آج مسلمانوں کی فکر وعمل کا جائزہ لیا جائے تو نام نہاد اسلام کے سوا اُن کی ہر چیز کا فرانہ رنگ و بُو میں موجود ہے۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ فلسفہ نہیں آیا کہ کسی کا کسی مذہب کی طرف انتساب اس کی زبان کی وجہ سے ہوتا ہے یا عمل کی وجہ سے! اگر ایک عیسائی شراب پیئے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے، اور اگر ایک مسلمان شراب پیئے تو اس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے، ایک ہندو کسی کی جائیداد غصب کرے تو اس پر لعنت کی بوچھار اور اس کی سات پشتوں کے لیے گالیاں، اور ایک مسلمان کسی کا مال چھین لے تو اس کو اشیر واد۔ ایک انگریز سور کا گوشت کھائے تو وہ بُرا ہو جائے، ایک مسلمان کھائے تو گوارا۔ امریکن سرمایہ دارانہ نظام کی بنا پر ارب پتی کھرب پتی بنے تو غلط، مسلمان اسی نظام میں ناقابلِ حساب دولت کا مالک بنا دے، نہ زکوٰۃ نکالے نہ خمس تو وہ مسلمان، اس کے بیٹے مسلمان بلکہ عند الضرورت وہ مسلمانوں کے وفد کا بھی ترجمان۔ پس یہی وہ مقام آتا ہے جہاں دانشور اور ذہین لوگ اس مذہب سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ آج اسلام سے دوری کا سبب یہ بھی ہے کہ ہم میں اسلامی عصبیت کی بجائے

مسلم عصبیت پیدا ہو گی۔ اسلامی عصبیت جائز ہے مگر مسلم عصبیت اسی طرح حرام ہے جیسے ہندو عصبیت، خاندانی عصبیت، قبیلوی عصبیت۔ اسلامی عصبیت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ ہے جس میں عیسائی اور مسلمان مدعی اور مدعا علیہم ہیں، اور فرض کیجئے کہ اس مقدمہ میں حق عیسائی کے ساتھ ہے تو اسلامی عصبیت کا تقاضا ہے کہ ایک مسلم جج عیسائی کے حق میں فیصلہ کرے، اور مسلم عصبیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کسی مسئلہ میں باطل پر بھی ہوں تو ان کا ساتھ دیا جائے، تو اگر ہم نے بھی دیگر مذاہب کے پنڈتوں اور برہمنوں کی طرح یہ کہا کہ ہر وہ برائی جو دوسرے مذہب والا کرے قابلِ گردن زدنی اور اپنے مذہب والا کرے تو سر آنکھوں پر بٹھانے کے قابل۔ تو یہ کم از کم مذہبِ حق کی علامت نہیں۔

اسلام کے ساتھ یہ حادثہ ہوا کہ مسلمانوں میں عربی عصبیت اور مسلم عصبیت پیدا ہوئی۔ عدل والنصاف کی وہ راہ جس پر آسمان وزمین قائم تھے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ جاہلیتِ قدیمہ اسلام کا روپ دھار کر براجمان ہو گئی، ظلم وستم عام ہو گیا، حصولِ دولت اور سرمایہ داری کی بنیادیں استوار ہونے لگیں، جبر و تشدد کی تلوار اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ گردنوں پر پڑنے لگی، گلے میں حمائل اور قلوب میں جہالت و سرکشی، پیشانی پر سجدوں کا نشان اور نفس میں کبریائی۔ اتخذ ھواہ الھا کی تصویر، عظمتِ انسانیت سے انکار اور حقوقِ بشری کی بیخ کنی، رسوم و مناسک پر زور، حق وصداقت سے گریز، جاگیرداری و ملوکیت کا از سرِ نو قیام اور جاہلیت کے وہ تمام عہود جو حضورؐ کے زیرِ قدم تھے مسلمانوں نے بالائے سر رکھ لیے اور پھر یہ اعلان کیا کہ ہم مسلمان ہیں، امتِ وسط اور خیر الامم ہیں۔

آج اس وسیع کائناتِ عقل وآگہی کو مطمئن کرنے کے لیے ہمیں تحریکِ اسلامی کی منزل بہ منزل رہروی کا از سرِ نو مطالعہ کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ اسلام جو اللہ کی نگاہ میں "دینِ محبوب" اور "دینِ مصطفےٰؐ" تھا جس کی بنیاد "عدلِ عالمگیر" اور تقویٰ پر تھی، وہ کیوں اپنے نقاطِ اصلیہ سے دُور اور "حدود اللہ" سے متجاوز ہوا اور اس کے نتیجہ میں اس کی افادیت اور تاثیر ختم ہو گئی اور اس کے ثمراتِ شیریں اور نتائج خوش گوار سے امت

مرحومہ محرومہ ہوگئی، اور وہ قوم جو کوس لمن الملکی (کس کا ملک ہے) بجا رہی تھی اب صدائے من ملکی (میرا کون مالک ہے) بلند کیے ہوئے ہے، وہ جو بڑے فخر سے کہتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کا تاج ہماری ٹھوکر میں ہے۔

اب بتاؤ کہ اسلامی سلطنتوں کا سرِ پُر غرور کس کے قدموں پر ہے۔ وہ جو ابر سے خراج لیتے تھے بتاؤ "کس کافر قوم" سے قرضہ نہیں لیتے، وہ جو قیصر کو "کلب" کہتے تھے اب بتاؤ کس سُپر پاور کے آگے دُم نہیں ہلاتے۔ کہاں گیا وہ طنطنہ، کہاں گیا وہ ہمہمہ، کہاں گئی وہ حرکتِ سرِ پُر غرور، کہاں گئی وہ سطوتِ کج کلہی؟ تو فوراً تہی دامانِ عقل و محرومانِ علم چیخ اٹھیں گے کہ ہم میں وہ اسلام نہیں رہا، وہ اسلاف کی عظمتیں نہیں رہیں تو کیا یزید، ولید، عبدالملک اسلام کے مجسمے تھے؟ یہ مدینہ میں عصمت دری کرانے والے، خانۂ کعبہ کو جلانے والے، قرآن پر تیر برسانے والے، قرونِ اولیٰ کے مسلمان نہ تھے، مسلمانوں کے نمائندے نہ تھے؟ پھر ان کا وہ زہد و تقویٰ، للہیت اور اخلاص تھا جس نے ان کو فتوحات عطا کیں اور اللہ کی نعمتیں اور کرامتیں ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں۔ اللہ اللہ! کب تک تم اپنے نفس کو فریب اور عامۂ امت کو دھوکا دیتے رہو گے؟ کیا قائدینِ فکرِ اسلامی نے قسم کھالی ہے کہ سچی بات سے کبھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کریں گے اور عوام کو اصل بات سے آشنا نہیں کریں گے۔

تو پھر سنو اور داعیِ حق کی سچی بات سنو، جس کے سننے سے اگرچہ تمہارے کانوں کو فرحت، تمہارے دل کو سرور میسر نہیں آئے گا جس طرح نو مسلم ہندو کو گوشت میں لذت نہیں ملتی، لیکن اس کے سوا کوئی بات سچی نہیں، کوئی بات درست نہیں ہے۔ ابتدائی دَورِ اسلام میں مسلم فتوحات و کامیابی کا راز وہی ہے جو چنگیز خاں کے دَور میں صحرائے گوبی کے منتشر قبیلوں کا تھا۔ نہ ان کے فتوحات ان کے عقیدے کی صحت و حقانیت کی دلیل تھے، فتوحات تو کبھی حقانیتِ مذہب کی دلیل ہوتے ہی نہیں۔ بازنطینی حکومت کا دبدبہ اور وقار عیسائیت کی صداقت کی صلیب بن سکتا ہے نقیب نہیں بن سکتا۔ لیکن

ہم نے عوام کو مغالطہ میں مبتلا کر دیا اور ان فتوحات کو جو ہوسِ ملک گیری سے الگ نہ تھے اسلام کی صداقت کا نشان بنایا اور فاتحین کو تقدس و تکریم کا لباس بخشا۔ ظاہر ہے کہ قلم علم کے نیچے رہتا ہے اور تحریر زیرِ شمشیر رہتی ہے۔ زبان و قلم کا متحدہ محاذ اسلام کی غلط ترجمانی میں لگ گیا، لوگوں کی نگاہیں مالِ غنیمت کے ڈھیر، کنیزوں کی بھیڑ، اونٹوں کی قطاروں، گھوڑوں کے گلّوں پر لگ گئیں۔ اب اس مال کے پیچھے اسلام کا آل کیا ہوگا! اس کا کسی کو خیال نہ آیا، کنیزوں کے ساتھ ناموسِ اسلام کا ذبیحہ کس عنوان سے ہو رہا ہے اس کا کسی کو لحاظ نہ ہوا، اونٹوں اور گھوڑوں کی آمد سے مقاصد کی پامالی کس سج دھج سے ہو رہی ہے اس پر کوئی لب کشا نہ ہوا۔ دینے والوں کے قہقہے اور لینے والوں کی دعاؤں نے روحِ انسانیت کی تکفین و تدفین کر دی اور اللہ اللہ خیر صلّا۔

مگر اس تاریک و مہیب اندھیرے میں ایک چراغ روشن انسانیت کے افقِ اعلیٰ پر جلوہ فگن تھا۔ اس میں نہ مسلم عصبیت تھی نہ قبیلوی و عربی۔ وہ حق و انصاف، عدل و داد، صدق و اخلاص، تقویٰ و ورع، دین و شرع پر ہر بات کرتا۔ وہ نام نہاد مسلمانوں کی چار دیواری میں گھرے ہوئے چراغ کی طرح نہ تھا بلکہ ارض و سما کی وسعتوں پر چھائے ہوئے آفتاب کی طرح تھا۔ وہ فیض و افادیت کا دجلہ نہ تھا جو صرف ایک سرزمین کو سیراب کرتا ہے۔ وہ ساقیِ کوثر تھا جس کا فیض مذہب و ملّت کی حدبندیوں سے بلند ہر تشنہ لب کے لیے حاضر تھا، اس کی ذات نے ذکر و فکر کے جو چراغ جلائے آج بھی کائنات انہیں سے روشن ہے۔ اس کو دیکھو، اس کو سمجھو، اس کو پڑھو اور اس پر چلو کہ اسی میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہے، اسی میں اسلام کی حیات ہے، اسی میں اس مذہب کی وسعتیں جو اقوام و ملل سے آگے بنی آدم کے تخیّل میں ڈھلتی ہے۔ یہی وہ ہے جو عوام اور حکومت کے درمیان اُس پلِ صراط کو عبور کرا سکتا ہے جس پر چلنے سے بڑے بڑے سند بادیوں کے پیر کٹ گئے۔ آؤ کچھ دیر کے لیے ہم اس پُر فریب دنیا سے نکل کر اس

اس حقیقت پسند شخصیت کے سامنے کھڑے ہوں جس کے ایک ہاتھ میں عدل کی ترازو ہے اور دوسرے ہاتھ میں تقویٰ کا سورج، اور تمام عالمِ انسانی اس کے زیرِ سایہ اطمینان کی سانس لے رہا ہے، جو اس نے کہا اس کو دیکھو، پھر کہنے والے کو دیکھو اور بتاؤ کہ ایسے ارشادات کس ذات سے ہمیں حاصل ہوئے ہیں۔

کیا تم نے آزادی پر اس سے بہتر کوئی جملہ سنا کہ "اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا تو تم لوگوں کو غلام کیوں بناتے ہو ـــــ؟"

اور عوام کے احترام کے بارے میں یہ حقیقت پسندانہ قول دیکھا کہ "اور تم وہ راستہ اختیار کرو جس کو عوام کی اکثریت پسند کرتی ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی ناراضگی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور اگر عوام ناراض ہوں تو خواص کی ناراضگی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ خواص و مصاحبین حاکم کے اچھے حالات میں اپنی فرمائشوں اور تقاضوں کی وجہ سے اس بیچارے پر بارِ گراں بنے رہتے ہیں اور جب حاکم کے حالات خراب ہوں تو فوراً کھسک جاتے ہیں۔ حاکم کے انصاف پر برہم ہو جاتے ہیں۔ مانگتے ہیں تو چمچڑ ہو جاتے ہیں، عطا پر شکر نہیں کرتے، نہ ملنے پر عذر نہیں سنتے۔ یاد رکھو کہ دین کا ستون، مسلمانوں کی طاقت یہی عوام ہوتے ہیں ـــــ"

اور کیا آپ نے راعی کے رعایا سے رابطہ پر اس سے بہتر مقولہ دیکھا ہے کہ :-

"رعایا کے دل حکمرانوں کے خزانے ہوتے ہیں، اب اس خزانے میں حکمراں عدل کے سکے رکھیں یا ظلم کے پتھر، جو رکھیں گے وہی پائیں گے ـــــ"

اور یہ ارشاد ہے کہ :" اگر حکومت سے حق کا قیام اور باطل کا انہدام مقصود نہ ہو تو یہ پاپوش سے بھی کمتر ہے ـــــ"

اور یہ فرمان کہ :" حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ مال جمع کرو اور کسی سے اپنا کینہ اور عداوت نکالو۔ حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ باطل مردہ ہو اور حق زندہ ہو ـــــ"

اور یہ کہ :" ذلیل میری نگاہ میں عزت والا ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دے دوں، اور عزت والا کمزور ہے یہاں تک کہ میں اُس سے حق وصول کرلوں"

اور حاکم کی پوزیشن کی وضاحت اس طرح کس نے کی ہے کہ "میں تمھیں میں سے ہوں، جو تمھیں حقوق حاصل ہیں وہی مجھ کو، اور جو تمھاری ذمہ داریاں ہیں وہی میری بھی ہیں ـــــ"

"کیا میں اس پر خوش ہو جاؤں کہ لوگ کہیں کہ میں حاکم ہوں، اور لوگوں کے دکھ درد میں شریک نہ ہوں ـــــ"

اور اس فقرہ کو دیکھئے کہ "میرا بھی مال ہوتا تو برابر سے تقسیم کرتا چہ جائیکہ یہ بیت المال کا مال ہے ـــــ"

اور جاگیر کے متعلق یہ ارشاد کس قدر قابلِ عمل ہے کہ "ہر جاگیر جو مالِ خدا سے لوگوں کو دی گئی ہے بیت المال میں واپس کر دی جائے گی۔ جو مال بیت المال سے لوگوں کو ملا ہے وہ سب میں بیت المال میں لوٹا دوں گا۔ عدل برداشت نہیں ہوتا تو ظلم کیسے برداشت ہوگا"

سرمایہ داری کے خلاف اس ضربِ حیدری کو دیکھئے، فرماتے ہیں "فرزندِ آدم! جو ضرورت سے زیادہ تجھے حاصل ہو اُس کا تو مالک نہیں خزانچی ہے ـــــ"

آخر میں امامؑ کی ایک اور نصیحت سن لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ: عوام الناس سے تمھارا رویہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر مر جاؤ تو تمھاری یاد میں آنسو بہائیں اور اگر زندہ رہو تو تم سے ملنے کے لیے بے چین رہیں ـــــ"

میں کہاں تک عدل و عقل کے اس پیکرِ لاہوتی کے نظریات و افکار بیان کروں۔ ع

"سفینہ چاہیئے اس بحرِ بے کراں کے لیے"

یہ چند آبدار موتی اس چشمۂ کوثر کے تھے جس کو دنیا "نہج البلاغہ" اور میں "نہج المعرفۃ والسیاست" کہتا ہوں، اور اسی پر میں نے "علیؑ ازم" کی بنیاد رکھی ہے۔

اگر علی نہ ہوتے ———— ؟

عالی جناب مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نجفی مدظلہٗ العالی

۱۳ رجب کا سورج عالم کو اس مبارک و مسعود دن کی یاد دلاتا ہے جس کی برکت و سعادت سے آج تک آفتاب اسلام درخشاں ہے اور تا قیام قیامت ضیا بار رہے گا۔ اس تاریخ اس عظیم ترین ہستی نے دنیا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی جس کی نظیر نہ اولین میں مل سکتی ہے نہ آخرین میں۔

یہ کون ہے مطلوبِ کلِ طالب اسد اللہ الغالب علی کلِّ غالب علی ابن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثناء۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

اللہ اللہ! ہزاروں اختلافات کے باوجود حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان تلدن مثل علی ابن طالب (اب یہ ناممکن ہے کہ کوئی ماں علی جیسا بچہ پیدا کر سکے۔) مناقب خوارزمی) ۱۳ رجب المرجب بروز جمعہ بیت اللہ نے نفس اللہ کا استقبال کیا۔ اور بقول صاحب مروج الذہب و مطالب السئول یہ حضرت علی ہی کی بزرگ ترین اور خصوصی منزلت ہے کہ خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ مولودِ کعبہ ... ... اور ... ... مسلم اوّل شہ مردانِ علی

لم یعبد الا وثان قط لصغرہٖ ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ

حضرت علی نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اس لئے آپ کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ (صواعق محرقہ)

رسول کا پہلا مددگار

دعوتِ ذوالعشیرہ کا منظر اور صاحب ومَا ینطقُ عنِ الھویٰ ان ھوَ الاّ وحیٌ یوحیٰ کے یہ الفاظ ابھی تک تاریخوں میں موجود ہیں۔ ان ھٰذا اخی ووزیری ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ۔ دیکھو! یہ علی میرا بھائی

میرا وزیر۔ میرا وصی اور خلیفہ ہے تم سب اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا (تاریخ کامل طبقات)

آخری وقت کا ساتھی

قبض رسول اللہ و راسہ فی حجر علی جب پیغمبرؐ اکرم زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو سر اقدس علی کی آغوش میں تھا۔ (طبقات ابن سعد) ابن عباس کہتے ہیں لعلی اربعۃ خصالٍ لیست لِاَحدٍ غیرہ ھو اوّل عربیٍ وعجمی صلّی مع رسول اللہ وھو الذی کان لوائہ معہ فی کل زحف وھو الذی صبلم معہ یوم عند غیرہ وھو الذی غسلہ وادخلہٗ فی قبرہٖ علی ان چار صفتوں میں منفرد ہیں۔ سوائے ان کے اور کسی کو یہ خصوصیت نصیب نہیں ہوئی (۱) علی معمورۂ عالم کا وہ پہلا انسان ہے جس نے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کی (۲) بس یہی ہیں وہ جو آنحضرتؐ کے ساتھ ہر معرکے میں پرچم لہراتے رہے (۳) صرف انہوں نے ہی اس دن پیغمبرؐ کی معیت میں استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اس دن اور اس وقت جب ہر طرف گرد فرار اڑتی نظر آرہی تھی۔ (۴) علی ہی تھے جنہوں نے رسول مقبول کو غسل دیا۔ اور آخری آرام گاہ تک پہنچایا۔ (طبقات ابن سعد)

وہ مخلص کہ قدرت پکار اٹھی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللہِ منزلِ عرفان دیکھیے۔ رسولؐ فرماتے ہیں کہ خدا کو یا میں نے پہچانا یا علی نے اور خود علی کہتے ہیں: لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً ہ پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا یہ عالم کہ کبھی کبھی ڈوبتا ہوا سورج نمازی کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے لئے آجاتا۔ (تاریخ خمیس)

سیرت نگار

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فخر آدم بارگاہِ احدیت میں سجدہ ریز ہوتے تھے تو خشوع و خضوع کی کیفیت دیکھ کر لوگ جلاّنے لگتے تھے۔

--- --- --- --- قدمات الوالحسن۔ علی دنیا سے گذر گئے اور عبادت بھی ان جذبوں کے ساتھ خود فرماتے ہیں۔ معبود! اس لئے نہیں

عبادت نہیں بجالاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنت کی طمع دامن گیر ہے .... نہیں .... مالک! علی کا سرِ نیاز اس لئے اور صرف اس لئے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

میدان شجاعت میں ہاتفِ غیب زمزمہ پردازی کرتا ہے اور لاسیف الاذوالفقار و لا فتیٰ الاعلی کا ابدی نقش دامنِ کائنات پر کچھ اس انداز سے ابھرتا ہے کہ طاقت کے کوہ شکن حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور اس طرح کہ بلند ہونے کا نام تک نہیں لیتے! بزمِ سخا کہہ رہی ہے کہ خلیل کے بحرِ کرم کا تموج بھی دیکھا مگر یوں تو الزکوٰۃ وھم راکعون اور یوثرون علیٰ انفسھم ولو کانت بھم خصاصہ کے عنوان سے قرآن نے سوائے علی کے اور کسی کی خدمت میں سپاسنامے پیش نہیں کئے۔ شہر علم کو ناز کہ علی اس کا دروازہ ہے۔ مسند قضا رہینِ منت کہ لاج رکھ لی۔ اورنگ حکومت شاہد کہ جب ابوتراب کے قدموں نے زینت بخشی کہ بازنطینی نظام خاک میں مل گیا۔

اور مختصراً بقول استاذ عبداللہ العلائلی۔ علی ابن ابی طالب کی ذات کمالِ انسانی کا بہترین مظہر ارتقائے بشری کا لاجواب نمونہ۔ اور فطرت کی ترقی پسند استعداد کی بلند ترین مثال تھی۔ حسن، مزاج، اثرِ توارث اور اندازِ تربیت کے لطیف امتزاج سے اس عظیم شخصیت کی تشکیل ہوئی۔ نیز نبوت کے پاکیزہ اصول اور کسبِ کمال کی ذاتی صلاحیت نے آپ کو عروج کی اس منزل پر پہنچا دیا جہاں وہم و خیال کی رسائی بھی مشکل ہے (سموالذات فی سموالمعنی ص۱۱ مطبوعہ بیروت)

مشہور صاحبِ کلک و نظر جرجی زیدان نے ان لفظوں میں حیاتِ مرتضوی کا نقشہ کھینچا ہے۔ علی کے متعلق کیا کہا جائے۔ زہد و تقویٰ کے سلسلے میں آپ کے واقعات بے شمار ہیں۔ آئینِ اسلام کی پابندی میں آپ کی سختی مشہور ہے، اقوال و اعمال کے لحاظ سے یہ مردِ حُر انتہائی شریف، مکر و فریب سے گویا واقف ہی نہ تھے زندگی بھر نہ کسی کو دھوکا دیا اور نہ احساسِ غدر کو اپنے قریب پھٹکنے دیا۔ آپ کی تمام کوششیں صرف دین کے متعلق تھیں۔ حق و صداقت پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ کی فقیرانہ زندگی کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ جب آپ نے رسول اللہؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہ سے شادی کی تو آپ کے پاس فرش کی قسم سے کوئی چیز نہیں تھی۔ ہاں سامانِ آسائش میں دنبے کی ایک کھال ضرور موجود تھی جس پر رات کو آرام

فرماتے تھے۔ اور دن میں اسی پر اونٹ کو دانہ کھلاتے تھے۔ کوئی ملازم نہ خدمتگار

خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ اصفہان سے کچھ مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپ نے اس مال کے سات حصے کئے اور قرصِ نان کو بھی سات حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ کا لباس حد درجہ سادہ اور اتنا جھرجھر ہوتا تھا کہ سردی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ آپ اپنی عبا میں کھجوریں باندھے چلے آ رہے ہیں ان لوگوں نے عرض کی امیر المومنین! یہ بوجھ ہمیں دیدیجئے دولت کدہ تک پہنچا دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ جس کے عیال ہیں وہی اس بار کو برداشت کرے۔ علی ابن ابی طالب کا معمول تھا کہ جب اپنی فوج کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو ہر سپاہی کو ہدایت فرماتے تھے کہ بھائی دیکھو جہاں تک ہو سکے فریق مقابل سے نیکی اور نرمی کا برتاؤ کرنا اور ممکنہ طریقہ سے عورتوں کی حفاظت و حیانت کا خیال رکھنا۔ باوجود اس رحمدلی کے مالی معاملات کی نگرانی میں آپ حد درجہ سخت گیر تھے اپنے ماتحت عمال اور کارپردازوں سے پائی پائی کا حساب لیتے اور یہ صرف اس لئے تاکہ نظام عدل میں فرق نہ آنے پائے۔

اگر حضرت عمر کے زمانے میں جبکہ عوامی رجحانات نبوت کی عظمت اور رسالت کی اہمیت سے متاثر تھے اور سچے تدین کی نشانیاں موجود تھیں۔ حضرت علیؑ ہی مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہو جاتے تو آپ کی حکومت و سیاست کہیں بلند و بہتر ثابت ہوتی۔ اور امور سلطنت میں کسی قسم کا بھی ضعف نہ ظاہر ہونے پاتا۔ لیکن افسوس کہ آپ کو عنانِ ریاست اس وقت ملی جب لوگوں کی نیتیں خراب اور تمام ملکی معاملات درہم و برہم ہو چکے تھے۔ (تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۴ ص ۳۷)

یہ ایک غیر مسلم کے خیالات تھے جو پیش کئے گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے رزم و بزم محراب و منبر بلکہ ہر مجلس میں ہر موقف پر اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے ایسی ایسی عظیم خدمتیں انجام دی ہیں اور اپنی سیرت کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جن کے پیش نظر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ علی کی ذات گرامی عروجِ اسلام کی تاریخ میں اساسی حیثیت رکھتی

بھی علی نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسلام ہوتا۔ مگر اتنا اعلیٰ نہ ہوتا اور بقول علامہ محمد حسین آلِ کاشف الغطاء

لَوْلَا عَلِيٌّ اخْضَرَّ لِلْاِسْلَامِ عُوْدٌ وَمَا
قَامَ لَهٗ عَمُوْدٌ

اگر علی نہ ہوتے تو شجرِ اسلام کی نہ کوئی ٹہنی ہری بھری نظر آتی اور نہ اس قصرِ مشید کا کوئی ستون قائم ہوتا۔

قصیدۂ لامیہ

محسنِ اسلام حضرت ابوطالبؑ کا معرکۃ الآرا قصیدہ

ترجمہ: علامۃ العصر پروفیسر مولانا علی حسنین صاحب شیفتہ

قصیدۂ لامیہ محسنِ اسلام عمِ رسول الثقلین حضرت محمد مصطفیٰؐ یعنی پدرِ گرامی مولائے کائنات حضرت علیؑ کا وہ معرکۃ الآرا قصیدہ ہے جس کو عربی ادب کا شاہکار تصور کیا جاتا ہے اور اس قصیدہ میں عظمت و تقدیسِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ آپ کا جوشِ ایمان اور عزم و ولولۂ نصرت نمایاں ہے ہم اس قصیدے کے ۸۴ اشعار میں سے اس کتاب میں چند اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (وصی)

قصیدہ

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةً   وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِيْ بَلَابِلِ

ترجمہ: (لیکن اے دشمنو!) بیت اللہ کی قسم تم نے یہ غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ ہم مکے کو چھوڑ دیں گے۔ ہم اس وقت تک کوچ نہیں کریں گے۔ جب تک کہ تم خود بھی شدائد میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا   وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

ترجمہ: اور بیت اللہ کی قسم تم نے یہ بھی غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ محمدؐ کو ہم سے زبردستی چھینا جا سکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے کرتے ختم نہ ہو جائیں۔

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ   وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

ترجمہ: (اور یہ بھی تم نے غلط سمجھا ہے کہ) ہم محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ نہیں ایسا بھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم لوگ (ان کا دفاع کرتے ہوئے) اُن کے اردگرد لڑتے لڑتے گرا نہ دیئے جائیں اور یوں بے ہوش و حواس نہ ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھی

بھول جائیں۔

یہی وہ دو شعر ہیں جن کو جنگِ بدر میں حضرت عبیدہ بن حارث نے زخمی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا تھا، اور جناب رسول خداؐ نے جناب ابوطالبؑ کو یاد کر کے اُن کے لیے دعا فرمائی تھی۔

وَيَنْهَضَ قَوْمٌ فِي الْحَدِيدِ إِلَيْكُمُ — نُهُوضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

ترجمہ: (ہم محمدؐ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے) جب تک کہ ایسا نہ ہو چکے کہ ہمارا پورا خاندان آہنی ہتھیاروں کو اپنے جسموں پر سجا کر اسلحوں کی جھنکار میں تمہاری طرف یوں بڑھے جیسے پانی لانے والے اونٹ پانی کی جھنکار میں چلتے ہیں۔

وَحَتَّى تَرَى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهُ — مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْأَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

ترجمہ: اور جب تک ایسا نہ ہو چکے کہ تم ہمارے کینہ پرور دشمن کو اس حال میں دیکھو کہ وہ نیزہ کھا کر لڑکھڑا رہا ہو اور مُنہ کے بل گر رہا ہو جیسے کوئی ایک جانب کو جھک جھک کر اٹھتا ہو۔

وَإِنَّا لَعَمْرُ اللهِ إِنْ جَدَّ مَا أَرَى — لَتَلْتَبِسَنْ أَسْيَافُنَا بِالْأَمَاثِلِ

ترجمہ: اور ہم تو خدا کی قسم اس حالت میں ہیں کہ جو کچھ میں فی الحال دیکھ رہا ہوں اگر یہی رہا تو، ہماری تلواریں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور ان کے جسموں میں جا پڑیں گی۔

یہ وہ شعر ہے جسے جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت پڑھوا کر سنا تھا جب قریش کے بڑے بڑے سرداروں عتبہ و شیبہ و ابوجہل کی لاشوں کو ایک گڑھے میں پھینکا جا رہا تھا۔

بِكَفَّيْ فَتًى مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ — أَخِي ثِقَةٍ حَامِي الْحَقِيقَةِ بَاسِلِ

ترجمہ: ہماری تلواریں ایسے جوانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کی طرح روشن یا جھپٹنے والے، قابلِ اعتماد سردار، حق و حقیقت کے حامی اور نہایت ہی بہادر ہیں۔

شُهُورًا وَأَيَّامًا وَحَوْلًا مُجَرَّمًا — عَلَيْنَا وَتَأْتِي حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ

ترجمہ: (یہ تلواریں کھنچی رہیں گی اور جنگ جاری رہے گی) مہینوں اور دنوں تک یہانتک کہ پورا سال گذر جائے گا اور آنے والے سال کے بعد ایک اور سال آجائے گا۔

وَمَا تَرْكُ قَوْمٍ لَا أَبَا لَكَ سَيِّدًا — يَحُوطُ الذِّمَارَ غَيْرَ ذَرْبٍ مُوَاكِلِ

ترجمہ: اور وائے ہو تم پر، بھلا کوئی قوم کسی ایسے بے مثل سردار کو کیسے تنہا چھوڑ سکتی ہے جو وعدوں اور معاہدوں کی حرف بحرف پابندی کرتا ہے۔ نہ وہ بدزبان ہے نہ مفت خور۔

یہاں حضرتِ ابوطالبؑ نے جناب رسالتمآبؐ کو اپنی قوم کا سیّد و سردار کہا ہے۔ اگر اُن کے پیشِ نظر سرکارِ دوعالم کی نبوت اور دینی سرداری نہ ہوتی تو دنیاوی اعتبار سے اُن کے لیے یہ کہنا درست نہ ہوتا کیونکہ دنیاوی اعتبار سے تو خود حضرت ابوطالبؑ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ — ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: وہ سردار ایسے روشن چہرے والے ہیں کہ اُن کے روئے مبارک کا واسطہ دے کر بارش کے لیے دُعا کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کے نگراں اور بیواؤں کے لیے جائے پناہ ہیں۔

یہی وہ شعر ہے جسے مدینۂ طیبہ میں سرکارِ رسالت نے دعائے باراں کی مقبولیت کے بعد بر سرِ منبر یاد فرمایا تھا۔

وَنَحْنُ الصَّمِيمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ — وَآلِ قُصَيٍّ فِي الْخُطُوبِ الْأَوَائِلِ

ترجمہ: حالانکہ ہم اولادِ ہاشم اور آلِ قُصی کی اصل ہیں تمام قدیمی واقعات و حوادث کی رُو سے۔

فَأَبْلِغْ قُصَيًّا أَنْ سَيُنْشَرُ أَمْرُنَا — وَبَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ

ترجمہ: پس اولادِ قُصی یعنی قریش کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہمارا امر دینِ اسلام پھیل جائے گا اور اولادِ قُصی کو یہ خوشخبری بھی دے دو کہ وہ ہمارے بغیر بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے۔

لَعَمْرِیْ لَقَدْ کُلِّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدٍ   وَاِخْوَتِہٖ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

ترجمہ: قسم ہے میری جان کی، احمدِ (مجتبیٰؐ) اور اُن کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں یوں ڈال دی گئی ہے جیسے کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہے۔

فَلَا زَالَ فِی الدُّنْیَا جَمَالًا لِاَھْلِھَا   وَزَیْنًا لِمَنْ وَالَاہُ رَبُّ الْمَشَاکِلِ

ترجمہ: پس خدا کرے کہ وہ (یعنی محمدؐ) ہمیشہ اہلِ دنیا کے لیے جمال بن کر اور اپنے دوستوں کے لیے زینت بن کر زندہ رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں۔

فَمَنْ مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ   اِذَا قَاسَہُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

ترجمہ: پس لوگوں میں سے کون ہے جو اُن کا (یعنی محمدِ مصطفیٰؐ کا) مثل ہو سکے؟ اگر فیصلہ کرنے والے مختلف لوگوں کے فضائل کا اندازہ لگائیں تو وہی سب کی اُمیدوں کا مرکز ہوں گے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذَّبٌ   لَدَیْنَا وَلَا یَعْنِیْ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

ترجمہ: اور یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمدؐ) ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے (یعنی ہم نے اُن کے دعوائے نبوّت کی تکذیب نہیں بلکہ تصدیق کی ہے) اور اس سلسلے میں لوگوں کے اقوالِ باطلہ کی پروا نہیں کی جا سکتی۔

فَاَصْبَحَ فِیْنَا اَحْمَدٌ فِیْ اَرُوْمَۃٍ   تُقَصِّرُ عَنْہُ سَوْرَۃُ الْمُتَطَاوِلِ

ترجمہ: پس احمدِ (مجتبیٰؐ) ہمارے درمیان ایسے خاندان کی حفاظت میں ہیں کہ اُن کے دامن سے کسی زبردست سے زبردست آدمی کا بھی ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

حَدِبْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَہٗ وَحَمَیْتُہٗ   وَدَافَعْتُ عَنْہُ بِالذُّرَا وَالْکَلَاکِلِ

ترجمہ: کیونکہ اُن کو بچانے کے لیے میں نے خود اپنے کو سپر بنا دیا ہے اور میں نے اپنی تمام قوتیں اُن کے دفع میں صرف کر دی ہیں۔

فَاَیَّدَہٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِہٖ   وَاَظْہَرَ دِیْنًا حَقُّہٗ غَیْرُ بَاطِلِ

ترجمہ: پس ربّ العباد اپنی نصرت (غیبی) سے اُن کی تائید فرمائے اور اُس دین کو

کو غلبہ عطا فرمائے جو سراسر حق ہے۔

سُبحان اللہ! کیا اس صریحی اِعلان کے بعد بھی کوئی حق پسند حضرت ابوطالبؑ کے ایمان میں شُبہ کر سکتا ہے۔ یہ کلام کُلِّ ایماں کے پدرِ گرامی قدر حاملِ ایمانِ کُل، ناصر و مُربّی و عمِّ رسولؐ حضرت ابوطالبؑ کا ہے۔ جس کا باپ اِتنا عظیم ہو اُس کا فرزند علیؑ جو "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ" کا مصداق ہو وہ کتنا عظیم ہوگا۔ یہ تو وہی جانے جس کا یہ وصی و جانشین ہے۔

نذرانۂ عقیدت

مولانا حسرت موہانی مرحوم

مسرّت ہے شاہِ نجف کی غلامی
زہے کامرانی، زہے شادمانی

ملے مجھ کو بھی مثلِ سلمانؓ و بوذرؓ
وہی خواجہ تاشی وہی نیک نامی

وہ بے خوف و غم کیوں نہ ہو، بن گئے ہوں
حقیقت میں شیرِ خدا جس کے حامی

پہنچ کر درِ شاہِ مرداں پہ اکثر
خصوصی شرف پا گئے ہم سے عامی،

الحق مع علیؑ و علیؑ مع الحق

حق علی کے ساتھ اور علی ساتھ حق کے ——— حدیث رسولؐ

"حق"

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نظم

امامت را کسی شاید کہ شاہ اولیاء باشد   بہ شہر علم و حکمت در دانش مثال انبیاء باشد
امام دیں کسی باشد کہ چوں تاج و کمر دارش   بہ فرق از ہل اتیٰ تاج و کمر از انما باشد
امام حق کسی باشد کہ بے امر خدا ہرگز   نگیرد ہیچ کاری او کز آں کارش خطا باشد
امام حق کسی باشد کہ اندر جملہ قرآں   بہ ہر آیت کہ برخوانی در مدحش ثنا باشد
امام حق کسی باشد کہ اندر مصحف رویش   نوشتہ آیت رحمت بہ خط استوا باشد
امام حق کسی باشد کہ در شرع نبی یکسر   بہ ہر مشکل کہ درمانی ترا مشکل کشا باشد
امام حق کسی باشد کہ جامع قرآں   نخواہ حجت دیگر بہ ہنگام دعا باشد
امام حق کسی باشد کہ بت شکن و دین   نہ ہیچو آں غنی بیدیں کہ معبود شما باشد
امام حق کسی باشد کہ باشد ہمسر زہراؑ   چناں و وقعت کہ بی بی بجز حیدر کرا باشد
امام حق کسی باشد کہ اندر دے مہیراد   ز مغرب شمس برگردد کہ تا فرضش ادا باشد
میان کعبہ و زمزم ہزاراں عمر بگذاری   محبت ہر علیؑ نبود ہمہ عمرت ہبا باشد

نظام الدین بیادآور کہ گوید بندہ شاہم
ولیکن قنبر او را کمینہ یک گدا باشد

شاہ ولایتم علیؑ

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ

۱

قول محمدی شنو راہ محمدی بیرو   روئے محمدیؐ بہ تا برسی بہ منتہا
شاہ ولایتم علیؑ جام شہادتم علیؑ   عین ہدایتم علیؑ راہ نمائے انبیاء
ناصر انبیاء علیؑ حاصل اولیاء علیؑ   واصل کبریا علیؑ تا نکنی تو ماجرا
نقطہ باؑ ہو علیؑ خازن لا دہو علیؑ   در ہمہ شئے ہو علیؑ دان کہ علی از خدا
شمس علیؑ است در دلم نور علیؑ است کاملم   من بہ علیؑ چہ واصلم یافتہ ام سر خدا

۲

در صورت پیوند جہاں بود علیؑ بود   تا نقش زمیں بود زماں بود علیؑ بود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن   ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؑ بود
ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ   ہم یونسؑ و ہم یوسفؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود
ہارون ولایت کہ پس از موسیٰ عمران   واللہ علی بود علیؑ بود علیؑ بود
آں شاہ سرفراز کہ اندر شب معراج   با احمد مختار یکے بود علیؑ بود
عیسیٰ بوجود آمد فی الحال سخن گفت   آں نطق و فصاحت کہ بود علیؑ بود

•

مست ولائے حیدرم دم ہمہ دم علی علیؑ
ہر دو جہاں ز دلبرم دم ہمہ دم علی علیؑ

سپاسِ جناب امیر علیہ السلام

علامہ اقبال مرحوم

علامہ شیخ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے سپاسِ جناب امیر علیہ السلام میں جہاں حضرت علی علیہ السلام سے اپنے انتہائی عشق کا ذکر کیا ہے۔ وہاں آپ کی منقبت میں بھی مدح سرائی کی آخری حد تک پہنچ گئے ہیں۔ سچ پوچھئے تو آپ نے اس قصیدے میں تعریفی و توصیفی الفاظ و تراکیب کا ذخیرہ ختم کر دیا ہے اور مطالب کے بحور ذخائر کو ایسی خوبی سے کوزوں میں بند کیا ہے کہ سامنے مروارید گرانمایہ کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے درحقیقت آپ کا یہ نادر روزگار شاہکار قصیدہ اس مقصد کیلئے ہزارہا ضخیم کتابوں کی تصنیف پر بھاری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کی منقبت کا حق ادا کر دیا ہے بلاشبہ آپ کو وزیر و وارثِ رسولؐ۔ زوجِ بتولؑ۔ پدرِ حسنینؑ۔ ناصرِ دینِ اسلام۔ قاطعِ ادیانِ باطل۔ ماحی کفر و طغیان۔ محی حق و صداقت۔ اسد اللہ الغالب۔ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی مدح سرائی کا ذریعہ ایسے ہی کلام بلاغت نظام کو بنانا چاہتے تھا۔ آپ کو یہ منقبت اتنی عزیز تھی کہ آپ ہر روز صبح کے وقت اس منقبت کو ورد پڑھا کرتے تھے۔

(وصی خاں)

اے محوِ ثنائے تو زبانہا	اے یوسفِ کاروانِ جانہا
اے بابِ مدینۂ محبت	اے نوحِ سفینۂ محبت
اے ماحی نقشِ باطلِ من	اے فاتحِ خیبرِ دلِ من
اے سرِّ خطِ وجوب و امکاں	تفسیرِ تو سورہ ہائے قرآں
اے مذہبِ عشق را نمازے	اے سینۂ تو امینِ رازے
اے سرِّ نبوتِ محمدؐ	اے وصفِ تو مدحتِ محمدؐ

گردوں کہ بہ رفعت ایستادست	از بامِ بلند تو فتادست
ہر ذرہ ز درد گشت چو منصور	در جوششِ ترانۂ انا الطور
بے تو نتواں باو رسیدن	بے او نتواں بتو رسیدن
فردوس ز تو چمن در آغوش	از شانِ تو حیرت آئینہ پوش
جانم بہ غلامیِ تو خوشتر	سر بر زدہ ام ز جیبِ قنبر
ہشیارم و مستِ بادۂ تو	چوں سایہ ز پا فتادۂ تو
از ہوش شدم مگر بہوشم	گوئی کہ نصیریِ خموشم
دانم کہ ادب بہ ضبطِ راز است	در پردۂ خامشی نیاز است
اما چہ کنم کہ مئے تولا	تند است بروں جہد ز مینا
ز اندیشۂ عافیت رہیدم	جنسِ غمِ آں تو خریدم
فکرم چو بہ جستجو قدم زد	در دیر شد و در حرم زد
در دشتِ طلب بسے دویدم	داماں چو گردباد چیدم
در آبلہ خارہا خلیدہ	صد لالہ تہِ قدم دمیدہ
افتادہ گرہ بروئے کارم	شرمندۂ دامنِ غبارم
پویاں پئے خضر سوئے منزل	بر دوشِ خیال بستہ محمل
جویائے مے و شکستہ جامے	چوں صبح بہار چیدہ دامے
پیچیدہ بخود چو موجِ دریا	آوارہ چو گردبادِ صحرا
واماندہ ز ذوقِ نارسیدن	در آبلہ شکستہ دامن
عشقِ تو دلم ربود ناگاہ	از کار گرہ کشود ناگاہ
آگاہ ز ہستی و عدم ساخت	بتخانۂ عقل را حرم ساخت
چوں برق بخرمنم گذر کرد	از لذتِ سوختن خبر کرد
بر بادِ متاعِ ہستیم داد	جامے ز مئے حقیقتم داد
سرمست شدم ز پا فتادم	چوں عکس ز خود جدا فتادم
پیراہنِ ما و من دریدم	چوں اشک ز چشمِ خود چکیدم
خاکم بہ فرازِ عرش بردی	زاں راہ کہ با دلم سپردی
واصل بہ کنار کشتیم شد	طوفانِ جمالِ زشتیم شد

جز عشق حکایت نہ دارم　　پروائے ملامتے نہ دارم
از جلوۂ عام بے نیازم　　سوزم بگریم ۔ پتم ۔ گدازم

نوٹ:۔ قارئین کرام آخری نو اشعار کے اردو ترجمہ لکھ رہا ہوں اس سے آپ بخوبی علامہ اقبال (مرحوم) کے عشق علی سے والہانہ عقیدت کا اندازہ لگا سکتے ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں عشق علی المرتضیٰؑ نے جب میری دستگیری کی اور مجھے سرگردانی سے رہائی دلا دی تو مجھے حیات و ممات سے آگاہ کر دیا اور اس طرح سے میری عقل کے بتکدے کو بتوں سے پاک کر کے حرم محترم بنا دیا۔ وہ بجلی کی طرح میرے سرمایۂ دل سے گزرا اور مجھے سوز و گداز کی لذت سے آشنا کر دیا۔ میری باطل ہستی کو مٹا کر مجھے شراب معرفت کا پیالہ نوش جاں کرا دیا جس کے باعث میں سرمست سرخوش ہو کر لڑکھڑا گیا۔ اور عکس کی طرح سے اپنے آپ سے جدا ہو گیا چنانچہ مدہوش ہو کر میں نے پیراہن خودی کو چاک کر ڈالا اور آنسو کی طرح میں اپنی آنکھ سے ٹپک پڑا۔ وہ میری خاک کو عرش کی بلندی تک لے گیا۔ اور اسے میرے دل کے سپرد کر دیا جس کی بنا پر میری روح کی کشتی کنارے لگ گئی اور میری برائیاں بھلائیوں میں بدل گئیں۔ اب جبکہ عشق نے مجھے مقصد حیات پر دسترس دلائی ہے اور میرا نجات دہندہ ثابت ہوا ہے میں سوائے عشق علی مرتضیٰؑ کے کوئی کہانی بیان کرنے کے لئے نہیں رکھتا اور اس فسانے کے بیان کرنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اب عام معشوقوں کے جلوے سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ اور اب لے دے کے میرا کام میرے معشوق خاص (علیؑ) کے عشق میں جلنا۔ آہ و زاری کرنا تڑپنا اور پگھلنا ہی رہ گیا ہے۔

وصی نقاد

حضرت علی علیہ السلام
اور
مسلمانانِ پاکستان

از لسان ملت مولانا سید حیدر حسین رضوی

آج دنیا باوجود انتہائی ترقی اور مادی وسائل کی فراوانی کے ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ آج کا انسان چاند پر تو پہنچ گیا لیکن اس کی روح تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ آج حیرت ناک اسلحہ کا انبار تو ہر جگہ جابجا ہیں مگر زندگی پہلے سے زیادہ غیر محفوظ اور بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ آج زندگی بظاہر عیش و طرب میں بھری پڑی ہے مگر باطن ہماری روحیں امن و سلامتی اور سکون و اطمینان قلب کے لئے بے چین ہیں۔ ہر طرف بدامنی، انتشار، خود غرضی، نفسا نفسی کا عالم ہے۔

اگر آج کی دنیا کا تقابل چودہ صدی قبل کی دنیا سے کیا جائے تو حالات ملتے جلتے نظر آئیں گے۔

رسول اکرمؐ کی دعوت کا جب سے آغاز ہوا اس وقت دنیا کی یہ حالت تھی۔ اس کے متعلق حضرت علیؑ اپنے خطبہ میں وضاحت فرماتے ہیں:۔

"لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں، ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ کھلے خزانے اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کی مدد کی جا رہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس کے نشان پہچانے نہ جاتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا گئے۔ اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔ وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے۔ اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے۔ انہیں

کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے۔

ایک دوسرے خطبہ میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ اور ساری امتیں مدتوں سے سو رہی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے دنیا بے رونق و بے نور تھی۔ اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے نا امیدی تھی۔ پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت اور گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے۔" نہج البلاغہ :- ترجمہ مفتی جعفر حسین

سرور کائنات کے عالم قدس سے عالم امکان میں جلوہ افروز ہونے سے گلشن عالم میں تازہ بہار آگئی۔ چمنستان دہر میں توحید کی از سر نو داغ بیل پڑی۔ آفتاب صداقت کی روشنی نے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن اور منور کر دیا۔

یہ وہ حقائق ہیں جس کا اقرار تو غیر مسلم انصاف پسند حضرات نے بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسٹر نوسیلو نے اپنی کتاب "خلاصہ تاریخ العرب" میں تحریر کیا ہے۔

"دنیا جس قدر تاریخ کا مطالعہ کرتی جائے گی اور واقعات عالم کا گہری نظر سے مشاہدہ کرے گی اس کو آپ کی ذات سے وابستگی اور عقیدت ہوتی جائے گی آپ ایک بلند کیرکٹر اور زبردست سیرت کے حامل تھے۔ اس کا انکار کوئی متعصب سے متعصب انسان بھی نہیں کر سکتا۔"

ایک اور جگہ پر مصنف قرآن کے بابت تحریر کرتا ہے :-

"قرآن ایک قابل عزت کتاب ہے۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق عالیہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں تمام ترقی کے اصول بتا دیئے گئے ہیں۔ قرآن اعتدال اور میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔"

مسٹر والٹر مشہور فرانسیسی مورخ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :-

"عرب محمد صلعم ایسا انسان برگزیدہ نہ کبھی پیدا کر سکا اور نہ پیدا کر سکے گا۔ وہ نبی اور سچے نبی تھے۔ زبردست نبی تھے۔ اس میں شبہ کرنا آفتاب میں دوپہر کے وقت

شبہ کرنا ہے۔"

مسٹر آرتھر کہتے ہیں :-

"بلاشبہ آپ ایک زبردست اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ جس کا گواہ ہمیشہ رہنے والا قرآن ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جو آپ کا احسانمند نہ ہو۔ انسان تو انسان حیوان تک آپ کے احسانات کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج ہماری حالت کیوں بگڑ گئی۔ ہم کیوں تباہ ہو گئے۔ ہماری روح کیوں سسک اور بلک رہی ہے۔ محبوب کبریا رحمۃ اللعلمین کا پیغام فلاح و نجات تو رنگ و نسل قوم و وطن۔ سن و سال کی قیود سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اپنی تباہی و بربادی کا شکوہ کرنے سے قبل ہم کو یہ غور کرنا لازم ہے کہ رہبر انسانیت، مصلح اعظم رسولؐ اکرم کے پیغام فلاح و نجات پر ہمارا کتنا عمل ہے۔ مرض کے علاج سے قبل مرض کی تشخیص ضروری ہے۔ حضرت علی کا ارشاد ہے۔ "تیری دوا تجھ ہی میں ہے۔ اور تو نہیں دیکھتا تیرا مرض تجھ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ اور تو نہیں سمجھتا۔"

ہمارے لئے پیغام مسرت آج بھی موجود ہے۔ گلشن عالم میں تازہ بہار پھر آسکتی ہے۔ ہم وحشت و جہالت سے نجات پا سکتے ہیں۔ لیکن اس ہدایت کو قبول کر لینے کے بعد جس پر ہم کل عمل پیرا ہو کر سربلند ہوئے تھے۔ پدرم سلطان بود سے فائدہ نہیں۔ ہم باعمل نہیں اور فلاح پائیں۔ ہم اپنی کوتاہیوں پر قطعی غور نہیں کرتے۔ صرف مقدر کا شکوہ کرتے ہیں۔ یہ مقدر کی خرابی نہیں یہ ہماری غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر ہماری غفلت کا یہی عالم رہا تو پھر اس سے زیادہ تباہی اور بربادی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

کیا پاکستان کے مسلمان خدا کے اس احسان سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس نے ہم کو اتنی بڑی عظیم مملکت پاکستان کا مالک بنایا۔ خداوند عالم نے تو ہم کو وہ مقام عطا کیا ہے کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے۔ اور دعوت غور و فکر دیتے۔ لیکن ہم نے خود ہی غور و فکر سے کام نہ لیا۔ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ پاکستان کیسے بنا اور اس کے قیام کے بعد ہمارا فرض کیا تھا؟ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ہوا۔ اسلام کے درس اتحاد پر تھوڑا سا عمل ہوا تھا کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ہم کو اتنی بڑی مملکت کا مالک بنا دیا گیا۔ اب تو خدارا غور سے کام لیجئے کہ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو

نئی مملکت وجود میں آجاتی ہے۔ اور اگر متفرق ہوں تو ہمارے قبلۂ اول پر غیر کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر پاکستان بنانے والے مسلمان قیام پاکستان کے فوری بعد بجائے متحد رہنے کے رنگ و نسل، صوبائیت و فرقہ پرستی کی تنگ نائیوں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ قیام پاکستان ہمارے لئے سبب فخر و سعادت ہے۔ لیکن اس فخر و سعادت کا لازمی تقاضہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس سے عہدہ برآ ہوں پاکستان اور ہم اہل پاکستان تمام دنیا کے لئے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ہر خطۂ زمین کا مسلمان پاکستان کو طاقتور دیکھنا چاہتا ہے اس لئے کہ پاکستان اس وقت دنیائے اسلام کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یا ریڑھ کی ہڈی کہہ لیجئے۔ یہ شرف ہمارے لئے مقام شکر بھی ہے اور باعثِ افتخار بھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واجب ہے کہ ہم اس حقیقت کو بھی سمجھیں کہ جہاں دنیا کے تمام مسلمانوں کی آرزو ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ طاقتور ہوں وہاں مخالفین اسلام کی یہ کوشش ہے کہ پاکستان ختم ہو جائے، ہم تباہ ہو جائیں۔ ہم پر تازیانۂ عبرت سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں پڑ چکا ہے ہم عبرت حاصل نہ کریں یہ اور بات ہے۔

مقام صد شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس آدھے پاکستان کو وہی وقار، وہی دبدبہ و ہیبت اور وہی مرکزیت عطا کر دی۔ لیکن ہم اپنے عمل سے اس وقار اور مرکزیت میں اضافہ کے بجائے کمی کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بہت اشد ضرورت ہے کہ ہم میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو۔ مستحکم شیرازہ بندی کی جائے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جتنا باہمی اختلاف و انتشار، سرکشی آج ہے اس سے پہلے اتنی کبھی نہ تھی۔ آج جدھر دیکھئے۔ سندھی، مہاجر، پٹھان کا امتیاز، دیوبندی بریلوی کی بحث، سنی شیعہ برسرپیکار۔ اس صورت میں بقائے پاکستان کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اب بھی وقت ہے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور اِنّما المومنون اخوۃ۔ تمام اہل ایمان بھائی ہیں کے سبق پر عمل کرتے ہوئے دنیا میں اسلام اور پاکستان کے وقار کو اور بلند کریں۔ پھر ہم دنیا کو اخوت انسانی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ ہم آپس کی مذہبی عصبیت اور فرقہ پرستی کا خاتمہ کر دیں۔ ہم پاکستان کی پسماندگی اور دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ رہنے کی پالیسی ترک کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں سچا مسلمان بننا پڑے گا۔

اگر واقعی ہمیں پاکستان اور اپنے سے محبت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم رسولِ اکرمؐ کی پیروی کریں اور نصرتِ اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم صرف رسولؐ اسلام کا پیغام ہی فلاح و نجات کا ضامن ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے مکتب فکر کی روشنی میں اپنے نظریہ اور عقیدہ کو صحیح اسلام سمجھتے ہیں اور ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اسلام کا اصل پیغام ہمارے مکتبۂ فکر میں محدود ہے۔ لہٰذا مختلف فرقے متحد ہو کر ایک منزل کی طرف کیسے چل سکتے ہیں؟ منزل سے میری مراد بقائے پاکستان اور اس کو ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دینا ہے۔

تو اس کا سیدھا سادھا جواب تو یہ ہے کہ حصول پاکستان کے موقع پر یہ مختلف فرقے متحد کیسے ہو گئے تھے۔ کیا اس وقت سنی شیعہ، دیوبندی بریلوی، چکڑالوی اہل حدیث فرقے موجود نہ تھے۔ لیکن قیام پاکستان کے مقصد کو سامنے رکھ کر ان سب نے ملت واحدہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ قیام پاکستان کے لئے اتحاد ممکن تھا تو بقائے پاکستان کے لئے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اتحاد کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے فرقوں کو سمیٹنے کی کوشش کریں اور حقیقت کی عینک سے دیکھیں تو اسلام کے دو ہی فرقے نظر آئیں گے، سنی اور شیعہ اور ان دو فرقوں کے لئے بھی ایک بات زبان زد خاص و عام ہے کہ ہمارا خدا ایک، کتاب ایک، رسولؐ ایک، قبلہ ایک اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے اختلاف کی بنیاد خدا، کتاب، رسولؐ اور قبلہ نہیں۔ ہم اپنے اپنے مکتبۂ فکر پر قائم رہتے ہوئے خدا، کتاب، رسولؐ قبلہ ایک ہے کہہ سکتے ہیں تو پھر اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ تو کہنا ہی پڑے گا کہ امامت اور خلافت ہم نہیں کہہ سکتے یا ہم نہیں کہتے کہ ہمارا خلیفہ ایک، ہمارا امام ایک۔ مسئلہ خلافت میں مسلمانوں میں باہمی اختلاف یقینی ہے۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود اتحاد اور یک جہتی ممکن ہے۔ ہم اپنے عقیدے اور طرز فکر کو چھوڑے بغیر متحد ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس اتحاد کا مرکزی نقطہ علیؑ ابن ابی طالب کی ذات کو قرار دینا ہوگا۔ علیؑ ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو وجہ اتحاد بھی بن سکتے ہیں اور وجہ اختلاف بھی۔ وجہ اختلاف کا بیان یہاں غیر ضروری ہے۔ لیکن وجہ اتحاد اس طرح کہ علیؑ شیعوں کے عقیدے میں پہلے خلیفہ اور امام ہیں۔ برادران اہلسنت

حضرت علی کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے اور چوتھے کی بحث اگر نہ چھیڑی جائے تو علی کی ذات پر ہم سب متفق ہیں حضرت علی کے لئے ہم سب کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا خلیفہ ایک صدق دل سے علی کو اپنا خلیفہ ایک کہہ کر اپنا رہبر و ہادی تسلیم کریں۔ علی کو رہبر و ہادی تسلیم کرنے میں کسی کے لئے ہچکچاہٹ کا سوال ہی نہیں۔ وہ اس لئے کہ ہم سب اس امر پر متفق ہیں کہ ہماری فلاح و نجات حضورؐ کی پیروی میں ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ واضح طور پر موجود ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اے رسول! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا۔ لہٰذا محبت خدا اور محبوب خدا بغیر رسول کے پیروی کے ہونا ممکن نہیں۔

کیا حضرت علی کے محبت خدا اور محبوب خدا ہونے سے کسی کو انکار ہے؟ حضرت علی تو رسول اکرم کی پیروی کا ایسا کامل نمونہ تھے کہ آپ کا مثل کوئی دوسرا نہیں۔

دلیل میں آنحضور صلعم کی احادیث موجود ہیں۔ ازالۃ الخلفاء مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب میں تحریر ہے۔

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل نشان اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اور وہ فتح کے بغیر نہیں لوٹے گا۔ سلمہ کہتے ہیں آپ نے حضرت علی کو بلوایا اور آپ کو آشوب چشم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھ میں لعاب دہن لگایا، پھر فرمایا اس نشان کو لیکر جاؤ اور بغیر فتح کئے واپس نہ ہونا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ آپ اس نشان کو لے کر دوڑے اور میں بھی آپ کے پیچھے تھا۔ آپ نے نشان کو ایک نرم پتھر میں قلعہ کے نیچے نصب کردیا۔ قلعہ کی چوٹی سے یہود دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ تو ریت کی قسم آپ غالب آجاؤ گے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ فتح کرکے واپس لوٹے۔

۲۔ ترمذی نے براء سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کئے۔ ایک پر حضرت علی ابن طالب کو مقرر کیا اور دوسرے پر حضرت خالد بن ولید کو اور آپ نے فرمایا جب قتال ہو۔ اس وقت کل فوج کے علی سردار ہیں۔ حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس میں سے ایک لونڈی لے لی۔ خالد نے میرے ہاتھ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھیجا جس میں حضرت علی کی شکایت لکھی تھی۔ وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ خط پیش کیا۔ خط پڑھتے ہی آپ کا رنگ بدل

گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم اس شخص کی بابت کیا خیال کرتے ہو جس کو خدا اور رسول دوست رکھتا ہے اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں خدا اور رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔ آپ خاموش ہو گئے۔

ان ارشادات رسول کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ حضرت علی رسول اکرم کی پیروی کا مکمل نمونہ تھے اور آپ ہی کو رسول کی پیروی کے لئے ہمیں اپنا رہبر اور ہادی تسلیم کرنا چاہیئے۔

مزید تقویت کے لئے چند ارشادات رسول اور ملاحظہ فرمائیں۔ ای ازالۃ الخفا میں تحریر ہے۔

۱۔ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا رسولؐ خدا نے فرمایا جو میری سی زندگی اور موت اور جنت خلد (جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے) میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کو چاہیئے، علی ابن ابی طالب سے دوستی کرے کیونکہ وہ تم کو ہدایت سے باہر نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں داخل کریں گے۔

۲۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ انما انت منذر و لکل قوم ہاد کی تفسیر میں فرمایا رسول خدا منذر تھے اور میں ہادی ہوں۔

عقلی طور پر بھی سمجھا جائے تو انسان کی بلندی کا سبب اس کے صفات ہوتے ہیں۔ صفات کی بلندی محرک ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جائے لہٰذا حضرت علی کی شخصیت کو کسی پہلو سے دیکھا جائے تو وہ ہر صفت میں کمال کی منزل پر نظر آئیں گے۔

ایمان، ایقان، احسان، شجاعت، سخاوت، عبادت، ریاضت، حکمت، عفت، علم، حلم، زہد، تقویٰ، وفا، ایثار، کسی صفت کو دیکھیں، علی اس میں ارفع و اعلیٰ ہی نظر آئیں گے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کو اپنا رہبر و ہادی جان کر بے دھڑک اپنا مستقبل ان کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ میں پھر کہوں گا کہ اس سپردگی میں تذبذب کی ضرورت نہیں۔

علی کو جب رسول اکرم نے پرکھ لیا تو ہمارے لئے اندیشہ کا سوال ہی نہیں! یاد کیجئے شب ہجرت۔ اس شب حضرت علی کے چادر اوڑھ لینے سے آپ کے بہت سے جوہر نمایاں ہو گئے۔ شب ہجرت کے عنوان پر سید العلماء مولانا علی نقی صاحب اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔

پیغمبر نے جس وقت علی کی شخصیت کو ہر اعتبار سے پرکھ لیا تب علی کو دشمنوں کے بیچ میں اپنے بستر پر رسول بن کر سونے کی ہدایت کر کے رسولؐ نے ہجرت کی۔ گویا اپنے سارے مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے دیا۔ علی اگر علی بن کر سوئے ہوتے تو شاید اتنے خطرہ میں نہ ہوتے جتنا رسول بن کر سونے میں تھے۔ دنیا میں عام طور پر بھیس بدلے جاتے ہیں لیکن ایسا بھیس بدلا جاتا ہے جس سے اپنی زندگی محفوظ ہو جائے علی نے بھی بھیس بدلا لیکن اس بھیس بدلنے کا نیا انداز ہے۔ یہاں تو اس کا بھیس بدلا جا رہا ہے جس کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ یہ علی کی راہ خدا میں جاں فروشی تھی اور یہی راز تھا علی کی ثابت قدمی کا۔ جو علی کھنچی ہوئی تلواروں میں بھی سکون کی نیند سو سکتا ہے وہ میدان میں تلوار ہاتھوں میں لینے کے بعد کیونکر پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

ہجرت کی شب رسول کے بستر پر علی کو دیکھ کر یہ کہنا غلط ہو گا کہ علی جس ایمان یقین، ہمت، شجاعت، وفا، ایثار کے مالک تھے کوئی اور نہیں اور جب رسول اپنے مستقبل کو علی کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں تو ہم پیغمبر اکرم کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرنے والے اپنا مستقبل علی کے ہاتھ میں کیوں نہ دیں؟ حضرت علی کے یہ کمالات ہی تو ہیں جو انسان کو جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ تمام کمالات اور فضائل میں علم کی اہمیت سب سے زیادہ ہے وہ اس لئے کہ کمالات کا سرچشمہ تو علم ہی ہے۔ حضرت علی کے علم کی بابت آنحضور صلعم نے فرمایا:- انا مدینۃ العلم و علیٌ بابہا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ جب علی علم کا در ہیں تو پھر بغیر اس در پر آئے علم نبی کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اس در پر ہر طرح کا علم حاصل ہو سکتا ہے حضرت علی کا یہ قول قرآن مجید کے اس دعوے کی دلیل ہے کہ اس کتاب میں ہر خشک و تر موجود ہے اور اس خشک و تر کا علم علی کے پاس ہے اس لئے کہ علی اور قرآن ساتھ ساتھ ہیں۔

آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ لہٰذا علی کے ساتھ ہونا حق کے ساتھ ہونا ہے۔ میں مضمون کو اختتام کی منزل پر لاتے ہوئے دعوت فکر کی صورت میں حضرت علی کے چند خطبات میں سے کچھ اقتباسات مربوط کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔

حضرت علی، اہل بیت نبی کے متعلق فرماتے ہیں۔

• وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں۔ علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعہ اللہ نے اس

پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔ امت میں کسی کو آل محمد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے۔ اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ، تفرقہ و انتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو۔ فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے ایک خواہشوں کی پیروی دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے مگر اتنا ہے جیسے کوئی انڈیلنے والے برتن کو انڈیلے اور اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے۔ اور آخرت ادھر کا رخ کئے ہوئے آ رہی ہے تو تم فرزند آخرت بنو، ابنائے دنیا نہ بنو اس لئے کہ ہر بیٹا روز قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہو گا عمل نہ ہو سکے گا۔

اللہ سبحانہ نے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک اسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اسے شدت و سختی اور ابتلا و آزمائش میں نہیں ڈال دیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی ہیں اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم ہی عبرت اندوزی کیلئے کافی ہے۔

مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں مشکوک اور مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں ان کے نزدیک بس وہی اچھی ہے جس بات کو وہ برا جانیں ان کے نزدیک وہ بری ہے۔ مشکل کی گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسہ کر لیتے ہیں گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔ اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا۔ میں جو تمہیں خبر دیتا ہوں وہ نبی کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے رسولؐ نے جھوٹ

کہ: سب سے بڑا جاہل تھا۔ خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے اور وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا علم ہے اور ہم اہلبیت نبوت کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشنی ہے۔ میں آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں جو ان پر ہولیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہر گیا وہ گمراہ ہوا اور آخر کار نادم و پشیمان ہوا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آل محمد آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں جب ...... ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہیں کرے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا" اب اگر دنیا میں فلاح و نجات حاصل کرنے اور محرومی و مایوسی سے بچنے کے لئے عقل یہ تسلیم کر لے کہ حضرت کے طریقہ کو اپنانا واجب ہے تو حضرت علی کے طرز زندگی کے سمجھنے کیلئے "نہج البلاغہ" مجموعۂ کلام مرتضےٰ کو دیکھیئے، سمجھئے اور اس پر عمل کیجئے اس کے مطالعہ سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ کلام مافوق البشر ہستی کا ہے بس اللہ اور رسول کے کلام سے پست اور بشر کے کلام سے یقینی بلند۔ کلام مرتضےٰ مشعل راہ ہے معاشرہ کے ہر فرد کے لئے، چاہے وہ مملکت کا حکمراں ہو یا سپاہی۔ مجتہد ہو یا طالب علم، مالک ہو یا مزدور، تاجر ہو یا خریدار، زمیندار ہو یا کسان لیکن دیکھنا اور سمجھنا شرط ہے۔

منقبت در مدح حضرت علی علیہ السلام

بڑی خوش قسمتی ہے خوگر مدح و ثنا ہونا
مگر دشوار ہے مدحِ علیؑ کا حق ادا ہونا

بیاضِ دل پہ لکھ جانا علیؑ مولا، علیؑ مولا
اسے کہتے ہیں اہل حق مقدر کا رسا ہونا

سرِ محفل، بہ حکم رب زبانِ مصطفیٰؐ سے
مبارک ہو علیِؑ مرتضیٰ کو مصطفےٰ ہونا

نبوت کے سوا سب کچھ علیؑ ہیں بعدِ پیغمبرؐ
غدیرِ خم کے میداں میں یہی تھا فیصلہ ہونا

بہر معنیٰ مولا ہیں علیؑ سطحِ پیمبرؐ پر
کہاں ممکن نبوت سے امامت کا جدا ہونا

علیؑ خیبر شکن ہونا بھی اک اعزاز ہے لیکن
بڑا اعزاز ہے محبوبِ محبوبِ خدا ہونا

بغیر الفتِ آلِ محمدؐ اے مسلمانو!
کبھی ممکن بھی ہے اجرِ رسالت کا ادا ہونا

نہیں ہے غیر سلمانؓ و ابوذرؓ کے مقدر میں
نبوت آشنا ہونا، امامت آشنا ہونا

مبارک ہو جہاں بانی و دنیا اہلِ دنیا کو
ہمارا فخر ہے بس بندۂ مشکل کشا ہونا

سمٹ آئیں گے سارے فاصلے طول مسافت کے
علیؑ کا نام لے کر عازمِ کرب و بلا ہونا

زمانے کی روش پر ہم تو معجز چل نہیں سکتے
علیؑ والوں سے کب ممکن ہے توہینِ وفا ہونا

معجز جونپوری

سندھی قدیمی محبانِ حضرت علی ہیں

انصار حسین واسطی

وادیٔ سندھ کی تہذیب اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حیاتِ انسانی کی۔ قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم لنکا سے جدہ کی طرف سفر کرتے ہوئے وادیٔ سندھ سے گزرے تھے۔ جب یونان، عرب، چین اور مصر کی تہذیبیں شباب پر تھیں عین اسی وقت سندھی تہذیب بھی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ مدتِ دراز تک راجگانِ ہند کی نگاہیں سلطنتِ سندھ کی، جانب رہتی تھیں۔ یہی زمین ہے جو سکندرِ اعظم کو اپنی طرف کھینچ لائی۔ اسی سندھ سے ایرانی مدد کے طالب رہتے تھے۔

ظہورِ اسلام کے بعد مصر، چین اور یونان کی تہذیبیں ماند پڑ گئیں مگر جب عرب میں اسلام کی صبح نمودار ہوئی تو اس صبح کی کرنیں سندھ پر بھی پڑیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت کے صحابہ میں "زط" (جاٹ) بھی شامل تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ گو کہ خانہ جنگیوں کا زمانہ تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے سرزمینِ سندھ کو بطورِ خاص اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور تاغرین دعوہ کو ایک لشکر کے ساتھ ۳۸ھ میں سندھ کی طرف اس ہدایت کیساتھ روانہ فرمایا کہ کشت و خون سے حتی الامکان دور رہنا کیونکہ آپ نے اس لشکر کی روانگی صرف تبلیغِ دین اور استواریٔ تعلقات کے لئے کی تھی نہ کہ فتوحات و ہوسِ ملک گیری کے لئے۔ یہ قافلہ سندھ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سندھ کی سرحد کیکانان اور کوہ پایہ کے مقام پر بیس ہزار پہاڑی قبائل نے لشکرِ اسلام کی راہ میں مزاحمت کی۔ اس موقع پر صاحب تذکرۃ الکرام کا بیان ملاحظہ ہو۔ صاحب تحفہ نے لکھا ہے "لشکرِ اسلام جب نعرۂ تکبیر بلند کر کے آگے بڑھا تو یہ پہاڑی خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے اور کچھ نے امان طلب کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسی زمانے میں اپنے ایک اور شیعہ کو سندھ کی طرف خیر سگالی کے دورے پر روانہ کیا جن کا نام مورخین نے حضرت حارث بن مرہ لکھا ہے۔ یہ حارث بن مرہ عبدی قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے اور جنگِ صفین میں امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے میمنہ

کے سالار تھے۔ روایت ہے کہ جب اسداللہ الغالب العلی ابن ابی طالبؑ شہادت کی خبر بالشکر اسلام واپس ہوا ہے تو جناب حارث بن مرہ حضرت علی کی ہدایت کے مطابق سندھ میں ہی ٹھہر گئے تھے۔

قدیمی تعلقات کا مزید ثبوت

جب حرریاحی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ میں مزاحمت کی تو آپ نے اپنی شرائط میں ایک شرط یہ رکھی تھی کہ مجھ کو سندھ (ہند) کی طرف جانے دو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ جملہ خصوصی تعلقات کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے حضرت، امام حسین کے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے والوں میں ایک سندھی بھی تھا۔ حضرت امام زین العابدینؑ کی زوجہ سندھی تھیں۔ جناب زید شہیدؒ ان ہی سندھی خاتون کے بطن سے تھے اس طرح زیدی سادات ننھیالاً سندھی ہیں۔ حضرت زید شہید کے جاں نثار ساتھیوں میں اکثر سندھی تھے۔ بنی امیہ نے جبراً "سندس" کے ذریعہ آپ کے جس ساتھی سے آپ کی قبر کا پتہ معلوم کیا تھا، یہ بھی سندھی ہے اور اس کا نام یحییٰ بن صنعا ہے "صاحب عمدۃ الطالب فی الانساب ابیطالب" کی تحقیق کے مطابق ائمہ علیہم السلام کی اکثر بیبیاں سندھی تھیں اس طرح سندھی ائمہ اطہار کے خاندان سے بھی تھے اور جاں نثار و وفا شعار بھی۔

سادات و شیعیانِ حیدرِ کرار کا سندھ میں داخلہ

جب جناب زید رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے اور سادات و شیعیانِ علی کے قتلِ عام کا اعلان کر دیا گیا تو سادات و طرفدارانِ علی علیہ السلام نے سرزمین سندھ کو پناہ گاہ بنایا۔

سندھ میں داخل ہونے والے پہلے شیعہ حارث بن مرہ ہیں اور روایت ہے کہ ۱۱ھ میں حضرت عقیل علیہ السلام کی ایک صاحبزادی ہجرت کر کے سندھ میں تشریف لے آئی تھیں جو سندھ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد لاہور تشریف لے گئیں۔ لاہور میں آپ کا روضہ مبارک لاکھوں افراد کی امیدوں کا تکمیل کا مرکز بنا ہوا ہے۔ محمد بن قاسم نہ صرف شیعہ تھا بلکہ تحریک تشیوع کا اہم ترین رکن تھا۔ زیرِ نظر مضمون میں سرزمین سندھ پر انقلاب لانے والوں اور سندھ کی قسمت بدلنے والوں میں چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان مروندی لعل شہباز قلندر، شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ ان دونوں حضرات نے سندھ میں ادب، ثقافت اور تصوف کی راہوں میں ایک نئی روح پھونکی خصوصا

لعل شہباز قلندر کا حلقہ ارادت پورے برصغیر پاک و ہند تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت صفی الدین گازرونی سندھ میں پہلے صوفی ہیں۔ ان کے بعد مخدوم سید جلال الدین بخاری سرخ پوش جو سید زیدی سید ہیں اور عظیم صوفی و ولی ہیں کہ آپ کی ذات سے سندھ نے پوری طرح فیض حاصل کیا۔ آپ کی اولاد میں صوفیا کا ایک طویل سلسلہ ملتا ہے جن میں چند نام یہ ہیں۔ سید احمد کبیر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم راجو قتال، مخدوم سید ناصر الدین محمود وغیرہ۔

دیگر قابل ذکر سادات یہ ہیں۔ جناب شمس تبریزی، سید علاؤ الدین ابو عبداللہ علی بن سعید یہ بھی زیدی سادات سے ہیں۔ میر میراں رضوی۔ سید بدرالدین تقوی، میر ابوالغیث امیر تیمور کے پوتے۔ سید صفائی بن سید مرتضیٰ ہاشمی، میر معصوم صاحب تاریخ معصومی، سید میر محمد صاحب ترخان نامہ، میر زین الدین صاحب حرز العشر، میر علی شیر قانع صاحب، تحفۃ الکرام و فتح نامہ، میر عظیم ٹھٹھوی صاحب دیوان "الیوو خاندان، شیخ مبارک، آپ بھی سندھ کے چشم و چراغ تھے جو بعد میں اکبر اعظم کے مشیر خاص ہوئے اور جن کے صاحبزادے ابوالفضل و فیضی اکبری نورتن کے اہم رکن قرار پائے۔

ہجرت کر کے آنے والے سادات کی پہلی منزل ٹھٹھہ تھا۔ زیر نظر مضمون میں ٹھٹھہ کی طرف آنے والے اہم افراد کے ناموں کا ذکر ممکن نہیں ہے اس لئے صرف خاندانوں کا نام درج کیا جارہا ہے ٹھٹھہ شہر میں داخل ہونے والے اور بسنے والے سادات کے سلسلے یہ ہیں سادات شیرازی، سادات مشہدی، سادات ماژندرانی، سادات سبزواری، سادات کاشانی، سادات بلگرامی، علوی سادات، حسینی سادات، زیدی سادات عابدی سادات، نقوی سادات، تقوی سادات، رضوی سادات اور کاظمی سادات۔

سندھیوں کے گلہائے عقیدت

سرزمین سندھ کے شعراء بھی اہلبیت اطہار علیہم السلام کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ چنانچہ لعل شہباز فرماتے ہیں: حیدری ام قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم۔

شاہ بھٹائی فرماتے ہیں۔ ٻيا کوٹ کفار جا اچي علي شير

جناب جانی[1] کا ایک شعر۔ آءُ معجز وچوں تو مسلط لکشا جو تيءُ نم

بہ اظہار جیس فتح فائق کیو تي سب کفار

۱۔ علی شاہ کا شعر۔

مرتضیٰ جو مرتبو معلوم هرکس جام کي ٿي ان جي عزت جو نه اطلاع اهڙا خاص دنيا

عثمان کلہوڑی: ھو علی شیر اللہ جو اعلیٰ ساقی اقبال

شاہ بچل: علی ولي تو منکر ماري بت نجھيي تو مھتون سنواري

عظیم ٹھٹھوی: خانہ زاد خدا وصی نبی — آج نہ ان علی ولی اللہ
مرد را مرد راہ حق سازد — شاہ مردان علی ولی اللہ

شاہ جہانگیر ہاشمی: شاہ ولایت علی مرتضیٰ — شیر خدا ابن عم مصطفیٰ

علی شیر قانع: باشد میان محفل قدوسیان مدام — نام علی و خیفہ ارواح چوں سپاس

سرزمین سندھ پر آثار مرتضوی

ناگوین بن دعود اکے اسلامی لشکر نے پہاڑی بلوچوں سے مقابلے کے دوران جس مقام پر نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔ اس مقام کو اب لاہوت لامکاں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بارہویں ہجری کے اختتام تک زمانۂ جنگ میں اس مقام سے نعرۂ تکبیر کی آواز آتی تھی۔ یہ مقام آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت علی اس مقام پر بنفس نفیس تشریف لائے۔ اس مقام پر کئی ایسے نشانات موجود ہیں۔ یہاں ایک غار ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس غار سے مکہ معظمہ اونٹ کے تین دن کے سفر پر واقع ہے۔

قدم گاہ مولا علی علیہ السلام

پتھروں پر حضرت علی کے قدموں کے نشانات سندھ میں کئی جگہ موجود ہیں۔ حیدرآباد اور مکلی کے نشانات کی زیارت عام ہے۔ مکلی میں قدم گاہ سے منسلک ایک قدیمی مسجد اور امام بارگاہ موجود ہے جو فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

حضرت علی کا کنواں

سیہون کے نزدیک ایک کنواں ہے جس کا پانی نعرۂ حیدری لگانے سے جوش مارتا ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

محبان علی ہونے کا سندھیوں کو بجا طور پر فخر حاصل ہے چونکہ ایران کے بعد سندھ کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ ایران اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی سسرال ہے تو سندھ حضرت امام زین العابدین کی سسرال۔ ایران میں روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام ہے تو سندھ میں حضرت [illegible] کا فیض عام ہے اور یہ فخر تو صرف سندھیوں ہی کو حاصل ہے کہ

حضرت علی علیہ السلام نے اپنا پرچم سندھ سے جانے والے ایک وفد کو عنایت فرمایا۔ جس کا عکس سندھ کے چپہ چپہ پر نظر آتا ہے اور جس کی مناسبت سے سندھیوں کی غالب اکثریت خود کو مولائی کہتی ہے۔

مخصوص تبرکات

اوچ (بہاولپور) کے خانوادۂ بخاریہ میں چند نوادرات و تبرکات آج تک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ آنحضرت کی دستار مبارک ۲۔ پنجتن پاک کی چادر (کساء یمنی)
۳۔ جناب سیدہ کی ردائے مبارک ۴۔ حضرت حسنین کی تلواریں۔ قمقام و صمصام

اوچ کا خانوادہ گیلانیہ میں بھی چند تبرک محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-
جناب رسول خدا کا نقش قدم مبارک اور حضرات حسنین علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھے ہوئے بعض حصص قرآن مجید۔

"علیؑ اللہ از ازل گفتم"

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ در مدحِ علیؑ

۱

از مے حُبّ شاہ سرمستم — بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
من بغیر از علیؑ ندانستم — علیؑ اللہ از ازل گفتم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲

جام مہر علیست در دستم — بادہ زاں جام خوردہ مستم
رند بیباکِ حیدری ہستم — گر اندر قلندری بستم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳

از علیؑ بادلم ثنا خوانم — شاہ اقلیم ھل اتیٰ خوانم
مالک تختِ قل کفیٰ خوانم — وارثِ تاجِ اِنّما خوانم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴

سر دبر ہر کہ مرتضیٰ باشد — بے شک آں شخص اولیا باشد
سر در دینِ مصطفےٰ باشد — ورد آں نام مرتضیٰؑ باشد
حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۵ —

بادۂ مہرِ انوری زدہ ام   سکۂ ضربِ قنبری زدہ ام
کوسِ دینِ پیمبری زدہ ام   جامِ لبریزِ حیدری زدہ ام
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۶ —

برائے مہرِ شاہ می پوییم   چوں نصیری کہ بندۂ اویم
یا علیؑ دانم علیؑ گوییم   جز علیؑ دیگری نمی پوییم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

بیر — ۷ —

پیرِ من شاہِ من اللہ من است   نورِ ایمان حُبِّ شاہِ من است
سایۂ لطفِ او پناہِ من است   صادقم شاہِ من گواہِ من است
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۸ —

رد نقیش ردیت خدا دانم   نورِ حق کے زِ حق جُدا دانم
ذاتِ پاکت خدا نما دانم   گر تواں ذاتِ مصطفیٰؐ دانم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۹ —

غیرِ حیدر کرا تو میدانی   کافری و یہودی و نصرانی

[illegible]   [illegible]
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۱۰ —

[illegible]   [illegible]
[illegible]   [illegible]
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۱۱ —

[illegible]   [illegible]
[illegible]   [illegible]
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۱۲ —

[illegible]   [illegible]
[illegible]   [illegible]
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

— ۱۱۳ —

[illegible]   [illegible]
[illegible]   [illegible]
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۱۴

انچه در وصفِ مصطفےٰ گویم　　سرِ اسرار بر ملا گفتم
ہمہ از نعتِ مرتضیٰؑ گفتم　　حرفِ حق راست بر سخن گفتم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۱۵

یا علیؑ من زِ تو ترا خواہم　　چون نصیری دگر کرا خواہم
در دو عالم بگو کرا خواہم　　جز تو کیست تا ورا خواہم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
حیدریم قلندرم مستم

۱۶

چاردہ تن شفیع عصیانم　　مہر ایشاں بجان ایمانم
دمبدم نام ایشاں ہمی خوانم　　غیر ازیں چاردہ نمی دانم

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۱۷

حضرت سیّدۃ النساء زہرا　　زیب ازیافت عصمت و تقویٰ
ہست معصومہ او سبزد خدا　　می کنم لعن دشمنِ اُو را

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۱۸

نور تاباں ز مہر شاہ نجف　　حسنؑ مجتبیٰ بود اشرف
دامنِ او بود مرا در کف　　نیست باکے مرا خوف زلف

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۱۹

گوہرِ بحرِ شاہوار علیؑ　　شاہِ مظلوم حسینؑ ابنِ علیؑ
چون بدر عالمی خفی و جلی　　دشمنش را زخم زتیغ بلی

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۰

نور چشم شہیدِ کرب و بلا　　عابدین شاہ رضا بالقضا
آدم ابتدائے آلِ عباؑ　　لعن خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۱

آں نبیؐ صورتِ علیؑ افعال　　باقرؑ دین پناہ نیک خصال
نطقِ اُو نطقِ ایزدِ متعال　　دلم از مہرِ اوست مالا مال

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۲

وارثِ دینِ پاکِ پیغمبرؐ　　مذہبِ شرعِ صادقِ جعفرؑ
واقفِ سرِّ خالقِ اکبر　　ہست تشبیہ شانِ پیغمبرؐ

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۳

موسیٰ کاظم است امام بحق   ہست اسلام را ازو رونق
دشمنِ اوست کافرِ مطلق   بشنو اے خارجی سگ و احمق
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۴

شاہِ دین علیؑ رضاست بگو   وصی نفسِ مصطفیٰ است بگو
بلکہ خود عینِ مصطفاست بگو   خصم او دشمنِ خدا است بگو
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۵

اتقیا با نقیؑ تمام کنم   نقیؑ آن تقیؑ امام کنم
فیضِ او بہرِ خاص و عام کنم   لعن بر دشمنش مدام کنم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۶

قبلۂ دینِ من علیِؑ نقی   پاک و معصوم ہست مثلِ علیؑ
مہرِ او ہست مہرِ دینِ نبیؐ   گشت اعدائے او لعین و شقی
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۷

حسنؑ عسکری بعد او جو حسنؑ   انس و جاں را امام شاہِ زمن
خلقِ او بود چوں نبی احسن   حاسدش را منم عیاں دشمن
حیدریم قلندرم مستم

بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۸

با صفات علیؑ بن ابی طالب   مہدیؑ ہادیِ شرِ غالب
حُبِّ او گشت بر ہمہ واجب   بر ظہورش منم زجاں طالب
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۲۹

قائمِ آلِ مصطفیٰ مہدیؑ   قاتلِ خصمِ مرتضیٰؑ مہدیؑ
بخدا است امامِ ما مہدیؑ   چوں علیؑ مظہرِ خدا مہدیؑ
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۰

چوں بہ اعدائے دیں کمر بستم   تیرِ حیدری ہست در دستم
قاتلِ آں جماعتی ہستم   ضربِ تیغش زنم کہ من مستم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۱

چوں مسلمانیم علیؑ دانم   در تولا بصدق و ایمانم
در تبرّا چو تیغِ بُرّانم   بر عدو ذوالفقار میرانم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۲

حرمتِ اہلبیت را ہبا د   لعنتِ حق براں سہ ملعون باد

لعن گفت آنکہ از طلاہ ل بزاد　　لعن آنہا کنم شوم آزاد
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۳

بر دوائے خارجی سگ واحمق　　پیشِ من ہیچ مگو لق لق
بشنوائے خارجی خرِ مطلق　　پیرِ من مرتضیٰ علیؑ است بحق
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۴

کمترین شاہِ ذوالفقارم من　　پاک از خارجی ندارم من
چون نصیری کہ نام دارم من　　علیؑ اللہ آشکارم من
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۵

ابن ملجم شد از نفاق خراب　　خائن ابن زیاد ست خطاب
شمرِ ملعون بود بہر عذاب　　میکنم لعن ہرسہ بہر ثواب
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۶

کرد ایزد بران سہ جبر لعین　　لعنت بے نہایت و نفرین
فرض لعن شان بصاحب دین　　می کنم لعن برسہ بہر یقین
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۷

این سہ مردود را بجان بزنم　　کفش لعنت بر فرق شان بزنم
این سہ نامراد بجان بزنم　　چوب دستِ قلندران بزنم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۸

من حسینیِ حلقہ در گوشم　　بادشہ کے شود فراموشم
عشق شہ بردا است از ہوشم　　چو نصیری بندہ مدہوشم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۳۹

بہ زِ خلدِ برین رہِ نجف است　　جانِ من عازمِ رہِ نجف است
چشمۂ کوثران شہِ نجف است　　میرسم رہبرم شہِ نجف است
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴۰

بہ نجف می رسم شاہ نجف　　در جہان یافتم پناہ نجف
سرمۂ چشم گردِ راہ نجف　　بر سازد دائے الٰہ نجف
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

۴۱

یا علیؑ ولی شہِ مردان　　بحق مصطفیٰؐ و عترتِ آن
کہ بجانب بندۂ ہندوستان　　بہ نجف زود تر مرا برسان

حیدریم قلندریم مستیم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستیم

من مسلمانم علی را دانم　　در تولا یہ صدق ایمانم
در تبرا چو تیغ برانم　　شرفت این زہ ذوالفقار عریانم

حیدریم قلندریم مستیم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستیم

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ

"جب سے میں پیدا ہوا، میں نے راحت و سکون نہ دیکھا۔ خدا کا شکر ہے بچپن کا عالم حضرت رسالت مآب صلعم کے ساتھ گذرا۔ بڑا ہوا تو جہاد میں مصروف ہو کر مشرکین و منافقین کو آنحضرت سے ہٹاتا رہا۔ وفات رسول اکرمؐ کے بعد سخت آزمائش کا زمانہ جھیلا، مگر تمام مصیبتوں کا صبر و ضبط سے مقابلہ کیا۔ الحمد للہ کہ امتحان کا پورا زمانہ ہدایت پیغمبرؐ کے مطابق جادۂ صبر و رضا پر گذرا۔ آخر صبر و عمل میں بڑھاپا آگیا۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سمٹے تو بنے نقطہ پھیلے تو یہ قرآن ہے
اس پیکرِ معنی کی تفسیر نہیں ممکن

علی ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ
جسے کلام ہوا ہیں وہ آیۂ اللہ

علی علی

دوم

— مؤلفہ —

محمد وصی خان

کردہ ام ایں نذر مولائے نجف — گر قبول افتد زہے عز و شرف

— کتاب ملنے کے پتے —

- محفلِ حیدری، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی
- احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

رحمت اللہ بک ایجنسی

[illegible]

یا علی مدد
الولی — علی
الوصی — علی
الصدیق — علی
الساقی — علی
الہادی — علی
الساجد — علی
العابد — علی
علیہ السلام

یا علی مدد
ید اللہ — علی
صفوة اللہ — علی
حجت اللہ — علی
اسد اللہ — علی
ولی اللہ — علی
عدل اللہ — علی
عین اللہ — علی
علیہ السلام

حصہ دوم

رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار ۔ کھارادر ۔ کراچی ۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللّٰھم صلِ علیٰ محمد وآل محمد ؛
یا صاحب العصرؑ والزّماں ادرکنی

علیؑ علیؑ (حصّۂ دوم)

مؤلفہ و مرتبہ ــ محمد وصی خاں

★ فضائل اور مناقب امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا تلاطم خیز دریا جس کے تیز تھپیڑوں کی تاب نہ لاکر مخالفت کی کشتی بیچ منجدھار میں آپکو ڈوبتی نظر آئے گی۔

★ یہ کتاب محبانِ علیؑ کیلئے "عقیدت" اور "حقائق" کا ایک ایسا بے نظیر تحفہ ہے جسکو آپ کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ آپ پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں، تاکہ زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی "علیؑ علیؑ" کی صدا کو وہ صاف طور پر سننے کی سعادت حاصل کریں۔

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی۔ ناشران و تاجران کتب
بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ۲

تقریظ

از

اُستادِ محترم محقق عصر عالیجناب علی حسنین شیفتہ ایم اے تاج الافاضل

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تصدیق رسالت کیلئے اسی طرح اللہ کی نشانی اور معجزہ ہیں جس طرح قرآن مجید۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض" یعنی "علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جبتک کہ ایک ساتھ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ آجائیں (دیکھئے مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۴) اور رسول اللہ نے فرمایا "رحم اللہ علیاً اللھم ادر الحق معہ حیث دار" یعنی اللہ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ تو حق کو علی کے ساتھ ادھر ہی پھیر جدھر علی پھیریں" (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

جناب محمد وصی خاں صاحب اپنی دنیاوی مصروفیات کے ساتھ ساتھ نشر فضائل آل رسولؐ کے سلسلے میں جو بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں وہ یقیناً قابلِ تحسین ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "عَلی علیؑ" حصّہ اول کے بعد "عَلی علیؑ" حصّہ دوم نشر و اشاعت کے لئے تیار کردی ہے اس حصّے میں بھی نہایت دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ خدا کرے اُن کی یہ خدمات بارگاہ الٰہی، دربار معصومین اور نگاہِ مومنین میں مقبول ہوں۔

علی حسنین شیفتہ

کراچی۔ ۳۰ راگست سنہ ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

یاصاحب العصر والزمان ادرکنی

قطعہ در شانِ مولائے کائنات!

"ع" سے عین عبادت کا سرانجام ہُوا!

"ل"، وہ لام کہ جس لام سے اسلام ہُوا!

"ی"، سے یاد ہوئے مشکل میں ہر اک بندوں کی

صدقے اس نام کے کیا خوب "علی" نام ہُوا!

میری شہرت کا سبب مدحتِ حیدر ہے وصیؔ ورنہ اربابِ سخن میں میرا رتبہ کیا ہے

مؤلف و مرتّب کتاب

محمد وصی خاں

صدر

محفلِ حیدری ناظم آباد کراچی

گزارش

مومنین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی قسم کی کوئی غلطی وکوتاہی ہو گئی ہو تو قارئین کرام اس گنہگار کو نہ صرف یہ کہ معاف کر دیں بلکہ مجھے میری کوتاہی سے آگاہ بھی فرما دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح و تلافی کر دوں۔

● دوسری گزارش مومنین سے یہ ہے کہ ان کے پاس فضائل مولائے کائنات کے سلسلے میں تحریری طور پر مواد موجود ہو یا معجزہ کی صورت میں ان کے ذہن میں محفوظ ہو تو وہ مجھے بھیجدیں ان کو شائع کرا دوں گا تاکہ اس واقعہ سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ نیز کتاب میں واقعہ درج ہو جانے کے بعد محفوظ بھی ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ میری اپیل صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی اور ضروری حد تک مومنین خوش متصرف رہیں گے۔ (محمد دسی خان)

نام کتاب	علیؑ علیؑ حصہ دوم
نام مؤلف	
طباعت	سندھ آفسٹ پریس
کتابت	سید محمد یوسف رضوی
تعداد کتاب	ایک ہزار

کتاب ملنے کا پتہ

١۔ رحمت اللہ بک ایجنسی بمبئی بازار کراچی

٢۔ محفوظ بک ایجنسی ملاٹن روڈ ”

٣۔ احمد بک ڈپو رضویہ سوسائٹی ”

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اِنتسابِ عقیدت

جبؔ انسان کو جکڑ لیتی ہیں ناکامی کی زنجیریں
نہ دولت کام آتی ہے نہ کام آتی ہیں تدبیریں
اگر ایسی گھڑی آئے تو گھبرانا نہیں خاکی!
علیؑ کا نام لینے سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
(ڈاکٹر مسعود خاکی)

میں اپنی کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم کو دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں، روح کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت وشوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ بہ ہدیۂ ولا اور نذرانۂ عقیدت وارث بتولؑ دلبند رسولؐ، ولایت مآب حضرت ولی عصر روحی وارواح المومنین لہ الفداکی خدمت اقدس میں!۔۔۔۔۔ حقیر نذرانہ !!!

● طلبگار معرفت بخشش گناہ کا طالب دل کی گہرائیوں کے ساتھ ملتجی ہے کہ فہرست الخوان والانصار میں میرے نام کے درج کرنے کا حکم فرمائیں۔

● آخر میں اپنی شہزادی کون ومکاں کی بارگاہ سے اپنے والد بزرگوار جناب محمد عسکری خاں مرحوم اور خسر صاحب سید نذرالحسن رضوی کی مغفرت کے لئے دست بستہ ملتجی ہوں اور مومنین کرام سے ایک سورۂ فاتحہ کی استدعا کرتا ہوں۔

مقصدِ تالیف و ترتیب

کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم بھی حصہ اول کی طرح ہدیۂ قارئین ہے یہ نذرانہ اس عظیم ہستی کے حضور پیش خدمت ہے جو دنیا کو عزت نفس کا سبق دینے اور احساس محرومی سے نکالنے کے لئے ——— آپ نے خدا اور رسولؐ برحق کا پیغام اپنے کردار و عمل کے ذریعہ دنیا میں پہنچایا اور انسانوں کو بتایا کہ خدا کی رضا عبادت کے ساتھ ساتھ خدمت خلق ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے ہمارا یہ اولین فرض ہے اور اس کتاب کی اشاعت کا مقصد بھی یہی ہے کہ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کے مختلف گوشے سامنے لائے جائیں تاکہ دنیا ان کی سیرت و کردار معجزات و کرامات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کے دلکش محل تعمیر کرسکے۔ زیر نظر کتاب میں ہم نے مشاہیر اہل قلم کے افکار عالیہ واقعات کی صورت میں شائع کئے ہیں اور فضائل امیرالمومنینؑ کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

• ہمارے نزدیک علیؑ کی ذات کسی ایک فرقہ یا مذہب کی ملکیت نہیں ہے بلکہ وہ ساری کائنات کے ناخدا ہیں اور ہر انسان ان پر یکساں حق رکھتا ہے اس لئے خیالات ان کے متعلق جو بھی ہیں وہ اُس کا اظہار کرے اس لئے ممکن ہے ایسی عبارت بھی کتاب میں زیر نظر آجائے جس سے آپ متفق نہ ہوں تو اسے مضمون نگار کے مکتب فکر کی روشنی میں ہی دیکھنا چاہیئے اور روح مضمون کو اولیت دینا چاہیئے۔

میری التجا ہے کہ یا صاحب العصر میری اس سعی کو قبول کیجیے جو میں نے آپ کے جد کے فضائل و مناقب کو دنیا میں اُجاگر کرنے کے لئے کی ہے۔ آمین

اظہارِ تشکر

دے مجھ کو بھی مثلِ سلمان و ابو ذر
وہی خواب و تاشی وہی نیکنامی!
(مولانا حسرت موہانی)

میں ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دامے، درمے، قدمے اور سخنے اس ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ کچھ دنوں پہلے میں اپنے دفتری کاموں کی الجھنوں کی وجہ سے کافی پریشان ہو گیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی کہ میں کس طرح ان الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات پاؤں گا لیکن میرے یہ احباب مفکر اسلام حضرت علامہ عباس حیدر عابدی صاحب، جناب علامہ رضی جعفر صاحب جناب مولانا مصطفےٰ حسین جوہر صاحب۔ جناب مولانا ڈاکٹر صادق حسین صاحب جناب مولانا سید ذکی الاجتہادی صاحب قبلہ جناب صوفی محمد نواز خاں نیازی۔ جناب مولانا مفتی فقیر محمد صاحب چشتی۔ جناب زمان صاحب جناب مولانا ظفر حیدر [illegible] جناب مولانا حیدر حسین صاحب۔ جناب علامہ طالب جوہری صاحب قبلہ جناب مولانا عباس کمیلی صاحب، جناب مولانا محمد باقر صاحب قبلہ نجفی، جناب مولانا علی سرکار صاحب قبلہ جناب مولانا انعام اختر صاحب، جناب عالی جونپوری صاحب جناب پروفیسر سردار نقوی صاحب، جناب تنجر جونپوری صاحب، جناب موسیٰ رضوی صاحب، جناب سجاد حیدر عرف جانی صاحب، سید مختار جعفری صاحب جناب شاہ حسین حماد صاحب۔ جناب شاکر صاحب، جناب علی امام صاحب جناب انصار حسین واسطی صاحب جناب راحت حسین صاحب جناب ضمیر عباس صاحب، جناب ارتضیٰ عابدی صاحب جناب شمیر حیدر جعفری صاحب جناب نعمت عباس عابدی صاحب جناب سید محمد یوسف رضوی صاحب۔ جناب سرور حسین صاحب جناب قیصر عباس صاحب، جناب افتخار حسین صاحب، جناب [illegible] حسین صاحب قبلہ

جناب علی حسنین صاحب سلیم اینڈ کو۔ جناب رضا انصاری صاحب۔ جناب خورشید بٹ صاحب جناب مولیٰ عباس عابدی صاحب۔ جناب اشرف حسین زیدی صاحب جناب عبدالکریم مشتاق صاحب۔ جناب تحسین صاحب محفل شاہ خراسان جناب سید سرفراز حسین صاحب رضوی اور جناب سید محمود الحسن رضوی صاحب جناب خواجہ آل علی صاحب۔ چودھری شفیق خیرپوری۔ جناب چودھری قمر عباس صاحب خیرپوری اور مولانا علی سرکار، جنکی دعائیں اور قابل قدر ہمدردی نیز میری الجھنوں اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے عملی کوششوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

میں آئمۂ اطہار اور بی بی سیّدہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم ان لوگوں کو خوش و خرم اور قائم و دائم رکھے۔ ہر قسم کی ارضی و سماوی بلیات و آفات سے محفوظ رکھے۔ اور دنیوی الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان لوگوں کو کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ آمین!

خادم قوم
صحت خیانت

یہ ہم سے تعاون کرتے ہیں

ادارہ محفل حیدری جناب سید رضا رضوی (آگرہ) حال ساکن بہار کالونی جمشید روڈ اور جناب عبدالکریم مشتاق صاحب کا شکر گزار ہے جو اپنے قیمتی مشورہ اور عملی تعاون سے ادارہ کی مطبوعات کو کامیاب طریقہ سے پیش کرنے میں مدد فرماتے ہیں۔ بارگاہ مرتضوی میں آپ کی صحت درازیٔ عمر اور کامرانی کے لئے ملتجی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر درد کی دوا علیؑ دافع بلا علیؑ
ہر مرض کی شفا علیؑ ردِّ قضا علیؑ

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	اضافی سرورق	۱	۱۵	علیؑ کی ماں کو رسول اکرمؐ نے اپنے کپڑوں میں دفنایا	۳۱
۲		۲			
۳	فوٹو صاحب کتاب	۳	۱۶	سب سے زیادہ نڈر حضرت علیؑ تھے	۳۲
۴	گزارش	۴	۱۷	کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں۔ (عمر بن عبدالعزیز)	۳۲
۵	انتساب عقیدت	۵			
۶	مقصد تالیف و ترتیب	۶	۱۸	ایک ہزار سوار کے برابر طاقت رکھنے والا	۳۳
۷	اظہار تشکر	۷			
۸	تقریظ	۱۶	۱۹	ولایت علیؑ کی بناء پر اسے پچاس دینار دیے دو	۳۴
۹	"	۱۸			
۱۰	" علامہ ذکی الاجتہادی قبلہ	۱۹	۲۰	اسلام کی پہلی مسجد کا معمار "علیؑ"!	۳۵
۱۱	" علامہ رضی جعفر قبلہ	۲۱			
۱۲	" مولانا سید حیدر حسین صاحب	۲۴	۲۱	علیؑ اور غزوہ بدر	"
۱۳	نذرانہ عقیدت	۲۵	۲۲	سب ایمان والوں کے سردار و سردار علیؑ	۳۷
۱۴	علیؑ اور اولاد علیؑ کے کارنامے تاریخ کی زبانی چند مشہور واقعات	۳۱	۲۳	حضرت علیؑ کی پرورش کاشانہ وحی میں ہوئی	۳۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۴	درصفت مربع بنام حضرت علیؑ	۳۹
۲۵	ابکی بار علیؑ کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا !	۴۰
۲۶	واقعہ غدیر کی سچائی سے انکار کرنے والوں کا انجام	۴۱
۲۷	حکیم مومن اور حُبّ علیؑ	۴۲
۲۸	اسپین (مغرب) میں اسلام کے نابود ہونے اور مشرق میں باقی رہنے کا راز !	۴۳
۲۹	حضرت علیؑ اولی الامر اور خلیفہ رسولؐ تھے !	۴۴
۳۰	حضرت علیؑ کی جانبازی	۴۴
۳۱	کتاب اسلامی تاریخ کے اہم پہلو	۴۵
۳۲	"میری ضرب ضربِ حیدری ہے" ("محمد علی کلے)	۴۶
۳۳	بیرم خاں، خان خاناں اور حُبّ علیؑ !	۴۷
۳۴	بہادر شاہ ظفر اور حُبّ علیؑ	″
۳۵	حضرت شمس تبریز اور حُبّ علیؑ	۴۸
۳۶	نعرۂ حیدری کی قوت	۴۹
۳۷	دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے	۵۰
۳۸	فرشتۂ موت کا انکشاف	۵۱
۳۹	نعرۂ حیدری سے دشمن کا دم نکل گیا ۔	۵۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۰	محمد علی کلے مسلمان ہوئے	۵۲
۴۱	حضرت علیؑ کا حضرت عمر کو ایک مفید مشورہ	۵۴
۴۲	نعثل کو قتل کر دو	۵۳
۴۳	حضرت علیؑ کے ساتھ حضرت جبرئیلؑ لڑتے تھے	۵۴
۴۴	خیبر کا دروازہ میں نے قوت الٰہی سے اٹھایا	۵۵
۴۵	حضرت علیؑ کے نجیلے رجز	۵۵
۴۶	امام شافعیؒ اور حُبّ علیؑ	۵۶
۴۷	ابن الحدید اور حُبّ علیؑ	۵۷
۴۸	جس نے علیؑ کا حق پہچانا وہ جنتی ہے ۔	۵۸
۴۹	حضرت علی علیہ السلام پہلے حافظ قرآن تھے ۔	۵۸
۵۰	ہر ورق پہ نام علیؑ کندہ ہے	۵۹
۵۱	حضرت علیؑ کی سخاوت کا حال	۶۰
۵۲	حافظ شیرازی اور حُبّ علی	۶۵
۵۳	جس کے لئے قتل کیا اسی نے پھانسی سے بچالیا	۶۵
۵۴	دُنیا کا سب سے بڑا زاہد	۷۴
۵۵	پیغمبر مسلم فدا کار	۷۵
۵۶	علیؑ کا قبض تدریج ان کی مرضی پر منحصر تھا	۸۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۷	علیؑ کا لسان اللہ ہونا	۸۶
۵۸	علیؑ کی نظر میں سب برابر ہیں	۸۷
۵۹	دل میں کچھ زبان پر کچھ	۸۷
۶۰	مشہور تعزیہ	۸۸
۶۱	عبادت ہو تو ایسی	۸۹
۶۲	"میں قتل ہو جاؤں اس سے تو امیر شام ہو جائے"	۹۱
۶۳	حضرت علی علیہ السلام کا علم !	۹۲
۶۴	مہابلی حضرت علیؑ	۹۲
۶۵	"نادِ علی" کا معجزہ	۹۳
۶۶	میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا	۹۶
۶۷	امام محمد تقیؑ کی کرامت	۹۷
۶۸	علیؑ عرب خطیبوں کے امام تھے ۔	۹۸
۶۹	ناقابل فراموش	۹۹
۷۰	آل محمدؐ کی محبت پہ مرنے والے شہید	۱۰۲
۷۱	ذاکر حسینؑ کی قبر کی برکت	۱۰۳
۷۲	فوجی ۱۳۰۰ سال پرانی لاشیں	۱۰۴
۷۳	سرِ حرؑ سے خون جاری ہونا	۱۰۵
۷۴	جنگ میں علیؑ نے اپنی تلوار	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	دشمن کو دے دی	۱۰۶
۷۵	وہ لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں ۔	۱۰۷
۷۶	بلوچستان کے سنگ سیاہ پر حضورؐ کا اسم مبارک	۱۰۸
۷۷	محمدؐ اور انکی آل پاک ملائکہ کے نیاز مند نہیں ۔	۱۰۹
۷۸	خدا کے اذن سے ہم مردے زندہ کر سکتے ہیں ۔	″
۷۹	نوشیرواں کی کھوپڑی سے ہمکلام ہونا ۔	۱۱۰
۸۰	سید الشہداء کے ایک قطرہ خون کی کرامت !	
۸۱	روز عاشورہ پتھر کے شیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا	۱۱۱
۸۲	معرکہ حق و باطل میں ہر طرف علیؑ علیؑ ہی نظر آئے	۱۱۱
۸۳	مولا علیؑ سے خود جبرئیل نے سوال کیا "جبرئیل کہاں ہیں" ؟	۱۱۲
۸۴	معجزے اب بھی ہوتے ہیں	۱۱۳
۸۵	تائید حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے ۔	۱۱۴
۸۶	نبیؐ کے علم غیب پر اعتراض کرنے والوں کو	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۶	علیؑ کا جواب	۱۱۵
۸۷	میرے سینے میں علم و عرفان کا سمندر ہے	۱۱۶
۸۸	نقشبندی، چشتی، سہروردی اور قادری سلسلۂ طریقت حضرت علیؑ کی ولایت مانتے ہیں	۱۱۶
۸۹	گائے کا زندہ کرنا	۱۱۷
۹۰	مولا علیؑ کی مسیحائی	۱۱۷
۹۱	دی زندگی امام نے ایک بادیانو	۱۱۸
۹۲	جناب امیر علیہ السلام کا مُردہ کو زندہ فرمانا	۱۱۹
۹۳	علیؑ کی ذات میں چھ فضیلتیں	۱۲۰
۹۴	بارگاہ ولایت میں خواجہ فریدیہ کا نذرانہ عقیدت	۱۲۰
۹۵	حضرت علیؑ کے عالم علم لدنی ہونے کا ثبوت	۱۲۳
۹۶	لحمک لحمی	۱۳۰
۹۷	عمار یاسرؓ کی جن سے کشتی	۱۳۱
۹۸	علیؑ کے لعاب دہن نے مجھ پہ سخن کے دروازے کھول دیئے شیخ عبدالقادر	۱۳۱
۹۹	علیؑ اور فاطمہؑ کو رسولؐ کی تلقین	۱۳۲
۱۰۰	رسول اکرم اہلبیت کے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے	۱۳۲
۱۰۱	نظام حیدرآباد دکن کا ایک عجیب سوال۔	۱۳۴
۱۰۲	قرآن کے نزول کا علیؑ کو علم تھا۔	۱۳۵
۱۰۳	حسینؑ کی فضیلت رسولؐ کی نگاہ میں!	۱۳۵
۱۰۴	تیرے زعفرانی شہد کی وجہ سے ہم دین نبی بیچیں گے	۱۳۶
۱۰۵	یہ مولود پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا	۱۳۷
۱۰۶	حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے	۱۳۷
۱۰۷	معجزہ حضرت زینب علیہا السلام	۱۳۸
۱۰۸	بھولو پہلوان نے یا علیؑ کے نعرہ سے دشمن کو دہلا دیا	۱۴۰
۱۰۹	ہمایوں بادشاہ شیعہ تھا	۱۴۰
۱۱۰	پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو حضرت حسنینؑ کو ہے پھر سوال کرنا۔ (حضرت عمرؓ)	۱۴۲
۱۱۱	حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ کوئی نہیں جانتا	۱۴۳
۱۱۲	علی کی موت اصول اسلامی کی موت۔	۱۴۳
۱۱۳		۱۴۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۳	مسجد کوفہ کی فضیلت	۱۴۶
۱۱۴	سخنہائے گفتنی	۱۴۷
۱۱۵	علی علیؑ کہا کرو	۱۵۰
۱۱۶	امیرالمومنین کی شہادت مرقد علوی کی کہانی تاریخ کی زبانی	۱۵۵
۱۱۷	حضرت کا دامن پکڑ کر بطحون کی فریاد کرنا	۱۵۷
۱۱۸	حضرت کا خواب میں جبرئیلؑ کو دیکھنا	۱۵۸
۱۱۹	وجہ شہادت جناب امیر علیہ السلام	۱۶۲
۱۲۰	حضرت امام حسنؑ سے وصیت	۱۶۳
۱۲۱	ایک مغرور یہودی کی فریاد	۱۶۶
۱۲۲	جناب امیر کی قبر کی دریافت	۱۶۸
۱۲۳	جناب امیر کے مرقد کی کرامت بادشاہ کی حیرانی	۱۶۹
۱۲۴	جناب امیرؑ کی قبر حضرت نوحؑ نے بنائی۔	۱۷۰
۱۲۵	جناب امیر علیہ السلام کی قبر کی کہانی۔ بارہ واقعات	۱۷۱
۱۲۶	جائے مدفن	۱۷۹
۱۲۷	نجف اشرف کی وجہ تسمیہ	۱۸۵
۱۲۸	مرقد علیؑ کی تعمیر کی کہانی	۱۸۶
۱۲۹	سر مطہر کی طرف دو سورہ آخ	۱۸۹
۱۳۰	علیؑ کے ہاتھ ید اللہ کا ہاتھ	۱۹۰
۱۳۱	ابن ملجم کا انجام	۱۹۱
۱۳۲	نجف میں اب بھی معجزے ہوتے ہیں	۱۹۲
۱۳۳	نقش جناب امیر علیہ السلام جس سے سب کو فائدہ ہوتا ہے۔ ۱۲ عدد نقش	۲۰۸
۱۳۴	موت کے علاوہ تمام بیماریوں کا نام علیؑ سے علاج!	۲۱۷
۱۳۵	مناجات زعفر جن	۲۱۸
۱۳۶	دشمن کو مارنے کا کامیاب عمل۔	۲۱۹

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱۳۷	حضرت کی شادی	۲۲۰
۱۳۸	حضرت علیؑ کی زندگی کا لقب السعین	۲۲۱
۱۳۹	امیر المومنینؑ ابن ابی طالب کی شخصیت	۲۲۴
۱۴۰	جشن تکمیل دین کی مفصل کہانی تاریخ کی زبانی!	۲۲۸
۱۴۱	اسمائے گرامی صحابہ و تابعین جنھوں نے حدیث غدیر نقل کی!	۲۲۹
۱۴۲	اسمائے گرامی محدثین جنھوں نے حدیث غدیر نقل کی ہے۔	۲۳۱
۱۴۳	خطبہ غدیر بزبان علیؑ	۱۳۵
۱۴۴	حضرت علیؑ کا ارشاد فرمایا ہوا بغیر الف کا خطبہ	۲۴۴
۱۴۵	دنیا کا عظیم خطبہ جس کا پورا ترجمہ آج تک کوئی انسان نہیں کر سکا	۲۷۲ / ۲۷۴
۱۴۶	ٹیپو سلطان اور محبت علیؑ۔	۲۸۱
۱۴۷	میری آشفتہ بیانی	۲۸۲
۱۴۸	حضرت علیؑ کے کلام کا دنیاوی زندگی پر اثر!	۲۸۷
۱۴۹	شیعیان حیدر کرار کے متعلق چیف جسٹس آف پاکستان کی رائے	۳۰۱
۱۵۰	اسلامی حکومت کے سکے سب سے پہلے حضرت علی نے ایجاد کئے۔	۳۰۳
۱۵۱	از کلام عارف بزرگ مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ صفحہ	۳۰۴

چند نایاب اور مشہور زمانہ مذہبی کتابیں

جن کا مطالعہ آپ کیلئے ضروری ہے

یہ کتابیں جناب وصی خاں نے بھرپور جواہر الرجال اور عمیق تحقیق کے ساتھ تحریر کی ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کی محبت عقیدہ حقہ سے مستحکم ترین ہو جائے گی اور مومنین کرام کے ایمان میں زبردست پختگی آئے گی اور دین حقہ سے آپ کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہو جائےگا۔

● ۱۔ کتاب علیؑ علیؑ ۔ حصہ اول و حصہ دوم۔ فضائل امیر المومنینؑ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!

● ۲۔ کتاب حسینؑ حسینؑ ۔ حصہ اول اور حصہ دوم شہید کربلا کی عظیم المرتبت شخصیت پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

● ۳۔ کتاب بیعت علیؑ "علیؑ نے کسی کی بیعت نہیں کی، حضرت ابوبکر سے وارث خلافت "، کا ہیجان خیز مکالمہ جس کے ایک ایک لفظ سے علیؑ کے وصیٔ رسول اللہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت فراہم ہے بلاشبہ شیعیان علیؑ کے لئے یہ ایک بے نظیر تحفہ ہے اس کتاب میں قرآن، حدیث اور کتب اہلسنّت سے ثابت کیا گیا ہے علیؑ نے بیعت نہیں کی۔

● ۴۔ کتاب وراثت فدک :۔ اس کتاب میں حق وراثت کو کتب اہلسنّت سے قرآن و حدیث کی روشنی میں انتہائی دلپسند انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

● ۵۔ حصہ اول و دوم بیاض "تسکین زہرا" لاجواب نوحوں کا مجموعہ

● ۶۔ "حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ تعزیرات اسلامی"

● ۷۔ "تاریخ آل محمدؐ" ضرور ملاحظہ فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یا صاحب العصر والزماں ادرکنی

پیش لفظ

از نتیجۂ فکر جناب عبدالکریم مشتاق صاحب "مفکرِ دوراں"

عالی قدر محمد وصی خاں صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ کتاب "علیؑ علیؑ" حصہ اوّل پیش کر کے انھوں نے حلقۂ مومنین میں یہ امید پیدا کر دی تھی کہ اگر ان کا اخلاص تالیف اسی نہج پر قائم رہا تو عنقریب اپنے مطالعہ کا نچوڑ ایک اور شاہکار کی شکل میں قوم کے سامنے پیش کریں گے۔ اللہ کے فضل و کرم اور استمدادِ علویہؑ سے آپ نے "علیؑ علیؑ" حصہ دوم مرتب فرما کر توقعات سے بڑھ کر علمی شہ پاروں میں گرانقدر اضافہ کر دیا۔

فرمان رسولؐ ہے کہ "ذکرِ علیؑ عبادت ہے"۔ وصی خاں صاحب اس عبادت کا ثواب جی بھر کر حاصل کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ ثواب کھلے ہاتھوں سعادتمندوں میں تقسیم بھی فرما رہے ہیں۔ مولا ان کی توفیقات میں برکات کا سلسلہ جاری رکھے۔ خاکسار جناب وصی خاں کا تہ دل سے ممنون ہے کہ آپ نے حقیر کو بھی اس عبادت میں حصّہ لینے کا موقع فراہم کیا ہے۔ علیؑ علیؑ گلی گلی ہو رہا ہے امیرالمومنین علیہ السلام کے حضور ہر مکتب فکر کی جانب سے گلہائے عقیدت پیش کئے جا رہے ہیں۔ اطراف عالم میں مشکل کشائے عالم کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے اتفاقی چرچے ہو رہے ہیں۔ عقیدت کے موتی طشتِ ایمان میں سجا کر ایک طرف رکھ دیئے جائیں اور عمومی فکر کے تحت اگر حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے اور آپ کی معرفت حاصل کرنے کی غیر جانبدارانہ سعی کی جائے تو زندگی کا کوئی گوشہ حیات کا کوئی شعبہ، اور مادیت یا روحانیت کا کوئی پہلو ایسا نظر نہیں آئے گا جہاں

جہاں حضرت حیدر کرارؑ کے قدموں کے درخشندہ نشانات ثبت نہ ہوں۔ کتاب علیؑ علیؑ میں ایسے انمٹ نقوش پاکی نشاندہی کرائی گئی ہے جو راہ ہدایت کے رہنما اور مینارہ منزل ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت امیر علیہ السّلام کی حقیقی معرفت خاطی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ "اے علیؑ تجھے نہیں پہچانا کسی نے سوائے میرے اور اللہ کے" وہ تمام راستے بند کر دیئے ہیں جن سے سرکار ولایت مآب علیہ السّلام کی معرفت کا دعویٰ بلند کیا جا سکے۔ علیؑ کیا ہیں؟ اللہ جانے یا اللہ کا رسولؐ! ہم تو صرف اتنا جان سکے ہیں کہ علیؑ وہ ہے جس کا مہمل بھی "ولی" ہے۔

علیؑ وہ سوداگر ہیں جنہوں نے اپنی جان بیچ کر مرضیات خداوندی خریدی ہیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ یعنی اور لوگوں میں ایک ایسا ہے بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی مرضیاں خریدنے کی خاطر اور اللہ ایسے مخصوص بندوں پر رؤف ہے۔

(سورۃ البقرہ رکوع ۲۵ پ ۲)

اس خرید و فروخت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بکنے والا نفس کتنا انمول ہے اور خریدار نے اس کی قیمت اپنی قدرت کی ہمہ گیری کے مطابق کیا ادا کی ہے۔

میں نے اس آیت کے ترجمہ میں عام ترجموں کے خلاف صیغہ واحد استعمال کیا ہے اس کی وجہ لفظ "نفسہ" ہے۔ جو میرے نزدیک اس آیت کا مصداق واقعہ ہجرت میں صرف ذات امیرؑ ہی کو قرار دیتا ہے۔ مفصّل بحث کسی اور مقام پر کی جائے گی۔

ہر ایک توصیفی لفظ اپنے موصوف کو محدود کر لیا کرتا ہے اور میرے نزدیک ہر ایک توصیفی لفظ ذات علیؑ کی کماحقہٗ توصیف کرنے سے قاصر ہے لہٰذا وصی خاں صاحب کی مولا علیؑ سے محبت و مودت کی غمازی اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے کسی توصیفی

لفظ کی بجائے آپ کے نام نامی کو دیگر الفاظ سے الگ لکھا ہے اور کتاب کا نام عؑلی علیؑ تجویز کیا ہے۔

یہ کتاب ہر گھر میں ہونا باعث برکت ہے۔ میں مومنین کرام سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تحفہ بیش بہا کو نعمت متبرکہ اعتقاد کریں۔ خود مطالعہ فرمائیں اور دیگر احباب کو پڑھنے کی سفارش فرمائیں۔ انشاء اللہ اس کا مطالعہ فلاح دارین کا موجب ہوگا۔ ایمان میں تقویت و ثبات پیدا کریگا رُوح کو سرور اور قلب کو تسکین بخشے گا۔

آخر میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمد وصی خاں اور دیگر تمام معاونین کے اقبال کا ستارہ ہمیشہ چمکتا رہے۔ اور وہ تعلیمات محمدؐ و آل محمد علیہم السّلام کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی سعادت پاتے رہیں۔ (آمین)

والسّلام

خیر اندیش

عبدالکریم مشتاق

8/11/3/G ۔ ناظم آباد —— کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تقریظ

از قلم حقیقت رقم

سرکار صدر العلماء و مجتہدین مسند نشین اریکۂ شریعت رہنمائے منازل ہدایت عامل فیض روحانی علامہ سید محمد ذکی الاجتہادی ادرشی مدظلہ العالی۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ نبیّنا خیر الانام۔ محمدؐ و آلہ الکرام۔ تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں جو تمام عالمین کا رب ہے اور درود و سلام ذات رحمت اللعالمین محمد مصطفٰیؐ اور ان کی آل پاک پر۔ امابعد میرے محترم رفیق جناب محمد وصی خاں صاحب نے کہا کہ میں انکی زیر نظر کتاب عؑلی علیؑ حصّہ دوم" کے تعارف کے سلسلہ میں کچھ لکھوں۔ اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ ایک عظیم کتاب ہو گی کیونکہ اس عظیم انسان کے فضائل اور مناقب کے سلسلے میں لکھی جا رہی ہے جو خود عظمت کا مینار اور بعد رسالت مآب علم۔ عمل۔ شجاعت۔ عبادت۔ قناعت۔ صبر شکر۔ صداقت اور تعلیم رسول اکرمؐ کی سچائی کا زندہ نمونہ ہے جسکے لئے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ اے علیؑ دُنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں دریا اور سمندر روشنائی، تمام انسان لکھنے بیٹھ جائیں اور اجنّا شمار کرنے بیٹھ جائیں اس وقت بھی تمہارے فضائل اور مناقب نہ لکھے جا سکیں گے۔!

محترم وصی خاں جنھوں نے فضائل مولائے کائنات کو جمع کرنا اور اس کو کتاب کی صورت میں مرتب کر کے مومنین کی خدمت میں پیش کرنا

اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے اور اجر رسالت ادا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کتاب عشقِ علیؑ حصہ اول میری نظر سے گزری جو اپنی جگہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ ابھی لطف پوری طرح سے ختم نہیں ہوا تھا کہ زیر نظر کتاب کا مسودہ لے آئے جس کے اندر تقریباً دو سو سے زیادہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کے فضائل و واقعات کی صورت میں موجود ہیں جو انھوں نے بڑی محنت اور کاوشوں کے ساتھ عزیزوں کی کتابوں رسالوں اور روزناموں سے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اردو زبان میں جناب امیر علیہ السّلام کی شہادت کے واقعات کو بھرپور انداز میں اور تاریخی حقائق کی صورت میں پیش کیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ کتاب نوجوانوں اور تاریخ کے طالب علموں کے لئے ایک بے بہا خزانہ ہے۔ تمام واقعات اور حوالہ جات درست اور سچے ہیں۔

میں وصی خاں کی اس تاریخی کوشش پر دلی مبارکباد دیتا ہوں اور خداوند علی و اعلیٰ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہ السّلام کی بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ موصوف کو اجرِ جزیل اور عمرِ طویل عنایت کرے۔ اور ہمیشہ ایسے ہی علمی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ جب بھی میرے آستانہ پر تشریف لائے میں نے ان سے سوائے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذکر کچھ نہیں سُنا! ؎

علیؑ نوشتۂ تقدیر کو بدلتے ہیں!
علیؑ سے کام خدائی کے سارے چلتے ہیں!
یہ معجزہ ہے ذرا آپ بھی تو سُن لیجئے!
علیؑ کے نام سے گرتے ہوئے سنبھلتے ہیں!

۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

دُعاگو

فقیرِ باب اہلبیتؑ

سیّد محمد ذکی الاجتہادی ارشتی — ۱۵۔ پی۔ آئی۔ بی کالونی کراچی

تقریظ

عالیجناب حجتہ الاسلام الحاج علامہ سیّد رضی جعفر نقوی

مجتہد العصر (ایم۔ اے۔ گولڈ میڈلسٹ)

"باب مدینۃ العلم" کے عاشقان پاک طینت کا طرۂ امتیاز ہر دور اور ہر عصر میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور حقائق و معارف کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانا رہا ہے۔

جس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ شیعیانِ حیدر کرار نے بعد وفات رسول مقبولؐ اس تاجدارِ ولایت کو اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کیا جو آنحضرتؐ کے علم و حکمت کا باب اور شریعت کا اصلی پاسبان تھا۔

اور یہ حقیقت ہر دور کے صاحبان نظر نے تسلیم کی ہے کہ "باب مدینۃ العلمؑ" کا کلمہ پڑھنے والے انتہائی سخت سے سخت دور اور نازک سے نازک حالات میں بھی علم و حکمت کی سرپرستی کرتے رہے ہیں، انھوں نے اپنے خونِ جگر سے مشعلِ علم کو فروزاں رکھنے کی سعیٔ پیہم اور جہدِ مسلسل کی ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی کسی مشکل کا انھوں نے کبھی کوئی خیال نہیں کیا بلکہ جیسے جیسے مشکلات بڑھتی گئیں، اُن کی ہمتیں جوان ہوتی گئیں۔

اور برصغیر میں بھی "شیعیت" کا تعارف علمی کارناموں کے ذریعہ ہی ہوا اور وہ پہلا شخص جو ایمان کی مشعل لے کر اس خطۂ ارض پر آیا وہ ایک جیّد عالم دین، بیباک مقرر، بے لوث خطیب، اور بے مثال محقق تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے، اردو زبان اسلامی علوم و معارف کا خزینہ بنتی گئی

اور انتہائی مختصر عرصہ میں اس زبان میں ہر فن پر نادر کتابوں کا انبار لگ گیا خصوصاً وہ کتابیں جن سے مذہب اہلبیت علیہم السلام کا تعارف پورے برصغیر میں علم و حکمت کے ساتھ ہوا۔

اور اس سلسلہ میں ادارۂ اصلاح کھجوا (بہار) اور فخر المحققین مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ (سرپرست ادارۂ اصلاح) کے خاندان کی خدمات بیحد اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ یہ ادارہ ۱۲۹۲ھ (یعنی تقریباً ۱۰۸ سال) سے مذہب حق کی خدمات اور علوم محمد و آل محمد علیہم السّلام کی نشر و اشاعت میں بھرپور حصّہ لے رہا ہے۔ پروردگار عالم اس چمن کو شاداب رکھے۔

البتہ تقسیم برصغیر کے بعد مومنین پاکستان، اس ادارے کے فیوض و برکات سے زیادہ دیر تک استفادہ نہ کر سکے اور یوں تھوڑے عرصے تک ایک خلا سا نظر آنے لگا۔

لیکن پھر کچھ حوصلہ مندوں نے جراءت رندانہ کے ساتھ قلم و قرطاس کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ملک کے کتاب خانے بھی اسلامی مطبوعات سے چھلکنے لگے۔

اور ماتمی انجمنوں کی فیڈریشن، مرکزی تنظیم عزا، کے صدر عالیجناب محمد وصی خاں صاحب دام مجدہ اُن باہمّت حوصلہ مندوں میں ہیں جو مسلکِ اہلبیتؑ کی نشر و اشاعت اور خدمتِ قوم کے جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔

موصوف انتہائی قلیل عرصے میں متعدد جواہر ریزے، قوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور اب بھی ہمہ تن مصروف ہیں چند روز قبل "شیعہ ڈائرکٹری" کے نام سے آپ کی ایک نہایت مفید کاوش منظر عام پر آچکی ہے جو ہر صاحب ایمان سے دادِ تحسین کا استحقاق رکھتی ہے۔

موصوف کا سب سے پہلا قلمی تعارف "علیؑ علیؑ"، نامی کتاب کے ذریعہ سے ہوا تھا جس کی جلد اوّل نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ بہت مختصر عرصے میں اُس کے تین اڈیشن شائع ہو کر ختم ہو گئے۔ اور اب چوتھا اڈیشن

نہایت اعلےٰ پیمانے پر شایع ہوا ہے۔

اسی کتاب کا حصّہ دوم ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے جس میں مولائے کائنات کی حیات طیبہ کے ایسے ایسے پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر رکھنے کو دل نہ چاہے۔ اور انسان جیسے جیسے کتاب کی ورق گردانی کرتا جائے اُس کے ایمان میں جلا پیدا ہوتی جائے۔

میری دعا ہے کہ موصوف کی یہ کاوش بھی بارگاہ مولا میں شرفِ قبولیت حاصل کرے۔ اور پروردگار عالم موصوف کو اپنی توفیقات نوازتا رہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دیتے رہیں۔

"ایں دُعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد"

والسلام احقر
(سیّد رضی جعفر نقوی رکن شیعہ سپریم کونسل
(تحریک نفاذ فقہ جعفری)

مومنین کرام کیلئے نایاب تحفہ

کتاب وارث فدک۔ کتاب بیعت علیؑ۔ کتاب حسینؑ حسینؑ۔ کتاب تاریخ آل محمدؐ۔ کتاب شیعہ ڈائرکٹری۔ کتاب شیعہ حافظ قرآن کتاب اخلاق محمدی۔ کتاب حضرت علیؑ کے فیصلے۔ اور موجودہ تعزیرات اسلامی کا پڑھنا اور ہر گھر میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ کتابیں آسان اردو اور بھرپور حوالے جات کے ساتھ حقائق کی روشنی میں لکھی گئی ہیں اگر پسند نہ آئے تو پیسے واپس لے لیجئے۔

(مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

خطیب اہلبیت لسانِ ملت مولانا سید حیدر حسین رضوی

ساری تعریف وحمد وثنا اس ذات گرامی کے لئے جو کائنات کا خالق ہے اور درود وسلام محمد مصطفےٰ اور انکی آلؑ پاک پر جو ہمارے لئے رحمت اور برکت کا سبب ہیں۔ ان ہی کی عطا کی ہوئی عزت ومنزلت کی وجہ سے انسان دنیا میں کچھ کرتا ہے۔ جناب محمد وصی خاں صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ میرے دوست، ہمدرد اور محسن ہیں ان کی زندگی محمدؐ آل محمدؐ کی تعلیمات کو عام کرنے اور فضائل آل محمدؐ کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کرنے کے لئے وقف ہے۔

زیر نظر کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم آپ کی ایک بہترین کوشش اور محنت کا ثمرہ ہے اس کتاب سے پہلے آپ کئی شاہکار کتابیں مومنین کرام تک پہونچا چکے ہیں جیسے کتاب علیؑ علیؑ حصہ اول۔ حسینؑ حسینؑ حصہ اول۔ بیاض تسکین زہرہ حصہ اول و دوم۔ حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ اسلامی قانون۔ وارث فدک۔ بیعت علیؑ۔ تاریخ آل محمدؐ۔ شیعہ اور صحابہ۔ اور سب سے زیادہ کارآمد شیعہ ڈائرکٹری بیحد مقبول ہوئی ہیں جو ایک سال کے اندر دو دفعہ شایع ہو چکی ہیں خصوصاً علیؑ علیؑ حصہ اول کے پانچ ایڈیشن شائع ہو کر مومنین کرام تک پہونچ چکے ہیں۔

محمد وصی خاں صاحب کی مسلسل یہی کوشش رہتی ہے کہ دین کی خدمت زیادہ سے زیادہ انجام دی جائے۔

موصوف کی اس نیک خواہش کی تکمیل میں آئمہ طاہرینؑ کی مدد شامل حال رہتی ہے اگر مدد شامل حال نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ایسے نادر تحائف ملت جعفریہ کو پیش کرنے کے بعد اتنی جلدی ایک اور کتاب علی علی حصہ دوم پیش کر دیں۔

میں درگاہ معصومین میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم آئمۂ اطہار کے صدقہ میں ان کی توفیقات میں اضافہ ہو اور انکا دینی خدمت کرنے کا جذبہ پوری شدت سے ہمیشہ ہمیشہ قائم ودائم رہے۔ آمین!

ذاکر اہلبیت

احقر سید حیدر حسین

لیاقت آباد کراچی — ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۶ھ

عظمتِ حسینؑ یعنی مقالات سید العلماءؒ

سرکار علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر کے نایاب مضامین کا مجموعہ جسکو پہلی بار یکجا کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عظمت حسینؑ بے نظیر آپ ہے۔ ضرور پڑھیے

قیمت پندرہ ۱۵ روپیہ

شیعہ ڈائرکٹری جس کے اندر وہ تمام پتے درج ہیں جس کی ضرورت آپ کو ہر وقت پڑتی ہے

ضرور خریدیئے اور پڑھیے!

قیمت دس ۱۰ روپیہ

بارگاہِ مرتضویؑ میں نذرانۂ عقیدت

"علیؑ علیؑ"

ہر چند کہ بندہ ہے وہ اللہ نہیں ہے | رتبے سے پر اُس کے کوئی آگاہ نہیں ہے
مریمؑ سے فزوں رتبۂ معراج علیؑ ہے | خالق کے سوا جو ہے وہ محتاجِ علیؑ ہے

● حقیقت امر یہ ہے کہ حسنِ عقیدت سے قطع نظر کر کے اگر تھوڑی دیر کے لئے امیرالمومنینؑ غالب کلّ غالب علیؑ ابن ابی طالب کی مقدس حالات زندگی اور محاسن اخلاق اور خصائل و شمائل کو بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہر صاحب عقل سلیم کو بلا کسی تحریک کے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد اُسی عظمت، اُسی وجاہت، اُسی فضیلت کے ساتھ اس اُمّت مرحومہ میں اگر کسی کا نام لیا جا سکتا ہے تو وہ صرف ذات والاصفات غالب کلّ غالب علیؑ ابن ابیطالب ہے آپ کی ذات برگزیدہ صفات دُنیا کے تمام محاسن و کمالات کا ایک خوشنما گلدستہ ہے جس میں باغبانِ قدرت نے اظہار صفت کے ساتھ ہی ساتھ اپنی تمام قدرتوں کا خاتمہ کر دیا ہے سچ تو یہ ہے کہ ایسی صفات متضادّہ کا بشر، ابوالبشرؑ کی نسل میں پیدا ہی نہیں ہوا اور ایسی صفات متقابلہ کا آدمی جناب آدمؑ کی اولاد میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

● حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ دُنیا میں ایسی ماں پیدا ہو جو "علیؑ، جیسے بچّہ کو جنم دے"۔

● انھیں صفاتِ متضادّہ اور اوصاف متقابلہ کو دیکھ کر نصیری نے حضرتؑ کو خدا جانا۔ صوفیوں نے خدا جانے کیا جانا۔ مگر ہم نے صفاتِ الٰہی سے متصف بندۂ خدا، وصیؑ رسولؐ اکرم اور کشتیٔ اُمّت مرحومہ کا ناخدا جانا۔

دُنیا میں جس قدر مشہور لوگ گزرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں سب میں جناب امیر علیہ السلام کی ذات خجستہ صفات ہر طبقہ کے مشاہیر میں سرِ فہرست نظر آئے گی۔ مجمع سلاطین میں آپ کے فرق مبارک پر جلال و عظمت کا تاج نظر آئے گا اور حضرت کی شان ایک ایسے عظیم لشان سُلطان کی سی پائی جائے گی کہ جس کے آگے تمام دُنیا کے بادشاہ زانوئے ادب تہ کئے مُہر بہ لب (خاموش) کھڑے رہتے ہیں۔ دُنیا کے سلاطین میں کون ایسا بادشاہ گذرا ہے، جس کی صولت و ہیبت و شجاعت نے ملک عرب کے دلیر سے دلیر، قوی سے قوی، شجاع سے شجاع، سرکش سے سرکش قوموں کی ناک زمین پر رگڑ دی ہو۔ اور جس کی عظمت، شوکت و قوت کا شہرہ سُن کر دُنیا کے باقیماندہ دلیر اور قوی ہیکل کان پر ہاتھ دھرتے ہوں اور آج تیرہ سو سال کے بعد بھی ہر مشکل اور کٹھن وقت پر (طاقت کی حصول کے لئے) ہر قوم و ہر مذہب و ملّت کے لوگ اس کا نام لیتے ہیں۔ اگر آپ اپنے دل کی نظر سے دیکھیں تو وہ ذات آپ کو حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام مشکلکشائے عالم کی ذات گرامی قدر نظر آئے گی۔

● اگر آپ مسندِ خلافت پر ایک عدیم المثال سُلطان ہیں تو بوریائے فقر پر آپ ایک منکسرالمزاج فقیر ہیں آپ کے توکل و استغنا کی یہ صورت نظر آئے گی کہ بجز بوریئے کے دُنیا کے فرش و فروش سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ دُنیا میں کون ایسا شخص گذرا ہے کہ باوجود سلطنت کے ہمیشہ فرش بوریا پر بیٹھتا ہو۔ جَو کا آٹا بغیر چھانا ہوا کھاتا ہو۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہو۔ اپنے سے اچھی اور بیش قیمت پوشاک اپنے غلاموں کو پہناتا ہو۔ اس میں میرے مولا کی ذات نظر آئے گی۔

● محراب عبادت میں میرے مولا و آقا کا یہ حال تھا کہ دُنیا و مافیہا کی مطلق خبر نہ رہتی تھی، رجوع قلب، خضوع و خشوع، استغراق فی اللہ کی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے جسم مبارک کی مطلق خبر نہ ہوتی تھی خشوع و خضوع کی کیفیت دیکھ کر لوگ چلّانے لگتے تھے "قد مات ابوالحسنؑ"، "علیؑ دُنیا سے گذر گئے" کیونکہ میرے مولا اس جذبے کے ساتھ عبادت کرتے تھے کہ

معبود! اس لئے تیری عبادت نہیں بجالاتا کہ دوزخ کا خوف یا جنّت کی طمع دامنگیر ہے۔ نہیں مالک! علیؑ کا سر نیاز اس لئے اور صرف اس لئے خم ہوتا ہے کہ تو مستحق عبادت ہے۔

• چنانچہ منقول ہے کہ ایک جنگ میں ایک تیر پائے مبارک میں ایسا لگا کہ جسکے نکالنے میں از حد تکلیف ہوتی تھی اور علیؑ اس کا تحمل نہ فرما سکتے تھے آخر جناب رسالت مآبؐ کو اطلاع ملی۔ حضرت نے فرمایا کہ جب علیؑ مصروف عبادت و طاعت ہوں اس وقت تیر نکالا جائے۔

• میدانِ جنگ میں ہمیشہ آپ کا مصلّیٰ صفوں کے درمیان بچھایا جاتا تھا لوگ کہتے تھے یا علیؑ تیر برس رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں یہ کونسا موقع نماز پڑھنے کا ہے تو حضرت ارشاد فرماتے تھے کہ ہم اسی نماز کو قائم کرنے کے لئے تو جہاد کرتے ہیں اگر نماز کو ہی چھوڑ دیں تو پھر اس جہاد سے فائدہ؟

• اگر معرکۂ کارزار میں حضرت کے جاہ و جلال، رعب و اقبال کو دیکھا جائے تو مرحب، عنتر، عمرو عبدود جیسے عرب کے رستم پہلوان ضرب یداللّٰہی کے ایک وار میں تڑپتے نظر آتے ہیں۔

• صفحاتِ تاریخ اسلام شہادت دیں گے کہ تمام غزوات النبیؐ کا سہرا علیؑ کے سر پر رہا پھر سب سے زیادہ مشکل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ اس شجاعت کے ساتھ رحم و مروّت کو بھی ہر طرح ملحوظ رکھتے ہیں۔ واقعہ ہے کہ جو لوگ قتل کے خوگر ہوتے ہیں، جنکے نزدیک خون بہانا ایک کھیل ہوتا ہے وہ جانتے ہی نہیں کہ عفو کیا ہوتا ہے۔ مروّت و رحم کیا چیز ہے کیونکہ ایسے افراد کے قلب سے ہر وقت ایک آگ جیسی لپٹیں نکلتی رہتی ہیں جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر غضب کا غلبہ ان کے دل و دماغ پر ہر لمحہ طاری رہتا ہے لیکن دشمن پر غلبہ پاکر اُسے درگذر کرنا اصل بہادری اور جراءت مندی ہے اور یہی صفت بدرجہ اولیٰ میرے مولا "شجاع ازلی" میں موجود تھی۔

• چنانچہ منقول ہے کہ ایک جنگ میں شہ زور تر مقابل کو آپ نے بڑی محنت اور سخت جانفشانی کے بعد جب پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور چاہتے

تھے کہ اس کو اسلام کی مخالفت کرنے کی پوری پوری سزا دیں کہ اس نے آپ کے چہرۂ مبارک کی طرف اپنا نجس تھوک اُچھالا! اس موقع پر میں دنیا کے تمام جنگجو افراد سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ایسی نازیبا حرکت کے جواب میں کیا کرتے؟ مجھے یقین ہے کہ یہی جواب ہوگا کہ ــــ نازیبا حرکت کے نتیجہ میں خبیث کے جسم کی ایک ایک بوٹی کر ڈالی جائے تب بھی انتقام کی کارروائی مکمل نہ ہوگی اگر ہڈیوں کو پیس کر سرمہ کر دیا جائے تب بھی آتش انتقام کی تپش باقی ہی رہے گی لیکن تاریخ کے اوراق میں یہ واقعہ بھی محفوظ ہے کہ "شجاع ازلی" میرے مولا علیؑ فوراً خبیث کے سینہ سے اُتر گئے اور اس کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔!

اس جنگ کا نظّارہ کرنے والوں نے سوال کیا کہ "مولا خبیث پر رحم کر کے اپنی گرفت سے آزاد کیوں کر دیا؟" میرے مولاؑ نے ارشاد فرمایا

"میری جنگ اللّٰہ اور اس کے پیارے دین اسلام کے لئے تھی۔ مگر جب اس نے مجھ پر تھوک پھینکا تو مجھے غصّہ آگیا اور اس جنگ میں میرا "نفس" شریک ہوگیا۔ ایسی حالت میں اُسے قتل کرتا تو میرا یہ عمل اپنے نفس کے لئے ہوتا نہ کہ خدا کے لئے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ ــــ خدائی کام میں اپنے نفس اور ذاتی وقار کو شریک کروں۔!!!

• حضرت کی سخاوت و ایثار کے متعلق کس کی طاقت ہے کہ ایک شمّہ بھی بیان کر سکے کیونکہ مالک دو جہاں قرآن کریم میں خود اس سخیٔ دو جہاں کے ایثار میں رطب اللسان ہے اور سورۂ دہر ان کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کر رہی ہے اور یہ شرف تو انھیں کے در دولت کو حاصل ہے کہ یہاں سے پھیلا ہوا ہاتھ کبھی خالی واپس ہی نہیں ہوا۔

• زہد اور ترک دُنیا میں حضرت کی یہ حالت تھی کہ آپ نے دُنیا کو بائن طلاق دے رکھا تھا جس کے بعد رجوع ممکن ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص تارک الدنیا ہوتا ہے وہ دُنیا والوں اور دُنیا سے کوسوں دور بھاگا کرتا ہے۔ اس کو اہل دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہ جاتا مگر جناب امیر علیہ السلام کی حالت اس مرکز پر بھی جدا ہے

آپ تختِ حکومت پر رونق افروز ہیں مگر سب سے زیادہ اخلاق سب سے زیادہ کشادہ پیشانی سے ملنے والے، ہر ایک کے دُکھ درد سے تڑپ جانے والے اور اس کا مداوا کرنے والے اور بڑے سے بڑے مقدمات کا فیصلہ کر کے دل موہ لینے والے اور رعایا کی مکمل خبر گیری کو فرض سمجھنے والے ہیں۔

● منبر پر اگر حضرت ؑ کے جمال کو دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ ہر ہر فقرہ پر عرب کے علم و ادب کا خاتمہ ہو رہا ہے لفظ لفظ پر فصاحت و بلاغت کا دریا اُبل رہا ہے۔ ملکِ عرب میں بہت سے خطیب گذرے ہیں اور سب نے مختلف مضامین میں اپنے "کمالِ ادب" کا مظاہرہ کیا لیکن جب ان خطبوں کو بہ نگاہ غور ملاحظہ کیجئے گا تو ان کو باب مدینۃ العلم کے ہی خطبوں کا اُڑایا ہوا خاکہ پائیے گا۔

● تعلیم کے مدرسہ آپ ایسے زبردست اور ہمہ داں پروفیسر ہیں کہ تمام علوم وفنون کا سرچشمہ آپ کی ذات والاصفات ہی نظر آئے گی۔

● ہزاروں "تحقیق کے پیاسے"، اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھتے ہیں اور اس چشمۂ فیض منبع علم سے سیراب ہو کر پھر نہایت ادب سے اپنی جگہ پر دم بخود بیٹھ جاتے ہیں۔

● ارسطو کے احکام، افلاطون کے اصول، سقراط کے دلائل آپ کے ارشادات واقوال کے سامنے ایک پُرانی جنتری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

● علم النحو، علم الکلام، علم فلسفہ، علم نجوم، علم ہیئت، علم ریاضی غرضیکہ کونسا علم ہے کہ علیؑ نے سب سے پہلے دُنیا کو نہیں سکھایا۔ تب ہی تو حضور سرورِ عالم کا ارشاد ہے کہ

"میں علم کا شہر ہوں — اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"

مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؑ مسندِ خلافت پر ایک ذیشان امیر ہیں اور بوریائے قناعت پر ایک منکسر المزاج فقیر۔ اگر آپ عدل و انصاف میں نوشیرواں سے بڑھ کر ہیں تو شجاعت میں رستم و دستاں سے بہتر و برتر —! ایسی صفات متضادہ کا جامع بعد جناب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوائے علیؑ المرتضٰے نہ دُنیا میں کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

علیؑ کہ جس کی ہر نظر محیطِ کائنات تھی!
علیؑ کہ جس کے فلسفہ سے دنگ سارے فلسفی
(معجز جونپوری)

● زیرِ نظر کتاب "علیؑ علیؑ حصّہ دوم" فضائلِ علیؑ پر میری دوسری کتاب ہے جس کے اندر مولائے کائنات کے فضائل اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس انداز سے قلم نہیں اُٹھایا ہے۔ اس لئے میں بجا طور پر اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ضرور پسند فرمائیں گے۔ اور قائمِ آلِ محمدؑ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اس "ہدیۂ عقیدت" کو شرفِ قبولیت سے نوازا جائے۔!

خادمِ اہلبیتؑ

محمد وصی خاں

صدر مرکزی تنظیم عزا (رجسٹرڈ) کراچی

و

صدر محفل حیدری ناظم آباد، کراچی

قولِ جناب امیر علیہ السلام

امیرالمومنین امام عالمین حضرت علی علیہ السلام کا ارشادِ گرامی

"جس کے ساتھ احسان کرو، اس کے شر سے بچنے کی فکر کرو"

علیؑ اور اولادِ علیؑ کے کارنامے تاریخ کی زبانی!

گزشتہ سے پیوستہ

● کتاب "علیؑ علی" حصّہ اوّل میں آپ نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت ۱۰۰ واقعات بسلسلہ فضائل مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب غالب کلّ غالب کے پڑھ لئے ہیں اب میں اس سلسلے کو آگے بڑھا رہا ہوں۔ اور جو واقعات مجھے حاصل ہوئے ہیں انھیں معزز قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان ضرور پسند کریں گے اور مولاؑ کی بارگاہ میں بھی شرفِ قبولیت حاصل ہوگی۔ (محمد وصی خاں)

واقعہ نمبر ۱۰۱
علیؑ کی ماں کو رسولِ اکرم نے اپنے کپڑوں میں دفنایا

کتاب "الزہراؑ" مصنف عمر ابو النصر ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی ناشر میری لائبریری لاہور صفحہ ۱۱۹ "علیؑ کی والدہ کا نام فاطمہؓ تھا اور یہ بزرگ خاتون بھی رسول اللہ کی مدد کرنے میں اپنے شوہر حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ سے کم نہ تھیں حضرت ابو طالب کے بعد آپ ہی کی ذات رسول اللہ کے لئے باعث تسکین تھی لیکن جب تک رسول اللہ مکہ میں تشریف فرما رہے انھوں نے اپنی بے نظیر شفقت اور الفت کے باعث ان ایذاؤں کے احساس میں بہت حد تک کمی کر دی جو کفار کے ہاتھوں سے آپ کو پہنچتی تھیں رسول اللہ کو ان کی خدمت اور شفقت و الفت کا اس قدر پاس تھا کہ ان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے کپڑوں میں انھیں کفن دیا اور خود قبر میں اتر کر انھیں لٹایا۔ یہ دیکھکر بعض صحابہؓ نے آپ سے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ان سے وہ سلوک کیا ہے جو آج تک کسی سے نہیں کیا؟" رسالت مآب صلعم نے فرمایا۔

"یہ ابو طالب کے بعد میری سب سے زیادہ ہمدم اور محمدؐ پر سب سے زیادہ مہربان اور

اور شفیق رہی ہیں"

مسلمانو! رسول اکرم تو جناب ابو طالب اور والدہ گرامی جناب علی علیہ السلام فاطمہؓ بنت اسد سے اس طرح محبت کرتے تھے کہ جب ان دونوں کا انتقال ہوا تو تمام رسومات خود رسول اللہ نے ادا کیں اور کبھی یہ کہا کہ آج ہمارے والی اس جہان سے اٹھ گئے اور کبھی ارشاد فرمایا کہ آج ہماری ماں کا انتقال ہو گیا۔ ان سب باتوں کے جانتے ہوئے آپ لوگ ایمان ابو طالب پر بحث کرتے ہیں۔ اگر ایمان ابو طالب کو سمجھنا ہے تو پہلے رسول اکرم کے طرز عمل کو دیکھو اس کے بعد کوئی فیصلہ کرو۔

واقعہ نمبر ۱۰۲
سب سے زیادہ زاہد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے

کتاب "اسوۂ علیؑ" یعنی علیؑ اور قدر النسانی" از سید رئیس احمد جعفری ندوی ناشر آفتاب اکیڈیمی ۱۲/۱۱ اردو بازار کراچی صفحہ ۳۵ میں عمر بن عبد العزیزؓ کے زمانہ کا واقعہ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے فضائل کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے ایک بار ان کے ہاں فرقہ زہاد کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے مختلف لوگوں کے نام لئے لیکن انھوں نے کہا کہ "دنیا میں سب سے زیادہ زاہد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے"

دیکھا آپ نے خاندان بنی امیہ نے کیا کچھ نہیں کیا کہ دنیا سے علیؑ اور ان کی آلؑ کا نام مٹ جائے لیکن یہ میرے مولا کا معجزہ ہے کہ خود دشمن کے گھر سے آپ کے حق میں آواز اٹھتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰۳
"صفحۂ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے"

(عمر بن عبد العزیز خلیفہ خاندان بنی امیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتساب و تعلق نے اعدا خود ان لوگوں کے

کردار و حسنِ عمل نے اہلِ بیت کو تمام مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا لیکن بنو اُمیہ کا خاندان ابتدا ہی سے سیاسی مصالح کی بنا پر اُن کا دشمن بن گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی اسی خاندان کے رُکن تھے اور اُن کے زمانہ تک اس بغض و عداوت کا خمیر اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خاندان بنو اُمیہ کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن ان کا دل اہلِ بیت کی محبت میں اس قدر سرشار تھا کہ ایک بار جب آپ مدینہ میں گورنر تھے اس وقت ان کے ہاں فاطمہ بنت علیؑ آئیں تو انھوں نے پہلے تمام پہرہ داروں اور غلاموں کو گھر سے نکلوا دیا پھر تنہائی میں لے جا کر اُن سے کہا "اے دخترِ علیؑ صفحۂ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے اور تم خود میرے خاندان سے زیادہ عزیز ہو"۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۹۱ و صفحہ ۲۴۵ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۴)

مندرجہ بالا سطور سے ان کی دلی عقیدت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے جو انھیں خاندان اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تھی۔

واقعہ نمبر ۱۰۴

ایک ہزار سواروں کے برابر طاقت رکھنے والے سوار کا علیؑ کے ہاتھوں انجام!

کتاب "قولِ شدید یعنی ردِّ خلافت معاویہ و یزید" از مولوی ضیاء احمد بدایونی ایم اے پروفیسر و صدر شعبہ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ناشر ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی ایریا علی گڑھ ۲ یو۔پی انڈیا صفحہ ۱۳۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"غزوہ خندق میں عرب کا شہ سوار عمرو بن عبدود جو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا لڑنے کو نکلا اور پکارا "کوئی ہے جو مقابلہ کرے"۔ اس وقت صرف علیؑ کی آواز آتی ہے "میں"۔ حضورؐ نے فرمایا "یہ عمرو ہے"۔ (یعنی تمھارا اس کا جوڑ نہیں) آخر تین بار یہی سوال و جواب ہوئے اور علیؑ نے عرض کی "میں جانتا ہوں

یہ عمرو ہے"۔ اور حضورؐ نے ان کو مقابلے کی اجازت دی۔

آپ نے جا کر عمرو سے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے کہ اگر تجھ سے کوئی تین سوال کرے تو تو ایک سوال ضرور مان لیتا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا پھر بقول علامہ شبلی یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت علیؑ :۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا۔

عمرو :۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؑ :۔ لڑائی سے واپس جا۔

عمرو :۔ میں خواتین قریش کا طعنہ نہیں سُن سکتا۔

حضرت علیؑ :۔ مجھ سے معرکہ آرا ہو۔

عمرو :۔ مجھ کو اُمید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی۔

جب اس نے نام پوچھا آپ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب چونکہ اس میں اور ابی طالب میں دوستی کے تعلقات تھے وہ بولا "میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا" آپ نے کہا "مگر میں چاہتا ہوں"۔ غرض لڑائی ہوئی اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ تھوڑی دیر میں آپ کی شمشیر خارا شگاف نے اس کا سر کاٹ کر زمین کو بوسہ دیا اس واقعہ کو علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد اول میں لکھا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۰۵

ولایتِ علیؑ کی بنا پر اسے پچاس دینار دے دو!

کتاب "اسوۂ علی"، از رئیس احمد جعفری ندوی ناشر آفتاب اکیڈمی کراچی صفحہ نمبر ۳۵ میں عمر بن عبدالعزیز کے غلام کا واقعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک بار حضرت کا آزاد شدہ غلام زریق ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا امیر میں مدینہ کا رہنے والا ہوں، قرآن مجید اور فرائض مجھے یاد ہیں، لیکن بیت المال کے رجسٹر میں میرا نام درج نہیں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا

"تم کس طبقہ کے آدمی ہو" ؟

وہ بولا۔ "میں موالی بنی ہاشم میں ہوں"۔ پھر اُس نے حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا نام لیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہا "میں خود علیؑ کا غلام ہوں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔ پھر آپ نے موالی (غلام) مزاحم سے پوچھا "اس قسم کے لوگوں کو کیا وظیفہ دیتے ہو" ؟ اس نے کہا سَو یا دو سَو درہم! عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا

"ولایت علیؑ کی بنا پر اسے پچاس دینار دے دو"۔

واقعہ نمبر ۱۰۶

"اسلام کی پہلی مسجد اور اس کا معمار علیؑ"

ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا آپ نے اس کی بُنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصّہ لیا تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے۔

حضرت علی علیہ السّلام اینٹ اور گارا لا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے جو کتاب زرقانی جلد اول صفحہ نمبر ۶ ۲ ۴ میں درج ہے۔

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقّت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چُراتا ہے وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے"۔

آپ خود سمجھ گئے ہوں گے کہ کن لوگوں نے اس کام میں حصّہ نہ لیا ہو گا۔

واقعہ نمبر ۱۰۷

علیؑ اور غزوہ بدر!

"اے محمد! اگر جنگ کرنا ہے تو ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے ہمسر آدمی بھیجو۔ کمتر لوگوں سے ہم نہیں لڑتے"۔

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے تین سَو تیرہ ۳۱۳ جانثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے آگے آگے "دو سیاہ رنگ کے علم تھے"، ان میں سے ایک حیدرِ کرارؑ کے ہاتھ میں تھا جب رزم گاہ بدر کے قریب پہونچے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ کو چند منتخب جاں بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مُشرکین سے پہلے پہونچکر اہم مقاموں پر قبضہ کر لیا۔ سترھویں رمضان المبارک کو جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی۔ قاعدہ کے مُطابق پہلے تنہا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے قریش کی صف سے تین بہادر نامی جنگجو اپنی صفوں سے نکل کر مسلمانوں سے مبارزہ طلب ہوئے۔ تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے۔ قریش کے بہادروں نے ان کا نام و نسب پوچھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یثرب کے جوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پکار کر کہا "اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو"۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے۔ حمزہؓ۔ علیؑ۔ اور عبیدہؓ تینوں اپنے اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا، مشرکین نے طیش میں آکر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھکر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے۔ اور عام جنگ شروع ہو گئی۔ شیرِ خدا نے صفوں کی صفیں اُلٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کو جلا دیا مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ بے شمار مال غنیمت اور تقریباً ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اس مال غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ، ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی۔

(صفحہ نمبر ۲۹۔ کتاب "اسوۂ علیؑ"، از رئیس احمد جعفری ندوی۔ ناشر آفتاب اکیڈمی۔ کراچی۔)

واقعہ نمبر ۱۰۸

شہر کوئٹہ میں دنیا کا سب سے بڑا عاشورہ محرم کا جلوس جس کے اندر لاکھوں عاشقان حسینؑ شرکت کرتے ہیں
فوٹو خود اس بات کی تصدیق کرے گا۔

واقعہ نمبر ۱۰۹

سب ایمان والوں کے سرور و سردار اور اشرف حضرت علیؑ ہیں

کتاب "سچی باتیں" از مولانا عبدالماجد دریابادی ناشر نفیس اکیڈمی صفحہ نمبر ۲۲ تحریر فرماتے ہیں کہ "حافظ عماد الدین ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے ایک مشہور محدث و مفسر گذرے ہیں ان کی تفسیر تمام علماء اہل سنت میں معتبر و مستند چلی آرہی ہے۔ سورہ مائدہ کے شروع میں "یا ایھا الذین آمنو" کے ذیل میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ "سب ایمان والوں کے

سرور و سردار اور اشرف حضرت علیؑ ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سے وہی ایک ایسے ہیں جن پر کسی معاملہ میں کوئی گرفت نہیں ہوتی ہے"۔

واقعہ نمبر ۱۱۰

علیؑ علیہ السلام کی پرورش کاشانۂ وحی میں ہوئی

کتاب "حضرت عثمان تاریخ اور سیاست کی روشنی میں" مصنف ڈاکٹر طٰہٰ حسین ترجمہ علامہ عبدالحمید نعمانی ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۱۹۱ میں اسطرح تحریر ہے کہ "حضرت علیؓ کا آنحضرت سے رشتہ اور آپ کی نگاہوں میں ان کا مرتبہ بلاشبہ ہمارے کسی بیان سے بے نیاز ہے۔ ابوطالب کی آنحضرتؐ پر عنایات کون نہیں جانتا قریش کے مقابلے میں ابوطالب کا آپؐ کی اور آپؐ کے دین کی حمایت عام بات ہے۔ پھر ابوطالب نے آپؐ کی کفالت کی اور جب کثرت اولاد سے ان کا ہاتھ تنگ ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؑ کی کفالت فرمائی۔ آنحضرتؐ اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ حضرت علیؑ بتوں کے متعلق کچھ جانتے نہ تھے اسلام لانے سے پہلے وہ بتوں کے تصوّر سے خالی تھے۔ پس اسلام کے سابقین اولین میں آپؑ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپؑ کی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔

زیادہ جامع تعبیر میں یوں کہیئے کہ آپ کی پرورش کاشانۂ وحی میں ہوئی آنحضرتؐ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ سے آپ کی شادی کر دی جس کی وجہ سے اب تک آپ کی نسل جاری ہے۔ جہاد کے میدانوں میں، آنحضرتؐ کے تمام غزوات میں اسلام کا جھنڈا حضرت علیؑ کے ہاتھ میں رہا۔ وہ ایک بہادر، دلیر اور خدا داد قوّت کے مالک تھے جس کی مثال دوسرے لوگوں میں نہیں دیکھی گئی"۔

یہ تھیں حضرت علی علیہ السّلام کی ذاتی صفات اور اسلام فہمی جس کا مصنف نے خود اقرار کیا ہے۔ یہ مصنّف آپ کا ایک جیّد عالم ہے کاش اور۔۔۔۔ جب ــ "سقیفہ" کے وقت بھی مسلمان علیؑ کو یاد کر لیتے تو آج اسلام میں اتنی بے چینی نہ ہوتی۔

واقعہ نمبر ۱۱۱

در صنعت مربع بنام حضرت علی علیہ السّلام

یہ محنت اور نذرانۂ عقیدت جناب سیّد اختر حسین صاحب اختر حیدرآبادی کے زور قلم کا نتیجہ ہے مولائے کائینات حضرت علی علیہ السّلام کی شان میں دو عدد قطعہ مربع کی صورت میں تحریر فرمائے ہیں ان دونوں قطعوں کو جس طرف سے بھی پڑھئے۔ بامعنی پائیے گا۔

قطعہ نمبر ۱

علیؑ ہی	نبیؑ کا	وصی ہے	ولی ہے
نبی کا	برادر	و شبیر	جری ہے
وصی ہے	وہ شبیر	دلاور	بہادر
افضل ہے	جری ہے	بہادر	علیؑ ہے

قطعہ نمبر ۲

ولائے	نبیؑ سے	ولائے	علیؑ ہے
نبی سے	علیؑ ہے	علیؑ سے	نبیؑ ہے
ولائے	علیؑ سے	ہے روشن	مراد دل
علیؑ ہے	نبیؑ ہے	مراد دل	یہی ہے

واقعہ نمبر ۱۱۲

اب کی بار علیؑ کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا!

ماہنامہ قومی ڈائجسٹ شمارہ ۱۰ جلد ۱ جون ۱۹۷۸ء تحریر مدیر جناب مقبول جہانگیر دفحہ ۳۲ بعنوان "کرم عظیم" سوانحیات جناب مولانا حضرت اشرف علی تھانوی اس کے علاوہ یہ واقعہ خود مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں بھی لکھا ہے۔

"مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی کی پیدائش کا واقعہ بھی عجیب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آتا ہے مولانا کے والد عبدالحق مرض فارشت میں ایسے مبتلا ہو گئے کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے مگر وہ قاطع النّسل ہے۔ عبدالحق صاحب چونکہ بیماری سے بہت تنگ آ گئے تھے اس لئے انھوں نے دوا یہ کہکر استعمال کر لی کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقائے نوعی سے بقائے شخصی مقدم ہے۔ عبدالحق صاحب کی بیوی کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کہ اس وقت تک کوئی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی رفتہ رفتہ یہ خبر عبدالحق صاحب کی خوشدامن تک پہونچ گئی انھوں نے اس زمانہ کے مشہور مجذوب اور بزرگ حضرت حافظ غلام مرتضےٰ پانی پتی سے عرض کیا کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے فرمایا "عمرؓ اور علیؑ کی کشاکش میں مر جاتے ہیں اب کی بار علیؑ کے سپرد کر دینا زندہ رہے گا" اس مجذوبانہ معمے کو کوئی نہ سمجھا۔ آخر عبدالحق صاحب کی بیوی نے اپنی فہم خداداد سے اسے حل کیا اور فرمایا حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی ہیں۔ اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے اب کی بار جو لڑکا ہو اس کا نام ننہال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے، جس کے آخر میں "علیؑ" ہو۔ حافظ صاحب یہ سنکر ہنسے اور فرمایا واقعی میرا مطلب یہی تھا یہ لڑکی بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہینگے۔

ایک کا نام "اشرف علی" رکھنا۔ دوسرے کا نام اکبر علی رکھنا۔ دونوں صاحبِ نصیب ہوں گے ایک میرا ہوگا وہ مولوی اور حافظ قرآن ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا چنانچہ یہ سب پیشنگوئیاں حرف بہ حرف درست ثابت ہوئیں ؛

یہ تھی حضرت علی علیہ السلام کے نام کی کرامات جس کا زندہ ثبوت خود اشرف علی تھانوی کی زندگی ہے۔ دنیا کو یہ ماننا پڑے گا کہ روحانی عطا صرف اور صرف محمدؐ اور ان کی آل پاک کے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں ہے۔ [1]

واقعہ نمبر ۱۱۳

واقعہ غدیر کی سچائی سے انکار کرنیوالوں کا انجام!

کتاب غدیر خم شایع کردہ بورڈ آف ٹرسٹیز۔ شاہ کربلا ٹرسٹ رضویہ سوسائٹی مضمون جناب ڈاکٹر اسرار بیگ پیپلز اوپن یونیورسٹی اسلام آباد بعنوان سلسلہ الحدیث غدیر صفحہ نمبر ۱۲۲۔ اس کے علاوہ ارجح المطالب باب ۴ صفحہ ۲۱۵ دیکھئے۔

"ایک روز چند عمامہ پوش تلواریں لٹکائے گھوڑوں پر سوار جن کے چہروں سے سفر کی تھکاوٹ ظاہر تھی جناب امیرؑ کے پاس آئے اور سلام میں کہا "السلام علیک یا مولانا" جناب امیرؑ نے جواب دیا اور وہ لوگ مجمع میں موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "جناب رسولؐ خدا کے ساتھیوں میں سے اس وقت وہ کون کون ہے جس نے انؐ سے سُنا ہو کہ جس کا میںؐ مولا ہوں پس اس کا علیؑ مولا ہے"۔ مجمع میں اس وقت بارہ[12] آدمی تھے (۱) خالد بن زیدؓ (۲) ابوایوبؓ انصاری (۳) خزیمہؓ بن ثابت (۴) ثابت بن قیسؓ بن شماس (۵) عمار بن یاسرؓ (۶) ابوالہیثم (۷) ہاشم بن عتبہؓ (۸) سعد بن ابی وقاص (۹) حبیب بن بدیل بن ورقا (۱۰) ابوہریرہ (۱۱) انس بن مالک (۱۲) براءؓ بن عازب۔ سب نے گواہی دی مگر انس بن مالک اور براءؓ بن عازب نے گواہی نہیں دی۔

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا "تم دونوں نے کیا ایسا نہیں سُنا پھر جناب امیرؑ نے کہا "اگر تم نے بغض و عناد کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو بلائے ناگہانی میں مبتلا ہوگے کہ

[1] "اشراف السوانح" میں یہ واقعہ مفصل طور پر مرقوم ہے۔

دنیا دیکھے گی"۔ چنانچہ یہی ہوا اور براء بن عازب اندھے ہوگئے اور انس کے چہرے پر برص (کوڑھ) کے بڑے بڑے داغ ہوگئے پر اپنی باقی زندگی اس عیب کو چھپانے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ دیکھا آپ نے جھوٹ کا انجام! مولا علیؑ کے منہ سے ان جھوٹوں کے لئے الفاظ نکلے اور پروردگار نے پورا کیا۔

واقعہ نمبر ۱۱۴

حماد اہلبیت حکیم مظاہر حسین صاحب مومن فرقانی اور "حُبِّ علیؑ"

پھرے جب حج آخر سے پیمبرؐ — یہ آئی وحی تب ربّ العُلا کی
ابھی پہونچاؤ یہ پیغام فوراً! — نہ کچھ خدمت رسالت کی ادا کی
نہ کرنا خوف کچھ اعدا کے شر سے — کہ نصرت ساتھ ہے ہر دم خدا کی
یہ سنکر احمد مرسلؐ نے فوراً — منادی حاجیوں میں جا بجا کی
غرض منبر بچھا دو اونٹ کا بنا کر — نبیؐ نے پہلے خالق کی ثنا کی
اُٹھایا پھر علیؑ المرتضیٰ کو — نمایاں تھی بغل دستِ خدا کی
"غدیر خم" پہ احمدؐ نے علیؑ کو — بنایا جانشین، مدح و ثنا کی
کہا "من کنت مولا"، جب نبیؐ نے — ہوئی تکمیلِ دینِ کبریا کی
تو پھر حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر — مبارک باد دی، مدح و ثنا کی
کہا مولا ہو تم سب مومنین کے — خدا نے سب پہ سرداری عطا کی

ہوئی پھر "آیۂ اکملتُ" نازل
خدا نے نعمتوں کی انتہا کی

★

واقعہ نمبر ۱۱۵

اسپین (مغرب) سے اسلام کے نابود ہونے اور مشرق میں باقی رہنے کا راز

کتاب تاریخ تشریح و محاکمہ مولفہ آقائے بہلول بہجت مترجم اردو سید عباس حسین ناشر مطبع حیدری چھتہ بازار حیدر آباد دکن سال طباعت ۱۳۷۱ھ صفحہ ب میں اس طرح تحریر ہے۔ "فرانس کا ایک عالم کہتا ہے کہ مغرب (اسپین) سے اسلام کے نابود ہونے اور مشرق میں باقی رہنے کا راز یہ ہے کہ مغرب میں امویوں نے اسلام کی بنا کر کے اسلام کے ظاہری احکام نافذ کیے۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائیوں کی ظاہری و باطنی کوششوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور اسلام کی بنیاد وہاں کھوکھلی ہو گئی۔ برخلاف اس کے مشرق میں اسلام کی باطنی تعلیم حضرت علی علیہ السلام کے پیروؤں میں باقی تھی جو "شیعہ" کہلاتے ہیں اسی کی بدولت وہ اس قابل ہیں کہ اتنی صدیوں سے وہ مغرب کی طاقت کا مقابلہ کر سکیں!

• اس ہی سلسلہ میں ایک واقعہ جو خود میرے ساتھ پیش آیا اُس کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ میں میٹرک میں پڑھتا تھا۔ میرے احباب امان اللہ خاں سروری۔ باوق صاحب۔ جمیل صاحب اکثر پادریوں سے بحث و مباحثہ کرنے ان کے چرچ (گرجا گھر) جاتے تھے۔ ایکبار معلوم ہوا کہ امریکہ سے ایک بہت بڑا پادری آیا ہوا ہے۔ حسب عادت ہم لوگ جمع ہو کر اس سے ملنے گئے امان اللہ صاحب نے اس سے مناظرہ شروع کرنا چاہا۔ اس نے دریافت کیا "آپ لوگ اسلام کے کس فرقہ سے تعلق رکھتے"؟ ہمارے دوستوں نے کہا کہ ہم لوگ "سُنی" ہیں مگر میں خاموش نہ رہا میں نے کہا "اس سے آپ کا کیا مطلب ہے"؟ اس نے جواب دیا میں شیعہ حضرات سے مناظرہ نہیں کرتا ہوں کیونکہ میں آج تک اپنی باتوں سے کسی شیعہ کو قائل نہ کر سکا ہوں!! دیکھا آپ نے اس پادری کے جواب میں ایک "حقیقت"

"ایک سبق" اور "ایک راز ہے" کاش دنیا اس کو سمجھ سکے۔!

واقعہ نمبر ۱۱۶

جدھر دیکھو علیؑ علیؑ ہے"

علم الحساب کی رُو سے آپ دُنیا کے کسی لفظ کے اعداد معلوم کرلیں پھر ان اعداد کو ۱۲ سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں ایک جمع کردیں پھر حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دیں حاصل ضرب کو پھر ۲۰ سے تقسیم کردیں آخر میں جو ہندسہ بچ جائے اس کو ۲۲ کے ہندسے ضرب دے دیں حاصل ضرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے عدد ۱۱۰ کے برابر ہوگا۔ مثال:۔ فاطمہؑ کے اعداد ۱۳۵ =

۱۳۵ × ۱۲ = ۱۶۲۰ + ۱ = ۱۶۲۱ ۔ ۱۶۲۱ × ۵ = ۸۱۰۵ ÷ ۲۰

= باقی رہا ۵ × ۲۲ = ۱۱۰

واقعہ نمبر ۱۱۷

دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار حیدریؑ کی بجلی سے یہ بادل چھٹ کر رہ جاتے تھے!

یہ واقعہ جس کو ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنی شاہکار کتاب "شاہنامہ اسلام" میں نظم کیا ہے یہ واقعہ جنگ احد کا ہے جب پہلا دشمنوں کا غول بڑھا اور اس نے سرکار دوعالمؐ کو اپنے نرغہ میں لے لیا تو اسی وقت آپ کے پاس شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کھڑے تھے سرکار دوعالمؐ نے علی مرتضےٰؑ کو اس دشمنوں کے غول کو ہٹانے کے لئے کہا آپ نے ذوالفقار حیدری بلند کی جس کی چمک نے دشمنوں کی آنکھوں میں چکا چوند کی سی کیفیت پیدا کردی اور وہ کافر منتشر ہو گئے۔ سرکار دوعالمؐ کو کافروں کے نرغہ سے نجات حاصل ہوئی۔ اس واقعہ کو جناب حفیظ جالندھری نے اپنی کتاب شاہنامہ

اسلام حصہ سوم صفحہ ۳۲۰ ناشر مکتبۂ شاہکار لاہور میں اس طرح نظم کیا ہے

حضرت علیؑ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یوں نزدیک آنے کا
علیؑ سے امر حضرتؐ نے کیا اُن کو ہٹانے کا
لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغ یداللہی
تو ناری پھر جہنم کی طرف ہونے لگے راہی
گرایا خاک پر لاشے پہ لاشہ دستِ حیدرؑ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؑ نے
بھری تھی برقِ باطل سوز تیغ شیر یزداں میں
لپک اُٹھا تھا اک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں
اگرچہ خوفِ حیدرؑ سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا تھا چار سو سیلاب دشمن کا

واقعہ نمبر ۱۱۸

کتاب "اسلامی تاریخ" کے بعض اہم اور امتیازی پہلو!

کتاب "اسلامی تاریخ"، مصنف ڈاکٹر امیر حسن صدیقی صدر شعبہ تاریخ اسلام کراچی یونیورسٹی ناشر جمعیۃ الفلاح اے ایم ۲۰ صدر کراچی صفحہ ۲۵۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے دینی تحریر نہیں ہے اس کتاب کے اندر مصنف نے کہیں بھی آلِ رسولؐ کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن وہ بات جو حق تھی لاکھ چھپانے بھی چھپا نہ سکے۔ اور آلِ رسولؐ کے منجرے کے تحت لکھنا پڑا کہ

"جب خاندان بنی امیہ نے اقتدار حاصل کیا اور تقریباً ایک صدی سال ۶۶۱ء تا ۷۵۰ء حکومت کی تو خلافت کے اطوار و مزاج میں فرق آگیا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے پہلے فرماں روا جس نے اس خاندان کی بنیاد

رکھی تھی امیر معاویہ نے خود اس تبدیلی کو محسوس کیا اور اس طرح ارشاد فرمایا۔

"میں اسلام میں پہلا بادشاہ ہوں"۔ خلافت کا اصل مذہبی اور جمہوری انداز نہ رہا۔ اگرچہ اس کی صورت باقی رکھی گئی۔ یہ تبدیلی محض مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی شکل ہی تک محدود نہ رہی بلکہ اس کی روح کسی حد تک بدل گئی خلفائے راشدین کی تمام توجہ مذہب کے مقاصد کے لئے وقف تھی ذاتی اختیار و اقتدار کا ان کو قطعی شوق نہ تھا ان کے طرزِ فکر میں اس کو کوئی دخل نہ تھا کہ اختیار محض اختیار کے لئے حاصل ہو عموماً اموی خلفاء اپنے کردار کے اعتبار سے ایسے مقدس، مذہبی اور صاحب اخلاق نہ تھے جیسے کہ خلفاء راشدین اور نہ ان کی طرح مذہب کے مقاصد کی طرف ہمہ تن متوجہ۔ اب اسلام کی ترقی بطور مقصد ان کے لئے امور اہم میں سے نہ تھی۔

دیکھا آپ نے "خود امیر معاویہ نے یہ کہا کہ میں بادشاہ ہوں" اب ذرا اوپر کو نظر ڈالئے تو دربار خلافتِ علیؑ نظر آجائے گا یہاں اسلام اور دین کی خاطر سب کچھ ہے اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہیں نہ تخت و تاج ہے نہ محل بس یہ گھر ہے جسکے اندر رہائش بھی تھی اور وہاں سے احکام خلافت بھی صادر فرماتے تھے

واقعہ نمبر ۱۱۹

میری ضرب ضربِ حیدریؑ ہے" (محمد علی کلے)

("کوہستان" ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء) لاس دیگاس ۲۳ نومبر (اپ ۱/ دپ)

مقابلہ ختم ہونے کے بعد اخبار نویسوں نے محمد علی کلے کو گھیر لیا۔ محمد علی کلے نے ان سے کہا تم جس شخص کو چاہے لے آؤ میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں تم اپنے تمام آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو میں ایک ایک کے ساتھ نمٹوں گا۔ محمد علی کلے نے اعلان کیا کہ میں اپنا اعزاز برقرار رکھنے کے لئے ہر تین ماہ بعد میدان میں آنے کو تیار ہوں۔ محمد علی کلے نے اخبار نویسوں سے کہا مجھے تائیدِ غیبی حاصل ہے میرا نبیؐ مجھ پر سایہ فگن ہوتا ہے۔ میری ضرب ضربِ حیدری ہے اس لئے کہ میرے نام کا ایک لفظ

محمدؐ اور دوسرا لفظ علیؑ ہے۔

واقعہ نمبر ۱۲۰

بیرم خاں خانِ خاناں اتالیق شہنشاہ اکبر مغل اعظم اور حبِ علی علیہ السلام!

شہے کہ بگذرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلامِ علیؑ نیست خاک بر سر او!
علی است عادل و الا امیر عرش جناب
کہ ہست خسرو خاور کمینہ چاکر او!

در مدینۂ علم آنکہ از کمال شرف!
فتادہ اند سراں ہمچو خاک بر در او
ز قید خسروی ہر دو کون آزاد است
کسے کہ از دل و جاں شد غلام قنبر او

شہا غلام تو بیرم گر از محبت تو!
شدہ است سلطنتِ ظاہری میسر او
ولے بخاک درت چوں رخ نیاز نہد
ازاں چہ شود کہ بر چرخ شود افسر او

واقعہ نمبر ۱۲۱

بہادر علی شاہ ظفر آخری تاجدار ہند اور حبِ علیؑ

"ہر درد کی دوا ہے علیؑ"

نور پائے مصطفےٰ ہے علیؑ — صفدرِ عرصۂ وغا ہے علیؑ
میری کشتی کا ناخدا ہے علیؑ — میرا ہادی و رہنما ہے علیؑ

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ
اس کو لطف و کرم ہو گر منظور — دم میں سب درد دکھ ہوں میرے دور
میں جہاں میں رہوں سدا مسرور — ہووے غم سے نہ دل مرا رنجور
میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ
ہے وہ مشکل کشائے مرداں — کرتا ہے میری مشکلیں آساں
اے ظفر کس طرح نہ با دل و جاں — میں رکھوں رات دن یہ ورد زباں
میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

واقعہ نمبر ۱۲۲

اوّل علیؑ آخر علیؑ معلوم ایں شد آخرم

حضرت شمس تبریزؒ اور حبِ علیؑ

اے عاشقاں اے عاشقاں از جاں غلام حیدرم
زیرا کہ اندر راہ دیں حیدرؑ بجاں شد رہبرم
حیدرؑ شہِ اعلیٰ بود حیدرؑ ز مہ والا بود
مہرش دلم را جا بود ایں جاں از و شد رہبرم
حیدرؑ علیم کل بود ہم صاحب دلدل بود!
در آسماں غلغل بود مدحش چو در نظم آورم
حیدرؑ جہاں شاہے بود بر جسم و جاں ماہے بود
مہرش چو فرگاہے بود از ہر دو عالم برسرم
در چشم ما پنہاں علیؑ در نطق ما گویا علیؑ!
در مشرب او اولی علیؑ گر نیست ایں من کافرم!

گر عشق جوئے حیدرؑ است دَر راہ پوئے حیدر است
گر علم خوانی حیدرؑ است دانائے سر اکبرم
حیدرؑ بود شیر خدا، حیدرؑ بود میر وغا
حیدرؑ بود کان سخا جز اُوؑ بعالم نہ نگرم
حیدرؑ بخواں حیدرؑ بداں در آشکارا و نہاں
حیدرؑ کہ از انوار او چرخ فلک خاک درم
مولا چو مرد غالبی مہر علیؑ را طالبی
اوّل علیؑ آخر علیؑ معلوم این شد آخرم

نمبر ۱۲۳

مُلکی اخبارات کے چند ایک تراشے جو پاک، بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کے دوران شائع ہوئے تھے جس میں پاکستانی فوج نے حضرت علی علیہ السلام کو مشکل کشائی کیلئے دَوران مشکل یاد کیا اور آپ نے اُن کی مدد کی۔ یہ تراشے اُن لوگوں کی عبرت کے لئے درج کیے جارہے ہیں جو آئمہ اطہار کو مدد کے لئے پکارنے کو شرک کہتے ہیں اور ہم یہ اپیل بھی کریں گے کہ وہ مشکل کشاؑ کی نصرت کو شرک کہکر خود مشرکانہ افعال سے گریز کریں۔

نمبر ۱۲۴

قوتِ نعرۂ حیدری

اخبار مشرق لاہور ۱۲ ار نومبر ۶۵ء میجر محمد حسین ملک (ستارۂ جرأت) نے ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ ایک بار ان کی فوج کا دستہ دشمن کے ٹینکوں میں گھر گیا مگر ہم نے نعرۂ حیدری بلند کیا تو دشمن کے سپاہی محض نعروں سے گھبرا گئے اور اپنے مورچے اور ٹینکوں سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے اس وقت دشمن کے بہت سے سپاہی ہماری گولیوں کا نشانہ بنے۔
میجر ملک نے کہا کہ دشمن کی پسپائی کے بعد میں نے محسوس کیا کہ شہادت پانے

کے عظیم جذبے اور نعرۂ حیدریؑ میں کتنی قوت موجود ہے۔

نمبر ۱۲۵

شکستِ فاش

اخبار مشرق ۱۴ ار نومبر ۱۹۶۵ء لفٹیننٹ کرنل جنید (ستارۂ جرأت) نے فوری طور پر چونڈہ کے محاذ پر جوابی حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سرفروشان اسلام اپنے بہادر کمانڈر کا حکم ملتے ہی اللہ اکبر اور نعرۂ حیدری لگا کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور دشمن کی گڈ گور کی مضبوط پوزیشن کو تباہ کر کے اسے بہت پیچھے ڈھکیل دیا۔

نمبر ۱۲۶

دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے!

اخبار مشرق ۸ ر نومبر ۱۹۶۵ء لاہور۔ مغربی پاکستان کے وزیر خزانہ شیخ مسعود صادق نے ۷ر نومبر کو کربلا گامے شاہ لاہور میں منعقدہ ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بھارت نے ۶ر ستمبر کی رات کو چوروں کی طرح رات کے تین بجے ہم پر حملہ کر دیا مگر وہ بھول گئے کہ اُنھوں نے کس قوم کو للکارا ہے جس وقت پاکستانی فوجیوں نے یا علیؑ کے نعرے مار کر جوابی حملے کیے تو دشمن کی ٹڈی دل فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔

نمبر ۱۲۷

ایک نعرۂ حیدری "یا علیؑ"

کھیم کرن میں پاکستانی فوجی افسر نقشہ زمین پر رکھکر تمام صورت حال سمجھا رہے تھے کہ پاکستانی توپوں نے بھارتی طیارہ کو اپنا نشانہ بنایا اور چشم زدن میں فضا میں دھواں کی ایک لکیر نمودار ہوئی جوانوں کے چہروں پر فتح و کامرانی کی جگمگاہٹیں نمایاں ہوگئیں اور دور فضا میں تکبیر اور پنجتن

ایک نعرۂ حیدری یا علیؑ سے فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا ہم نے ایسے روح افزا مناظر چار بار دیکھے۔ (اخبار نوائے وقت لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

واقعہ نمبر ۱۲۸

عوام کی فوجیوں کیلئے الوداعی دُعا

اخبار مشرق ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء لاہور فوجی جب محاذ پر جانے کے لئے آبادیوں کے قریب سے گزرتے ہیں تو شہری انھیں مشروبات پیش کرتے ہیں اور اللہ اکبر اور یا علیؑ کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ انھیں رخصت کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲۹

خُدا تمھارے ساتھ ہے

جب مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوئے تو پاکستانی فوج کے مورچوں میں بیٹھے ہوئے جوانوں نے اللہ اکبر اور یا علیؑ کے نعروں سے ہمارا استقبال کیا۔ گاڑی میں میرے برابر پیرس کے اخبار "لی نگارو" کا نامہ نگار بیٹھا تھا اس نے پاکستانی جوانوں کے نعروں کے جواب میں انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی میں نے اس اشارے کا مطلب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا ہمارے مُلک میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تمھارے ساتھ ہے"

واقعہ نمبر ۱۳۰

فرشتۂ موت کا انکشاف

کتاب "حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے فیصلے" مولفہ سیّد حیدر عباس صاحب صادھوروی ناشر نذر حسین تاجر کتب کشمیری بازار راولپنڈی صفحہ نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی اور میں آسمان پر ہو، تو میں نے آسمان پر

ایک فرشتہ کو دیکھا جس کے سامنے لوح رکھی ہوئی تھی اور وہ اس کو دیکھنے میں محو تھا میں نے اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے مجھے بتلایا کہ یہ فرشتہ عزرائیل ہے جو لوگوں کی روح قبض کرتا ہے پس میں نے آگے بڑھ کر حضرت عزرائیل علیہ السّلام کو سلام کیا۔ اس نے کہا وعلیکم السّلام۔ اور میری طرف دیکھنے کے بعد پوچھا "اے رسول خدا حضرت علی علیہ السّلام کا کیا حال ہے میں نے عزرائیل سے پوچھا کہ کیا تم حضرت علی علیہ السّلام کو جانتے ہو۔ عزرائیل نے جواب دیا بیشک اللہ تعالےٰ کی طرف سے میں ہر نفس کی روح قبض کرنے پر مامور ہوں آپؐ کی اور حضرت علیؑ کی روح قبض کرنے کے سلسلے میں مجھے اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ آپ دونوں میں سے کسی ایک کی بھی روح اس وقت تک قبض نہ کروں جب تک کہ آپ خود رضامند نہ ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۳۱

نعرۂ حیدری یا علیؑ سے ڈر کر دشمن کا دم نکل گیا

جنگ کراچی ۲۶ اگست ۱۹۶۵ء۔ کل رات بھارتی فوج نے چنار ی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ مجاہدین نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین یا علیؑ کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے گر کر وہیں ہلاک ہو گیا۔

واقعہ نمبر ۱۳۲

محمدؐ اور علیؑ لمحک لمحے!

محمدؐ (۹۲) اور علیؑ (۱۱۰) لمحک لمحے — !
محمدؐ سے جو حرف "م" لے لے
کیا جمع تو حاصل ایک سو دس
جو باقی "حمد" (۵۲) اور "لی" (۴۰) رہ گئے ہیں

طلسم اس کا میں سمجھاؤں تجھے سُن!
علیؑ کے "ع" کو بھی اک طرف جن
"علیؑ" ظاہر ہوئے سَر کو ذرا اُدھن
وہ اعداد محمدؐ (۹۲) مظہر کُن

واقعہ نمبر ۱۳۳

حضرت علیؑ کا حضرت عمرؓ کو ایک مفید مشورہ!

کتاب المرتضیٰ تالیف علی الجعفری صفحہ ۱۴۲۔ اس کے علاوہ اس مفید مشورہ کو مورخ اسلام حکیم زمانہ قاضی اندلسی نے اپنی کتاب طبقات الامم اور عیش قرشی تیمی نے اپنی کتاب کشف عن الغاشہ کے جز اول کی پہلی قسم میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے حضرت عمرؓ کو تاریخ اسلام کا ایک مفید مشورہ دیا تھا کہ کتب خانہ اسکندریہ کے خزانوں (کتابوں) کو نہ جلایا جائے کیونکہ ان کتابوں میں علوم کے خزانے ہیں جو قرآن مجید کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان سے قرآن کی تائید ہوگی اور قرآن کی باریکیوں اور رموز کی تعبیر کرنے میں یہ کتابیں مددگار ثابت ہوں گی۔ کاش حضرت علی علیہ السّلام کے مشورہ پر عمل ہو جاتا۔

واقعہ نمبر ۱۳۴

حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ جبرئیل و میکائیل بھی جنگ میں لڑتے تھے!

کتاب کرامات صحابہؓ از حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی ناشر دارالاشاعت کراچی صفحہ نمبر ۹۴ میں کنز العمال کے صفحہ ۴۱۲ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جناب عاصم بن ضمرہؓ سے روایت ہے کہ جناب امام حسنؓ نے ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ سرکار دو جہاں جب والد بزرگوار حضرت علیؑ کو کسی جہاد میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنی طرف جبرئیل اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے اور آپؑ اس جنگ کو جیت کر واپس آجاتے تھے۔ یعنی جہاد میں حضرت علیؑ کے ساتھ جبرئیل اور میکائیل رہا کرتے تھے اور اللہ کی امداد سے جناب شیر خدا اس جنگ کو جیت لیتے تھے۔ "مسلمانو! جنگ صفین، نہروان اور جمل کے لئے کیا خیال ہے۔ اس جنگ میں بھی بقول رسولؐ خدا یہ فرشتے آپ کے ساتھ رہے ہوں گے یا نہیں؟ فیصلہ آپ کو کرنا ہے!

واقعہ نمبر ۱۳۵

ہمارے امام بارہ ہیں

علم الحساب کی عجیب کرامات ہندسہ ۱۲ کہاں نہیں۔ اس ہندسہ کی چند عجیب و غریب نسبتیں ہیں۔ اگر آپ غور کرلیں گے تو دنیا میں ہر اچھی چیز میں ۱۲ کا عکس نظر آئے گا۔ یہ خدا اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ کے حروف ۱۲ ہیں	(۱۸) فاتح خیبر و خندق کے عدد ۱۲ ہیں
(۲) محمد رسول اللہ کے حروف 〃 〃	(۱۹) قرآن مع العلی 〃 〃 〃 〃
(۳) محمدؐ علیؑ فاطمہؑ 〃 〃 〃 〃	(۲۰) علیؑ مع القرآن 〃 〃 〃 〃
(۴) امیر المومنین 〃 〃 〃 〃	(۲۱) علی علیہ السلام 〃 〃 〃 〃
(۵) وصی و اخی مصطفےٰ 〃 〃 〃	(۲۲) حسن علیہ السلام 〃 〃 〃 〃
(۶) فاطمہؑ علیؑ حسینؑ 〃 〃 〃	(۲۳) امام برحق حسینؑ 〃 〃 〃 〃
(۷) اللہ محمدؐ زہراؑ 〃 〃 〃	(۲۴) امام عابد سجادؑ 〃 〃 〃 〃
(۸) حیدر کرارؑ زہراؑ 〃 〃 〃	(۲۵) امام محمد باقرؑ 〃 〃 〃 〃
(۹) علیؑ زہراؑ حسنینؑ 〃 〃 〃	(۲۶) امام جعفر صادقؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۰) امام المسلمین 〃 〃 〃	(۲۷) امام موسیٰ کاظمؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۱) فاطمہ بضعۃ منی 〃 〃 〃	(۲۸) امام رضاؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۲) حق علیؑ مشکلکشا 〃 〃 〃	(۲۹) امام تقیؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۳) حق علیؑ ولی اللہ 〃 〃 〃	(۳۰) امام نقیؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۴) مولود بیت اللہ 〃 〃 〃	(۳۱) امام حسن عسکریؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۵) امام العارفین 〃 〃 〃	(۳۲) امام محمد مہدیؑ 〃 〃 〃 〃
(۱۶) امام العابدین 〃 〃 〃	(۳۳) آل محمد مصطفےٰ 〃 〃 〃 〃
(۱۷) مولائے کائنات 〃 〃 〃	(۳۴) مودۃ القربیٰ 〃 〃 〃 〃

واقعہ نمبر ۱۳۶

خیبر کا دروازہ میں نے قوت الٰہی سے اُٹھایا

کتاب الرحمۃ المہداۃ مطبوعہ فاروقی دہلی ۱۲۱۶ھ وکتاب کرامات صحابہ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ نمبر ۴۳ میں حضرت ابو رافع سے روایت تحریر کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم نے جب حضرت علیؓ کو اپنا جھنڈا دے کر خیبر کی طرف روانہ کیا تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے جب ہم قلعہ خیبر کے پاس پہنچے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے تو خیبر والے آپ پر ٹوٹ پڑے آپ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے کہ آپ پر ایک یہودی نے حملہ کر کے آپ کے ہاتھ سے آپ کی ڈھال گرا دی اس پر جناب حیدر کرارؓ نے قلعہ کے ایک دروازہ کو اُکھیڑ کر اپنی ڈھال بنا لیا اور اس کو ڈھال کی حیثیت سے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ستر یک جنگ ہو گئے۔ اور بالآخر دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد اس ڈھال کے طور پر استعمال کرنے والے دروازہ کو اپنے ہاتھ میں سے اُچھال کر دور پھینک دیا۔ اس سفر میں میرے ساتھ سات آدمی اور بھی تھے ہم آٹھوں آدمیوں نے ملکر اس دروازہ کو اُلٹنے کی کوشش کی لیکن؛ وہ دروازہ جس کو تن تنہا حیدر کرارؓ نے اپنے ایک ہاتھ میں اٹھا کر ڈھال کی جگہ پر استعمال کیا تھا ہم آٹھوں آدمی سر توڑ کوشش کے باوجود پلٹ نہ سکے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ حضرت علی علیہ السّلام خود فرماتے تھے کہ یہ دروازہ میں نے انسانی قوت کے بل بوتہ پر نہیں اٹھایا بلکہ قوت الٰہی سے اُٹھایا۔

واقعہ نمبر ۱۳۷

حضرت علی علیہ السّلام کے نو جملے جو آپ نے رجز میں فرمائے

کتاب طبقات الاولیاء از سید عبد الغنی وارثی ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۴۹، ۵۰ میں جناب ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت تحریر کرتے ہیں کہ امام علی

بن ابی طالب کرم اللہ وجہ، نے رجز میں ایسے نو جملہ کہے کہ ان میں سے ایک تک بھی پہنچنے کی اُمیدیں منقطع ہو گئیں۔ (یعنی میری سمجھ ان عالمانہ جملوں تک نہیں جا سکتی) وہ جملہ یہ ہیں۔ ۳ جملے مناجات میں ہیں ۳ جملے علم میں اور تین جملے اخلاق میں۔!

مُناجات

(۱) یہی عزّت میرے لئے کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔

(۲) میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

(۳) جیسا میں دوست رکھتا ہوں ویسا ہی تو میرے لئے ہے اس لئے جس چیز کو تو دوست رکھتا ہے اس کی توفیق مجھے دے۔

عِلم

(۱) آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

(۲) باتیں کرو پہچان لیئے جاؤ گے۔

(۳) جس آدمی نے اپنی قدر پہچانی وہ ضائع نہ ہوا۔

اِخلاق

(۱) جس پر چاہو احسان کرو تم اس کے امیر (حاکم) ہو جاؤ گے۔

(۲) جس سے چاہے استغنا کرو تم اس کی نظیر (ہم رتبہ) ہو جاؤ گے۔

(۳) چاہے جس کے تم محتاج ہو اس کے اسیر ہو جاؤ گے۔

آپ کا قول ہے کہ واللہ ایمان والا ہی مجھے دوست رکھے گا اور نفاق والا ہی مجھے دشمن سمجھے گا۔

نمبر ۱۳۸

امام شافعیؒ اور حُبِ علیؑ

صواعق محرقہ میں امام شافعی کی یہ رُباعی درج ہے جس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام شافعی حضرت علی علیہ السّلام سے کس درجہ عقیدت رکھتے تھے۔

کفٰی فضل مولانا علیؑ — وقوع الشک فیہ انہُ اللّٰہ
ومات الشافعی لیس یدری — علیؑ ربہ امر ربہ اللّٰہ

ترجمہ: مولا علیؑ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی رفعت شان میں یہی کافی ہے کہ لوگوں کو اُن کے خدا ہونے کا شک و شبہ پیدا ہوگیا اور میں (شافعی) مرتے وقت تک نہیں جان سکا کہ میرا پالنے والا امر علی علیہ السّلام ہے یا اللہ تعالیٰ ہے۔

نمبر ۱۳۹

ابن ابی الحدید مصنف شرح نہج البلاغہ اور حُبّ علیؑ

جناب ابن ابی الحدید جنہوں نے حضرت علی علیہ السّلام کے کلام نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے۔ آپ اس رباعی کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام سے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

ھا علیؑ بشر کیف بشر — ربہ فیہ تجلّی وظہر
فذات المخلوق و وصف الخالق — قد حارت الالباب ایہ حیرۃ

ترجمہ: علی ہیں تو بشر لیکن کیسے بشر ہیں جس میں سے اس کے رب کی تجلّی ظاہر ہوتی ہیں پس ذات میں تو مخلوق ہیں اور اوصاف ان کے خالق والے ہیں بے شک اولوالالباب کی عقلیں حیران ہیں۔ یہ عجیب حیرانگی ہے یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام بشر ہیں۔ اللہ نہیں ہیں مگر ان کی بشریت سے ان کے رب کی ربوبیت کی تجلّی ظاہر ہوتی ہیں۔ رب العالمین کی ربوبیت کا ظہور ان کی بشریت سے ہوتا ہے۔
پس یہ بشر ہو کر مربیِّ عوالم ہیں۔

نمبر ۱۴۰

جس نے علیؑ کا حق پہچانا وہ جنتی ہے

کتاب مناقب خوارزمی میں منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جس شخص نے علیؑ کا حق پہچانا وہ پاک اور خوش ہوا اور جس نے اس کے حق سے انکار کیا وہ ملعون اور زیاں کار ہوا میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا اس کو دوزخ میں داخل کروں گا اگرچہ وہ میری اطاعت کرنے والا ہو اور جو شخص اس کی فرماں برداری کرے اسے جنت میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری نافرمانی ہی کرنے والا ہو۔

نمبر ۱۴۱

حضرت علی علیہ السّلام پہلے حافظ قرآن تھے

کتاب تفسیر انوار النجف از حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش ناشر مکتبہ انوار النجف دریا خاں ضلع میانوالی صفحہ نمبر ۱۲۲ پر درج ہے۔

"حضرت علیؑ کے جمع کرنے سے مراد حفظ کرنا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ پہلے حافظ قرآن تھے پس اسی صورت میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ نے حافظ قرآن (حضرت علیؑ) کو چھوڑ کر غیر حافظ زید بن ثابت کو جمع قرآن پر کیوں مجبور کیا؟ حالانکہ بروایت صحیح بخاری اس نے بہت معذرت خواہی بھی کی۔ جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ حدیث نمبر ۲۰۸۸ از مرزا حیرت دہلوی ملاحظہ فرمائیے۔ زید نے کہا کہ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم عقلمند جوان آدمی ہو۔ تم پر ہم بھول یا جھوٹ کا الزام نہیں لگا سکتے اور تم نبیؐ صلعم کا وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا تم ہی قرآن کو تلاش کر کر کے جمع کرو۔ زید کہتے ہیں کہ واللہ اگر مجھے پہاڑ کے اٹھانے کا حکم حضرت ابوبکرؓ فرماتے تو وہ مجھے اس قرآن

جمع کرنے کے کام سے زیادہ آسان معلوم ہوتا۔"

تو مسلمانوں کیا یہی تمہارا انصاف ہے۔ حافظ قرآن علیؑ کو چھوڑ کر اس سے قرآن جمع کروا رہے ہو جو انکار کر رہا ہے۔

واقعہ ۱۴۱

کائنات کے ہر ورق پر نام علیؑ کندہ ہے

جناب ثقۃ شیخ ابوالفتح محمد بن علی الکراجکی۔ کتاب مستطاب کنز الفوائد میں اپنی اسناد سے زہری سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ مجھے ہشام بن عبدالملک نے حجاز سے شام میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب میں شام کو روانہ ہوا تو میں سرزمین بلقاء میں پہنچا جو حجاز کے آخر میں اور شام کی ابتدا میں ہے وہاں ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ مجھے نظر آیا۔ اس پر ایک جگہ میں نے کچھ کلمات لکھے دیکھے میں ان کو سمجھ نہ سکا کیونکہ وہ عبرانی زبان میں تھے مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اس پہاڑ سے گزر کر میں عمان میں وارد ہوا۔ وہاں میں نے پوچھا کوئی ایسا شخص ہے جو ان کلمات کو پڑھ سکے۔ جو قبروں، پہاڑوں اور پتھروں میں کندہ ہیں لوگ مجھے ایک بہت ہی بوڑھے شخص کی جانب لے گئے۔ پس میں نے جو کچھ اس پہاڑ میں دیکھا تھا اس کے سامنے بیان کیا اور اس سے یہ درخواست کی کہ میرے ہمراہ چل کر ان حروف و کلمات کو پڑھے اس کو میں نے سواری پر بٹھا لیا ہم اس پہاڑ کے قریب پہنچے۔ میں نے اپنے ہمراہ قلم و دوات لے لیا تاکہ وہ جو کچھ ترجمہ کرے یا تفسیر بیان کرے میں اس کو لکھ لوں پس جب اس شیخ نے ان حروف کو پڑھا اس نے کہا کہ خط عبرانی میں عجیب چیز لکھی ہوئی ہے جب اس کا اس نے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا مضمون یہ تھا "باسمک اللھم جاء الحق من ربک بلسان عربی مبین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ صلی اللہ علیھما وکتب موسیٰ بن عمران بیدہ"۔ یہ منقوش تحریر پہاڑ پر جو موسیٰ بن عمران کے خط سے ہے یہ قدرت

کی طرف سے ہے۔

واقعہ نمبر ۱۴۲

کتاب محبوب مصباح القلوب میں ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان کو ایک انگوٹھی دی تاکہ اس پر لا الہ الا اللہ کندہ کرا لائے سلمان نے حکاک (سنار) سے کہا کہ اس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی نقش کر دے۔ جب وہ انگوٹھی آنحضرت کی خدمت میں لائی گئی تو آں حضرت نے ان پر تین سطریں دیکھیں۔ پوچھا "اے سلمان! یہ تین سطریں کیسی ہیں؟ سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لا الہ الا اللہ نقش کرنے کو فرمایا تھا میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ محمدؐ رسول اللہ بھی کندہ کر دیا جائے اتنے میں جبرئیلؑ کا نزول ہوا انہوں نے عرض کیا۔" یا رسولؐ اللہ! لا الہ الا اللہ آپ کی فرمائش تھی اور محمدؐ رسول اللہ سلمانؓ کی چاہت تھی اور یہ میری چاہت تھی کہ اس کے ساتھ علیؑ ولی اللہ کو بھی ملا دیا جائے کیونکہ اقرار ولایت علیؑ کے بغیر شہادتیں درست اور قبول نہیں ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد طاہرین کی ولایت کے بغیر کوئی طاعت اور عبادت قبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔

واقعہ نمبر ۱۴۳

حضرت علیؑ کی سخاوت کا حال!

حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو رہن رکھنا

کتاب سخاوت حضرت علی حیدرؑ یعنی رہن نامہ لخت جگر امام حسنؑ و حسینؑ علیہ السلام حسب فرمائش شاہ محمد یٰسین عرف لوٹے ناشر کتاب رحمٰن برادرس کراچی حضرت علی علیہ السلام نے جناب امام حسن اور امام حسینؑ کو ایک مرد مومن کی مدد کرنے کے لئے ایک یہودی کے پاس رہن رکھ دیا جس کو منظوم واقعہ کی صورت میں کسی مرد مومن نے لکھا ہے اس کو میں آپ کی خدمت میں ہو بہو پیش کر رہا ہوں

جس کو پڑھ کر آپ کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔ (مؤلف)

"مشہور دو جہاں میں سخاوت علیؑ کی ہے"

دل سے علیؑ شیر خدا کا جو نام لے — واللہ گرتے گرتے خدا اس کو تھام لے
ہاں ہاں وہی علیؑ کہ جو دلدل سوار ہیں — چاہیں جو وہ تو بگڑا مقدر سنوار دیں
خیبر شکن بھی شوہر خیر النسا بھی ہیں
داماد مصطفےٰ بھی ہیں شیر خدا بھی ہیں
ایک روز کا میں تم کو سناتا ہوں واقعہ — بیٹھے ہوئے تھے مسجد نبویؐ میں مصطفےٰ
گھیرے ہوئے تھے آپ کو اصحاب باصفا — جیسے کہ چاند تاروں کی محفل میں جلوہ زا
اتنے میں ایک سائل مفلس نے آن کر
یوں عرض کی ادب سے کہ یا سید البشرؐ
دو لڑکیاں جوان ہیں گھر میں مرے مگر — شادی میں کر دوں دونوں کی اتنا نہیں ہے زر
چاہو جو تم تو کام میرا مصطفےٰ بنے — چٹکی اٹھا لو خاک کی تو کیمیا بنے
دینار مجھ کو دو سو عطا ہیں یا نبیؐ
ہو جائے پورا کام میرا پھر تو واقعی
فرمایا مصطفےٰؐ نے علیؑ سے کہ یا علیؑ — مشکل کو اس کی حل کرو مشکل کشا علیؑ
پورا کرو سوال یہ سائل کا تم ابھی — آسان کام کر دو یہ مشکل کا تم علیؑ
سائل نے بدگمانی یہ سنتے ہی دل میں کی!
محتاج خود علیؑ ہیں مجھے دیں گے کیا علیؑ
لیکن علیؑ نے کہدیا سائل سے بے خطر — اللہ کارساز ہے چلئے ہمارے گھر
سائل کے ساتھ آئے علیؑ گھر پہ آن کر — سب فاطمہؑ سے کہدیا حکم شہ بشر
اے فاطمہؑ یہ حکم شہ خوش خصال ہے
سائل ہے میرے ساتھ کہو کیا خیال ہے
سنکر یہ فاطمہؑ نے کہا یا علیؑ سنو! — سائل کو دیں گے کیا جو گھر میں کچھ تو ہو

فرمایا یوں علیؑ نے اگر حکم تم کرو — میں رہن رکھ دوں جا کے حسنؑ اور حسینؑ کو
سنکر یہ فاطمہؑ نے کہا دل کو تھام کر
قربان دونوں لال محمدؐ کے نام پر!
دیکھو وہ دونوں کھیلتے ہوں گے ادھر ادھر — مشکل کشا نے ڈالی محلہ پہ جب نظر
آئے نظر جو دور سے لخت دل و جگر — آواز دی کہ آؤ ادھر اے میرے پسر
سنکر صدا وہ کھیل کو بھی چھوڑتے ہوئے
آئے حسنؑ حسینؑ وہاں دوڑتے ہوئے
پیشانی چومی چوم کے فرمایا آپ نے — تم دونوں میرے لال ہو اک بات تم سے ہے
فرمان مصطفےٰ ہے یہ سائل کے واسطے — میں چاہتا ہوں رکھ دوں رہن تم کو اسلئے
میرے بھی ساتھ مرضی یہی ہے بتولؑ کی!
کہ جان جائے بات نہ جائے رسولؐ کی!
سنکر حسنؑ حسینؑ نے بے ساختہ کہا — بے خوف رہن رکھ دو ہمیں غم نہیں ذرا
پورا سوال کر دو یہ سائل کا برملا — کٹوا دیں نانا جان کے اشارے پہ ہم گلا
پورا کرو جو حکم رسولؐ انام ہو!
پھر اور کام پہلے محمدؐ کا کام ہو!
لے کر حسنؑ حسینؑ کو حضرت علیؑ چلے — سائل کو ساتھ لے کے علی مرتضیٰ چلے
پہنچے وہ مالدار یہودی کے گھر علیؑ — سائل کو تاکہ دے سکیں مطلوب زر علیؑ
دینار دو سو چاہئیں دینار دو سو دے
اس گھر پہ میرے آنے کا مقصد فقط یہ ہے
سنکر کہا یہودی نے مشکل کشا سے یوں — ناراض ہو نہ جائیں تو اک بات میں کہوں
دینار دو سو آپ ابھی مجھ سے لیجیے — رکھ دیجیے دونوں نور نظر رہن آپ کے
اس پر اک شرط ہے اور شرط وہ یہ ہے
دیجائیں میری آپ رقم پہلے شام کے
دل ڈوب جائے گا تو ملیں نہ دونوں لال — فرمائیے جناب کا اس میں ہے کیا خیال
قدرت خدا کی دیکھئے بیٹا نہ اس کے تھا — اس واسطے یہ شرط رکھی اس نے برملا

سوچا کہ ہیں غریب بہت شیر کبریا
کیا دے سکیں گے شام سے پہلے رقم بھلا

دن ڈوبنے سے پہلے رقم لا سکیں گے کیا　　مجھ سے حسنؑ حسینؑ کو لیجا سکیں گے کیا
لے کر رقم یہودی سے سائل کو دی دیں　　پھر دے کے پوچھا اب تو ضرورت رہی نہیں

سائل تو یوں رواں ہو گیا ارشاد شاد دیں
گھر آئے گھر میں فاطمہ بیٹھی ہوئی ہی تھیں

پوچھا جو فاطمہؑ نے تو حیدرؑ یوں بول اٹھے　　دینار دو سو لیکے رہن لال رکھ دیئے
سنکر یہ دل میں سوچتی تھیں بی بی فاطمہؑ　　گھر میں تو ایک پائی نہیں اے مرے خدا

دینار دو سو آئیں گے کیا کون لائے گا
کیا ہوگا حشر جانے مرے دونوں لال کا

حضرت علیؑ تو سو گئے گھر اپنے آن کر!　　شیر خدا تھے آپ کو کس بات کا ہے ڈر
بچوں کو رہن رکھنے کا تھا ایک تو الم　　دشمن کے گھر میں رہن یہ دوسرا تھا غم

ان کی جگہ پہ ہم ہوں تو اللہ کی قسم
ہو جائیں غم میں بچوں کے دیوانے ایکدم

یہ دل علیؑ کا تھا یہ جگر فاطمہؑ کا تھا　　بچوں کو رہن رکھ دیا اور اف نہیں کیا
اتنے میں وقت ہو گیا غمناک شام کا　　یعنی کہ آفتاب جہاں تاب چھپ گیا

اور وہ یہودی لوگوں سے کہتا تھا دیکھنا
اب آئیں گے علیؑ تو علیؑ کو ملے گا کیا

باتیں یہودی کرتا تھا یہ قصہ مختصر　　آرام کر رہے تھے جناب علی ادھر
بچوں کا بی بی فاطمہؑ کو آ گیا خیال　　آنسو بھر آئے آنکھ میں کچھ ہو گیا ملال!

مغرب کا وقت ہو گیا زہراؑ جو جلد سے
اٹھیں جناب علیؑ کو جگانے کے واسطے

آنسو بھر آئے تھے جو نکل آئے آنکھ سے　　رخسار پر وہ حیدر کرار کے گرے
آنسو بہائے فاطمہؑ دل فگار نے　　موتی بنا دیا انہیں پروردگار نے

آنسو گرے جو آپ کے چہرے پہ جاگ اٹھے

آنسو کے موتی بن گئے اور موتی دیکھ کے

بے حد علیؑ و فاطمہؑ دل شاد ہو گئے　　پھر تو جناب شیر خدا اٹھے شان سے
اور اٹھ کے سیدھے جوہری بازار میں گئے　　تھے دونوں موتی ہاتھ میں دلدل سوار کے

ایک جوہری کو بیچ دیئے موتی آپ نے
دو موتی دو ہزار کی قیمت میں بک گئے

دینار دو سو آپ نے کل پاس رکھ لئے　　باقی خدا کی راہ میں تقسیم کر دیئے
پھر جلد جلد پہنچے یہودی کے آپ گھر　　سورج غروب ہو گیا تھا پہلے ہی مگر

حضرت علیؑ یہودی کو جب آ گئے نظر
بولا یہودی آ تو گئے ہیں جناب ادھر

سورج غروب ہو گیا ہے فیصلہ کرو　　وعدہ کیا تھا تم نے جو مجھ سے وفا کرو
دینار دو سو دے رہے ہیں آپ تو مگر　　لوں گا نہیں رقم کہ اے شاہ معتبر

آنا تھا کیونکہ آپ کو مغرب سے بیشتر
بیکار ہے یہ گفتگو بے کار ہے یہ زر

جب دے چکے زبان تو دیں گے نہ آپ کو　　یعنی حسنؑ حسینؑ ملیں گے نہ آپ کو
اب تو غروب ہو گیا سورج تو دیکھ لو　　جلنے لگے چراغ ہر اک گھر میں شام کو

اوروں سے پوچھ لیجئے جو مجھ پہ یقیں نہ ہو
نکلا زباں سے آپ کے فی الفور مومنو!

سورج نہیں چھپا ہے ابھی دیر ہے شام کو　　لاتے نہیں ہو کام میں کیوں عقل خام کو
شیر خدا کا جبکہ اشارا ذرا ہوا　　سورج خدا کی شان سے جلوہ نما ہوا

سنکر علیؑ کا قول جو نکلے مکان سے
دیکھا یہودیوں نے تو سب دنگ ہو گئے

چھایا ہوا اندھیرا جو تھا دم میں گم ہوا　　سایہ رہا نہ دھوپ نکل آئی جا بجا
سورج چھپا نہیں تھا مگر جلوہ بار تھا　　انجانہ دیکھا جس نے وہ حیران رہ گیا
رکھی نبیؐ کی بات جو دلدل سوار نے　　رد کی نہ بات ان کی کبھی پروردگار نے
جتنے یہودی تھے وہ مسلماں ہو گئے　　اے سیف یعنی عامل قرآن ہو گئے

واقعہ ۱۴۴

حافظ شیرازی آستانہ مشکل کشاء پر

در مذہب ما کلامِ حق نادِ علیؑ است
طاعت کہ قبولِ حق بود یادِ علیؑ است
از جملہ آفرینش کون و مکاں
مقصودِ خدا علیؑ و اولادِ علیؑ است

واقعہ ۱۴۵

جس کے لئے قتل کیا اسی نے پھانسی سے بچالیا

(بحوالہ رسالہ پیامِ عمل نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲ سے ۱۸ تک) مضمون نگار جناب حکیم محمود گیلانی صاحب نے ۱۹۴۵ء (انگریزوں کا دورِ حکومت) کا ایک واقعہ زیرِ عنوان "نورا صبح پھانسی لگ جائے گی" لکھا ہے جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں (مؤلف)

• موت سے چھوٹنے والے قیدی کی کہانی ایک قیدی کی زبانی !!!

"نورا صبح پھانسی لگ جائے گا۔"

"ہاں ! اس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے۔"

"کیسا خوبصورت جوان ہے نورا۔"

"ٹھیک ہے مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا وہ سزا دے کر رہتا ہے۔"

"سنا ہے وہ کسی اونچے خاندان کا نوجوان ہے۔"

"درست ہے لیکن حکومت کسی ذات پات کو نہیں دیکھتی اُس کی نگاہ میں

اعلیٰ اور ادنیٰ، ایک برابر ہیں۔"

ان ہی چہ میگوئیوں کے ہجوم میں شام ہو گئی قیدی بارکوں میں بند کر دیئے گئے جیل پر سناٹا چھا گیا، کالی اور بھیانک رات، نورے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغامِ اجل لے کر تیزی سے آرہے تھے۔ قید خانے میں بسنے والوں پر نیند حرام ہو چکی تھی۔

رات کے پچھلے پہر، اس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑی ہاتھوں میں ہتھکڑی، تن پر کالی پوشاک، یہ تھا نورا جس کی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گل ہونے کو تھا وہ کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے قریب پہنچا اور زور سے تین نعرے لگائے۔ اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ۔ یا علیؑ!

نعروں کی گونج سے جیل کے در و دیوار کانپ اُٹھے، وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔ مگر بے خوف و بے ہراس، مطمئن اور پُرسکون! اَب بھی اُسے یقین تھا۔ کوئی خاص یقین! جلّاد نے رسّی کی گرہ اس کے نرخرے سے جما دی سیاہ ٹوپی نے اس کے سر اور چہرے کو چھپا لیا مگر نورا معجزانہ طور پر موت سے بچ گیا۔ اُس کو پھانسی سے اُتار لیا گیا۔!

یہ ہے تلخیص اُس تحیّر خیز داستان کی جو موت کے جنگل سے رہائی پانے والے ایک قیدی کے متعلق عمر قید کی سزا کاٹنے والے ایک قیدی نے بیان کی اور جس نے سُننے والوں کو اُنگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔

اَب سُنئے اس کی تفصیل!

آپ کا یہ گناہ گار "قلمکار" ۱۰ اگست ۱۹۵۰ء کو صوبائی حکومت کے حکم سے بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر نظر بند کیا گیا۔ ایک مہینہ شاہی قلعہ لاہور میں گزار کر جب میں سینٹرل جیل لاہور میں منتقل ہوا تو اس کثرت سے بارش شروع ہوئی کہ پانچ روز تک آسمان پانی برساتا اور مخلوقِ خدا پہ آفت لاتا رہا۔ ریلوے لائنیں ٹوٹ گئیں۔ خلقت سیلابوں میں گھر گئی۔ دریا تو رہے دریا، ندی نالوں کا جوش مذہبی دیوانوں کے خروش سے کم نہ تھا۔

جیل کی عمارتیں بھی بارش سے بہت متاثر ہوئیں اور مشقّت کرنے والے

قیدیوں کی ٹولیاں اُن کی مرمّت پر لگ گئیں۔ قیدی کام بھی کرتے تھے اور نئے پرانے قصّے کہانیاں بھی چھیڑتے تھے بھانت بھانت کے قیدی تھے اور بھانت بھانت کی باتیں جن میں کچھ نامعقول ہوتی تھیں اور اکثر معقول بھی!۔ ایک روز قیدیوں کی ایک ٹولی، ہمارے وارڈ میں کام کرنے آئی ان میں حامد نواز عمر قید کا ایک اسیر تھا جو آدھی سزا کاٹ چکا تھا اور راولپنڈی جیل سے تبدیل ہو کر آیا تھا آدمی معقول سا دکھائی دیتا تھا وہ کچھ لکھا پڑھا بھی تھا باتیں بھی تُلی کرتا تھا مگر شدنی ہو کر رہتی ہے بیوی کو قتل کرنے کے جُرم میں وہ اپنے کیے کی سزا پا رہا تھا۔

قیدیوں نے کام ہی کام میں بارش کا ذکر چھیڑ دیا کسی نے کہا "سُنا ہے سیلاب نے بڑی تباہی مچائی ہے یہ سیلاب نہیں اللہ کا عذاب ہے۔ جو نافرمان اور گنہگار بندوں پر نازل ہوا ہے لیکن دنیا والے کب عبرت پکڑتے اور توبہ کرتے ہیں؟"

کوئی کہنے لگا۔ "توبہ کون کرتا ہے۔ اور نصیحت کون لیتا ہے؟ ہاں! یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب ڈوبنے لگتے ہیں تو مولا کا نام پکارنے لگتے ہیں۔ حیدری نعرے لگاتے ہیں ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ کشتی ڈولنے یا بیڑی غرق ہونے لگی تو ہر عقیدے اور ہر مذہب والے نے، ہندو اور مسلمان نے مشکلکشاؑ کو یاد کیا اور "یا علی" کے شور نے آسمان کو ہلا دیا!"

ایک اور بول اُٹھا۔ "جی ہاں! جس کو پکارتے اور یاد کرتے ہیں وہ مدد کرنے بھی آتا ہے نا! فریاد کرنے والوں کا ہاتھ بھی تو پکڑتا ہے۔ ڈولتی ہوئی کشتی صاف تیرنے لگتی ہے۔ خُدا کے شیر علی مرتضیٰ ہیں!"

حامد نواز سب باتیں چپکے سے سُنتا رہا آخر وہ ذرا سستانے کے لئے بیٹھ گیا اور سگرٹ کا لمبا کش لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "دوستو! مولا علیؑ مشکل کشا تو وہ عظیم ترین اور بے عدیل و بے مثال ہستی ہے جس کا کوئی ہمسر ہو ہی نہیں سکتا وہ نہ صرف ڈوبتوں کو بچاتا اور بے سہاروں کا بازو تھامتا ہے بلکہ وہ تو موت کو پچھاڑنے اور اجل کو لتاڑنے والا ہے وہ تو پھانسی پر چڑھے ہوؤں کو اُتار لیتا ہے اور اُن کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیتا۔ میرے دوستو! میں نے مولا علیؑ کا ایک ایسا معجزہ اور زندہ معجزہ دیکھا ہے کہ تم اس واقعہ کو سُنو تو حیرت میں

مبتلا ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں!"

"کیا ہے وہ واقعہ۔ حامد نواز" چند قیدیوں نے پوچھا اور سب کی ٹکٹکی اس نو وارد قیدی کی طرف لگ گئی!

"واقعہ؟" حامد نواز نے ایک ہلکی سی آہ بھر کر کہا۔

"اس میں بے پناہ عقیدت بھی ہے۔ بے پناہ محبت بھی اس میں روحانیت کی روشنی بھی ہے۔ خون کی سُرخی بھی۔ اس میں جلوۂ ربانی بھی ہے جذبۂ قربانی بھی!"

● اب حامد نواز نے واقعہ سُنانا شروع کیا۔!

راولپنڈی میں نور خاں عرف نورا۔ اٹھارہ سال کا ایک خوبصورت نوجوان محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے ماں باپ کا پیٹ پالا کرتا تھا وہ دن بھر کام میں لگا رہتا شام کو روپیہ ڈیڑھ روپیہ کما لاتا اور اپنے والدین کے قدموں پر رکھ دیتا۔ ایک دن اس نے سُنا کہ شہر کا ایک برہمن ہری چند جو کسی مندر میں ملازم ہے بزرگانِ اسلام کو بہت گالیاں بکتا ہے وہ رسولؐ اور اہلبیتِ رسولؐ کا تو خاص طور پر دشمن ہے اور ان کے خلاف سخت بد زبانی کرتا ہے اس نے اپنے دوستوں اور تعلقداروں سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ جیسے بھی بن پڑے اس دشمنِ اسلام مُنہ پھٹ برہمن کو ٹھکانے لگانا چاہیئے۔ ورنہ اس کی شوخیوں اور گستاخیوں سے متاثر ہو کر دوسرے غیر مسلم بھی بد زبان ہو جائیں گے اور ان میں بھی رسولؐ اور آلِ رسولؑ کو گالیاں دینے کی جرأت پیدا ہو جائے گی لیکن انھوں نے جواب دیا "ارے نورے! خُدا جانے تو کس خیال میں ہے۔ سارے شہر میں ایک تو ہی مسلمان نہیں یہاں ہزاروں اہلِ اسلام بستے ہیں برہمن سے بزرگانِ دین کے خلاف گالیاں سُنتے ہیں اور چپکے سے نکل جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ برہمن کو دو چار جلی کٹی سُنا دیں اور تیوری چڑھا کر بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے جب یہ حالات ہیں کہ کسی مسلمان کو غیرت نہیں آتی ہے تو تو اکیلا کیا کرے گا؟

جی ہاں! خدا نے سب بندے ایک جیسے پیدا نہیں کیے اُن میں کچھ غیرت مند بھی ہوتے ہیں جو دینی حمیّت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور اپنا ایمانی جوش دکھا سکتے ہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ نورے کی آنکھوں میں سُرخی اتر آئی اس نے لال لال دیدے نکال کر ایک نگاہ اپنے دل پر۔ دوسری آسمان پر اور تیسری کعبہ کی طرف ڈالی چند لمحے اس کی زبان

اور اُس کے ہونٹ حرکت کرتے رہے۔ خدا معلوم وہ کیا کہتا رہا پھر نہایت سُریلی آواز اور جوشیلے انداز میں اس نے زور سے ایک پنجابی شعر پڑھا۔

بے غیرت نوں ہوندہ نہ ملدی رحمت رب دے درباروں
غیرت والا دین دُنی وچ پاوے اجر خداؤں

اگلے روز نورا گھر سے کام کو نکلا مگر اس دن وہ انسان کی مزدوری کرنے کے بجائے رحمان اور اُس کے محبوبانِ والاشان کی مزدوری کرتا رہا۔ اسے محمدؐ اور آلِ محمدؐ کو گالیاں بکنے والے دشمنِ دین، پنڈت ہری چند کی شناخت تھی وہ اُس کی تلاش میں چکر لگا رہا تھا۔ ریلوے اسٹیشن۔ لال کرتی۔ صدر۔ مری روڈ۔ چھاچھی محلہ بازار، پُرانا قلعہ سے گزرتا ہوا جب وہ راجہ بازار کی ایک گلی میں پہنچا تو وہاں اُس دریدہ دہن برہمن سے اُس کا ٹکراؤ ہو گیا اس نے اُس نابکار کو روک لیا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تو ہی ہے نا ہری ؟ ہمارے دین کے بزرگوں کو گالیاں بکنے والا"

"ہاں! میرا ہی نام ہے پنڈت ہری چند۔ اور میں ہی گالیاں دیا کرتا ہوں تیرے محمدؐ اور اُس کی آلؑ کو۔ تیرا جتنا بس چلتا ہے۔ چلا لے۔ جتنا زور لگتا ہے۔ لگا لے اور سُن لے یاد رکھ! تو تو ایک ذرا سی پدّی ہے۔ تو کیا اور تیرا شوربا کیا۔ اگر سارے مسلمان دُنیا کے سارے مسلمان بھی جمع ہو کر مجھ پر چڑھ دوڑیں تو بھی میری بدزبانی بند نہیں ہو سکتی میں جب تک جیتا ہوں تیرے رسولؐ اور تیرے رسولؐ کی آلؑ اولاد کو بے نقط سناتا ہی رہوں گا"

"او بے حیا برہمن! یہ تو بتا، محمدؐ اور آلِ محمدؐ نے کیا نقصان پہنچایا ہے تجھے؟"
نورا گرج کر بولا۔!

"اُنھوں نے ہمارے خداؤں۔ ہمارے معبودوں۔ ہمارے دیوتاؤں کی توہین کی ہے۔ ایسی توہین جو تجھے ہی نہیں، ساری ہندو جاتی کے دلوں کو زخمی کر چکی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا مُسلے۔! جب تیرے رسولؐ کے بھائی اور داماد علیؑ نے کعبے سے بُت نکالے تھے اور کعبہ کی چھت سے بُت اکھاڑ کر پھینکے تھے تو اُس نے اُن پوتر مورتیوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ تو ہی بتا؟ کیا علیؑ نے ہمارے

معبودوں کی توہین نہیں کی تھی ؟" یہ کہہ کر برہمن ملعون نے امیرالمومنینؑ کو چار پانچ گالیاں سُنا دیں، ننگی اور فحش گالیاں۔!

اُسی دم سورج کی شعاعوں میں بجلی کو شرمانے والی کوئی تیز سی چیز چمکی، فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور ع "خاک پر ڈھیر تھا اک دشمنِ دینِ احمدؐ"

نورا، خون میں ڈوبی ہوئی ناپاک لاش پر کھڑا مسکرا رہا تھا آنکھوں میں دین کی عزت کا لہو۔ چہرے پر جوشِ ایمانی کی سُرخی۔ لبوں پر معنی خیز تبسّم۔!

اُوہ!۔۔۔ نورے کی ایک جان کیا؟ ایسی ایسی لاکھوں اور کروڑوں جانیں خدا کے دین پر، خدا کے رسولؐ پر اور خدا کے رسولؐ کی آلؑ پر قربان ہو جائیں تو بھی پرواہ نہیں۔ اسلام کی عزت کو، محمدؐ کی عزت کو اور اہلبیتؑ کی عزت کو بچانا اور ان کی محبت میں کٹ مرنا ہر ایک مسلمان کا دینی اور ایمانی فرض ہے۔ نورا ہنستا اور مسکراتا ہوا سولی چڑھے گا۔ وہ اللہ۔ اور محمدؐ اور علیؑ کے نعرے مارتا ہوا پھانسی کے تختے پر قدم رکھے گا۔ مگر ایک بات بتادوں! نورے نے جس مولا مشکل کشاؑ کی عزت کی حفاظت کے لئے اس کے بدباطن دشمن کو قتل کیا ہے یقین ہے کہ وہ اس کی امداد کو ضرور پہنچے گا۔ وہ دستگیری فرمائے گا اس کی بلند ترین ہستی یہ گوارہ نہیں کرے گی کہ نورا، اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سولی چڑھے اور موت کی سزا پائے۔"

یہ تھا نورے کا وہ آخری بیان جو اس نے سیشن کورٹ میں سزائے موت کا حکم سُن کر دیا۔ کمرۂ عدالت تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا تھا ہندو بھی اور مسلمان بھی، نورے کے "مقدمۂ قتل" کا فیصلہ سُننے کے لئے جمع تھے۔ عدالت نے اور لوگوں کے ہجوم نے نورے کے دلیرانہ بیان کو سخت حیرت و استعجاب سے سُنا۔ عجیب و غریب بیان! اہلِ اسلام کے لئے ایمان افروز اور روح نواز۔ کفار و مشرکین کے لئے تحیّر خیز اور تعجب انگیز۔ خصوصًا اس کا آخری ٹکڑا تو اس قدر حیران کن تھا کہ سارے انبوہ کے دیدے پھٹ گئے۔

"مگر ایک بات بتادوں! نورے نے جس مولا مشکلکشاؑ کی عزت اور حفاظت کے لئے اس کے بدباطن دشمن کو قتل کیا ہے۔ یقین ہے کہ وہ

اُس کی امداد کو ضرور پہنچے گا۔ وہ دستگیری فرمائے گا اُس کی بلند ترین ہستی یہ گوارہ نہیں کرے گی کہ نورا اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سُولی چڑھے اور موت کی سزا پائے۔

یہ الفاظ نہیں تھے۔ حق الیقین اور عین الیقین کا بحر بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اللہ اللہ! کیا دین پرور منظر تھا وہ۔ ایمان و ایقان کی قوتوں کو مضبوط کرنے والا منظر کہ ـــــ علیؑ کے تحفظ ناموس کے لئے علیؑ کے دشمن کی جان لینے والا اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا اور جب اسے جان نکالنے کی سزا ملتی ہے تو سخت بے اعتنائی سے اُس کو سُنتا ہے اس کامل تیقن کے ساتھ کہ مولائے کُل اس کو موت کا لُقمہ نہ بننے دیں گے۔ سُبحان اللہ ؎

ہو یقیں کامل، تو نامُمکن نہیں ہے آج بھی
آتشِ نمرود سے، پیدا ہو گلزارِ خلیلؑ

اب نورا اپنے بوڑھے اور لرزہ براب باپ کی طرف متوجّہ ہوا اور کہنے لگا۔ "ابّا جان! مجھے آپ کے بُڑھاپے کا بہت احساس ہے مگر ایک دن سب کو مرنا ہے موت یقینی ہے پھر بچانے کی کوشش لاحاصل ہے، اپیل ہرگز نہ کی جائے۔ دُنیا کیا کہے گی کہ اسلام کے دشمن کا خون کر کے اب بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے"!

نورے کو جیل بھیج دیا گیا۔ ہجوم کی ٹکٹکی بندھی رہ گئی!

حامد نواز قیدی نے ہلکی پھُلکی آہوں اور ننھے مُنّے آنسوؤں کے ساتھ اس داستان کو جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"نورا کو ٹھی لگ گیا! لیکن جیل میں اس کے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہو گئیں ایک روز پہرہ دینے والے سنتری نے دیکھا کہ آدھی رات کا وقت ہے، نورا قبلہ رُو ہو کر کچھ پڑھ رہا ہے، اس کے کمرے میں بجلی کی روشنی کے علاوہ ایک اور عجیب و غریب چمک رُونما ہے جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ سنتری نے اُسے آواز دی: "نورا جاگتا ہے؟ یہ کس چیز کی چمک ہے تیرے کمرے میں"؟ "میں کیا جانوں؟ جاننے والے ہی جانیں"! یہ کہہ کر نورا پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ اس سے دوسرے ہی دن جیل میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں:۔

"نورا صبح پھانسی لگ جائے گا"۔

"ہاں! اُس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے"۔

"کیسا خوبصورت جوان ہے نورا"!

"ٹھیک ہے، مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا وہ سزا دے کر رہتا ہے"۔

"سُنا ہے وہ کسی اُونچے خاندان کا نوجوان ہے"۔

"یہ دُرست ہے! لیکن حکومت کسی کی ذات پات نہیں دیکھتی اس کی نگاہ میں اعلیٰ اور ادنیٰ ایک برابر ہیں"۔

"اُس نے ظلم بھی تو کیا ہے۔ ناحق خُون کر دیا کسی کا!"

"مگر اس کے نزدیک ظلم نہیں ہے وہ بھاری ثواب ملنے کی اُمید میں ہے اور ـــــ مزا یہ ـــــ کہ وہ مایوس بھی نہیں"۔

"کیا اُسے بچنے کی اُمید ہے؟ ـــــ یہ ناممکن ہے!"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہر حال صُبح اُسے پھانسی لگنا ہے۔

ایسی ہی چہ میگوئیوں کے ہجوم میں شام ہو گئی تمام قیدی بارکوں میں بند کر دیئے گئے وارڈوں میں کڑے پہرے لگ گئے جیل پر سنّاٹا چھا گیا کالی اور بھیانک رات، نورے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغام اجل لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ قید خانے میں بسنے والوں کے کان قتل گاہ کی طرف لگے ہوئے تھے اور تمام قیدیوں پر نیند حرام ہو چکی تھی۔

جیل کے ملازم ساری رات نورے کے پاس جا کر "قانون کا منشا" پورا کرتے رہے۔ اُسے نہلایا گیا۔ پانی پلایا گیا۔ عبادت کے لئے کہا گیا۔ ساری رات اُسے سونے نہیں دیا گیا ـــــ اور ـــــ نورا تھا کہ مُسکرائے ہی جا رہا تھا اور ایک معنی خیز مُسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے اُس کو اپنی موت کا یقین نہیں جیسے اُس کو کوئی بچانے والا آنے والا ہے۔

رات کے پچھلے پہر ـــــ اُس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑی،

ہاتھوں میں ہتھکڑی۔ تن پر کالی پوشاک ۔ یہ تھا نوُرا ۔ جس کی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گُل ہونے کو تھا وہ کچھ پڑھتا اور مُسکراتا ہوا پھانسی کے قریب پہنچا اور زور سے تین نعرے لگائے۔ اَللہُ اکبر ۔ یا رسولؐ اللہ ۔ یا علیؑ کی گونج نے جیل کے در و دیوار ہلا دیئے ۔ وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مُسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔ مگر بے خوف و بے ہراس ۔ مطمئن اور پُرسکون ! اب بھی اُسے یقین تھا کوئی خاص یقین ۔! جلّاد نے ریشمی رسّے کی گرہ اُس کے نرخرے سے پیوست کردی سیاہ ٹوپی نے اُس کے سَر اور چہرے کو چھُپالیا۔ اَب جلّاد صرف افسر کے اشارے کا مُنتظر تھا کہ وہ اُنگلی ہلائے اور پھانسی کا ہینڈل کھینچ لیا جائے کہ ایک غیر معمولی سا شور سُنائی دیا۔ دوسرکاری ملازم زور سے چلّاتے آرہے تھے ۔ "ٹھہر جانا ٹھہر جانا" اُنھوں نے آتے ہی ایک کاغذ افسروں کے ہاتھ میں دے دیا۔ جسمیں لکھا تھا۔

"نوُر خاں عُرف نوُرا کی عُمر چونکہ انیسؔ ۱۹ سال سے بھی کم ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کی سزائے موت کو بیس سال کی قید میں تبدیل کیا جاتا ہے ۔ فوراً تعمیل کی جائے ۔" (چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور)

نوُرے کو اُسی وقت پھانسی سے اُتار لیا گیا اور یہ خبر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہ صرف سارے جیل میں بلکہ سارے شہر میں پھیل گئی کہ نوُرا موت سے بچ گیا ۔ اُس نے جس ہستی کی عزّت کو بچانے کے لئے برہمن کو قتل کیا تھا۔ اُسی بلند و بالا ہستی نے اس کو ہلاک ہونے سے بچا لیا!"

حامد نواز نے اپنی نمناک آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا

"اب یہ بھی سُن لو کہ نوُرے کو قید کاٹتے ابھی چند مہینے ہی ہوئے تھے کہ اُس کو جیل سے رہا کر دیا گیا ۔ مگر اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ خیال ہے یہ بھی مولا علیؑ ہی کا اعجاز تھا۔"

"کیا تم شیعہ ہو، حامد نواز ؟ ایک قیدی نے پوچھا

"جی نہیں میں سُنّی اور حنفی ہوں ۔" حامد نے جواب دیا

"کیا نوُرا شیعہ مذہب رکھتا تھا ؟" ایک قیدی نے دریافت کیا

نہیں وہ بھی سُنّی تھا مگر علیؑ کی اور اہلبیتؑ کی محبّت کوئی شیعوں سے مخصوص

نہیں ہر مسلمان پکّا اور سچّا مسلمان جب ہی کہلا سکتا ہے کہ وہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ سے محبّت رکھے ۔"

حامد نواز کے اس جواب پر قیدیوں کی ٹولی نے زور سے نعرۂ حیدری لگایا![1]

موت ۔ بڑا خوف ناک اور دہشت خیز نام ہے موت !
مگر جب کسی شخص کو اللہ کی راہ میں ، اللہ کے محبوبوں
اور اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے موت قبول کرنا
پڑے تو وہ خائف ہونے اور لرزنے کے بجائے خوش ہوتا
اور خندہ پیشانی سے اُس کو قبول کرتا ہے ۔!

---

[1] حامد نواز قیدی کے بیان کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ ۱۹۲۵ء کا ہے جبکہ برصغیر پر انگریزی حکومت مسلّط تھی ۔ (محمود گیلانی)

بحوالہ پیام عمل لاہور ، نومبر ۱۹۶۳ء

واقعہ ۱۲۶

دُنیا کا سب سے بڑا زاہد!

ماہنامہ معارف اسلام لاہور اکتوبر ۱۹۶۲ء صفحہ نمبر ۵۳ اور کوکب دری صفحہ ۲۱۲ میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسولؐ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جناب جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خدائے یگانہ کی وحدانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کے بعد اس آسمان نیلگوں کے نیچے مرتضیٰ علیؑ سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں دیکھا کہ دُنیائے فانی کے مال و متاع سے بالکل قطع تعلق کر کے ریاضت کے منظر پر محض مشاہدہ الٰہی کے اُمیدوار ہوں۔

واقعہ ۱۴۷

غیر مسلم فداکار

جو آلِ محمدؐ کے عشق و محبت میں قربان ہو گئے

کتنا بڑا اعجاز ہے سرکارِ رسالتؐ اور آپ کے آلِ اطہار کا کہ اُن کے تعشق و تولّا کے بادۂ طہور سے سرمست و سرشار صرف اہلِ اسلام ہی نظر نہیں آتے ہیں مودّت و محبتِ اہلبیتؑ میں وہ غیر مسلم حضرات بھی محو و مسرور دکھائی دیتے ہیں جو بظاہر کفار و مشرکین ،، کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ تواریخ کی ورق گردانی کی جائے اور دُنیا کے وقائع پر نظر ڈالی جائے تو ایسے لاتعداد فداکاروں اور سرفروشوں کے سیرو تواریخ ہمارے سامنے آجائیں گے جنھوں نے نامسلم ہوتے ہوئے نہ صرف بعض قسم کے کلمہ گو مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر آلِ رسولؐ کی مدّاحی و ثناخوانی میں اپنی زبانیں تر رکھی ہیں بلکہ اُنھوں نے بسا اوقات سر دھڑ کی بازی لگا دی لیکن رسولؐ گرامی اور اُس کی آلؑ کی ولا سے مُنہ نہیں موڑا۔ انھوں نے اپنا گھر بار لٹا دیا۔ اپنے جسموں کے ٹکڑے کرا لئے مگر علیؑ اور حسینؑ کی محبت کو نہیں چھوڑا۔

ایسے ہی غیر مسلم جانبازوں میں امرت سر کے ایک گاؤں "بکھووال ،، کے ایک سکھ سورمے "سندر سنگھ ،، کا نام سرِفہرست آتا ہے۔ سردار صاحب موصوف پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ چہاردہ معصومینؑ سے بے انتہا عشق و عقیدت رکھتے تھے اور حسینی مجالس میں ضرور حاضری دیتے اور اہلبیتؑ کے مصائب سُن کر چیخیں مارتے زار و قطار روتے اور اپنے بالوں کو نوچتے تھے ایک ماتم دار کی صورت میں محرم کی تقریبات میں شریک ہوتے اور پگڑی اتار کر گلے میں ڈال لیتے اور خوب سینہ کوبی کرتے۔

ایک روز وہ اپنے گھر میں بیٹھے بلند آواز سے نرالی قسم کا بھجن پڑھ رہے تھے۔

بیڑی ہے منجدھار علیؑ جی! نیّا کر دو پار علیؑ جی!
میں ہوں پاپی، اور گنہگار تم ہو بخشنہار علیؑ جی!
میں پاپی کے گرد تمھیں ہو میری سنو پکار علیؑ جی!

تم بن کسی نے اجگر[1] مارا تم حیدرِ کرار علیؑ جی
نرگ سُرگ[2] ہیں ہاتھ تمہارے دو جگ کے سردار علیؑ جی
بھیّا[3] ہو تم پاک نبیؐ کے اس کے راجکمار[4] علیؑ جی
نبیؐ نے تم کو بیٹی بخشی ایشور نے تلوار علیؑ جی
ہاتھ پکڑ لو میں پاپی کا کر دو بیڑا پار علیؑ جی

سردار سندر سنگھ جس وقت یہ بھجن گا رہے تھے اُن کے مکان کے قریب سے دو اکالی جا رہے تھے اُنھوں نے یہ نرالا سا بھجن سُنا جس میں بار بار علیؑ کا نام آتا تھا تو ٹھٹک کر دیوار سے لگ گئے اور سب کچھ سُنتے رہے۔ جب سردار جی نے پڑھنا بند کیا تو دونوں اکالی بلا اجازت اُن کے مکان میں گھس گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سردار سندر سنگھ آسن جما کر بیٹھے ہیں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا علم جس پر چاندی کا پنجہ نصب ہے آسن کے قریب زمین پر گاڑ رکھا ہے۔ اکالیوں نے جو اپنے مذہب (سکھ دھرم) کے خلاف یہ منظر دیکھا تو سخت پیچ و تاب کھاتے ہوئے اول فول بکنے اور سردار جی کو گالیاں دینے لگے۔ پھر گرجتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا پڑھ رہا تھا تو سندر سنگھ؟"

"سردار جی نے نرمی سے جواب دیا:" میں اپنے مولا کا بھجن پڑھ رہا تھا اُس مولا کا جو سب کا تارن ہار ہے"۔

"کون ہے تیرا مولا،،؟ اکالیوں نے غضبناک ہو کر دریافت کیا"۔

سردار سندر سنگھ نے ایک عجیب عاشقانہ اور عقیدتمندانہ ادا سے کہا "میرا مولا ہے علیؑ جو خدا، بھگوان، ایشور، پرماتما کی طرح اس وقت سے ہے جب کہ کوئی چیز نہ تھی۔ دُنیا ہی نہ تھی اور اس وقت تک رہے گا جب کوئی شے نہ رہے گی۔ جب سنسار ہی نہ رہے گا۔ جب صرف خدا اور اس کے پیارے ہی رہیں گے"۔

---

[1] اژدر۔ اژدہا جسکو ہندی میں "اجگر" کہتے ہیں۔
[2] یعنی دوزخ اور بہشت تمہارے ہی قبضہ میں ہیں۔ یہ قسیم النار و الجنۃ کی طرف سادہ سا اشارہ ہے۔ [3] بھیّا معنی بھائی [4] راجکمار یعنی ولیعہد۔

اکالیوں نے جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "ارے پاپی" ہم بھی "علیؑ" ہی کا بار بار نام سن کر یہاں ٹھہرے ہیں۔ بتا کیا تو اپنے گوروؤں کو نہیں مانتا۔ کیا تو اپنے دھرم پر نہیں چلتا؟"

سُندر سنگھ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "اکالی بھائیو! میرے دھرم میں، اور میرے گوروؤں نے ہی مجھے علیؑ کی شان بتائی ہے ان کی پوتر پوتھیوں ہی سے یہ ثابت ہوا ہے کہ علیؑ تمام گوروؤں کا گورو ہے۔ سارے جہان کے اولیاء اُس کے ماتحت ہیں، سوائے حضرت محمدؐ کے اور اسی لئے میں علیؑ کا نام جپتا اور اس جیون میں سکھ اور شانتی پاتا ہوں۔"

سُندر سنگھ کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر دونوں اکالیوں نے کرپانیں سونت لیں اور کڑکتے ہوئے کہنے لگے

"علیؑ کا نام لینا چھوڑ دے۔ اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو علیؑ کا ذکر تک تیری زبان پر نہ آئے ہمارے سامنے اقرار کر کہ آئندہ صرف اپنے گوروؤں کا نام ہی جپے گا۔ اور علیؑ کا نام کبھی بھول کر بھی نہ لے گا۔ ورنہ ۔ ۔ ۔" "جی نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا" سردار سندر سنگھ نے نعرۂ حیدری لگایا اور خوب زور سے پھر مسکراتے ہوئے کہا "دوستو! اکالی بھائیو! کیا میں اس علیؑ کا نام لینا چھوڑ دوں جو مشکل کشا ہے ڈوبتوں کو تیرانے اور مرتے ہوؤں کو بچانے والا ہے جس کا نام لینے سے ہر مصیبت دور بھاگتی ہے۔ بھائیو! چاہے مجھے جان سے مار دو۔ میں علیؑ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" یہ سُنتے ہی دونوں اکالی ظالم، سردار سندر سنگھ پر ٹوٹ پڑے پہلے اُس کے جسم کو بُری طرح زخمی کیا اُس کے بعد اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کا تمام اسباب لوٹ کر لے گئے۔

(ماخوذ از رسالہ "امرتسر" "اسلام" اکتوبر ۱۹۲۶ء)

واقعہ ۱۴۸

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے ایک سال کے بعد "جرّانہ" مسیحی کو نہایت دردناک طریقے سے ہلاک کیا گیا اور اس کی وجہ یہ اور صرف یہ تھی کہ وہ آلِ محمدؐ سے تولّا رکھتا تھا اس کی تفصیل بعض کتابوں میں یوں مرقوم ہے

کہ جرّانہ دمشق کے ایک دیر میں عیسائی جماعت کے ساتھ قیام پذیر تھا وہ ستّر پچھتر برس کا ضعیف العمر آدمی تھا اور اُسی روز سے جناب رسالت مآب صلعم اور حضور کے اہلبیتؑ کرام کا معتقد ہو چکا تھا جس روز نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ ہوا تھا اور جناب رسولؐ عالمین، حضرت علیؑ مرتضیٰ، جناب فاطمۃ الزہراؑ اور جناب امام حسنؑ وحسینؑ کی معیّت میں تشریف لائے تھے۔ جرّانہ نے اہلبیتؑ سے اپنی والہیت وشیدائیت کو نہایت مخفی رکھا۔ ہاں جب کبھی موقعہ ملتا وہ امیر المومنینؑ کی ظاہری خلافت کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جناب امیر علیہ السلام اور جناب حسنینؑ کی زیارت کرتا اور واپس چلا آتا۔ شیخ سعید العراقی نے لکھا ہے کہ وہ کسی "خاص مصلحت" کی وجہ سے یا اپنی تشدّد پسند جماعت کے خوف سے اسلام قبول نہ کر سکا۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ کبھی وہ مدینہ جاتا تو جناب سیّدہ عالم کے مزار پُرانوار پر حاضر ہو کر سلام کہتا اور دھاڑیں مار کر رویا کرتا تھا۔

جب امیر علیہ السلام شہید ہو گئے اور آپ کی شہادت کی خبر جرّانہ تک پہنچی تو وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور فرطِ غم سے کئی گھنٹے بے ہوش پڑا رہا اس کے مسیحی ساتھیوں نے جب اُس کا یہ حال دیکھا تو اسی وقت بھانپ گئے کہ جرّانہ اپنے مذہبی معتقدات سے بہت دور ہٹ گیا ہے اور یہ بھی! کہ اس کے دل میں رسولِ اسلام اور ان کی آل واولاد کا عشق موجزن ہے چنانچہ خفیہ طور پر اُس کے حالات کا سُراغ لگاتے اور اُس کی نقل وحرکت کی نگرانی کرتے رہے۔

ایک روز جرّانہ اپنے دیر (کلیسا) میں بیٹھا۔ عبرانی زبان کی ایک قدیم اور بوسیدہ کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو کہ مسیح علیہ السلام کی چند پیشنگوئیوں پر مشتمل تھی اس کے دو چار مسیحی دوست بھی اُس کے پاس بیٹھے تھے جب مذکورہ کتاب میں اس نے یہ عبارت پڑھی:۔

(ترجمہ) "وہ وقت بھی آئے گا جب لوگ ایک غم کا دن دیکھیں گے۔ وہ خدا کے دین اور اپنے رسولؐ کی شریعت کو بچاتا ہوا ایک عبادت گاہ میں عبادت کے وقت اور عبادت ہی کی حالت میں ظلم کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اُس دن کچھ لوگ سوگ منائیں گے

اور کچھ لوگ خوشی کریں گے "

یہ عبارت پڑھتے ہی جرّانہ اپنے ساتھیوں کی موجودگی کا خیال کئے بغیر فوراً پکار اُٹھا — صدق اللہ وصدق رسولہ وصدق وصیّ رسولہ۔ اس کے بعد وہ قبلہ رُو ہو کر اپنے ہاتھ کو کعبہ کی طرف پھیلا کر کہنے لگا۔

" ہو نہ ہو یہ پیشنگوئی علی المرتضیٰ جانشین محمد مصطفےٰ سے متعلق ہے جس نے خدا کے دین، اور رسول خدا کی شریعت کو محفوظ رکھا اور دنیا میں پھیلایا اسی کو مسجد میں عبادت کے وقت نماز پڑھتے ہوئے شہید کیا گیا اور یہ بھی صحیح ہے کہ اُس کی شہادت پر اس کے دشمنوں نے خوشی منائی اور اس کے دوستوں نے غم والم کا اظہار کیا "

جو لوگ اُس وقت جرّانہ کے پاس بیٹھے تھے جب اُنھوں نے یہ الفاظ سُنے تو اُن کے چہرے غصّہ وغضب سے متغیّر ہو گئے وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں پُراسرار اشارے کرنے لگے۔ آخر ایک شخص سے ضبط نہ ہو سکا اس نے پہلے تو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا پھر اس سے یوں مخاطب ہوا۔

شخص :۔ جرّانہ کیا تم اِسلام کے بزرگوں کو تمام مخلوق سے افضل سمجھتے ہو۔؟

جرّانہ :۔ ہاں! مگر میں ہی نہیں۔ خُدا خود اُن کو سب پے فضیلت دیتا ہے۔!

شخص :۔ کیا تم انھیں مسیحؑ اور مریمؑ سے بھی افضل واعلےٰ جانتے ہو؟

جرّانہ :۔ جی ہاں! خدا نے ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

شخص :۔ پھر تو تم عیسائیت سے منحرف ہو گئے۔؟

جرّانہ :۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ مگر میری زبان نے ہنوز اس قسم کا کوئی اعلان نہیں کیا۔

شخص :۔ لیکن تمھارا دل تو صاف اعلان کر رہا ہے۔

جرّانہ :۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ دل کا حال تو خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔

شخص :۔ محمدؐ اور علیؑ کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟

جرّانہ :۔ ایک رسولؐ اور دوسرا اس کا نائب!

شخص :۔ کیا تمہیں اُن سے عقیدت ہے؟

جرّانہ :۔ میں ہر اُس انسان سے عقیدت رکھتا ہوں جو خدا کا محبوب ہو۔

شخص :۔ وہ لوگ خدا کے محبوب تھے۔؟

جرّانہ :۔ جی ہاں وہ بھی اور ان کی آل اولاد بھی!

شخص :۔ پھر تم پکے مسلمان ہو اور شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ مسیحی آئین میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ اگر اسقف اعظم کو پتہ چل گیا تو تمہاری جان کی خیر نہیں یہ کہکر وہ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اسقف (پادری) کو جرّانہ کے خیالات کی اطلاع دے دی۔ پادری نے فوراً جرّانہ کو طلب کیا اور جو رپورٹ اُسے پہنچی تھی اُس کی تصدیق کر کے جرّانہ سے کہا۔ "چونکہ مسیح سے تمہارا ارتداد ثابت ہو چکا ہے اس لئے تمھیں موت کی سزا دی جائیگی۔

"اسلامی حکومت کے عہد میں جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے وہ بیشک سزا کا مستحق ہے جو شخص کسی دوسرے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائے یا اسلام اور بزرگوں پر اعتقاد رکھے وہ ہرگز موت کی سزا نہیں پا سکتا پس آپ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ آپ مجھے ہلاک کر سکیں "

پادری نے جرّانہ کے گرجدار الفاظ سُنکر نفرت سے اُس کی طرف دیکھا اور اپنے آدمیوں کو کوئی اشارہ کیا انھوں نے جرّانہ کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ اور کڑا پہرہ لگا دیا دو اشخاص کو اُس کے اسباب کی تلاشی کے لئے روانہ کیا گیا۔ اگر کوئی مسیحیت کے خلاف لٹریچر یا دوسری اشیاء ملیں تو ضبط کر لی جائیں۔

کالی اور بھیانک رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی کہ چند آدمی جو برچھیوں نیزوں اور تلواروں سے مسلّح تھے جرّانہ کے پاس آئے کوٹھری کا دروازہ کھولا اُس عاشق اہلبیت کے ہاتھ زنجیروں سے جکڑے اُس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونسا تاکہ وہ چیخ پکار نہ کر سکے۔ اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور کستان

کتنان شہر سے باہر ایک خاص مقام کی طرف لے گئے۔ جرّانہ کو ایک درخت سے باندھکر ہتھیاروں سے اُس کے جسم پر چرکے لگانا شروع کئے۔ یہ سیحی اشقیا ہر مرتبہ اس کو زخمی کرنے کے بعد پوچھتے کہ محمدؐ اور اس کی آل اولادؑ کی محبت سے باز آئے گا یا نہیں جرّانہ کی طرف سے جب نفی میں جواب ملتا۔ وہ سر ہلاکر جب اشارہ سے بتاتا کہ رسولؐ اور اہلبیتؑ رسولؐ کی مودت کو کسی صورت میں نہ چھوڑوں گا تو وہ ظالم انسان پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اپنی شقاوت دکھاتے اور اس کے جسم پر گہرے زخم لگاتے الغرض انھوں نے جرّانہ کو اسی طرح تڑپا تڑپا کر نہایت بے رحمی سے ہلاک کر دیا۔

جرّانہ کو قتل کرنے کے بعد بدکردار قاتلوں نے فیصلہ کیا کہ اس کی لاش کا نام ونشان گمُ کرنے کے لئے شہر سے بہت سے کتے لائے جائیں اور لاش کے ٹکڑے ان کو کھلائے جائیں۔ جب وہ لوگ کتے لے کر وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ جرّانہ کی لاش غائب ہے۔ قدرت کی بے پناہ طاقت نے غیرت کھاکر نہ معلوم کہاں گمُ کر دیا۔ اور جس درخت سے باندھ کر جرّانہ کو قتل کیا گیا تھا وہ چیخیں مار مار کر "یا محمدؐ"، "یا علیؑ" پکار رہا تھا۔

ماخوذ:۔ (۱) اعجاز اسلام مصنفہ محمد فائق حنفی کانپوری

(۲) بیان العجائب مؤلفہ مولوی مبارک حسین

(۳) رسالہ صداقت کراچی ماہ مئی ۱۹۴۲ء

واقعہ ۱۴۹

ہندوستان کی مشہور سکھ ریاست "پٹیالہ" میں اُتم چند نام کا ایک ہندو کتب فروش رہتا تھا جو شاستری پستکالیہ کا مالک تھا جو عام طور پر دھارمک کتابیں" یعنی ہندو دھرم کی کتابیں منگوایا اور بیچا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ۱۹۲۷ء میں اس نے ہندوستان کے مختلف مقامات سے سنسکرت اور گورمکھی کتابیں منگوائیں اور اُن کو سلیقے سے لگانا سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ہندی کی ایک کتاب اٹھائی جس کا

نام "شرودھامنی" श्ररोधा मुनी وہ سنسکرت کی کسی کتاب کا ترجمہ تھا جس میں "سترودھا" نامی ایک مُنی "یعنی راہنما یا پیامبر کے چند اشلوک اور منتر درج تھے۔

اُتم چند جب کتاب پڑھتے پڑھتے ایک مقام پر جہاں وہ اپنے پیارے شاگرد "کریاش" کو اپدیش دیتا ہے پہنچا تو اُسے یہ عجیب وغریب تحریر نظر آئی۔ "اُس سمے (وقت) کو یاد رکھو ساتویں صدی چڑھے گی تو

کرتارجی پانچ چمتکار دکھائیں گے۔ اُن سے دس اور دو

بنیں گے جو کل آکاش اور سب دھرتی کے پرتابت ہوں گے

سنسار کے نشٹ ہونے تک اُن کا ہی راج ہوگا۔ جس کا نام

پہلا ہوگا اُسی کا نام پچھلا ہوگا۔ دونوں کے نام میں "ما"

(म) ہوگا۔ پہلا جو مہرشی ہے اس کا داہنا ہاتھ

"آ" उम ہوگا تم پربھات کے سمے اور سماگش کے سمے

اُن پانچ کی اور اُن دس اور دو کی جے بولا کرو۔[۱]

(کتاب "سترودھامنی" ترجمہ پنڈت النیورد یال دت

مطبوعہ شنکر اسٹیم پریس بنارس ۱۹۲۱ء)

تشریح عبارت:۔ "شرودھامنی" کا مطلب یہ ہے کہ اُس زمانہ کو یاد رکھنا چاہیے جب ساتویں صدی بکرمی کا آغاز ہوگا۔ ہندی کے مطابق ماہ جیٹھ ۶۲۵ بکرمی میں جناب رسالت مآبؐ نے ظہور فرمایا اور اس سے تیس سال بعد ۶۵۵ بکرمی میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس بشارت میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نہ صرف اشارہ! بلکہ واضح طور پر آگاہ کر دیا ہے کہ ساتویں صدی بکرمی میں پنجتن پاکؑ بحکم خالق اکبر جل شانہٗ ظہور فرمائیں گے۔ اور ان ہی سے بارہ آئمہؑ اپنے مناصب پر فائز

---

[۱] شرودھامنی ۱۲۳۵ بکرمی میں گزرا ہے اس کی ایک کتاب میں جناب رسول آخر محمد مصطفےٰؐ اور آئمہ طاہرین کے ظہور اور فضائل سے متعلق کئی بشارات پائی جاتی ہیں۔ (محمود گیلانی)

ہوں گے جو تمام آسمانوں اور زمینوں پر اپنی روشنی (دینِ حق) پھیلائیں گے اور دُنیا کے فنا ہونے تک ان ہی کی امامت اور ان ہی کی روحانی و دینی حکومت ہوگی۔ اللہ کے ان معصومین ؑ کی شناخت یہ ہوگی کہ جو نام اُن میں سے پہلے کا یعنی رسولِ آخر کا ہوگا وہی نام امامِ آخر (صاحب العصر والزمان) کا ہوگا اور دونوں کے اسمائے گرامی ہندی حرف "ما" (یعنی لفظ م) سے شروع ہوں گے مطلب یہ ہوا کہ جناب رسولِ آخر کا اسمِ مقدس بھی محمدؐ اور امامِ آخر کا نام مبارک بھی محمدؑ ہوگا۔ اور پہلے محمدؐ رسولِ اعظم کا دستِ راست بھی ایک ہوگا جس کا نام ہندی حرف "آ" (عربی حرف ع) سے شروع ہوگا یعنی علیؑ۔ پس صبح و شام ان پانچوں اور دسوں مقدس ترین ہستیوں کی تحریم و تکریم کرنی چاہیئے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ شرود ھامنی نے کیسی وضاحت کے ساتھ جناب رسولؐ مقبول اور حضور آئمہ طاہرینؑ کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

اُتم چند یہ عبارت پڑھ کر کسی سوچ میں پڑ گیا اور اس کا مطلب حل نہ کر سکا آخر اس نے اپنے دھرم کے گیانیوں سے اور عالموں و ودوانوں (دانشوروں) سے رجوع کیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ سب نے گول مول ناقابلِ فہم معنی کہکر ٹرخا دیا مگر اُس کو اس کا مطلب سمجھنے کی ایک لے سی لگ گئی۔ اتفاق سے ایک دفعہ کوئی بہت بڑا ودیارتھی (طالبعلم) پٹیالہ میں آیا۔ اُتم چند فوراً اس کے پاس پہنچا اور مذکورہ تحریر کا مطلب پوچھا۔ ودیارتھی نے پہلے تو انٹ سنٹ مطلب بتا کر ٹال دیا لیکن جب اُتم چند نے وضاحت چاہی اور حقیقی معنی دریافت کیے تو ودیارتھی نے واضح طور پر وہی مطلب بتا دیا جو کہ راقم الحروف نے حاشیہ پر لکھدیا ہے یہ سُنتے ہی اُتم چند کے ضمیر نے شہادت دی کہ سرکارِ رسالتؐ محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ ہی وہ عظیم و مقدس ہستیاں ہیں جن سے محبت اور مودت رکھے بغیر انسان کی نجات ناممکن ہے۔ چنانچہ اس کے دل میں ان کا عشق جاگزیں ہوگیا اور وہ شب و روز ان کے نام کی مالا جپنے لگا اب اس نے یہ بھی کیا کہ دوسری کتابوں کے ساتھ اُس نے اپنے کتب خانہ میں اسلامی کتابیں بھی منگوا کر رکھیں جن کے مطالعہ نے اُس کی قوتِ ایقان کو اور بھی مضبوط

کیا حضرات معصومین علیہم السلام پر اس کا اعتقاد پہلے سے زیادہ پختہ ہوتا گیا اور اسی طرح اس کی معلومات میں ترقی اور اسکی تحقیقات میں توسیع ہوتی گئی۔

ایک دن کوئی ہندو گاہک اُس کی دوکان پر آیا اور اپنے مذہب کی کوئی کتاب طلب کی اُتم چند نے وہ کتاب دے دی گاہک کی نظر دو چار کتابوں پر پڑی تو اس نے پوچھا:۔ "تم نے اسلامی کتابیں اپنے کتب خانے میں کیوں رکھی ہیں؟ کیا ان کے گاہک بھی یہاں آتے ہیں؟"

"جی ہاں! جب سے یہ کتابیں منگوائی ہیں مسلمان بھی انھیں خریدنے کے لئے آتے ہیں۔"

"ایسی کتابیں تمھیں نہیں رکھنی چاہیئے تھیں۔"

"کیوں صاحب؟"

"اس لئے کہ یہ ہمارے دھرم کے خلاف ہیں۔"

"ہرگز نہیں! یہ تو انسانوں کو انسان بنانے والی اور دُنیا کو ہدایت بخشنے والی کتابیں ہیں۔ ان کو پڑھکر آدمی کی مُکتی ہوتی ہے اور اسے جھوٹ اور سچ میں حقیقت اور بناوٹ میں نیکی اور بدی میں تمیز کرنا آتی ہے۔"

"کیا کتابیں ہیں یہ؟ ذرا میں بھی تو معلوم کروں!"

"صاحب! یہ اسلام کے پانچوں اور اماموں کی سوانحعمریاں ہیں چنانچہ یہ ہے حضرت محمدؐ کی سوانحعمری۔ یہ اُن کے خلیفہ اور جانشین حضرت علیؑ کی سیرت ہے۔ یہ محمدؐ صاحب کی سپتری (صاحبزادی) بی بی فاطمہؑ کی سوانح عمری ہے یہ ان کے فرزند امام حسنؑ اور حسینؑ کی سوانح عُمریاں ہیں۔ فی الحال یہی منگوائی ہیں۔ اس کے بعد دوسری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"میں حیران ہوں کہ ان کتابوں کا ایک ہندو کتب خانہ سے کیا تعلق ہے؟ تم نے تو یہ کتابیں رکھ کر اپنے "پستکالیہ" کو بھرشٹ کر دیا ہے۔"

"تو بہ کرو صاحب! یہ تو بڑی پوتر کتابیں ہیں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان کو پڑھ کر انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آجاتا ہے۔"

مسٹر اُتم چند! معلوم ہوتا ہے تم پر کسی مسلمان پرچارک کا جادو چل گیا ہے۔ اور اسلام کی وِدّیا کا تم پر خاصا اثر ہو چکا ہے جبھی تو تم اسلام کے رسولؐ اور اس کے اماموںؑ کی تعریفیں کر رہے ہو میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔"

صاحب! مجھے کسی مسلمان نے نہ اپدیش دیا ہے نہ پرچار کیا ہے۔ اسلام کے بزرگوں کی اسقدر عزت کرنے کا سبب شری دھامنی کی وہ پیشنگوئی ہے جو اس ہندی پُستک میں لکھی ہے ذرا پڑھیئے نا اس کتاب کی یہ عبارت!"

"مگر اس کا مطلب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔"

"جی ہاں صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ سب سے افضل ہے۔ سب سے بزرگ ہے۔ شری دھامنی کی پیشنگوئی کے مطابق چودہ سو سال سے اُن کے چمتکار ہو چکے ہیں اور رشی جی صاف کہہ رہے ہیں کہ ہر شخص کو صرف اُن ہی کی جے بولنی چاہیئے اور ان ہی کو نمسکار کرنا چاہیئے۔"

"لیکن اس پیشنگوئی میں مسلمانوں کے رسولؐ اور ان کے کسی امامؑ کا نام تو نہیں لکھا ہے۔"

"بیشک! اس میں کسی کا نام درج نہیں مگر منی جی نے جو تعریفیں اور نشانیاں بیان کی ہیں وہ اسلام کے بزرگوں یعنی پنجتن پاک اور بارہ اماموں پر پوری اترتی ہیں اگر نہیں تو بتایا جائے کہ کون سے مذہب میں پانچ اور بارہ بزرگوں کا چمتکار ہوا ہے۔ کون سے رشی یا مہرشی اور آخری امام کا نام محمدؐ ہے۔ اس پیشنگوئی میں تو سب کچھ کھول کر لکھ دیا گیا ہے۔"

متعصب اور دشمن اسلام ہندو گا ہکنے اُتم چند کی یہ باتیں سُنیں تو سخت حقارت سے اُس کی طرف دیکھا پھر اپنی عفریت سے مجبور ہو کر ہندوؤں اور سکھوں میں اس کے خلاف پروپیگنڈا کیا ان کو اشتعال دلایا اور خوب نمک مرچ لگا کر توڑ مروڑ کر اس کے حالات ان کو سُنائے کہ اُتم چند ہندو دھرم کی توہین اور اسلام کی تعریف کرتا ہے۔ چنانچہ ایک روز ایک مشتعل ہجوم نے جو ہندو اور سکھ غنڈوں پر مشتمل تھا اُتم چند کو اس کے کتب خانہ میں بند کر کے مٹی کا تیل چھڑکا اور آگ لگا دی اور اس طرح وہ محبت رسولؐ اور محبِّ آل محمدؐ اپنی کتابوں

کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔

(ماخوذ از رسالہ "پیام توحید" آگرہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء
اخبار "نصرت" دہلی ۲ر فروری سنہ ۱۹۲۰ء
کتابچہ عشق محمدیؐ مؤلفہ قاضی ابراہیم خان سورتی مطبوعہ سنہ ۱۹۲۳ء)
(ماہنامہ پیغام عمل لاہور مارچ سنہ ۱۹۶۴ء)

واقعہ نمبر ۱۵۰

علی کا قبض روح انکی مرضی پر منحصر تھا

مُلّا نے اپنی سیرت میں حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میں نے شب معراج عزرائیل کو دیکھا اور بڑھ کر سلام کیا۔ اس نے جواب سلام دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا حال پوچھا۔ میں نے کہا تم میرے بھائی کو پہچانتے ہو؟ عزرائیل نے کہا کیوں نہیں۔! مجھے اللہ تعالےٰ نے ساری مخلوق کا قابض ارواح بنایا ہے۔ سوائے آپؐ کے اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے کیونکہ یہ آپؐ دونوں کے ارادے پر موقوف ہے۔

(بحوالہ کتاب المرتضیٰ از ایم اے شاہد صفحہ ۱۰۱)

واقعہ نمبر ۱۵۱

علیؑ کا لسان اللہ ہونا!

خوارزمی نے مناقب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب نے فرمایا کہ شب معراج جب اللہ مجھ سے ہمکلام ہوا تو ایسی آواز آئی جیسے علیؑ بول رہے ہیں میں نے پوچھا یہ تیری آواز ہے یا علی کی؟ جواب ملا۔ میری ذات ایسی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ میں لوگوں جیسا نہیں ہوں نہ کوئی چیز مجھ سے مشابہ ہے میں نے تجھے اپنے نور سے

سے پیدا کیا اور علیؑ کو تیرے نور سے ۔ میں تیرے دل کے بھید سے واقف ہوں کہ تجھے علی سے زیادہ کسی اور سے محبت نہیں ۔ اس لئے اسی کی آواز میں تجھ سے ہمکلام ہوں تاکہ تیرے دل میں تسلی اور اطمینان رہے ۔

واقعہ نمبر ۱۵۲

علیؑ کی نظر میں سب برابر ہیں

ماہنامہ القدیر خلفائے راشدین نمبر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مقام اشاعت صاف منظر چھاؤنی نادعلی بیگ حیدر آباد دکن مدیر ابوالمحامد محمد احمد اللہ احمد قدیری صفحہ نمبر ۴ ۔

ایک دفعہ فلسطین کی ایک یہودی عورت حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ۔

" یا امیرالمومنینؑ میری چار لڑکیاں ہیں جو شادی کے قابل ہو چکی ہیں ۔ مگر غریبی کی وجہ سے میں ان کی شادی نہیں کر سکتی ۔"

اس التجا پر آپؑ نے تحقیقات کے بعد لڑکیوں کی شادی کے لئے ایک معقول رقم عطا فرمائی ۔ اور اس یہودی عورت نے اپنی بیٹیوں کی شادی کر دی ۔

واقعہ نمبر ۱۵۳

دِل میں کچھ زبان پر کچھ !

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے بارے میں ابوالبختری سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر مبالغہ شروع کر دیا اور دل میں آپ کی طرف سے بغض رکھتا تھا ۔ آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تم بیان کر رہے ہو ۔ ہاں اس سے بہتر ہوں جو تمہارے دل میں ہے ۔ (بحوالہ کتاب لطائف علمیہ صفحہ ۸ ۔ از علامہ ابن جوزی بغدادی)

واقعہ نمبر ۱۵۴

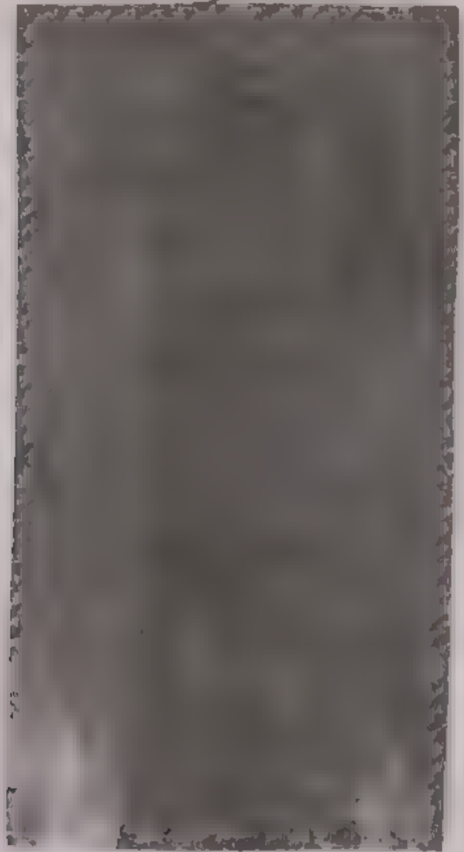

روزنامہ حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کے اخبار میں ایک تعزیہ کا فوٹو شایع ہوا ہے اور میں بھی اس فوٹو کو انتہائی عقیدت کے ساتھ شایع کر رہا ہوں یہ تعزیہ احمد آباد (بھارت) سے سات کلو میٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں جو باپو کے موضع منگلت نگر میں ۷۵ فیٹ بلند تعزیہ جس پر ۱۵ ہزار روپیہ سے زیادہ لاگت آتی ہے ہر سال بنایا جاتا ہے اور اس کے بنانے میں پورا ایک سال صرف ہوتا ہے ۔

- اس شہرۂ آفاق بلند اور خوبصورت تعزیہ کی بناوٹ میں ابرق اور رنگ برنگے کاغذ استعمال کئے جاتے ہیں ۔
- یہ عظیم الشان تعزیہ نذرانۂ عقیدت کے طور پر نواسۂ رسولؐ شہید اعظم امام حسینؑ اور ان کے رفقاء شہدائے کربلا کی یاد میں ہر سال نکالا جاتا ہے اور اس تعزیہ کے ذریعہ اس مقصد عظیم کی تبلیغ ہوتی ہے جس کے لئے حسینؑ نے اپنا گھر بار لٹایا ۔ اور جانیں قربان کر دی تھیں ۔ آج اسلام اپنی اصلی شکل میں باقی ہے تو یہ صرف حسینؑ کی قربانیٔ عظیم کا نتیجہ ہے ۔ (محمد دصی خاں)

واقعہ نمبر ۵۵

عبادت ہو تو ایسی قرب داور ہو تو ایسا ہو!

انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں، ایک روز ایامِ حج میں نصف شب کے قریب قبرستان جنت معلی میں جناب حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے مزارِ اقدس کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص کو بارگاہ رب العزت میں بہ گریہ وزاری یہ مناجات پڑھتے ہوئے سُنا۔ مناجات کچھ ایسے انداز و لحن سے ادا ہو رہی تھی کہ وہاں سے آگے قدم نہ بڑھ سکے۔ جس سے گمان ہوتا تھا کہ کوئی عاشق صادق اپنے معشوقِ حقیقی کی جناب میں سراپا عجز و نیاز ہے اور وہ مناجات یہ تھی۔

يَا ذَا الْمَعَالِي عَلَيْكَ مُعْتَمَدِي
طُوبٰى لِمَنْ كُنْتَ اَنْتَ مَوْلَاهُ
طُوبٰى لِمَنْ كَانَ خَائِفًا وَجِلًا
يَشْكُوْ اِلٰى ذِي الْجَلَالِ بَلْوَاهُ
لَوْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ جَوَانِبِهٖ
خَرَّ صَرِيْعًا لِمَا تَغَشَّاهُ
وَمَا بِهٖ عِلَّةٌ وَلَا سَقَمٌ
اَكْثَرَ مِنْ حُبِّهٖ لِمَوْلَاهُ
اِذَا خَلَا فِي الظَّلَامِ مُبْتَهِلًا
اَكْرَمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَدْنَاهُ
وَاِنْ شَكٰى بَثَّهٗ وَحَاجَتَهٗ
اَجَابَهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَبَّاهُ

ترجمہ:-

اے خدا تجھ پہ ہے میرا اعتماد
جس کا تو مولا وہ بندہ بامراد
قلب میں جس کے ہے خوفِ کبریا
اپنے دُکھ کا رب سے کرتا ہے گلہ
جب ہوا چلتی ہے اس کے چار سو
غش میں گر پڑتا ہے وہ پاکیزہ خو
یہ غشی آثارِ بیماری نہیں
بلکہ عشقِ حق ہے دل میں جاگزیں
جب وہ تنہا شب میں کرتا ہے دعا
قرب اس کو بخشتا ہے کبریا!
ہے اگر وہ مبتلائے اضطراب
حق تعالےٰ اس کو دیتا ہے جواب

● چودھویں ذی الحجہ کا چاند تھا میں اُس شخص کے پیچھے فاصلے پر تھا جب وہ مذکورہ ابیات بارگاہِ ایزدی میں عرض کر چکے تو ایک غیبی آواز سُنائی دی جس کا اندازِ تخاطب ترنم و سوز سے بھرپور تھا اور درج ذیل ابیات ادا کی جا رہی تھیں۔

لَبَّيْكَ عَبْدِيْ وَاَنْتَ فِيْ كَنَفِيْ
وَكُلَّمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاهُ
صَوْتُكَ تَشْتَاقُهٗ مَلَائِكَتِيْ
وَحَسْبُكَ الصَّوْتُ قَدْ سَمِعْنَاهُ
دُعَاكَ عَبْدِيْ يَجُوْلُ فِيْ حُجُبِيْ
وَذَنْبُكَ الْيَوْمَ قَدْ غَفَرْنَاهُ
سَلْنِيْ بِلَا خَشْيَةٍ وَلَا رَهَبٍ
وَلَا تَخَفْ اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ

ترجمہ:-

لبیک عبدی! نزدیک تر ہوں
تیرے دُکھوں سے میں باخبر ہوں!
میرے فرشتے مشتاق تیرے
غافل نہیں ہم تیری صدا سے

مقبول حق ہیں تیری دعائیں — سب بخشدی ہیں تیری خطائیں
جو چاہے مانگو مجھ عطا ہوں — مت ڈر کہ میں تو تیرا خدا ہوں

● ان ابیات کے خاتمہ پر میرا اشتیاق بڑھا اور آگے بڑھ کر اس شخص پر سلام بھیجا میری جب توجہ ہوئی تو وہ حسینؑ ابن علیؑ تھے۔ بے تحاشا میں نے ندا دی کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ:۔ اَلحُسَینُ مِنّی وَاَنَا مِنَ الحُسَینؑ ۔ اب حسینؑ راہ حق میں کسی سے دبنے والے نہ تھے یہ حسینؑ کی معراج تھی لَا تَخَف اِنَّنِی اَنَا اللّٰہُ (مت خوف کر تحقیق کہ میں اللہ ہوں) جس بندہ سے رب العزت اس طرح خود مخاطب ہو اس کی عظمت کے کیا کہنے اور اس کو مصائب و آلام کی کیا پرواہ؟

(از عیون المجالس، مناقب ابن شہر آشوب، شہید اسلام صفحہ نمبر ۱۸ منقول از ناموس اسلام شان حسینؑ صفحہ نمبر ۹۸ و ۹۹)

● مذکورہ مناجات جناب سید الشہداؑ کی معراج ہے، دافع بلیات اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ جملہ مومنین و مومنات کے لئے اس کا ورد ضروری ہے!

واقعہ نمبر ۱۵۶

"میں قتل ہو جاؤں اور تو امیر شام ہو جائے" (امیر معاویہؓ)

کتاب امیر المومنین از عالم جلیل اہلسنت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ترجمہ سید محمد عادل مرحوم ناشر ادارہ ناصر الاسلام تاریخ اشاعت اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ نمبر ۹ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک بار کسی جنگ میں حضرت علیؑ نے امیر معاویہؓ کو بلایا کہ ہم دونوں لڑ کر فیصلہ کر لیں کیوں ناحق فوج کا خون ہو دونوں میں کوئی دوسرے کو قتل کر ڈالے اور جھگڑا ختم ہو جائے۔ عمرو بن عاصؓ (بھی اس گفتگو کے وقت موجود تھے) کہا سچ تو ہے علیؑ بالکل صحیح فرماتے

ہیں اس پر امیر معاویہ نے کہا جب سے تو نے مجھے مشورہ دینا شروع کیا ہے آج کے سوا کبھی دھوکا نہیں دیا۔ مجھے علیؑ سے لڑنے کا مشورہ دیتا ہے (میں ان کے سامنے سے زندہ واپس آسکتا ہوں) معلوم ہوتا ہے تو ملک شام کی سرداری کی خواہش رکھتا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور تو امیر شام ہو جائے۔!

واقعہ ۱۵۷

حضرت علی علیہ السلام کا علم!

کتاب ہذا صفحہ ۱۸ میں تحریر ہے ایک دفعہ کسی نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ تمہارے علم کو حضرت علی علیہ السلام کے علم سے کیا نسبت ہے اس پر جناب ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ جو نسبت بارش کے ایک قطرے کو سمندر سے ہے۔ جناب ابن عباسؓ آپ کے شاگرد تھے اور تفسیر قرآن کی تعلیم بھی آپؑ ہی سے حاصل کی تھی۔

واقعہ ۱۵۸

مہابلی حضرت علیؑ

صاحب ذوالفقار حضرت علیؑ کی خدمت میں ھندو خاتون

محترمہ سرلا دیوی کا ھدیہ عقیدت

کتاب مہابلی حضرت علیؑ صفحہ ۳ و ۴ پیشکش امامیہ مشن پاکستان لاہور از قلم محترمہ سرلا دیوی سکریٹری بھگوت گیتا سوسائٹی پاکستان، اشاعت نمبر ۱۵۲ میں تحریر فرماتی ہیں کہ ۲۱ رمضان المبارک کے موقع پر پاکستان بھگوت سوسائٹی کی طرف سے ہر سال کوئی نہ کوئی رسالہ یا کتابچہ یا پیغام شائع ہوتا ہے۔ شری کرشن جی اور ان کے اپدیش کے ماننے والے مہابلی حضرت علیؑ کی بڑی عزت کرتے ہیں کیونکہ شری کرشن کی طرح وہ بیک وقت بڑے

امید لیشک بھی تھے اور میدان جنگ میں زبردست بہادر بھی! جس طرح کرشن جی کا نام کشمیر کی وادیوں سے لے کر راس کماری تک روشن ہے اسی طرح حضرت علیؑ کا نام بھی بحر ظلمات سے لے کر بحرالکاہل تک اور سائبیریا کی سرحد سے لے کر بحر ہند کے جزیروں تک عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ پہلوان "یا علی" کہہ کر اکھاڑے میں اترتے ہیں بہادر فوجی علیؑ حیدر علیؑ حیدر کا نعرہ لگا کر میدان جنگ میں آگے بڑھتے ہیں اہل علم اور ودوان ان کے علم و فضل سے اپنے دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں جس طرح شری کرشن جی کی بھگوت گیتا مردہ رگوں میں شجاعت کا خون دوڑا دیتی ہے اسی طرح مہابلی حضرت علیؑ کی نہج البلاغۃ کے خطبے سوتوں کو جگا دیتے ہیں اور گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگا دیتے ہیں اور عادلوں کا عدل و انصاف کا سبق پڑھا دیتے ہیں۔ اور شہریوں کو ان کے شہری فرائض یاد دلاتے ہیں ہمارے مسلمان بھائیوں کی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے ان کو مہابلی علیؑ جیسا مہاپرش ودیاوان اور مہاتما گرو دیا جس کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر وہ دونوں جہاں میں مالا مال ہو سکتے ہیں۔

واقعہ ع ۱۵۹

ناد علیؑ کا معجزہ!!!

• سید محمد یوسف رضوی چیرمین پاکستان بیس اینڈ سوشل ویلفیر کمیٹی (شمالی ڈھاکہ) و مالک وایڈیٹر روزنامہ انگارہ و ہفتہ وار حقیقت (ڈھاکہ) جب ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۷۴ء کو ڈھاکہ جیل سے تقریباً چار سال بعد رہا کر کے کیلو کیمپ ڈھاکہ پہنچائے گئے تو ان سے ملاقات کرنے کے لئے ان کی بیوی اور بچے کیلو کیمپ ڈھاکہ پہنچے جہاں ان کی بیوی نے (جو کہ سنی العقیدہ ہیں) گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ "مکتی باہنی کے غنڈے" نذرل" نے بتایا ہے کہ اس نے نیز اس کے ایک ساتھی "مکتی باہنی" نے کئی بار ریوالور سے (یوسف رضوی پر) ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء سے پہلے گولی چلانے کی کوشش کی مگر جب بھی

نذرل اور اس کے ساتھی نے (یوسف رضوی کا نشانہ لے کر) گولی چلانے کا قصد کیا اور ریوالور کا ٹرائیگر دبانا چاہا مگر اسے کوئی غیبی طاقت ٹرائیگر دبانے میں مانع ہوتی اور ٹرائیگر نہ دبتا۔ آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟

یوسف رضوی نے جواب دیا۔ "میں ہمیشہ گھر سے باہر نکلتے وقت پہلے تین بار درود اسکے بعد سات مرتبہ ناد علیؑ اور آخر میں تین بار درود پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتا ہوں اور یہ ناد علیؑ کا ہی معجزہ ہے کہ میرے مولا علیؑ نے مجھے بچا لیا۔ یہی نہیں بلکہ ڈھاکہ جیل میں بھی ناد علیؑ کے معجزہ سے انھیں ہر قسم کی سہولت اور آسانی فراہم تھی۔ انھوں نے بتایا کہ

• ع ۱۶۰ جب وہ گرفتار کر کے ڈھاکہ جیل بھیجے گئے تو پاکستانی ذہنیت رکھنے اور پاکستانی افواج کے دوش بدوش دلیرانہ خدمت انجام دینے کے نتیجہ میں انتقامی کارروائیوں کا انھیں بھی نشانہ بنایا گیا تھا ایک روز صوبیدار انتہائی پریشانی میں انھیں جب نظر آیا تو انھوں نے اس سے انتہائی لجاجت سے پریشانی کا سبب دریافت کیا صوبیدار نے بتایا کہ "اس کی بیٹی گزشتہ ۷ گھنٹے سے درد زہ میں مبتلا ہے کئی ڈاکٹر اور نرسیں آئیں اور گئیں مگر ولادت ہنوز نہیں ہوئی"

میں نے پرانا گڑ منگوایا اور ناد علیؑ کبیر پانچ بار پڑھ کر گڑ پر دم کیا اور اسے فوراً کھلانے کو کہا۔ صوبیدار گڑ لے کر گیا اور تقریباً ۱۵ منٹ بعد مٹھائی لے کر بہت خوش خوش پہنچا اس کی بیٹی کی گود اولاد نرینہ سے بھر چکی تھی۔ اس صوبیدار کا نام قادر تھا اور وہ سنہ ۱۹۷۲ء میں ہی ریٹائرڈ ہو گیا۔ اس کی وجہ سے ہمیں جیل میں بھی ہر قسم کا آرام تھا۔ اور یہ بھی ناد علیؑ کا معجزہ تھا۔

• ع ۱۶۱ علیؑ اور اولاد علیؑ کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوسف رضوی نے یہ بھی بتایا کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب بنگلہ دیش بن گیا تو وہ مہاکھالی فاطمہ منزل (گلشن ایریا) اپنے مکان سے بھاگے مگر اپنا ریوالور اور ڈبل بیرل گن ساتھ لے لیا تھا بڑی پریشانی سے جب ٹھٹھیری بازار اپنے پھوپھی زاد بھائی مصطفیٰ ہاشمی بی اے (مصطفیٰ ہاشمی صاحب شاہ کربلا ٹرسٹ میں بحیثیت اکاؤنٹنٹ خدمت انجام دے رہے ہیں) کے گھر پہنچا تو وہ مجھے پریشان دیکھ کر چیخ پڑے میں نے انھیں اطمینان دلایا رات بھر ان کے

ہاں رہا اور صبح بندوق انھیں کے گھر میں چھوڑ کر ریوالور کمر میں رکھکر بیجا رام ڈیوڑھی جانے کے لئے نکل پڑے (۶ / دسمبر ۷۱ء کو یوسف رضوی کی بیوی اپنے بچوں کو لے کر ڈھاکہ شہر کے محلہ بیجا رام ڈیوڑھی میں اپنے ننھیال چلی گئی تھیں)۔ شام کے قریب قریب وہ خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

• دوسرے دن شام کو ۵ بجے مصطفیٰ ہاشمی کے بڑے بیٹے حسین ہاشمی نے آکر بتلایا کہ دوپہر کے وقت عورتیں "فریادی ماتم" کر رہی تھیں کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں باہر نکلا تو اسٹین گن اور ریوالور سے مسلح مکتی باہنی نظر آئے۔ انھوں نے کہا۔ ہم آپ کے گھر کی تلاشی لیں گے؟ کیا آپ کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ ہے۔؟ میں نے جواب دیا نہیں! (حالانکہ آپ کی بندوق سامنے مچان پر میلے کپڑوں کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔) عورتیں فریادی ماتم کرتی رہیں انھوں نے گھر میں داخل ہو کر ایک اچٹتی ہوئی نظر کمرے پر ڈالی اور یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے کہ "امی ٹا شیعہ باڑی .. شیعہ بھلّا لوک ہوئے"! (یہ مکان شیعوں کا ہے اور شیعہ صلح پسند لوگ ہیں)

• فریادی ماتم کے نتیجہ میں علیؑ اور اولاد علیؑ نے مشکل کشائی کی اور سامنے رکھی ہوئی بندوق نظر نہ آسکی! عامۃ ہی شیعوں کی صلح پسندی کا اعتراف "معجزہ" نہیں تو کیا ہے۔!!!

واقعہ نمبر ۱۶۲

میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے جو حکم دیا اس کی تعمیل کی ہے!

نسائی نے خصائص میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ بعض اصحاب رسولؐ کے دروازے مسجد نبویؐ کی جانب تھے رسول مقبولؐ نے علیؑ بن ابی طالب کے سوا اور سب اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے اپنے دروازوں کو بند کر دیں اسی پر اصحاب نے کچھ کلام کیا تو آنحضرتؐ نے کھڑے ہو کر بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا کہ میں نے حکم ایزدی کے مطابق تم لوگوں کے دروازے بند کرائے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا تم نے اس باب میں فضول چون و چرا کی۔ میں نے نہ کوئی دروازہ بند کیا نہ کھولا بلکہ خدا نے جو حکم دیا اس کی تعمیل کی۔

(بحوالہ تاریخ اسلام کے جواہر پارے صفحہ ۱۹۔ ناشر ادارہ تمدن اسلام کراچی)

واقعہ نمبر ۱۶۳

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی کرامت

علی ابن خالد ناقل ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عراق (سامرہ) میں ایک شخص کی نسبت سُنا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ واقعہ سُنکر مجھے بہت بڑی حیرت ہوئی اور اس سے ملنے کا شوق ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ تو خلیفہ کے حکم سے قید ہے میں کچھ ایسا شائق ہو رہا تھا کہ اس کے شوق ملاقات میں قید خانہ کے پاس پہونچا اور زنداں بان کو کچھ دے دلا کر اُس شخص سے ملا اور اس سے حقیقت احوال دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں ملک شام کا باشندہ ہوں اور میں نے اپنی تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کی ہے میں ایک رات کو اس مقام مقدس میں

مصروف عبادت تھا جہاں جناب شہید کربلا خامس آل عبا کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا کہ اُسی اثناء میں میرے سامنے ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ اُٹھ چل یہ سنکر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہو لیا تھوڑی دیر کے بعد جو دیکھا تو مسجد کوفہ میں موجود تھا اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں ہو میں نے کہا مسجد کوفہ میں۔ پھر وہ بزرگ نماز میں مصروف ہوئے اور میں نے بھی ان کی اقتدا کی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے مسجد سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے آپ کو روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا وہ بزرگوار خود بھی نماز میں مصروف ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ عبادت کرنے لگا۔ نماز کے بعد وہ بدستور سابق مسجد سے باہر تشریف لائے اور میں بھی پیچھے پیچھے چلا چند قدم چلا تھا کہ مکہ معظمہ میں آموجود ہوا۔ حرم محترم کے طواف وغیرہ سے فارغ ہوکر جب ہم باہر آئے تو وہ مرد مقدس یکایک میری نظروں سے غائب ہو گئے اور پھر میں نے اپنے آپ کو اسی مقام پر پایا جہاں میں ملک شام میں اپنے مقام پر عبادت کرتا تھا۔ میں ہمیشہ اس واقعہ پر تعجب کیا کرتا تھا کہ سال بھر کے بعد اُسی دن اور اسی تاریخ میں پھر وہی مقدس بزرگوار تشریف لائے اور مجھ کو اپنے ہمراہ لے کر جن جن عبادت گاہوں میں پہلے تشریف لے گئے تھے اب کی بار پھر وہیں سے لیکر فرمایا اور سعادت اندوز ہوئے۔ جب تمام مقامات عالیات کی زیارت سے مشرف ہو چکے اور وہ رخصت ہونے لگے تو میں نے نہایت منت و سماجت سے اُن کا اسم گرامی پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے محمدؑ ابن علیؑ کہتے ہیں۔ دوسرے دن میں نے یہ واقعہ اپنے احباب سے بیان کیا انھوں نے اسے خاص وعام میں مشہور کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر والیٔ شام کے کانوں تک پہونچی اس نے مجھے دعوئی نبوت کے ساتھ متہم کر کے اسی الزام میں قید کر دیا۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ اس کا یہ حال سنکر مجھے سخت افسوس ہوا میں نے از راہ ہمدردی اس کا پورا حال لکھ کر حاکم شہر کو اپنی طرف سے اطلاع دی اور خاص طور پر اس کے لئے سفارش کی۔ اس نے میری عرضی کے

کی پشت پر لکھ بھیجا کہ جس شخص نے اس کو یہ قدرت دی اور اس قابل کیا اسی سے کہا جاوے کہ وہی آکر اس کو چھڑا دے۔ مجھ کو اس کا یہ جواب دیکھکر سخت افسوس ہوا دوسرے روز میں اس کو دیکھنے کو پھر گیا۔ قید خانہ کے دربانوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو رات ہی سے آپ ہی آپ غائب ہو گیا۔ نہیں معلوم کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان! تمام ملازمین انتشار و اضطراب میں گرفتار تھے میں یہ حالت دیکھکر دل ہی دل میں حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے روحانی اختیارات اور آپ کے کشف و کرامات کا قائل ہو گیا۔ اس واقعہ کو متواتر کہا گیا ہے اور فریقین کے علماء کرام نے اپنی اپنی معتبر و مستند تالیفات و تصنیفات میں قلم بند فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں امام قندوزی بلخی نے ینابیع المودۃ میں بحوالہ کتاب تحفۃ المتقین از مولوی فوق بلگرامی صفحہ نمبر ۸۶ - ۸۷ -)

واقعہ نمبر ۱۶۴

حضرت علی علیہ السّلام عرب خطیبوں کے امام تھے

کتاب تاریخ ادب عربی مولفہ شیخ احمد الاسکندری مترجم پروفیسر عبدالقیوم ناشر پنجاب ایڈوائزری بورڈ فار بکس محکمہ تعلیم لاہور صفحہ ۲۷۴ میں فضائل امیرالمومنین کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ علم و زہد میں سب سے آگے اور حق و صداقت کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ بالعموم عرب خطیبوں کے امام ہیں۔ دیکھا آپ نے بعد رسالت مآب اسلام اور دین اسلام کو ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھا سکا۔ اور اسی کے نتیجہ میں آپؑ کو متفقہ طور پر خطیبوں کا امام تسلیم کر لیا۔

ناقابل فراموش

جناب سید حسن مہدی (عزاخانہ گلستان زہراؑ لاہور)

(بحوالہ پیام عمل ماہنامہ لاہور)

ہماری زندگی میں بہت سے واقعات اور مشاہدات غیر معمولی ہوتے ہیں جنھیں عام طور سے اہمیت نہیں دی جاتی حالانکہ عقل کا تقاضہ ہے کہ ہر مشاہدہ پر غور و فکر کیا جائے اگر غور و فکر سے مفید و کارآمد نتیجہ برآمد ہو تو اس سے خلق اللہ کو بھی آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ بھی مستفید ہو۔

مندرجہ ذیل مشاہدات میرے لئے ناقابل فراموش ہیں ان پر جسقدر غور کرتا ہوں ایک روحانی مسرت ہوتی ہے۔ اور دل کو منور پاتا ہوں میں انھیں عرفانِ الٰہی کا ذریعہ خیال کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱۶۵

اس عشرۂ محرم میں ہمارے ایک کرم فرما بریگیڈیر صاحب کی بیگم نے سُنایا کہ بریگیڈیر صاحب تبرکات و فیوض معصومین علیہم السلام کے قائل نہ تھے بیگم صاحبہ زیارت کے لئے عراق و ایران گئیں تو ایک رومال ضریحِ اقدس سے مس کر کے لائیں اب وہ اپنی نقدی اور زیور جو گھر میں تھا اس پر یہ رومال ڈالے رکھتی تھیں۔

ایک شب گھر میں چور آیا اور اس نے تمام نقدی و زیور اس رومال میں باندھ لیا اس وقت بیگم صاحبہ سے جیسے کسی نے کہا کہ "اٹھ تیرے گھر میں چور ہے" یہ اٹھیں اور بریگیڈیر صاحب کو جگایا چور آہٹ پر گھبرایا اور تمام مال چھوڑ کر بھاگ گیا۔ بیگم صاحبہ نے بریگیڈیر صاحب سے کہا کہ یہ ان ارواحِ طیبہؑ کا فیض ہے۔ جن کی ضریحوں سے رومال مس کیا گیا تھا لیکن بریگیڈیر صاحب نہ مانے اور اسے محض اتفاقی واقعہ قرار دیا۔

کچھ عرصہ بعد پھر ایسا ہی ہوا لیکن اس مرتبہ بھی چور کامیاب نہ ہوئے کیونکہ

اس مرتبہ خود بریگیڈیر صاحب سے کہا گیا کہ اُٹھو تمھارے گھر میں چور آیا ہے۔ وہ اُٹھے اور چور بھاگ گئے۔ اس روز سے بریگیڈیر صاحب قائل ہو گئے۔

اُن ہی بریگیڈیر صاحب کا بیان ہے کہ راولپنڈی میں ان کی دو بہنیں اُن کے پاس آئیں، دونوں متمول و خوش حال تھیں ایک نے کہا کہ میں زیارات کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ پاسپورٹ بنوا دیں انھوں نے فارم منگوائے جس بہن کی خواہش تھی اس کا فارم بھرا اور دوسری بہن کو بھی ترغیب دی انھوں نے بھی سٹر ماسٹر می فارم بھر دیا بریگیڈیر صاحب پاسپورٹ فارم لے کر خود S.P. کے پاس گئے اور اپنے سامنے S.P. کی رپورٹ کے ہمراہ دونوں فارم پاسپورٹ آفیسر کے پاس روانہ کرا دیئے۔ تین روز بعد سپرنٹنڈنٹ پولیس کا فون آیا کہ اُن کی فلاں بہن کا فارم خط کے ساتھ نہیں پہنچا یہ سن کر بریگیڈیر صاحب بہت ہنسے S.P. نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ فارم تو ان کی موجودگی میں بھیجے گئے تھے۔ بریگیڈیر صاحب کے مجبور کرنے پر ان کا فارم بھر اگیا تھا چونکہ تمنا نہ تھی اس لئے سرکار معصومین کی جانب سے زیارت کی اجازت نہ ملی۔

واقعہ نمبر ۱۶۶

ایک صاحب ماڈل ٹاؤن میں مقیم ہیں انھیں ایک اہم ضرورت پیش آئی اس کے حل کی کوئی صورت نہ ہو سکی۔ محرم آگیا ان کی بیوی نے کہا کہ عزاخانہ میں جا کر منت مانو۔ خدائے کریم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے وسیلہ سے ہماری یہ مشکل حل فرمائے گا۔ پہلے تو وہ تیار نہ ہوئے لیکن جب مجبوری حد سے بڑھی تو ہمارے عزاخانہ میں آئے۔ بارگاہ الٰہی سے سید الشہداء علیہ السلام کے صدقہ میں سوال کیا۔ چند ماہ نہ گزرے تھے کہ حاجت بر آئی۔ بیوی نے کہا کہ نذر پوری کرو۔ انھوں نے کہا کہ اتفاقی بات ہے نذر و نیاز میں کیا رکھا ہے۔ یہ صرف کھانے کھلانے کے طریقے ہیں۔ کچھ دن بعد انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک میدان ہے اور اس میں دو خیمے نصب ہیں اونٹوں، گھوڑوں اور چھکڑوں پر لدے ہوئے پھل مٹھائیاں اور کھانے مسلسل آرہے ہیں اور خیموں میں جا رہے ہیں انھیں بڑی حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک شخص

نے بتلایا کہ یہ وہ نیاز یں ہیں جو امام حسین علیہ السلام کے نام پر لوگ کرتے ہیں وہ یہاں سرکار حسینؑ میں پیش ہوتی ہیں۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے اپنی بیگم سے کہا کہ عزاخانہ میں نذر کر جاؤ۔

واقعہ نمبر ۱۶۷

میری والدہ صاحبہ نے ایک جوڑا آسٹریلین طوطوں کا خریدا۔ بڑے پیارے طوطے تھے محرم آگیا۔ ان کا پنجرہ عزاخانہ کے برابر کے کمرے میں رہتا تھا اور مجلس عزا کی آواز لاؤڈ اسپیکر سے وہاں آتی تھی ان طوطوں کا یہ عمل تھا کہ جتنی دیر مجلس ہوتی نہ یہ دانہ کھاتے نہ پانی پیتے۔ روز عاشورہ بھی صبح سے عصر تک انھوں نے نہ پانی پیا اور نہ دانہ کھایا۔

واقعہ نمبر ۱۶۸

نذر سنز کراچی میں حیدر علی صاحب سیلز انجینئر ہیں وہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے خواہشمند تھے وہ دورے پر لائل پور آتے تو ڈکر (FOKER) جہاز سے سفر کرتے جو کوئٹہ ہو کر لائل پور آتا تھا کوئٹہ میں جہاز رکتا تو وہ جہاز سے باہر نکلتے اور روضۂ اقدس امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے زیارت پڑھتے چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے افسران نے انھیں بلایا اور کہا کہ ایران میں ایک ٹیکسٹائل مل دیکھنی ہے۔ اگر تمہارا پاسپورٹ تیار ہے تو تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور بتاؤ کہ معاوضہ کیا لوگے۔ انہوں نے کہا کہ اتنی اجازت کہ مشہد مقدس میں زیارت کر سکوں۔ افسران نے منظور کر لیا اور یہ (حیدر علی صاحب) بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے اور کمپنی کا کام کرتے ہوئے روضۂ اقدس امام رضا علیہ السلام پر حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ میں بذریعہ ہوائی جہاز بغیر کوئی پیسہ خرچ کئے زیارت امام علیہ السلام سے مشرف ہوں گا۔

یہ محیر العقول واقعات ان ہستیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو سرشار عشق الٰہی ہیں۔ ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں۔ اور زبانیں انکی ثناخواں ہیں اور دل ان کی سمت کھنچتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۶۹

آل محمدؐ کی محبت پر مرنے والے شہید ہیں

شاہ فیصل بادشاہ والیٔ عراق کے زمانہ کا ایک سچا واقعہ جسکی صداقت کی تصویر بھی موجود ہے

تصویر صفحہ ۱۰۵ پر دیکھئے۔

جو آل محمدؐ کی محبت پر مر جائے اس کے لئے خوشخبری ہے۔ بشارت ہے۔ وہ شہید مرا۔ اور شہید کی تعریف یہ ہے کہ وہ مرا نہیں کرتے بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ اس کا ثبوت آپ خود اپنی آنکھوں سے فوٹو کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں یہ واقعہ ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳۵۰ھ عید قرباں کے دس دن بعد کا ہے جس کی تصدیق حکومت عراق سے کرائی جا سکتی ہے۔ اس وقت کے والی شاہ فیصل کی تصویر ہے جو بیچ میں کھڑے ہیں۔ اور اطراف میں ارکین سلطنت و دیگر ملکوں کے سفرائے مملکت بھی موجود ہیں اور سامنے دو جنازے رکھے ہوئے ہیں یہ متبرک جنازے شاہی تزک و احتشام کے ساتھ اٹھائے گئے۔ ان کے اندر رسولؐ مقبول کے دو صحابی۔ رسولؐ اور ان کی اولاد سے محبت کرنے والے دو بزرگ ہیں۔ ایک صحابی جن کا نام جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے جناب حذیفہ یمانی ہے۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے ذریعہ رسولؐ خدا نے اپنے فرزند محمد باقرؑ بن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کو سلام کہلایا تھا اور یہ روایت بھی ہے کہ قبر امام حسین علیہ السلام کی سب سے پہلے زیارت کرنے والے یہی صحابی تھے۔

دوسرے صحابی حضرت حذیفہ کا رسولؐ اور ان کی آل پاک سے عشق کا کہنا ہی کیا یہ دونوں بزرگ اپنی طبعی موت مرے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو شاہ فیصل والیٔ عراق نے خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ دریا کا پانی ان کے

مزارات کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان دونوں صحابیوں نے شاہ موصوف سے کہا کہ ہماری قبروں کو دوسری جگہ منتقل کر دو۔ بادشاہ نے اس خواب کا ذکر علماء سے کیا اور اس سلسلہ میں ان سے فتویٰ لیا اور بالآخر عید قربان ۱۳۵۱ھ کے دس روز بعد بادشاہ نے ان کے جنازے کو ہزاروں افراد، وزراء اور سفراء کی موجودگی میں جس میں مختلف العقاید کے لوگ شامل تھے ان لاشوں کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا اور اس پوری کارروائی کو فوٹو کے ساتھ تمام دنیا میں شائع کرا دیا۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ لاشیں تیرہ سو (۱۳۰۰) برس تک کیوں سلامت رہیں۔ کیوں زمانے کی گردشوں سے ان میں تغیر نہ ہوا۔ اور اس قابل رہیں کہ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکیں۔ کیا استدلال ہے ان کے لئے یہ حضرات تو فی سبیل اللہ قتل بھی نہ ہوئے تھے۔ اگر جواب چاہیئے تو یہ حدیث شریف پڑھیئے۔

الا من مات علی حب آل محمدؐ مات شہیدا

واقعہ نمبر ۱۰۱

ایک ذاکر حسین کی قبر منگلا ڈیم کی حدود سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا واقعہ

ایک شخص سید اکبر جان نامی منگلا ڈیم کے علاقہ میں اقامت پذیر تھے۔ آپ ذاکر حسین تھے۔ ہر سال دور دراز کے علاقہ میں ذکر حسین کرنے اور محرم کے ایام میں مجالس ع. پڑھنے جاتے تھے یہ ان کی زندگی کا معمول تھا ایک دفعہ محرم کے مہینہ میں آپ کے ایک بچے کی طبیعت خراب ہو گئی کوئی امید بچنے کی نہ تھی لوگوں نے اصرار کیا کہ اس سال آپ یہاں ہی محرم گزاریں لیکن اس عاشق حسینؑ نے کہا کہ میں تو ہر سال کی طرح اس سال بھی مجالس پڑھنے دوسرے گاؤں ضرور جاؤں گا۔ یہ بچہ اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک کہ میں گھر واپس نہیں آجاتا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو منگلا ڈیم کے علاقہ میں دفن کر دیا گیا آپ کی قبر سے بھی ہزاروں بندگان خدا کو فیض ہوتا رہا جب منگلا ڈیم کی توسیع ہوئی اور مزید علاقہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ کی قبر بھی اس علاقہ میں آ گئی جس کو حکومت مزید لے رہی تھی۔ آپ کی قبر کھود کر آپ کی لاش کو دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا گیا۔ یہ کام آپ کے مرنے کے چالیس سال بعد ہوا میت اس ہی طرح تازہ تھی جیسے کہ ابھی دفن کیا گیا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے انتہائی حیرت و استعجاب کے عالم میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس واقعہ کی تفصیل متعدد رسالوں اور اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ یہ واقعہ پاکستان قائم ہونے کے بعد ابھی حال ہی کا ہے۔ اور اس کی تفصیل حکومت سے اور منگلا ڈیم کے حکام اعلیٰ سے آج بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۴۱

سرِ حُرؑ سے خون جاری ہونا!

یہ واقعہ جناب حُرؑ ریاحی کی قبر کا ہے آپ کربلا کے معرکۂ حق کے پہلے شہید ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کی خدمت میں یزید پلید کے لشکر سے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ اسمٰعیل بادشاہ ہوئے اور آپ بغداد سے زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے عراق تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ حضرات حضرت حُرؑ ریاحی کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ بادشاہ نے انکی قبر پر پہنچکر حقیقت حال کے دریافت کی خاطر حکم دیا کہ قبر کھود دی جائے چنانچہ ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں حُرؑ ریاحی شہید کارزار کربلا کی قبر مبارک کھود دی گئی جب لاش برآمد ہوئی تو آپ کو جیسے سوتا ہوا پایا۔ جس طرح لاش دفن کی گئی تھی بالکل تازہ اور اصلی حالت میں تھی اس میں کوئی تغیر نہ ہوا تھا۔

مزید رومال بندھا ہوا تھا جو حضرت امام معصومؑ نے اپنے دست مبارک سے باندھا تھا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ اس رومال کو کھولا جائے اور حاصل کر لیا جائے جب رومال سر مبارک کے زخم سے کھولا گیا اسی وقت زخم تازہ ہو گیا اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ بادشاہ نے فوراً دوسرا رومال اس زخم پر بندھوایا لیکن خون اسی طرح جاری رہا لیکن جب بادشاہ نے وہ رومال جو آپ کے سر پر بندھا ہوا تھا دوبارہ اسی طرح بندھوا دیا تو خون فوراً بند ہو گیا۔ اس طرح آپ کے شہید ہونے کی تصدیق ہو گئی اور بادشاہ اسمٰعیل نے آپ کی قبر پر مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اس واقعہ کو تاریخ کی مختلف کتابوں میں لکھا گیا ہے (کتاب الانوار نعمانیہ طبع ایران صفحہ ۳۲۹ وغیرہ)

واہ رے حُرؑ کیا کہنا تمہارا۔ خوش نصیب تمہارے کہ تم نے مرنے کے بعد بھی اپنے اس واقعہ سے اپنے آقا و امام فرزند رسول سید تا حضرت امام حسینؑ کی ایک نصرت عظیم کی اور وہ نصرت یہ ہے کہ اس واقعہ نے ثابت کیا حُرؑ شہید راہ خدا ہیں۔ یعنی حسینؑ حق پر تھے۔ انکی جنگ حق و باطل کی جنگ تھی نہ کہ دو شہزادوں کی لڑائی اب مادی دنیا کے لوگ کچھ بھی کہیں لاکھ سر ماریں مگر حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ اور اس حقیقت سے کون انکار کرنے کی جراٴت کر سکتا ہے کہ وہ محب آل محمدؐ جو بستر مرگ پر اپنی طبعی موت مرے ہیں آج بھی خلق خدا کو اپنی روحانی قوتوں کی بدولت فیض پہنچا رہے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو۔ داتا گنج بخشؒ۔ لال شہباز قلندر۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ بوعلی شاہ قلندر بایزید بسطامی۔ خواجہ فریدؒ (بزرگان دین) کے مزارات پر اپنی مرادوں کے لئے بواسطہ آل محمدؐ دعائیں مانگ کر اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۴۲

جنگ میں علیؑ نے اپنی تلوار اپنے دشمن کو دے دی

علامہ کنوزی طبقات میں لکھتے ہیں کہ علیؑ سے ایک جنگ میں ایک کافر نے اپنی امداد

کے طور پر کچھ مانگا۔ آپ کے پاس میدان جنگ میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اُسے دیتے اپنے سراپا کو دیکھنے لگے کہ اسلحہ جنگ میں سے کیا چیز اُسے دی جائے جس سے بیچ کر یہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔ کافر نے کہا یا علیؑ مجھے اپنی تلوار دے دیجئے آپ نے فوراً اپنی تلوار اسے بخش دی کافر نے تلوار لے کر کہا۔ یا علیؑ اب آپ میرے حملہ سے اپنی جان کیونکر بچائیں گے آپ نے فرمایا جان کی فکر نہیں مگر یہ ہماری مروّت سے بعید تھا کہ سائل کچھ مانگے اور ہم نہ دیں یہ سُنکر وہ کافر مسلمان ہو گیا (بحوالہ کتاب "المرتضیٰ" از ایم۔ اے شاہد صفحہ ۹۷) دیکھا آپ نے علیؑ کی سخاوت جو میدانِ جنگ میں بھی کام آئی۔

واقعہ نمبر ۱۷۳

وہ لوگ کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں

کتاب لطائف علمیہ اردو ترجمہ کتاب الاذکیاء تصنیف علامہ ابن جوزی بغدادی ترجمہ مولانا اشتیاق احمد صاحب نقشبندی ناشر رائٹرز بک کلب الیسز مینٹ بونز پارک لاہور صفحہ نمبر۷۔ واقعہ نمبر ۱۳۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے مروی ہے کہ جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر کے لئے کوچ کیا تو ہم نے آپ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا جو دشمن کیمپ کے تھے۔ ایک شخص قریشی تھا اور ایک غلام تھا۔ یہ غلام عقبہ بن ابی معیط کا تھا۔ جب ہم نے ان کا پیچھا کیا تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد یعنی دشمنوں کی تعداد دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ان کی تعداد بہت ہے اور ان کی طاقت بہت زیادہ ہے مسلمانوں نے اس جواب پر مارنا شروع کر دیا۔ مگر اس نے شمار نہیں بتایا یہاں تک کہ اس کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے بھی اس سے یہی سوال کیا کہ "قوم کی تعداد کیا ہے۔ اس غلام نے وہی جواب دیا کہ ان کی تعداد اور طاقت بہت ہے۔ اس جواب کے بعد حضور اکرمؐ نے پھر کوشش

کی کہ کسی طرح یہ صحیح تعداد بتا دے لیکن اس نے نہیں بتائی بلکہ یہی کہتا رہا۔ کہ انکا شمار بہت ہے ان کی طاقت بہت ہے۔

پھر جناب رسالت مآب نے ایک عجیب سوال کیا کہ وہ لوگ اپنے کھانے کے لئے کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس غلام نے جواب دیا کہ روزانہ دس اُونٹ۔ (یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا کہ (معلوم ہو گیا) قوم کی تعداد ایک ہزار ہے کیونکہ ایک اُونٹ سو آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ تھا فہم و فراست جناب سرور کائنات کا! جس کو کہ یہ دُنیا اُمّی کہتی ہے۔

واقعہ نمبر ۱۷۴

بلوچستان کے "سنگ سیاہ" پر حضور کا اسم مبارک

روزنامہ "حریت" پیر ۱۶ ربیع الاول مطابق ۴ فروری ۱۹۸۰ء۔

کوئٹہ۔ ۳ فروری۔ اے۔ پی۔ پی کے حوالہ سے ایک خبر شائع ہوئی ہے جو اس صدی کی اہم خبروں میں سے ایک سب سے اہم خبر ہے اور محمدؐ و آل محمد کا ایک زندہ معجزہ ہے اور ان لوگوں کے لئے ایک تازیانہ ہے جو محمدؐ و آل محمد کے معجزات اور فضائل کے قائل نہیں ہیں۔ خبر ملاحظہ فرمائیے۔

کراچی سے ۸۰ میل دور لسبیلہ میں کوہ لاہوت لامکاں کے مقام سے ایک سنگ سیاہ دریافت ہوا ہے جس پر عربی رسم الخط میں سفید حرفوں میں "اللہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے نام کندہ ہیں۔ یہ پتھر کوئٹہ کے سماجی کارکن کے پاس ہے اور اس کا کہنا ہے کہ ایک بزرگ نے خضدار میں اسے یہ پتھر دیا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ اس جگہ کی زیارت کر رہے ہیں جہاں سے یہ پتھر نکلا ہے۔

قارئین کرام اس کتاب علی علیؑ کے حصہ اوّل میں لاہوت لامکاں کے حالات لکھ چکا ہوں کہ بلوچستان میں مولا علیؑ خود تشریف لائے تھے اور یہاں پر آپؑ کے

آنے کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ لوگ ہر سال پاکستان کے دوسرے شہروں سے وہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۷۵

محمدؐ اور انکی آل پاکؑ ملائکہ کے نیازمند نہیں تھے

مفضل کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمدؐ حضرت جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ آپ ظل رحمت الٰہی کے نیچے کیسے رہے تو جنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ سایہ اخضر کے تحت ہم ہی تھے۔ کوئی غیر نہ تھا ہم اس کی تسبیح و تہلیل و تقدیس و تمجید کرتے تھے۔ بجز ہمارے کوئی ملک مقرب یا ذی روح وہاں نہ تھا پھر خدا نے اشیاء کو پیدا کرنا شروع کیا پس جو چاہا جیسے چاہا ملائکہ وغیرہ سے پیدا کیا پھر اس کا علم ہمیں عطا فرمایا جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملائکہ کا نیازمند سمجھتے ہیں وہ اس حدیث کو بغور پڑھ کر عبرت حاصل کریں (اصول کافی صفحہ ۴۴۱ جلد ۱ حدیث ۷۔)

واقعہ نمبر ۱۷۶

خُدا کے اذن سے ہم مُردے زندہ کرسکتے ہیں!

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ وارث رسولؐ ہیں تو جناب نے جواب دیا۔ ہاں میں نے عرض کی رسولؐ وارث علوم انبیاء تھے وہ انبیاء کے جملہ علوم جانتے تھے فرمایا بالکل جانتے تھے پس میں نے عرض کی کیا آپ مُردے زندہ کر سکتے ہیں۔ نابینا کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر سکتے ہیں تو فرمایا ہاں خُدا کی اذن سے ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

(اصول کافی صفحہ ۴۷۰ جلد ۱)

واقعہ نمبر ۱۷۷

نوشیرواں کی کھوپڑی سے ہمکلام ہونا

عیون المعجزات میں کتاب الانوار کے حوالہ سے عمار باطی سے مروی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ زلف بن منجم کسریٰ کے محل میں گئے وہاں اور چیزیں دیکھنے کے بعد ایک بوسیدہ کھوپڑی پر نظر پڑی آپ نے اپنے ساتھی کو اس کھوپڑی کو اٹھانے کا حکم دیا وہ ایوان میں بیٹھ گئے پھر ایک تھال لانے کے لئے کہا۔ پھر اس تھال کو پانی سے بھر دیا اور اس کھوپڑی کو اس میں ڈال دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ اے کھوپڑی میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ مجھے یہ بتا کہ میں کون ہوں۔ اور تو کون ہے ؟ کھوپڑی بزبان فصیح گویا ہوئی۔ آپ امیر المومنین ہیں۔ وصیوں کے سردار اور ظاہر و باطن میں متقیوں کے امام ہیں اور آپکی ذات والا صفات تعریف سے بلند ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی کنیز کا بیٹا کسریٰ نوشیرواں ہوں۔ اہل ساباط اپنے وطن چلے گئے جہاں جا کر انھوں نے یہ سب واقعات لوگوں کو سنائے۔

(عیون المعجزات صفحہ ۱۷۔ صحیفۃ الابرار صفحہ ۸۲ ج ۲ طوالع الانوار صفحہ ۶۰)

واقعہ نمبر ۱۷۸

سیّد الشہداء کے ایک قطرہ خون کی کرامت

کتاب تاریخ انوار السادات مولفہ و مرتبہ سیّد ظفریاب حسین نالوتوی قصبہ بھکر ضلع میانوالی مکان نمبر ۱-۱۷ سناران گلی۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب شامی ملعون قافلہ اہلبیتؑ کو شام کی طرف لے کر چلے تو راستہ میں جب یہ قافلہ موصل کے قریب پہنچا تو عماد الدولہ حاکم موصل کو استقبال کے لئے اطلاع دی گئی یہاں دستر ادان

اہلبیت کی اکثریت تھی ان کو معلوم ہوا کہ سراقدس فرزند رسولؐ کی تشہیر کی جائے گی تو چالیس حاضر شاہسواروں نے اکٹھے ہو کر قسم کھائی کہ ان ملعونوں کو قتل کر کے سراقدس چھین لیا جائے اور اپنے ہاں دفن کر دیا جائے تاکہ روز قیامت ہمارے لئے فخر کا باعث ہو۔ یہ اطلاع بیرون شہر یزیدیوں کو ملی تو انھوں نے راستہ بدل دیا اور وہ تل اعفر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بیرون شہر اشقیاء نے ایک پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو رکھا تھا سید الشہداء کے سراقدس سے ایک قطرہ خون جاری ہوا اور اس پتھر پر ٹپکا۔ یہ قطرۂ خون پتھر کے جگر میں اتر گیا۔ اس کا اعجاز نمایاں ہوا کہ ہر سال یوم عاشورہ تا زمانہ ابن مروان اس پتھر سے خون تازہ جوش مارتا ہوا بر آمد ہوتا تھا تمام اطراف کے لوگ جمع ہو کر زیارت کیا کرتے تھے۔ اب اس مقام پر ایک شاندار روضہ تعمیر ہو گیا ہے جس کو "مشہد نقطہ" کہتے ہیں۔ بے شمار لوگ محرم میں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۷۹

روز عاشورہ پتھر کے شیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں

مذکورہ بالا کتاب میں صفحہ ۱۹۹ پر ایک اور عجیب واقعہ تحریر ہے کہ ملک روم میں ایک پہاڑی پر پتھر کا شیر بنا ہوا ہے جس کی آنکھوں سے روز عاشورہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۸۰

معرکہ حق و باطل میں ہر طرف علیؑ علیؑ ہی نظر آئے

ابن ابی جمہور الاحسائی نے مجلی میں اور صاحب کتاب انیس السمراور سمیر الطلبار نے اپنی کتاب میں جابر سے روایت کر کے لکھا ہے کہ میں جنگ جمل

میں مولا علیؑ کے ہمراہ تھا ہمارے مقابلہ میں عورت کے پاس ستر ہزار کا لشکر جرار تھا میں نے اس جنگ میں جس شکست خوردہ کو بھی دیکھا وہ یہی کہتا ہوا نظر آرہا تھا کہ مجھے علیؑ نے زخمی کیا جو بھی جان دے رہا تھا وہ یہی کہتا ہوا نظر آرہا تھا کہ مجھے علیؑ نے مارا لشکر کے میمنہ۔ میسرہ اور قلب میں ہر طرف مولا علیؑ کی للکار سنائی دے رہی تھی میں نے طلحہ کو دیکھا جس کے سینے میں تیر پیوست تھا اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں تھا میں نے پوچھا طلحہؓ تم کو تیر کس نے مارا کہا "امیر المومنین نے"۔ میں نے برانگیختہ ہو کے کہا اے گروہ بلقیس اور لشکر ابلیس، علیؑ نے کیسے تیر پھینکا ان کے پاس تو صرف تلوار ہے۔ کہا اے جابرؓ تو انھیں نہیں دیکھ رہا ہے جو کبھی ہوا میں بلند ہوتے ہیں اور کبھی نیچے آرہے ہیں کبھی مشرق کی طرف سے تو کبھی مغرب کی جانب سے آرہے ہیں مشرق و مغرب کے فاصلے ان کے لئے سمٹ کے ایک ہو گئے وہ کسی سوار کے پاس سے نہیں گزرے مگر یہ کہ اسے منہ کے بل گرا دیا یا قتل کیا یا کہا اے دشمن خدا مرجا بس وہ مر گیا۔ جن میں سے بچا کوئی نہیں۔

(صحیفۃ الابرار صفحہ ۳۰ ج ۲۔ ریاض الاحزان صفحہ ۴۳۔ طوالع الانوار صفحہ ۲۴۳۔ ۲۵۲۔ قصص العلماء صفحہ ۷۴)

واقعہ نمبر ۱۸۱

مولا علیؑ سے خود جبرئیل نے سوال کیا جبرئیل کہاں ہیں؟

کتاب صحیفۃ الابرار صفحہ ۲۸۱ جلد ۱۔ طوالع صفحہ ۹۱ اور روضۃ العارفین میں سید توبلی قطب الدین اشکوری کی حیوٰۃ القلوب سے اور وہ شیخ صدوقؒ کی کتاب روضۃ الفراء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن مولا امیر المومنین حضرت علیہ السلام نے منبر کوفہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ مجھ سے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے۔ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں۔ مجمع میں بیٹھے ایک آدمی نے اٹھ کر کہا اس

وقت جبرئیل کہاں ہیں؟ آپ نے زمین و آسمان مشرق و مغرب اور ان کے مابین چپہ چپہ کو دیکھا اور کونے کونے کو چھان مارا جبرئیل کہیں بھی نظر نہ آئے تو آپ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جبرئیل تو ہے۔ ابھی مولاؑ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ایک مرتبہ پرندے کے پروں کی جیسی پھڑپھڑاہٹ ہوئی جسے دیکھکر سب کے سب یک زبان ہو کر بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ رسولؐ کے خلیفہ برحق ہیں۔

اس واقعہ سے حضرت علی علیہ السلام کا بیٹھے بیٹھے زمین و آسمان کے چپہ چپہ کو دیکھ لینا اور ہر جگہ کی خبر بتا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسولؐ خدا کے خلیفہ برحق ہیں اور رسول اکرم کے نائب کو ایسا ہی ہونا ضروری بھی تھا۔ یہ علیؑ کی فضیلت رسول کی تعلیم اور عطا ہے کہ علیؑ علیؑ ہو گئے۔

واقعہ نمبر ۱۸۲

معجزے اَب بھی ہوتے ہیں!

امامیہ جنتری ۱۹۶۹ء صفحہ نمبر ۱۹ میں جناب قیصر بارھوی صاحب شاعر اہلبیت کا ایک عجیب واقعہ درج ہے۔ میں اس واقعہ کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

"شاعر حسینیتؑ جناب قیصر بارھوی صاحب مجلس پڑھنے لاہور سے ملتان جا رہے تھے جس بس میں سفر کر رہے تھے وہ ساہیوال جا کر کھڑی ہو گئی۔ ملتان کی سواریوں کو دوسری بس میں بٹھا دیا گیا قیصر بارھوی صاحب بھی دوسری بس میں سوار ہو گئے۔ اور وہ بس روانہ ہو گئی جب ساہیوال سے کئی میل دور نکل گئے تو قیصر صاحب کو خیال آیا کہ انکا تھیلا جس میں ان کی مرثیوں کی بیاضیں بھی تھیں پچھلی بس ہی میں رہ گیا۔ دل دھک سے ہو گیا۔ اب کیا کریں واپس جاتے ہیں تو ممکن ہے کہ بس وہاں نہ ملے یا تھیلا کوئی لے گیا ہو۔ اور آگے جاتے ہیں تو پھر پڑھیں گے کیا؟ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یا حضرت

علمبردار مدد کیجیے۔ آپ کے بھائی کی مجلس پڑھنی ہے اور جو کچھ حادثہ ہو گیا اس کی بھی آپ کو خبر ہے مولا مرثیوں کی بیاض آپ ہی عطا کریں گے۔ دل ہی دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ جس بس میں سفر کر رہے تھے وہ کسی خرابی کی بنا پر ٹھہر گئی مسافر نیچے اتر کر ٹہلنے لگے بس ڈرائیور اور کلینر بس کو ٹھیک کرنے لگے تھوڑی دیر میں خانیوال کی طرف سے ایک بس آئی اور بس سے چند گز کے فاصلہ پر آگے جا کر رک گئی۔ اس میں سے ایک آدمی اترا اور قیصر صاحب کی بس کے قریب آ کر پوچھنے لگا کہ قیصر بارھوی کون صاحب ہیں انھوں نے کہا میں ہی قیصر بارھوی ہوں۔ آنے والے آدمی نے قیصر صاحب کا تھیلا اپنی بس سے اتار کر ان کے سپرد کیا اور کہا کہ ایک آدمی نے راستہ میں یہ تھیلا دیا تھا اور کہا تھا کہ ایک بس راستہ میں تمھیں ٹھہری ہوئی ملے گی اس میں قیصر بارھوی صاحب کو یہ تھیلا پہنچا دینا۔ یہ کہکر وہ آدمی اپنی بس میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا اور اس کے جاتے ہی قیصر بارھوی صاحب والی بس بھی ٹھیک ہو گئی اور سب مسافروں کو بٹھا کر اپنی منزل کی جانب چل پڑی۔

یہ واقعہ جس انداز سے پیش آیا ہے اس کو دیکھکر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ معجزے اب بھی ہوتے ہیں اور اگر دل سے مولا کو پکارا جائے تو وہ مدد کرتے ہیں۔ بقول حضرت زیبا ناروی۔ ؎

دل سے پکاریئے تو ابھی ہو علاجِ دل
ہر درد لادوا کی دوا ہے علیؑ علیؑ

واقعہ نمبر ۱۸۳

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے

جناب خلیق قریشی صاحب لائل پور کے ایک بلند ذوق، ادیب باہوش خطیب اور صاحب دل شاعر ہیں انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت و شہادت کو اپنے پاکیزہ تخیلات میں اس طرح ادا کیا ہے۔"

"تائیدِ حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے
پیغمبری نبیؐ کی ولایت علیؑ کی ہے!
مولا بھی محترم ہے ولادت بھی محترم
کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؑ کی ہے
مولودِ کعبہ کیلئے مشہد بھی خوب ہے
مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؑ کی ہے
کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا
مرقوم دو حرم میں حکایت علیؑ کی ہے!

واقعہ نمبر ۱۸۴

نبیؐ کے علم غیب پر اعتراض کرنیوالوں کو علیؑ کا جواب

کتاب مقاماتِ صحابہؓ صفحہ ۳۵۴ ناشر چشتی کتب خانہ جھنگ بالقابل لاہلپور بحوالہ تفسیر روح البیان جلد۲ صفحہ ۱۰۵۔

"اسمٰعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے نبی کریمؐ کے علم غیب پر اعتراض کیا حضرت علیؑ کو پتہ چلا آپ نے شہر مدینہ میں منادی کرا دی تمام لوگ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے تو آپ منبر رسولؐ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے میرے نبیؐ کے علم پر اعتراض کرنے والو میں نبیؐ نہیں علیؑ ہوں اور نبیؐ کا غلام ہوں اور فرمایا کہ مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تمھیں عرش کی باتیں بھی بتاؤں گا۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ اے علیؑ کیا آپ نے اپنے رب کو بھی دیکھا ہے، حضرت علی علیہ السلام جوش میں آ گئے اور فرمایا خدا کی قسم میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو نہ دیکھ لوں"

اس سے کوئی غلط مطلب نہ سمجھ لیجئے گا کہ خدا جسمانی طور پر نظر آتا

تھا بلکہ مولائے کائینات کا مطلب خدا کے نور اور جلوہ سے ہے۔

اس سلسلہ میں مولائے کائینات مظہر العجائب کا خود ارشاد ہے کہ سب کچھ علم اور کرامات مجھ کو رسولؐ اکرم کی غلامی سے حاصل ہوئی ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۸۵

میرے سینے میں علم و عرفان کا سمندر ہے (علیؑ)

(اشعت اللمعات جلد۴ صفحہ ۱۳۳ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے جب نبی کریم علیہ السلام کو آخری غسل دیا تو پانی کے چند قطرے سرورِ کونین علیہ السلام کی مقدس پلکوں پر ٹھہرے رہے تو میں نے انھیں اپنی زبان سے چوس لیا بس پھر کیا تھا علم و عرفان اور حکمت و ادراک کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

واقعہ نمبر ۱۸۶

نقشبندی، چشتی، سہروردی اور قادری سلسلۂ طریقت حضرت علیؑ کی ولایت مانتے ہیں!

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جہاں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں وہاں احادیث نبوی میں بھی انکی توصیف و توقیر اور عظمت و شان ملتی ہے۔ اور نبوت کی زبان پاک نے جو مقام اور منصب عطا کیا ہے اس کے پیش نظر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ محمدؐ نبی ہے اور یہ علیؑ۔ وہ مصطفےٰ اور یہ مرتضےٰ ہے۔ وہ امام الانبیاء ہے اور یہ امام الاولیا۔ ہر درویشی اور طریقت و معرفت کے چاروں سلسلے نقشبندی چشتی سہروردی اور قادری حضرت علی علیہ السلام سے ہی آفتاب ولایت کی کرنیں ہیں (کتاب مقاماتِ صحابہ صفحہ نمبر ۳۵۱)

واقعہ نمبر ۱۸۷

گائے کا زندہ کرنا!

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ منیٰ سے گزر رہا تھا ہم نے ایک عورت کو دیکھا جس کے سامنے ایک مُردہ گائے پڑی ہوئی تھی وہ عورت اور اس کے بچے اردگرد بیٹھے رو رہے تھے امام نے پوچھا کیا بات ہے۔ عورت نے عرض کی کہ میرا اور بچوں کا گذارا یہی گائے تھی جو مر گئی ہے۔ لہٰذا میں پریشان ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ اسے تیرے لئے زندہ کر دوں عورت نے کہا ایک تو میری گائے مر گئی ہے جسکی مصیبت میں میں گرفتار ہوں اور دوسرا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں پھر دُعا فرمائی اور گائے کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور چلا کر بلایا گائے فوراً زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ عورت نے کہا "رب کعبہ کی قسم آپ عیسیٰؑ ہیں۔ امام مجمع میں داخل ہوئے نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

(الخرائج والجرائح صفحہ ۳۴۔ بصائر الدرجات صفحہ ۲۷۳۔ طوالع الانوار صفحہ ۷۹
حدیقۃ الشیعہ ۷۵۴)

واقعہ نمبر ۱۸۸

مولا علیؑ کی مسیحائی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مولا امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بنی مخزوم کا ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کی مولا میرا جوان سال بھائی مر گیا ہے۔ جس کے صدمہ سے میں بہت بے قرار اور مضطرب رہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اُسے دیکھے اس نے کہا جی ہاں بس آپ ردائے رسولؐ اوڑھ کے قبرستان گئے وہاں پہنچ کر آپ کے لب ہائے مبارک

متحرک ہوئے۔ قبر کو ٹھوکر ماری پس ایک شخص قبر سے برآمد ہوا جو فارسی میں باتیں کر رہا تھا حضرت نے فرمایا تو عربی ہو کر فارسی میں بولتا ہے اس نے عرض کی ہم فلاں اور فلاں کی سُنت پر مرے جسکی وجہ سے ہماری زبانیں بدل گئی ہیں۔

(بحوالہ اصول کافی صفحہ ۴۵۷ ج ۱۔ بصائر الدرجات صفحہ ۲۷۳
بحار الانوار صفحہ ۵۱۲۔ ج ۷۔ اور کتاب انوار الیقین صفحہ ۲۹۹
مصنف آغا عبدالحسن صاحب ناشر مبلغ اعظم اکیڈمی سرگودھا)

واقعہ نمبر ۱۸۹

"دی زندگی امامؑ نے ایک بار دوبارہ"

ابراہیم بن سہیل سے روایت ہے کہ ایک دن میری ملاقات امام رضا علیہ السلام سے ہوئی جو کہیں سوار ہو کے جا رہے تھے میں نے عرض کی مولا اکثر شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ کے والد نے آپ کو وصیت نہیں کی اور اُس مقام پر نہیں بٹھایا جس کے آپ مدعی ہیں (یعنی امامت) حضرت نے فرمایا تیرے نزدیک امام کی کیا نشانی ہے۔ میں نے عرض کی کہ امام وہ ہے جو غیب کی خبریں بتلائے ذی روح کو مُردہ کرے اور جلائے۔ حضرت نے فرمایا میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں پس سُن تیرے پاس پانچ دینار ہیں۔ تیری ایک بیوی جس کو فوت ہوئے ایک سال ہو گیا ہے جسے میں نے ابھی زندہ کیا ہے۔ اب پھر تیرے پاس ایک سال رہے گی بعد میں اُسے بُلا لوں گا تاکہ تجھے پتہ چلے کہ میں بلا اختلاف امام ہوں۔ یہ سنکر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ امام نے فرمایا اطمینان سے گھر چلے جاؤ۔ تو امن میں ہے۔ پس میں اپنے گھر گیا دیکھا میری ایک سال پہلے مری ہوئی بیوی واقعتاً (فرمان امامؑ کے مطابق) زندہ بیٹھی تھی میں نے پوچھا کہ تو زندہ کیسے ہوئی اور تجھے لایا کون؟ وہ بولی کہ میں سوئی ہوئی تھی کہ ایک نوجوان (اس عورت نے امام رضا علیہ السلام کا حلیہ بتلایا) نے آکر کہا کہ اُٹھ اور جا کر اپنے شوہر سے مل تجھے اللہ ایک بچہ عطا

کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ جیسے امام نے فرمایا تھا ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ (بحوالہ دلائل الامامۃ طبری صفحہ ۱۸۰)

واقعہ نمبر ۱۹۰

جناب امیر علیہ السّلام کا اُمّ فروہ کو زندہ فرمانا

کتاب انوار الیقین از مولانا آغا عبدالحسن صاحب ناشر مبلغ اعظم اکیڈمی صفحہ سرگودھا صفحہ نمبر ۳۰۹ "سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ایک مقتدر شیخ نے محبّہ اہلبیتؑ اُمّ فروۃ انصاریہ کو پاس بُلایا اور کہا کہ تو علیؑ کے بارے میں کیا کہتی ہے تو اُمّ فروۃ نے جواب دیا کہ وہ اماموں کے امام وصیوں کے وصی اور ایسی ہستی ہیں جن کے نور سے مشرق و مغرب منور ہوئے اور جس کی معرفت کے بغیر معرفت توحید کبھی پوری حاصل نہیں ہوتی۔ اور تو نے اس کی بیعت توڑ دی دین میں تبدیلیاں کیں اور دُنیا کے بدلے دین بیچ دیا۔ یہ سنکر وہ شیخ آگ بگولہ ہوگیا اور کہنے لگا کہ یہ عورت مُرتد ہوگئی ہے اُسے قتل کیا جائے چنانچہ حُبّ علیؑ کی پاداش میں اس مومنہ اور محبّہ کو قتل کیا گیا۔ ان دنوں مولاعلیؑ مدینہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے جب واپس تشریف لائے تو پتہ چلا کہ اُمّ فروۃ قتل کردی گئی ہے آپؑ اس کی قبر پر تشریف لائے۔ قبر پر کھڑے ہوکر دُعا مانگی کہ اے مارنے کے بعد زندہ کرنے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑنے والے اُمّ فروۃ کو دوبارہ زندہ فرما اور ان نافرمانوں کے لئے موجب عبرت بنا۔ مولا کے دعائیہ کلمات ختم ہوتے ہی اُمّ فروۃ زندہ ہوکر سبز ریشمی لباس میں ملبوس قبر سے برآمد ہوئیں اور عرض کی مولا یہ شیخ فرقت چاہتا ہے کہ نورِ خدا کو بجھا دے مگر اللہ تعالیٰ اس نور کو روشن رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے حضرت سلمانؓ نے کہا کہ اگر علیؑ ذات باری کی قسم دیں کہ وہ اولین و آخرین کو زندہ کر دے تو وہ ضرور انہیں زندہ کر دے گا۔

واقعہ نمبر ۱۹۱

خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو تیری ذات (علیؑ) میں چھ خصلتیں عطا فرمائی ہیں: (رسول اکرمؐ)

کتاب وصایا نبیؐ بنام علیؑ مترجمہ مولانا عباس علی شریف ناشر الاظہر کوآپریٹیو سوسائٹی کراچی صفحہ نمبر ۶۸۔

یا علیؑ خدائے تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو تیری ذات میں چھ خصلتیں عطا فرمائی ہیں۔ (۱) میرے ساتھ پہلی جس کی قبر شق ہوگی وہ تم ہو۔ (۲) میرے ساتھ جو صراط پر پہلے ٹھہرے گا وہ تم ہو۔ (۳) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ لباس پہنے گا وہ تم ہو۔ (۴) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ زندہ ہوگا وہ تم ہو۔ (۵) پہلا وہ شخص جو میرے ساتھ علیین میں ہوگا وہ تم ہو۔ (۶) پہلا وہ شخص جو پئے گا ساتھ میرے وہ رحیق مختوم (شراب خوش گوار جنّت کی) جس پر مُشک کی مُہر لگی ہوگی وہ تم ہو۔

واقعہ نمبر ۱۹۲

بارگاہِ ولایت میں خواجہ فرید کا نذرانۂ عقیدت

خواجہ غلام فرید خواجگانِ چشت میں ایک عظیم المرتبت اور ربّانی درویش تھے آپ کا مزار اقدس کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خاں میں مرجع خلائق ہے۔ چاچڑاں شریف ریاست بھاولپور میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں سجادہ نشین رہے اور اب تک ان کی اولاد سجادہ نشین چلی آرہی ہے موجودہ سجادہ نشین خواجہ فیض فرید ہیں۔ ریاست بھاولپور کے حکمران خواجہ غلام فرید صاحب کے مرید رہے ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ خواجہ فریدؒ صوفی منش، زاہد

اور پرہیزگار انسان تھے آپ کے مرید لاکھوں کی تعداد میں برصغیر ہند و پاک میں موجود ہیں خواجہ صاحب ملتانی زبان کے علاوہ اردو اور فارسی کے سلجھے ہوئے شاعر تھے انھوں نے اپنے کلام میں مناظر فطرت کی اس طرح عکاسی کی ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے ان کا کلام درد و سوز میں ڈوبا ہوا ہے انکی کافیاں ریڈیو پاکستان کے تمام اسٹیشنوں سے نشر ہوتی ہیں اور زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ اور ہر طبقۂ خیال کے لوگ انھیں تقدس و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کا کلام دیوان فرید کے نام سے طبع ہو کر ہر جگہ دستیاب ہو سکتا ہے لیکن ان کے بعض ملفوظات ابھی تک عام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں ان کے ایک مرید نے ایک منظوم شجرہ نسب کا مجھ سے ذکر کیا جس میں دو بند سرکار ولایت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان اقدس میں تحریر کئے گئے تھے۔ اس شجرۂ نسب کو وہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے شجرۂ نسب سے موسوم کرتے ہیں اور یہ شجرۂ نسب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔ بلکہ اب تک ان کے خاص مریدوں کے پاس محفوظ چلا آ رہا ہے۔ یہ شجرۂ نسب منظوم ہے اور فارسی میں ہے کیونکہ تمام اولیاء اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ولایت کا سرچشمہ اور منبع حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذات اقدس ہے اور اسی سے یہ فیض دنیا نے حاصل کیا اس لئے یہ دو بند جو خواجہ فرید کے منظوم شجرہ سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جو جہاں سرکار ولایت کے ولی ہونے کی خبر دیتے ہیں وہاں احادیث نبوی کا ترجمہ بھی پیش کرتے ہیں جن سے امیر المومنین کی شان اقدس کا اظہار ہوتا ہے۔ کاش خواجہ فرید کے مرید اپنے مرشد کے ان اشعار سے سبق حاصل کریں۔ اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی سے اسی طرح عقیدت کا اظہار کریں جس طرح ان کے مرشد نے کیا ہے۔

خواجہ فرید فرماتے ہیں۔

مخصوص برحمتِ لم یزلی
ور خوردۂ راز خفی و جلی
اے بانیٔ فقر علی ولی
اے والیٔ حسن حسین مددے

اے دار حکم را باب توئی
مولائے ہمہ اصحاب توئی
فارق خطا و صواب توئی
اے افضل صدیقین مددے

"آپ خدائے برتر کی رحمت کے لئے مخصوص ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے راز کو آپ جاننے والے ہیں۔ اے علیؑ! آپ بانیٔ فقر اور ولی ہیں۔ اے حسن و حسین کے والی آپ کی مدد کی ضرورت ہے"

"آپ حکمت کے گھر کے دروازے ہیں"

انا دار الحکمۃ و علیٌ بابھا " (ترمذی)

"آپ تمام اصحاب کے آقا و مولا ہیں"

(من کنت مولاہُ فھٰذا علی مولاہ)

"آپ راستی اور غیر راستی میں فرق کرنے والے ہیں اور آپ تمام سچوں سے افضل ہیں، آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔

متذکرہ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ خواجہ فرید کی نظر میں حضرت امیر المومنین سرکار ولایت کی کیا قدر و منزلت تھی۔ یہ ان لوگوں کے لئے بھی تازیانۂ عبرت ہے جو حضرت علیؑ سے مدد مانگنا گناہ تصور کرتے ہیں۔

(بحوالہ پیام عمل اگست سنہ ۱۹۶۶ء)

واقعہ نمبر ۱۹۳

حضرت علیؑ کے عالم علم لدنی ہونے کا ثبوت

ایک فرانسیسی عالم کے انکشافات

دنیا کی تاریخ اور حالات ماضی کی تدوین کا کام سب سے پہلے ایک یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے کیا جو ۴۰۰ سال قبل حضرت مسیح اس صفحۂ گیتی پر گزرا ہے اور ہیرس نامی ایک یونانی شاعر بھی قبل مسیح گزرا ہے جس کو شیخ الشعرا کہتے ہیں اس نے بہت سے حالات نظم کئے ہیں اس سے پہلے نہ کسی کو تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی نہ اس وقت تک کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسی یادداشت دنیا میں چھوڑی ہے جس سے تاریخ کی تدوین ہو سکتی ہے منجملہ تمام علوم و فنون اور حالات کے خطوط اور خطاطی کا بھی یہی حال ہے کہ اب یہ ٹھیک پتہ نہیں چلتا کہ خطوط کی ابتدا کب اور کیونکر ہوئی ماہرین آثار قدیمہ اور دیگر اہل علم نے ہر علم و فن کی تاریخ اور تاریخی ترقی میں بہت کچھ سراغ رسی کی اور وادی مکاتیب اور دیگر مقامات سے کچھ کتبے ڈھونڈھ کر نکالے اور ان سے پتہ لگایا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کی ابتدائی دور میں جس جس طرح انسان نے تمدن میں ترقی کی اور اظہار خیال اور ان کے تحفظ و نشر کی ضرورت پیدا ہوتی گئی تو کتبے کی صورت میں جو خطوط اور نقوش سب سے پہلے دماغ انسانی سے وجود میں آئے وہ خط تصاویر تھا جس کو آج ماہرین فن ہیروگلفی یا ہیرخلفی کہتے ہیں، یہی خط تصویر یا ہیروغلفی تمام دنیا کے خطوط کا سرچشمہ ہے۔ اسی خط تصویر سے رفتہ رفتہ اور خطوط پیدا ہوتے گئے اور مٹتے گئے۔ خطوط کے ساتھ ان کے جاننے والے بھی مٹتے گئے۔ اور دنیا سے اٹھتے گئے جو خطوط مٹے ان کی نہ تو کوئی تاریخ رہ گئی اور نہ ان کے حالات بتانے والی قومیں رہ گئیں کہ آئندہ زمانے کے لئے اُن سے تاریخ کی تدوین میں مدد ملتی ہے۔ ہیروغلفی کے متعلق جہاں تک معلوم ہوا ہے اس کے جاننے والے حضرات ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد نہیں ملتے حضرت ابراہیم

علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑا تفاوت ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ میں بھی کوئی صاحب ایسے نہیں گزرے ہیں جنھوں نے کوئی تاریخ اس خط تصویر کی چھوڑی ہو۔ نہ کسی صحیفہ مذہبی میں اس کا ذکر ہے۔ تاریخ یہ بتاتی تھی کہ رفتہ رفتہ خط تصاویر کے نہ صرف جاننے والے دنیا سے معدوم ہو گئے بلکہ یہ خط بھی معدوم ہو گیا جو کچھ کتبے کہیں رہ گئے وہ رہ گئے بہت کچھ پتھروں پر جو کندہ تھے دفن کر دیئے گئے۔

خلاصہ یہ کہ خط تصاویر کا اگر کہیں کوئی کتبہ برآمد بھی ہوتا تھا تو اس کو کوئی پڑھ نہ سکتا تھا حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کا ہے اس وقت تک نہ کوئی کتاب ایسی تھی جس میں ہیروغلفی کا کچھ حال ہوتا نہ کوئی اس کا جاننے والا تھا نہ اس وقت تک یہی معلوم تھا کہ دنیا کے کس حصہ کس صحرا، کس وادی کس ویرانہ میں ہیروغلفی کے کتبے دفن ہیں۔ ہیروغلفی کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے نو برس بعد جو کچھ تحقیقات اور سراغ رسی کی گئی اور مصر و دیگر مقامات سے تیس سال کی مسلسل سعی اور جانفشانی سے جو کچھ ہیروغلفی کے سمجھنے اور جاننے کے باب میں پتہ لگایا وہ فرانسیسی عالم ڈاکٹر شامپیون نے پتہ لگایا اس نے نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات اور ۲۳ سال تک جنگلوں اور ویرانوں کی خاک چھانی اور ہزاروں کتبوں، لاکھوں تصاویر کو ملا کر اور بعض ایسے کتبوں سے جو ہیروغلفی اور بعض دیگر خطوط میں لکھے تھے مقابلہ کر کے اور خدا جانے کیا کیا دقتیں اور زحمتیں اٹھائیں کہ آج دو جلدوں میں ایک نایاب کتاب فرانسیسی زبان میں ہیروغلفی پر تحریر کر کے یادگار کے طور پر چھوڑ گیا اس کی تصنیف سے ہیروغلفی کے سمجھنے اور اس کے کتبے کے جاننے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے یہ انکشاف اور یہ تصنیف حضرت علی علیہ السلام کے ۹ سو برس بعد کی ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ہیروغلفی کا جاننے والا بھی کوئی تھا اور کوئی تاریخ تدوین ہوئی تھی یا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جب نہ ہیروغلفی کے جاننے والے رہ گئے نہ یہ خط تھا نہ اس کا چرچا تھا نہ کوئی نشان تھا تو پھر حضرت علیؑ کے زمانے کا ذکر ہی کیا جب ہیروغلفی کے نام تک کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اب اگر یہ بات ثابت ہو کہ حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ

میں ہیروغلفی کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا اور کسی کتبہ کو جو غلفی میں تھا پڑھ دیا ہو۔ یا اس کے متعلق حالات بتا دیئے ہوں اور اس کی تصدیق ۹سو برس بعد ہوئی ہو تو یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ حضرت علیؑ کو خدا کی طرف سے کوئی ایسی قوت یا تعلیم ملی کہ جس علم و فن کو انھوں نے کسی دارالعلوم میں پڑھا نہ ہو اس کے حالات اس طرح بتا دیں جس طرح اس کے عالم جانتے ہیں اور اس کی تصدیق ایک مدت طویل کے بعد غیر مذہب اور غیر سرزمین کے عالم کی تحقیقات اور انکشافات جدیدہ سے ہوتی ہو اس سے کہ اس کو علم غیب کا جاننا کہا جائے یا اس کے جاننے والے کو اصطلاحی زبان میں عالم علم لدنی کہا جائے اور کیا ہے۔ ہفت بند کاشی میں ملا کاشی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

عالم علم لدنی شہسوار لو کشف
ناصر دین نفس پیغمبر امام المتقین !

عالم علم لدنی کا سمجھانا مشکل ہے۔ جب کسی کے سامنے حضرت علی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ من جملہ تمام کمالات کے وہ عالم علم لدنی تھے تو غیر اقوام کا کیا ذکر ہے خود اپنے ہم عقیدہ اس کا ثبوت مانگتے ہیں ہم یہ نہیں جبر کرتے کہ اس کو عقیدتًہ مانا جائے کہ حضرت علیؑ عالم علم لدنی تھے، اس کا علمی اور عملی ثبوت لیجئے صاحب غیاث اللغات جو حنفی المذہب تھے اہرام مصر کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے کسی نے سوال کیا کہ اہرام مصر کی بنا کب ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ اس پر کوئی کتبہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی تصویر ہے؟ سائل نے کہا ہاں ایک گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے جو پنجے میں کیکڑا دبائے ہوئے ہے یہ سنکر حضرت نے فرمایا بنی الہرمان النسر فی السرطان (اہرام مصر کی بنا اس وقت ہوئی جب نسر برج سرطان میں تھا۔ نسر کئی ہزار سال میں ایک ایک برج سے گذرتا ہے۔ اور حضرت علیؑ کے وقت سے اس کی گردش کا حساب لگانے سے ٹھیک زمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اور جس بات کا پتہ دینے کیلئے ہیروغلفی خط میں یہ تصویر اس زمانہ کے ماہرین نے بنائی تھی اس کا پتہ دینے والا ہزارہا سال کے بعد دنیا میں ایک ایسا عالم آیا جس کے زمانے میں کوئی اور روئے زمین

پر ہیروغلفی جاننے والا باقی نہ رہ گیا تھا جس سے اس نے پڑھا ہو۔ گر ۹سو برس بعد ہیروغلفی کے متعلق تحقیقات و انکشافات کرکے فرانسیسی عالم ڈاکٹر شامپلیون نے کتاب نہ لکھی ہوتی تو اس قول کی تصدیق نہ ہو سکتی ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اگر کوئی مسلمان محقق ایسی کتاب لکھتا تو یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ ہیروغلفی کے متعلق قول جناب علی علیہ السلام کے لئے ایک بات بنائی گئی ہے یہ قول نہ تو ڈاکٹر شامپلیون کو معلوم تھا نہ اس کے سامنے اس کا ذکر آیا اور نہ شاید عربی سے وہ مخصوص طور پر اس پر روشنی ڈالتا۔ لیکن جس طرح نقاد بڑے مطالب پر اس میں بحث کی گئی ہے اور جو طریقہ اس وقت اظہار خیال کا تھا اور جس عنوان سے خیالات کے ادا کرنے میں تصویروں سے مدد لی جاتی ہے ان سب کو یکجا کرکے دیکھا جائے تو ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؑ نے جس طرح اس ہیروغلفی کے عقدے کو اپنے زمانے میں حل کیا وہ وہی طریقہ ہے جس کو ڈاکٹر شامپلیون نے سالہا سال کی محنت و جانفشانی اور کتبوں کے ملان کرنے اور نتیجہ نکالنے سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہ بے محل نہ ہوگا اگر ہم بطور استدلال ڈاکٹر شامپلیون کی جانکاویوں سے مدد لیں اور دکھائیں کہ جس وقت ہیروغلفی کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا۔ اور نہ یہ پتہ چل سکتا تھا کہ دنیا میں کبھی ہیروغلفی خط بھی تھا۔ اس وقت ایسے سوال کا جواب اور ایسا صحیح حضرت علیؑ کی جانب سے دیا جاتا جو علمی اور انکشافی حیثیت سے ان کے صدیوں بعد غور کرنے سے درست اور ٹھیک اترے وہ جواب وہی دے سکتا ہے جو عالم علم لدنی ہو۔ اور جس نے درس گاہ نبوی میں تعلیم پائی ہو اور وہ تعلیم غیبی ہو۔

واقعہ نمبر ۴۹

مقدس اردبیلی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں شیخ راوندی کی کتاب خرائج سے اور وہ بزرگوار محمد بن سنان سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں مشرف یاب ہوا جب میں بیٹھا تو خبر لائے

کہ چین کا ایک آدمی دروازہ پر ہے اور اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا اسے اجازت دیں تاکہ اندر آئے جب وہ داخل ہوا اس نے سلام کیا، حضرت نے اس سے سوال کیا، کیا تو اور تیرے شہر کے لوگ ہمیں پہچانتے ہیں، اس نے عرض کیا: کیوں نہیں میرے آقا و مولا۔! آپ نے پوچھا تم نے ہمیں کیونکر پہچانا ہے اور کہاں سے تمہیں ہمارے حالات کا علم ہوا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا! ہمارے شہر میں ایک درخت ہے جو سال میں دو بار پھول لاتا ہے اور اس پر شگوفے آتے ہیں اوّل روز میں اس پر جو پھول کھلتا ہے اس پر لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوتا ہے آخر روز میں جو پھول مسکراتا ہے اس پر لکھا ہوتا ہے علی ولی اللّٰہ خلیفۃ رسول اللّٰہ اور ہمیں اسی درخت سے رسول خدا اس کے وصی اور اس کے فرزندوں علیہم السّلام کا علم ہوا۔ وہاں آپ کے دوست اور شیعہ بے شمار ہیں اور مجھے آپ کی زیارت کا شوق یہاں لایا ہے۔

ایک دن ایک شخص نے ھُدھُد کو پکڑ رکھا اور اس کے کھانے کا ارادہ رکھتا تھا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس حیوان کا گوشت کھانے کا نہیں یہ مار دینے کے لائق نہیں۔ کیونکہ اس کے پروں پر لکھا ہوتا ہے۔ آل محمد خیر البریہ آل پیغمبر بہترین خلائق ہیں۔ اگر کوئی شخص پڑھ سکے تو قلم قدرت سے ہر چیز پر لکھا ہے یہ صرف ہُدہُد کے پروں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

واقعہ نمبر ۱۹۵

معجزہ باہرہ علویہ

:- سید شمس الدین محمد بن بدیع الرضوی اپنی کتاب حبل المتین فی معاجز امیر المومنین میں عالم جلیل سید حسین بن حسن طالقانی سے نقل فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے جو ایک تاجر تھا کہ اس نے سندھ اور چین کے علاقہ میں دیکھا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک سفید ہرن کے چمڑے پر سیاہ رنگ سے لکھا دیکھا تھا لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ اور اس کے درمیان لکھا تھا علی ولی یا خلیفۃ رسول اللّٰہ راوی کہتا ہے کہ یہ شک مجھ سے ہے جو اس پر لکھا تھا۔

اسی کتاب میں سید مذکور نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ مجھے ایک ثقہ فاضل

نے جس کا نام علی اکبر تھا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سُنّی سے مناظرہ اور مجادلہ کیا اور مسئلہ امامت ہمارے زیر بحث تھا، اسی اثناء میں درخت سے اچانک ایک پتہ گرا جس پر یہ لکھا تھا لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ جب اس سنّی نے پڑھا فوراً شیعہ ہو گیا اور اس نے اہل تسنن سے ہاتھ اٹھا لیا۔ بے شک ہر چیز پر ید قدرت سے یہ تحریر لکھی ہوئی ہے کہ چنانچہ بلاتشبیہ تو نے دیکھا ہے کہ جو چیز بھی فرنگی کے کارخانے سے تیار ہو کر باہر آتی ہے اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ کہاں سے اور کس کارخانہ سے تیار ہو کر باہر آئی ہے۔ اگر گھڑی خریدی جائے تو اس پر لکھا ہوتا ہے۔ بندوق اور پستول لیں تو اس پر تحریر ہوتا ہے کسی قسم کا کپڑا لیں تو اس پر کارخانہ کا نام چھپا ہوتا ہے، حتیٰ کہ شیشہ بوتل، چائے کی پیالی، حقہ، برتن، اور دیا سلائی تک پر بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ فلاں کارخانہ کی بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح کارخانہ قدرت سے جو چیز تیار ہو کر آتی ہے اس پر بھی قلم قدرت سے لکھا ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص پڑھ سکتا ہو تو ہر شخص کی پیشانی پر رحم مادر ہی میں تو فتوحات اور اس کی تمام سرگذشت لکھ دی جاتی ہے۔ ہر ذرہ، ہر حبہ اور ہر لقمہ پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ کس کا رزق ہے لوگوں کا ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک دوسرے کی مزاحمت کرنا بے مقصد و بے معنی ہے کوئی شخص دوسرے کی روزی نہیں کھا سکتا۔ ؎

بر سر ہر لقمہ نوشتہ عیاں کاین بود مال فلاں بن فلاں

آئمہ علیہم السلام کا نام تمام اشیاء پر رقم ہے۔ جا سمائہم استقرت السمٰوٰت والارض فھو ان دما فیھما وما بینھما۔ ان کے اسماء سے ہی آسمان اور زمین قائم ہیں جو کچھ ان میں ہے اور ان کے درمیان ہے، عرش و لوح، کرسی، سورج، چاند، ابواب جنت، اطراف ارض، پہاڑ حور العین کی صورتیں ان کے غرفے، قصر و محل، درختوں کے پتوں ملائکہ کے بال و پر ہر چیز پر ان کا نام نامی و اسم گرامی نقش ہے۔

واقعہ نمبر ۱۹۶

ایک دن ایک فرشتہ حضرت رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں آیا۔ کان لہ اربعۃ وعشرون وجھا فی کل وجہ الف لسان۔ اس کے چوبیس منہ تھے اور ہر ہر منہ میں ہزار ہزار زبان۔ حضرت نے پوچھا حبیبی جبرئیل! تو ہرگز اس شکل و صورت میں میرے پاس کبھی نہیں آیا تھا اس فرشتہ نے عرض کیا، حضور! میں جبرئیل نہیں ہوں، میرا نام محمود ہے۔ بعثنی اللہ ان ازوج النور بالنور۔ مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں نور کو نور سے ملا دوں حضورؐ نے پوچھا کس کا عقد کس سے کرے گا عرض کیا فاطمہؑ کا علیؑ سے۔ جب اس نے حضورؐ سے رخصت لی اور واپس ہوا ناگاہ حضرت نے دیکھا کہ اس کے دو شانوں کے درمیان لکھا ہوا ہے محمدؐ رسول اللہ علی ولی اللہ۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ محمود! کتنے عرصہ سے تیرے شانوں کے درمیان یہ تحریر لکھی ہوئی ہے۔ اس نے عرض کیا: من قبل ان یخلق اللہ آدم باثنین وعشرین الف عام۔ حضرت آدم کی پیدائش سے بائیس ہزار سال پہلے۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے ولی علیؑ بن ابی طالبؑ کا نام تمام بنی آدم کی صورتوں پر لکھ دیا ہے۔ چنانچہ دنیائے اسلام کے بہت بڑے فلاسفر حکیم بوعلی سینا فرماتے ہیں۔

برصفحۂ چہرہا خط لم یزلی!
معکوس نوشتہ است نام دو علیؑ
یک لام و دو عین یا دو یای معکوس
از حاجب و عین و لف بالخط جلی

(استفادہ از خزینۃ الجواہر)

واقعہ نمبر ۱۹۷

محمدؐ (۹۲) "لحمک لحمی"! علیؑ (۱۱۰)

محمدؐ اور علیؑ "لحمک لحمی"!
طلسم اس کا میں سمجھاؤں تجھے سُن!

محمدؐ سے جو حرف "م" لے لے
علیؑ کے "ع" کو بھی اک طرف چُن!

کیا جمع تو حاصل ایک سو دس
علیؑ ظاہر ہوئے، سر کو ذرا دُھن!

جو باقی "حمد" اور "لی" رہ گئے ہیں
وہ اعداد محمدؐ مظہر کُن!

(منجم اعظم الحاج سید ناظر حسین زنجانی)

واقعہ نمبر ۱۹۸

حضرت علی کے شاگردِ خاص عمار بن یاسر کی جن سے کشتی

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنات اور انسان کے ساتھ لڑائی کی ہے لوگوں نے کہا وہ کیسے تو انھوں نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھا ایک منزل پر اُتر کر میں ڈول رسی لے کر پانی بھرنے گیا حضور نے فرمایا کہ کنوئیں پر تمھیں پانی بھرنے سے روکنے کوئی شخص آئے گا چنانچہ میں جب کنوئیں پر پہنچا تو ایک شخص سیاہ فام میرے سامنے آیا اور پانی بھرنے سے روکتے ہوئے مجھے پکڑ لیا میں نے بھی اسے پکڑ لیا اور اُسے زمین پر دے مارا اور ایک پتھر سے اُسے کچل دیا۔ اور پانی بھر کر لے آیا حضور نے مجھ سے دریافت کیا تمھیں کسی نے پانی بھرنے سے تو نہیں روکا تھا میں نے سارا قصہ سُنا دیا حضور نے فرمایا وہ شیطان اور جن تھا۔

(بحوالہ کتاب جنات کے پُر اسرار حالات از جناب شبیر حسین صاحب چشتی نظامی صفحہ نمبر ۱۱ ناشر دار الاشاعت کراچی)

واقعہ نمبر ۱۹۹

علیؑ کے لعاب دہن نے مجھ پر سخن کے دروازے کھول دیئے۔ شیخ عبد القادر جیلانی

شیخ عبد القادر جیلانی پیران پیر دستگیر بڑے پائے کے صوفی گزرے ہیں آپ صوفیائے کرام میں ایک اعلےٰ درجے کے حامل ہیں اور اپنے اندر بڑی کرامات رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مجھ میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے وہ رسول اکرم اور علی کرم اللہ وجہہ کے لعاب دہن کا نتیجہ ہے۔ اس

واقعہ کو میں کتاب سوانح و تعلیمات حضرت غوث الاعظمؒ از ملک شن اکبر آبادی ناشر مکتبہ دار العلوم گلشن بغداد رام پور یو۔پی صفحہ نمبر ۴۲ سے نقل کر رہا ہوں۔

حضرت غوث الاعظم ارشاد فرماتے ہیں

(۱) میں جب وعظ دیتا تھا تو چار سو آدمی قلم دوات لے کر میرا وعظ لکھا کرتے تھے۔ حضرت غوث الاعظم پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اول حال میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے کلام کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اپنا لعاب دہن میرے منھ میں ڈال دیا ہے۔ پس میرے اوپر سخن کے دروازے کھل گئے۔

- دیکھا آپ نے علیؑ کے لعاب دھن کی برکت! کہ پیران پیر دستگیرؒ نے صرف خواب میں اپنے منھ میں لیا اور وہ علم کے مالک ہوگئے تو اب آپ سمجھیں کہ آپ نے علیؑ اور اولاد علیؑ کے جائز حقوق کو پامال کرنے کی راہ کو کیوں اپنایا۔ یقین رکھئے وہ آج بھی ہر لمحہ اور ہر حال میں مشکلکشا ہیں اور وہ ہمیں علم و عرفان عطا کر سکتے ہیں۔
- مگر افسوس نام نہاد مسلمانوں نے اُن کی اولادوں اور خود اُن کو جس طرح ظلم کا شکار بنایا ہے وہ تاریخ اسلام کے دامن پر بدنما داغ بنکر ہمیشہ اُنکی اور ان کی پاک اولادوں کی حق پرستی کا یقین دلاتا رہے گا۔ اور بڑے سے بڑا مکار اور فریبی تاریخ اسلام کے "جانکاہ واقعات" کی کبھی تردید کرنے اور جھٹلانے میں ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوگا!

واقعہ نمبر ۲۰۰

علیؑ اور فاطمہؑ کو رسول اللہؐ کی تلقین

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اس تکلیف کی شکایت کی جو چکی پیسنے کے سبب انھیں ہوتی تھی پھر آپؐ کے پاس کچھ قیدی آئے حضرت فاطمہؑ آپؐ کے پاس گئیں مگر انھوں نے آپؐ کو نہ پایا اور حضرت

عائشہؓ کو وہاں پایا۔ حضرت عائشہؓ سے جناب زہراؑ نے حال بیان کیا کہ میں اس لئے آئی تھی پھر جب حضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے حضرت فاطمہؑ کے آنے کا حال بیان کیا۔ آپؐ ہمارے یہاں تشریف لائے۔ اس وقت ہم اپنی خواب گاہ میں لیٹ چکے تھے۔ میں نے چاہا کہ اٹھوں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایک ایسی بات کی نہ تعلیم کروں؟ جو اس سے بہتر جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ جب تم اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ آج تمام مسلمان بڑے خلوص کے ساتھ اس کو تسبیح فاطمہؑ کے نام سے منسوب کر کے پڑھتے ہیں۔

(بحوالہ کتاب فاطمہؑ بنت محمدؐ از رئیس احمد جعفری ندوی صفحہ ۱۳۱)

واقعہ نمبر ۲۰۱

رسولؐ اکرم اہلبیتؑ کے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے

بحوالہ کتاب فاطمہ بنت محمدؐ از رئیس احمد جعفری ندوی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ نمبر ۱۳۹ میں عبداللہؓ بن جعفر سے یہ روایت درج ہے کہ رسول اکرم جب سفر سے واپس آتے تو اہلبیتؑ کے بچوں سے ملتے ایک مرتبہ آپؐ سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فاطمہؑ کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا لایا گیا۔ آپ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور ہم تینوں سواری پر اسی طرح مدینہ میں داخل ہوئے۔

واقعہ نمبر ۲۰۲

حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب الہ آبادی سے

حضور نظام حیدرآباد دکن کا ایک عجیب سوال!

کتاب تذکرۃ الذاکرین مولفہ سیّد آغا شہر لکھنوی صفحہ نمبر ۵۷ و ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نظام والئی حیدرآباد دکن نے مولانا حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب الہ آبادی کو دہلی طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ حضرت علی علیہ السّلام نے اپنا جمع کردہ قرآن یہ کہکر کیوں مخفی کر لیا کہ اب اسے تاحشر نہ دیکھو گے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمت رسولؐ کو خود اُنھوں نے صحیح قرآن کے مطالعے سے محروم رکھا سوال معقول تھا۔

حکیم مرتضیٰ حسین صاحب نے دست بستہ جواباً عرض کیا حضور! خدا کی قسم ہے علیؑ کے قرآن کے پُرزے پُرزے کر کے اُڑا دیئے جاتے۔ کلام اللہ کی یہ توہین ان کو گوارا نہ ہوئی۔ حضور نظام نے حیرت سے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے۔ حکیم مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم نے عرض کیا: حضور عالی علیؑ مرتضیٰ اپنی اولاد (قرآن ناطق) کو اُمت میں چھوڑ گئے تھے دیکھ لیجیے کسی کے دل کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ کسی کا سر قلم کر کے سر نیزہ پر چڑھا کر تشہیر کیا گیا کسی کو قید خانے میں مار ڈالا گیا کسی کو زہر آلود انگور کھلا دیئے گئے۔!

"بھئی حکیم مرتضیٰ حسین تم تو ایسی بات کہہ دیتے ہو جس کا گمان بھی نہیں ہوتا"

کاش علیؑ کا جمع کردا قرآن ان کے ہاتھ سے مسلمانوں تک پہونچ جاتا۔!

(واقعہ نمبر ۲۰۳)

حضرت علی علیہ السلام کو قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے نزول کا پورا علم تھا

حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے گویا انہوں نے ہوش ہی اسلام میں سنبھالا اور چونکہ رسول اللہ صلعم کے گھر میں ہی رہتے تھے اس لئے قرآن کریم کے لکھنے کا کام بھی وقتاً فوقتاً کرتے تھے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات اور سورتوں کے متعلق بھی اس لئے ان کو خصوصیت سے علم حاصل تھا بلکہ سورتوں کے نزول کی ایک ترتیب بھی ان کے نام پر مشہور ہے اور حضرت ابوبکر رضی کی خلافت کے ابتدائی چھ ماہ میں جیسا کہ ایک روایت میں ہے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یہی کام کرتے رہے۔ نہ صرف قرآن کریم کے ہی حافظ تھے بلکہ اس کے نہایت بلند پایہ مفسر بھی تھے اور فہم قرآن میں ان کا خاص پایہ تھا اور تفاسیر میں ان کے متعدد اقوال منقول ہیں۔

(بحوالہ کتاب تاریخ خلافت راشدہ از محمد علی ناشر دارالکتب اسلامیہ بلڈنگ لاہور صفحہ نمبر ۱۵۵)

واقعہ نمبر ۲۰۴

حسینؑ کی فضیلت رسول اکرمؐ کی نگاہ میں!

علیؑ بن حسن بن عساکر اپنی تاریخ کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ میں تحریر فرماتے ہیں طبرانی جعفری بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؓ حسینؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ سے بیعت لی۔ حالانکہ یہ لوگ کمسن تھے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ ان بچوں کے علاوہ اور کسی بچے سے بیعت نہیں لی۔

بحوالہ کتاب فاطمہ بنت محمد از رئیس احمد جعفری ناشر غلام علی اینڈ سنز کراچی صفحہ ۱۱۵)

دیکھا آپ نے رسول اور اولادِ ابی طالب کی منزلت جانتے تھے خود ہر بچہ کی عزت کرتے تھے تاکہ دنیا میرے بعد انکی عزت کرے لیکن وائے زمانہ رسول اکرمؐ کی رحلت کے بعد کس طرح اولادِ رسول سے دنیا نے آنکھیں پھیر لیں۔

واقعہ نمبر ۲۰۵

حضرت خواجہ نظام الدینؒ اور حبِ علیؑ

(۱) حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ معظم عالی جناب حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور پھر آپ اس سے زرہ تیار کر لیتے۔ رسول اکرم نے مسکرا کر فرمایا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تھے تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا کرتے تھے اور لوہا آپ کے ہاتھوں میں نرم ہو جاتا تھا" (بحوالہ افضل الفوائد، جلد اول ۴۲ ملفوظات خواجہ نظام الدین دہلوی خلیفہ اعظم خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ)

(۲) حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخ معظم حضور خواجہ نظام الدینؒ نے فرمایا کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہو گئے تو جناب رسول کریمؐ کی گود میں دیئے گئے تاکہ آپؐ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں۔ خدا کے رسولؐ نے علیؑ کو غسل دیا اور جناب علیؑ کو حضرت ابو طالبؑ کی گود میں دے کر رونے لگے۔ جناب ابو طالبؑ نے عرض کیا کہ اس خوشی کے وقت آنسو کیسے؟ رسولؐ خدا نے فرمایا "چچا جان علیؑ کو پہلا غسل میں نے دیا ہے مگر مجھ کو آخری غسل یہ دے گا۔ (افضل الفوائد مترجم حصہ اول ملفوظات خواجہ نظام الدین)

واقعہ نمبر ۲۰۶

یہ مولود پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے

(حضرت حوّا اور حضرت مریمؑ)

شیخ مشاذان بن جبرئیل نے کتاب فضائل میں ولادت امیر المومنین کے واقعہ میں نقل کیا ہے کہ جب آپکی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت حوّا اور حضرت مریم علیہما السّلام اور ان کے ساتھ دو اور عورتیں حاضر ہوئیں اور اُنھوں نے آپ کو معطر کیا اور ایک پارچہ لپیٹا پس جناب ابو طالبؑ نے چاہا کہ عرب کی عادت کے مطابق اسی حالت میں ختنہ کریں جس طرح کہ وہ لوگ بچّے کی کمسنی میں ہی ختنہ کرتے ہیں پس ان عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ مولود پاک و پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے۔

واقعہ نمبر ۲۰۷

"حسینؑ مجھ سے ہے، میں حسینؑ سے ہوں" (رسول اکرمؐ)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسی دعوت میں شرکت کے لئے گھر سے باہر نکلے یعلی بن مرہ العامری روایت کرتے ہیں کہ میں بھی حضورؐ کے ساتھ تھا حسینؑ گلی میں اپنے ہم جولیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ آگے بڑھے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسینؑ ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہؐ انھیں ہنساتے رہے یہاں تک کہ انھیں پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ ان کی گدی کے نیچے رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے پیار کیا اور فرمایا "حسین مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں یا اللہ" (بحوالہ کشف الغمہ صفحہ ۱۹۴)

واقعہ نمبر ۲۰۸

مُعجزہ حضرت زینب علیہا

شام کی ایک سیاح خاتون نے بتایا کہ ایک لڑکی جو معجزے سے صحتیاب ہوئی تھی جس کے بارے میں اس لڑکی کے والدین نے اس سیاح خاتون کو بتایا تھا کہ اس کی پندرہ سالہ لڑکی جو سخت بیماری میں مُبتلا تھی اور ڈاکٹروں نے اس کے مرض کو لاعلاج ظاہر کیا تھا تب لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کو روضۂ حضرت زینبؑ علیہا پر زیارت کے لئے لے گئے اعجاز جناب زینبؑ سے اس لڑکی کو شفا ہوئی اور وہ پوری طرح صحتیاب ہوگئی لڑکی کے باپ نے اس معجزے کی تیرہ کاپیاں بنائیں اور تقسیم کردیں جس میں سے ایک کاپی ایک دولتمند تاجر کو بھیجی لیکن اس نے اس معجزہ کی تیرہ کاپیاں بنا کر تقسیم نہیں کیں اس کے نتیجے میں وہ تیرہ دن کے بعد مفلس ہوگیا۔ اس طرح سے ایک کاپی ایک غریب عورت کے پاس پہنچی اس نے اس معجزہ کی تیرہ [13] کاپیاں بنا کر تقسیم کردیں اور وہ اس طرح دولتمند ہوگئی کہ اس عورت کا (۳۰) تیس دن کے بعد پہلا انعام کا انعامی بونڈ کھلا اور وہ مالدار ہوگئی۔

اسی طرح ایک بڑے عہدہ پر فائز افیسر کو ایک کاپی ملی اس نے بھی اس پر یقین نہیں کیا اور نہ ہی اس معجزہ کی کاپیاں بنا کر تقسیم کیں جس کے نتیجہ میں تیرہ دن کے بعد اس افیسر کی نوکری چھوٹ گئی۔ اس لئے اے مومنوں یاد رکھو کہ ذات جناب زینبؑ ہمارے لئے باعث تعظیم و تکریم ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اس معجزے کی مزید تیرہ کاپیاں بنا کر لوگوں میں تقسیم کردیجئے انشاءاللہ چہاردہ معصومین علیہ السّلام کے وسیلے سے آپ کی مُرادیں پوری ہوں گی۔ اور اس معجزے پر یقین رکھنے والا اور اسے مزید لوگوں میں تقسیم کرنے والا تمام آفتوں اور مصیبتوں سے بچا رہے گا۔ سچّے دل سے خدا پر یقین رکھو۔ وہ تمھاری دعاؤں کو قبول کرے گا۔ اور تمھیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق

عطا کرے گا اس معجزے کو پانے والے خوش نصیب ہیں۔ اس معجزے کو پانے کے چار دن کے بعد انشاءاللہ خوش نصیبی آپ کے دامن میں ہوگی۔ اس معجزے کی اصل کاپی سوئزرلینڈ سے شائع ہوئی ہے اور پوری دنیا میں ۹ مرتبہ گھوم چکی ہے یہ ایک حقیقی معجزہ ہے اس کو فضول مت سمجھئے اور اس معجزہ کو ایسے لوگوں میں تقسیم کیجئے جو اپنی قسمت بنانا چاہتے ہوں اور ساتھ ہی چہاردہ معصومین پر تہ دل سے یقین رکھتے ہوں دو اور آدمیوں نے اس معجزہ پر یقین کیا اور ان کی مرادیں بر آئیں۔ جناب زینبؑ کے اعجاز سے ایک آدمی کو سات ہزار ڈالر ملے اور دوسرے آدمی کو پچاس ہزار ڈالر منافع ہوا۔ لیکن اس دوسرے آدمی نے اس معجزے پر یقین کرنے کے باوجود اسے دوسرے لوگوں میں تقسیم نہیں کیا اور اس سلسلے کو روکنے کا سبب بنا جس کے نتیجے میں وہ شخص اپنی رقم کھو بیٹھا جبکہ ایک اور شخص کی زندگی اس معجزہ کو پانے کے چھ دن کے بعد ہوگئی اور وہ اس معجزہ کو تقسیم نہ کرسکا کیونکہ موت نے اسے مہلت نہ دی لیکن مرنے سے پہلے اس نے سات لاکھ اناسی ہزار ڈالر پائے۔ یہ سلسلہ (تقسیم معجزہ) ایک عیسائی مذہب کے آدمی سے جاری ہوا ہے جس کا نام مسٹر ایس۔ ٹی انتھونی ڈی گورڈس ہے جس کا تعلق جنوبی امریکہ سے تھا۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں ایک آدمی کا سٹیل گریگ کو اس معجزے کی ایک کاپی ملی اور اس نے اپنے سکریٹری سے اس کی ۲۰ کاپیاں بنوا کر اسکو تقسیم کردینے کا اہتمام کیا۔ اس معجزے کی برکت سے اس شخص کی لاٹری کھلی اور اسے ۲۱ سو انگلش ڈالر انعام ملا۔

ایک اور شخص کارلوس گرانٹ ایک آفس میں ملازم تھا یہ شخص اس معجزہ کو تقسیم کرنا بھول گیا کچھ دن اس کی نوکری چھوٹ گئی یاد آنے پر اس نے معجزہ کی ۲۰ کاپیاں لوگوں میں تقسیم کیں جس کی برکت سے اس شخص کو پہلے سے بھی اچھی نوکری مل گئی۔ ایک شخص آئرن میری بون نے اس معجزہ پر یقین نہ کیا تو نو دن کے بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا۔

مومنین اس معجزہ پر یقین رکھ کر اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں ان کی مرادیں پوری ہوں گی۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔!

واقعہ نمبر ۳۹

بھولو پہلوان نے یاعلیؑ کے نعرہ سے دشمن کو ہلا دیا

کتاب بھولو اور عالمی اعزاز مصنف فہیم الدین فہمی ناشر شیخ شوکت علی اینڈ سنز کراچی صفحہ ۶۳ میں جب بھولو پہلوان عالمی اعزاز کے لئے کشتی لڑنے کے لئے لندن تشریف لے گئے اور وہاں ان کا مقابلہ ہینری پیری سے ہوا۔ ہینری پیری اس وقت برطانیہ کا مشہور پہلوان تھا اس مقابلہ کا حال کتاب ہذا میں اس طرح تحریر ہے۔

• مقابلہ شہر لندن میں ٹھیک ۹ بجکر دس منٹ پر شروع ہوا۔ بھولو پہلوان نے آگے بڑھ کر "یا علیؑ" کہتے ہوئے یکے بعد دیگرے تین فلک شگاف نعرہ "یا علیؑ" کے لگائے ان پر اثر نعروں نے پاکستانی شائقین کے دلوں میں جیسے آگ لگا دی ہر طرف سے اسلام زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد بھولو پہلوان زندہ باد! بھولو پہلوان زندہ باد کے پرجوش نعروں کی گونج نے اسٹیڈیم کے پرسکون ماحول اور فضا میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی۔ ہینری پیری جو اپنے کارنر سے دو قدم آگے بڑھ چکا تھا بوکھلا کر چند سکینڈ کے لئے پیچھے ہٹ گیا اس کے پیچھے ہٹتے ہی ایک بار پھر نعروں اور نعروں کے ساتھ تالیوں کا شور برپا ہوا اور اس کے حواس خراب ہوگئے دیکھا آپ نے دشمن کے دل میں یاعلیؑ سے کیسا خوف پیدا ہوا اور کافروں کے ملک میں یاعلیؑ کا نعرہ اسلام کی نشانی بن گیا۔ یہ واقعہ یکم جون ۱۹۶۷ء کو روزنامہ جنگ میں بھی شائع ہوا تھا۔

واقعہ نمبر

"ہمایوں بادشاہ شیعہ تھا"

کتاب تذکرۃ الواقعات از جوہر آفتاب چی (اصلی کتاب فارسی زبان)

اردو ترجمہ از سید معین الحق ایم۔اے۔بی۔ایچ۔ڈی ناشر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نمبر ۳۰ نیو کراچی۔ کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی۔ کتاب ملنے کا پتہ۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بدری بلڈنگ کراچی۔
صفحہ نمبر ۹۹ پر تحریر ہے کہ جب ہمایوں بادشاہ ہندوستان سے شکست کھاکر ایران گیا اور وہاں پر پناہ لی اور مذہب شیعہ اختیار کیا لیکن اس کے ساتھیوں نے کچھ ایسی باتیں کیں جو مذہب شیعہ سے تعلق نہیں رکھتی تھیں جب اس کا حال بادشاہ کو ہوا تو وہ ہمایوں بادشاہ سے ناراض ہوگئے اور اپنی عنایت کا منہ ان کی طرف سے موڑ لیا جس کا احساس ہمایوں بادشاہ کو ہوا تو اس واقعہ کو ان کے خادم خاص جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۹۹ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"(ہمایوں) بادشاہ لشکر میں حیران و پریشان تھے کہ اتنے میں قاضی القضات قاضی جہاں بادشاہ (ہمایوں) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ بادشاہ (شاہ عالم پناہ) کے اس رویہ کا جو میری طرف ہے کیا سبب ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے ملازم اور خدمتگار صحیح راستہ پر نہیں ہیں۔ اور خوارج کی سی باتیں کرتے ہیں اس وجہ سے شاہ عالم پناہ آپ سے بددل ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم دل و جان سے آئمہ معصومین علیہم السلام کے تابع و پیرو ہیں اس پر قاضی جہاں نے شاہ عالم پناہ شاہ طہماسپ کے لکھے ہوئے تین خطوط نکالے اور دو خطوط بادشاہ ہمایوں کے پاس چھوڑ دیئے بادشاہ نے ان کو پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور خیموں کے باہر دروازہ پر آکر بلند آواز سے دشمنان رسالت و ولایت و امامت پر لعنت کرنے لگے۔ اس وقت تیسرے کاغذ کو شاہ عالم پناہ نے خود دے کر حضرت کو دیا۔ انھوں نے شاہ عالم پناہ کی موجودگی میں اس کو پڑھا اور مذہب برحق امامیہ اثناعشریہ اختیار کیا۔ دیکھا آپ نے جب ہمایوں بادشاہ نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا اس وقت اس کی مدد کی اور ہندوستان کی حکومت فتح کرکے ہمایوں کو دے دی!

واقعہ نمبر ۲۱

پہلے وہ مقام اور فضیلت حاصل کرو جو حضرت حسنینؑ کو ہے پھر سوال کرنا!

حضرت عمرؓ کی اپنے بیٹے سے گفتگو!

کتاب الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۸ اور کتاب سفینۂ نوح حصہ اول از مولانا محمد شفیع ادکاڑوی صفحہ نمبر ۱۵ میں جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے شہر مدائن فتح کیا اور مال غنیمت جمع کیا تو سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ تشریف لائے اور کہا ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں دو اس پر آپ نے ایک ہزار درہم نذر کئے ان کے جانے کے بعد فوراً حضرت امام حسینؑ تشریف لائے ان کو بھی ہزار درہم دیئے پھر ان کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ آئے تو ان کو بھی پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں جوان ہوں اور جنگ میں بھی شریک رہتا تھا آپ نے مجھکو پانچ سو روپیہ دیئے جبکہ حسنینؑ چھوٹے تھے ان کو ایک ہزار درہم دیئے۔

اس بات پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

"اے بیٹے پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنینؑ کو ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔" "ان کے باپ علی مرتضےٰ۔ ماں فاطمۃ الزہرا۔ نانا رسولؐ خدا۔ نانی خدیجۃ الکبریٰ۔ چچا جعفر طیار۔ پھوپھی اُمّ ہانی۔ ماموں ابراہیم بن رسول اللہ ہیں۔" یہ سُنکر عبداللہ خاموش ہوگئے۔ دیکھا آپ نے

اہلبیتؑ کی منزلت اور مرتبہ! سب جانتے تھے لیکن.....!

واقعہ نمبر ۲۱۱

حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا رتبہ کوئی نہیں جانتا

(ابو ہریرہ رضؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کونے پر خاک جھاڑی۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السّلام نے فرمایا اے ابو ہریرہ کیا کرتے ہو؟ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا حضور مجھے معاف رکھئے۔ واللہ جتنے آپ کے مراتب ہیں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو آپ کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے پھریں۔!

(اظہار السعادت، سفینہ نوح از شفیع اوکاڑوی)

واقعہ نمبر ۲۱۲

علی کی موت سے اصولِ اسلامی کی عملی موت واقع ہو گئی

کتاب "مسلم اسپین"، ایک سیاسی و ثقافتی تاریخ آئی ایچ برنی صدر شعبہ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ کالج ملیر ناشر کفایت اکیڈمی صفحہ ۶۶ میں خلیفہ راشدؓ چہارم ابھی انتھک کوششوں میں مصروف تھے کہ جامِ شہادت نوش فرمایا اور خلافت رسول اللہ کا دروازہ بھی اس کے بعد بند ہو گیا نتیجہ "اسلامی تہذیب کی عمارت جس حد تک بن پائی تھی وہیں رہ گئی۔ اسلامی سیاست کے جو اصول بنا کر کے عملی شکل دی جانی تھی وہ صرف اصول ہی رہ گئے تھے انکار اخذ کرنے والا کوئی نہ رہا۔ ملّت اسلامیہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ قیصریت اور کسرائیت کی کھوکھلی تہذیبوں کے

اثر نے عربوں میں ایک بار پھر جاہلیت کی فرسودہ روایات کو زندہ کر دیا۔ اور عرب اس قابل نہ رہے کہ خود کو ایک جگہ مجتمع کر لیتے چنانچہ عربی تہذیب اپنے فرسودہ اصنام تمکنت و تفخر کو زندہ کرنے میں کامیاب ہو گئی اور چونکہ اسلامی تہذیب ان کی ان امنگوں اور خواہشات کی تکمیل میں حائل تھی اس لئے اس سے کنارہ کشی ہی بہتر سمجھی جانے لگی مذہبی فرائض تو ایک طرف ہے فرائض سیاستِ اسلامی کو بھی فراموش کر دیا گیا اور شخصی اقتدار کی خواہش ہر صاحب اقتدار کے دل میں پیدا ہونے لگی۔ الغرض اسلامی اور عربی تہذیب کے مابین اس ٹکراؤ نے مسلمانوں کے درمیان ایک لامتناہی کشمکش کا آغاز کر دیا۔ جس سے بنو امیہ کے ہوشمندوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا وہ عربوں کی قبائلی عصبیت کو ہوا دے کر تختِ حکومت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور عربی تہذیب اسلامی تہذیب پر حاوی ہو گئی۔

"امیر معاویہ سے لے کر ولید بن عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت تک ہم کتنا ہی غور و فکر کریں اسلامی سیاست کا ایک عنصر نظر نہیں آئے گا"۔ اسلامی سیاست کے وجود میں آنے کے معنی یہ ہوتے تھے کہ تمام عالم اسلام بلا تفریق نسل و قوم اسلامی سیاست میں برابر کا شریک تھا۔ عربوں کی قبائلی فطرت و عصبیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک نو مسلم ایرانی و حبشی، مصری و سوڈانی کو اپنے برابر شریک کر لیں گو عربوں کی یہ خواہش اسلام کے منافی تھی"۔

دیکھا آپ نے حق کی حمایت ہمیشہ دشمن کے گھر ہی سے ہوتی ہے اس کتاب میں وہ حقائق سامنے آئے ہیں جنکو اکثر تاریخ دان نظر انداز کر دیتے ہیں یہی آل محمدؐ کا زندہ معجزہ ہے۔ جب اور جہاں اور جس سے چاہتے ہیں آپ اپنے فضائل لکھوا لیتے ہیں۔!

★

واقعہ نمبر ۲۱۳

مسجد کوفہ کی فضیلت و خصوصیت

جہاں امام اوّل حضرت علیؑ نماز پڑھاتے تھے!

ایک روز مسجد کوفہ میں ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بیت المقدس جاکر عبادت میں مشغول رہوں اور بقیہ زندگی وہیں گذاروں حضرت علی علیہ السّلام نے کہا کہ جو زاد راہ تونے تیار کر رکھی ہے اس کو کھالے اور سواری کو فروخت کر کے اسی مسجد میں سکونت اختیار کر کیونکہ یہ مسجد دُنیا کی چار متبرک مسجدوں میں سے ہے۔ دو رکعت نماز جو یہاں ادا کی جائے دوسری مساجد کی دس رکعتوں سے افضل ہے منجملہ اس کے فضائل میں سے ایک فضائل یہ ہے کہ طوفان نوحؑ کے وقت جس تنور سے سب سے پہلے پانی جوش مار کر نکلا تھا اس مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے۔ اور جس مقام پر پانچواں ستون ہے۔ ابراہیمؑ۔ نوحؑ۔ اور ادریس علیہم السّلام نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا ایک مدت تک یہاں رہا۔ مشہور بُت یغوث اور یعوق کو اس ہی مقام پر توڑا گیا تھا۔ روز قیامت کئی ہزار مخلوق یہاں سے محشور ہوگی جن کا حساب و عتاب نہ ہوگا۔ اس مسجد کے صحن میں بہشت کا ایک مرغزار ہوگا۔ اور آخری زمانہ میں یہاں سے تین چشمے ظاہر ہوں گے۔ ایک صاف پانی کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا روغن کا۔ اس کے دائیں طرف ذکر ہے اور بائیں طرف فکر!

(بحوالہ کتاب تاریخ اعثم کوفی۔ کوکب دری اور صفحہ نمبر ۳۰ کتاب نہج الاسرار۔)

"سخنہائے گفتنی"

از (سید حسین رضوی بی۔ اے علیگ) انسپکٹر پولیس پنشنر

"ہمیشہ سچ بولنا، امانت داری کا مظاہرہ کرتے رہنا ایک معجزہ ہے جو اپنے معیاری انداز میں صرف پیغمبران خدا اور آئمہ ہدیٰ کے لیے مخصوص ہے"

سچائی اور خلوص کا ادنیٰ کرشمہ تاثیر آفرینی ہے۔ مُسلّمہ ہے کہ ؏
"بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"

علامہ اقبالؒ کے اس دل پذیر مصرع کے جلو میں اُن کے مندرجہ ذیل دو فارسی اشعار بھی دلآویز ہیں ؎

بگدا نمان سلطاں خبرے دہم زرازے
کہ جہاں تواں گرفتن بہ نوائے دل گدازے
رہ عاقلی رہا کن، کہ بہ او تواں رسیدن
بہ دل نیاز مندے، بہ نگاہ پاک بازے

سچ ہے نوائے دل گداز سے سارا جہاں مسخر کیا جاسکتا ہے اور عقل و دانش کی بجائے خدا تک رسائی کے لئے دل نیاز مند اور نگاہ پاکباز چاہیئے۔ پاکستان کے قیام کو دیوانے کے خواب سے تعبیر کرنے کے باوجود قائداعظم محمد علی جناحؒ کی نوائے دل گداز، نگہ پاکباز اور دل نیاز مند کے اوصاف حمیدہ کا اعتراف اپنوں سے بڑھ کر غیروں نے کیا۔ بانی پاکستان کو گاندھی جی نے تحریر و تقریر میں قائداعظم کہہ کر خطاب کیا جس کے معترف بالآخر فرنگی حاکم بھی ہوگئے۔ ہر چہار جانب سے لامتناہی مخالفت کے

باوجود قائداعظم مسلمانانِ ہند کا سیاسی مقدمہ بکمال فہم و فراست یکہ وتنہا شب و روز بجان و دل لڑتے رہے اس جنگ آزمائی کے دوران حضرت علیؑ کی تاریخ شہادت ۲۱ رمضان آجاتی ہے۔ اہم ترین سیاسی مصروفیات کو محمد علی جناحؒ نے یک قلم ملتوی کر دیا۔ اسم بامسمّیٰ ہونے کا یہ بدیہی ثبوت تھا جسے کانگریسی مسلمانوں نے فرقہ پرستی سے تعبیر کیا تھا۔

بانیٔ پاکستان کی راہ میں کانٹے بونے والے فرنگیوں اور ہندوؤں کے آلۂ کار کیسے کیسے جغادری لیڈر تھے اس امر کا حیرت انگیز انکشاف ڈاکٹر وحید احمد کی تالیف سے ہوتا ہے جو میاں سر فضل حسین بانیٔ پنجاب یونینسٹ پارٹی کے ۵۴۳ خطوط کا مجموعہ ہے۔ ۶۷۲ صفحات پر مشتمل جسے پاکستان ریسرچ سوسائٹی لاہور نے شائع کیا ہے۔

صاحبانِ تحقیق و تدقیق کے لئے ڈاکٹر وحید احمد صاحب کی یہ صبر آزما کاوش بلاشک و شبہ نہایت گراں بہا ہے۔

اس آئینہ میں وہ معروف شخصیات نظر آتی ہیں جن پر غالبؔ کا یہ شعر صادق نظر آتا ہے۔ ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

محمدؐ اور علیؑ کو بصدقِ دل و بعزمِ راسخ ماننے والے جناحؒ کے خلاف سرگرم رہنے والوں میں پیش پیش نظر آنے والے اپنی خفیہ تحریروں کے حوالہ سے ڈاکٹر وحید کی تحقیق و تدقیق کے نتیجہ میں بے نقاب ہو کر ہی رہے ہیں۔ صداقت ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ اس زمرہ میں شامل چند حضرات کے نام ہائے (وہ اسم ہائے گرامی) ملاحظہ ہوں۔

سیاسی گرو میاں سر فضل حسین کے سیاسی چیلے اور پجاری سر شفاعت احمد خاں، سر سکندر حیات خاں۔ سر فیروز خاں نون۔ میاں

احمد یار خاں دولتانہ، وغیرہ وغیرہ ؎

اندکے حالِ دلم گفتم و بس منفعلم
کہ دلِ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

انتہائی لاغری اور کبر سنی کے باوجود مجھے ۹ جولائی ۱۹۴۷ء کا وہ دن یاد آتا ہے جب بیگم ممتاز شاہنواز عرف تازی مرحومہ نے راقم السطور کو نئی دہلی میں قائداعظم کے حضور پیش کیا تھا اور اس ناچیز کی زبان سے بے اختیار یا علیؑ مدد کے الفاظ سُن کر بانیٔ پاکستان نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔ قیام پاکستان سے متعلق دل گداز داستانوں میں یہ منفرد داستان ہے ؏

سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

"علیؑ علیؑ کہا کر"

خاکپائے آلِ عبا نثار فاطمہ عابدی۔ عابدی ہاؤس
رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

عیسوی سن اٹھارہ سو ستاون
ایک شکستِ فتح بہ دامن

مرزا غالب کی گزر اوقات پنشن پر تھی جو ۱۸۵۷ء میں بند ہونے کے بعد ۱۸۶۰ء میں بحال ہوئی تھی۔

مرزا غالب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں

"میرا دار و گیر سے بچنا کرامتِ اسداللّٰہی ہے اور پنشن کا ہاتھ آنا عطیۂ یداللّٰہی ہے۔ یہ کام خدا ساز ہے بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام"

ایک خط میں غالب نے لکھا

"مشرک وہ ہیں جو نصیریوں کو ابوالائمہ کا ہمسر مانتے دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے۔ امامت من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہیں۔ ثم حسنؑ ثم حسینؑ۔ اسی طرح تا مہدیؑ موعود علیہ السلام بریں زیستم ہم بریں بگذرم۔ شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں۔ اگر مجھ کو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ دوزخ کا ایندھن بنوں گا۔ دوزخ کی آنچ کو اور تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرینِ نبوتِ مصطفویؐ و امامتِ مرتضویؑ اس میں جلیں"

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں

"صاحب! بندہ اثنا عشری ہوں ہر مطلب کے خاتمہ پر ۱۲ کا ہندسہ لکھا کرتا ہوں خدا کرے میرا خاتمہ بھی اسی عقیدہ پر ہو۔ خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد امامؑ یہی ہے مذہب حق والسلام والاکرام — علیؑ علیؑ کہا کر اور فارغ البال رہا کر"

ایک اور خط میں رقم کیا ہے۔

"دوسرا امر یعنی تبدیلِ مذہب عیاذاً باللہ، علیؑ کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا"

نیز لکھتے ہیں۔

"عطیۂ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا میں نے اس کو بلا تکلف عطیۂ مرتضویؑ سمجھا۔ علیؑ مرتضٰی علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا"

نثری عقیدت کے علاوہ منظوم عقیدہ ملاحظہ ہو:

غالب ہے گرچہ فہم تصوّر سے کچھ پرے
ہے عجز بندگی جو علیؑ کو خدا کہوں!

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں، بندگیٔ بوتراب میں!

بیعت خدا سے ہے مجھے بے واسطہ نصیب
دستِ خدا ہے نام میرے دستگیر کا

جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر
نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں

زخمیکہ درکربلا شد سبیل
اداکرد دام زمانِ خلیلؑ

نگنجد دوئی در نبیؐ و امامؑ
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام

ع کارِ خدا بہ عرصۂ محشر کند علیؑ

یزداں کہ راز خویش نبیؐ را بہ لب سپرد
یزداں کہ سوز خویش علیؑ را بجاں نہاد

عاشقم لیکن نہ دانی کز خرد بیگانہ ام
ہوشیارم با خدا و با علیؑ دیوانہ ام

نبیؐ را پذیرم بہ پیمانِ او
خدا را پرستم بہ ایمانِ او

خدائیش روا نیست ہر چند گفت
علیؑ را توانم خداوند گفت

بزم ترا شمع و گل، خستگیٔ بو تراب
ساز ترا، زیر و بم واقعۂ کربلا

درد من بود غالب یا علیؑ ابو طالب
نیست بخل با طالب اسم اعظم از من پرس

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللّٰہیم!!

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی منقبت میں ایک شعر فرمودۂ غالب ملاحظہ ہو۔ ؎ !

مُزدِ شفاعت وصلۂ صبر و خُوں بہا
چیزے ز کس نخواستہ اِلّا گریستن

• کتاب علیؑ علیؑ حصّہ اول ضرور پڑھئے قیمت ۱۵ روپئے۔
• کتاب شیعہ ڈائرکٹری جس کو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے تیار کیا گیا ہے۔ اس ڈائرکٹری کے اندر کراچی کے تمام وہ پتے درج ہیں جن کی آپ کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ اگر یہ ڈائرکٹری آپ کے پاس ہے تو پھر آپ کو اپنے مذہبی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا۔ قیمت دس روپیہ
• کتاب افکار سید العلماءؒ یعنی عظمتِ حسینؑ
یہ ایک عظیم کتاب ہے جس کے اندر سرکار سید العلماء علی نقی صاحب قبلہ کے ۲۵ عدد مضامین جو امام حسین علیہ السلام کی عظیم شخصیت پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔ قیمت ۱۶ روپئے

جائز ریٹ سے کم اُجرت پر کاپی پیسٹنگ اور
کتابت
کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ نوحوں کے مجموعوں، مرثیوں اور مذہبی تبلیغی کتب کی کتابت میں خصوصی رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔
خط و کتابت کا پتہ۔ سید محمد یوسف رضوی بابر ڈرگ اسٹور آخری بس اسٹاپ سکٹر ۱۴۔ اے اورنگی ٹاؤن کراچی ۳۱

امیر المومنینؑ، امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ ؑ کی شہادت، تجہیز و تکفین!!!

مرقدِ علوی کی کہانی تاریخ کی زبانی

یہ وہ جگہ ہے جہاں آج بھی معجزے ہوتے ہیں!

قتل ایک جرم ہے مگر قتل کی نوعیت، مقتول کی حیثیت اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و اثرات کے اعتبار سے اس کی سنگینی اور سزا کے درجوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ ایک عام فرد کا قتل جرم اور بڑا جرم ہے مگر قتل مومن اس سے بھی بڑھ کر جرم ہے جس کی سزا نص قرآن کی رو سے دوزخ کا دائمی عذاب ہے اور امیر المومنین امام المتقین کا قتل تو ہر اعتبار سے سنگین جرم اور عظیم حادثہ تھا جس نے دینی قدروں کو پامال اور اسلامی قدروں کو مجروح کر دیا۔ اس لحاظ سے قاتل دنیا و آخرت میں شدید ترین عذاب کا مستحق ہوگا۔ یہ ایک عابد شب زندہ دار کا قتل تھا جو محراب مسجد میں اور سجدۂ باری تعالیٰ کی حالت میں واقع ہوا۔ قاتل نے اور قتل کرنے والوں نے جو اسکیم بنائی اس نے مسجد کے تقدس کا خیال کیا نہ نماز جیسی اہم اور متبرک چیز کا احترام ملحوظ رکھا، نہ سجدۂ باری تعالیٰ کی حالت پر نظر کی اور اس نمازی کا خون بہایا جو اسلام کا پاسبان، ثانی قرآن اور سراپا ایمان تھا۔ یہ قتل جناب علی المرتضیٰ کا قتل نہ تھا بلکہ اسلام کا قتل نہ تھا۔ کل ایمان کا قتل تھا۔ اس سانحہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ تھا کہ یہ حادثہ اس وقت ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت رونما ہوا۔ جب حضرت لشکر و سپاہ جمع کر چکے تھے اور دو چار دن کے بعد شام کی طرف کوچ کرنے والے تھے تاکہ ایک فیصلہ کن جنگ لڑ کر ضلالت کا سرچشمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیں مگر ایسا نہ ہو سکا اور اس قتل کے نتیجہ میں

غیر شرعی اقتدار کے قدم مضبوط ہو گئے اور افق اسلام پر ضلالت و گمراہی کی گھٹائیں چھا گئیں۔ قاتل امیر المومنین ابن ملجم، خارجی تحریک کی اس جماعت کا ممبر تھا جو کسی مضبوط ہاتھ کے اشاروں پر ناچ رہی تھی۔ عین اس وقت جب حضرت علی علیہ السلام شام کے حملہ کے لئے روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہے تھے ابن ملجم کا وار کرنا یہ بتا رہا ہے کہ اس کی تہ میں بہت بڑی سازش تھی۔ اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے قتل کے انتظامات ابن ملجم کے ذریعہ امیر معاویہ نے کئے تھے جس کا اقرار خود ابن ملجم ملعون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"میں نے "حضرت امیر معاویہ" کے کہنے سے ایسا فعل کیا مگر افسوس کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا"

اب ذرا حسب ذیل امور پر خوب اچھی طرح دھیان دیجئے۔ اگر کوئی شخص ناگہانی طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کے دو دشمن ہوں۔ ایک ضعیف دوسرا قوی۔ تو شخص اس بنا پر کہ ضعیف دشمن کی تلوار سے مقتول کا خون ٹپک رہا ہے۔ قوی دشمن کو عدلیہ نظر انداز کر سکتی ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ مقتول کے قتل سے اصل فائدہ اس بڑے دشمن کو حاصل ہوا ہو حضرت علیؑ کے بڑے دشمن معاویہ تھے۔ انہی کو یہ خوف ہر وقت دامنگیر تھا کہ اب کی مرتبہ اگر علیؑ نے لشکر جمع کر لیا۔ جیسا کہ جناب امیرؑ کر بھی رہے تھے تو میری خیر نہیں ہے چنانچہ حضرت علیؑ کے قتل سے ان کے لئے گھی کے چراغ جل گئے اور چند دنوں میں ممالک محروسہ اسلامیہ کے بلا شرکت غیرے بادشاہ بن بیٹھے۔

(۱) **شہادت** الغرض رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور جناب امیر علیہ السلام مسجد کوفہ میں خطبہ کے ساتھ برابر کوفیوں کو ملامت کرتے رہے مگر ان پر مطلق اثر نہ ہوا۔

راویوں کا بیان ہے کہ رمضان المبارک کی انیس ۱۹ تاریخ بدھ کی رات کو اپنی دختر جنابہ ام کلثومؑ کے یہاں تشریف فرما تھے نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو روزہ افطار کرنے کے لئے آپ کی صاحبزادی نے جو کی دو روٹیاں

ایک پیالہ دودھ کا اور ایک طشتری میں نمک رکھکر پیش کیا۔ آپ نے خوان کو دیکھا اور فرمایا کہ "اے بیٹی تم ایک خوان میں کھانے کی دو چیزیں پیش کرتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی زاد بھائی جناب رسُولِ خُدا کی پیروی کر رہا ہوں اور کبھی گوارا نہیں کیا کہ ایک وقت میں دسترخوان پر دو قسم کی چیزیں ہوں۔ اے بیٹی دنیا کی حلال باتوں کا حساب لیا جائے گا اور حرام کاموں کا عذاب ہوگا۔ خدا کی قسم! میں روزہ افطار نہ کروں گا جب تک تم اس میں سے ایک چیز نہ اُٹھالو گی۔" اس سلسلہ میں مولا کا ایک قول بھی لکھتا چلوں۔

(۲) حضرت علی علیہ السّلام کا قول آپؑ ہی کی زبانی!

جناب امیر علیہ السّلام افطار روزے کے وقت اس قدر روتے کہ آپکا لباسِ مُبارک تر ہو جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا امیرؑ اس رونے کا سبب کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ افطار کے بعد میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ نہیں معلوم میرا رزق حلال ہے یا حرام بصورت حلال ہونے کے نہیں معلوم کہ اس کے حساب سے کیونکر عہدہ برا ہوں گا؟ اور بصورت حرام ہونے کے نہیں معلوم کتنا عذاب ہوگا۔؟ خدا ہی جانتا ہے کہ روزِ حشر علیؑ کا کیا حال ہوگا۔"

جناب اُمِ کلثومؑ نے دودھ کا پیالہ اُٹھالیا اور آپ نے چند لقمے نانِ جویں کے تناول فرمائے اور حسبِ معمول مصلائے عبادت میں کھڑے ہوگئے مگر آج بار بار صحن میں نکلتے اور آسمان کی طرف نظر کرتے اور ڈوبتے اور جھلملاتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے پھر مصلائے عبادت پر تشریف لے جاتے اور فرماتے "خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا اور نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے۔ یہی وہ رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسُولِ خدا نے مجھے دی ہے۔ آپ کرب و اضطراب کی حالت میں کبھی سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے اور کبھی انا للہ و انا الیہ راجعون اور کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

پڑھتے اور کبھی کہتے خدایا موت کو میرے لئے بابرکت قرار دے۔ اپنے پاس بلانے میں برکت اور کرامت فرما۔"

حضرت اُمِ کلثومؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو عرض کیا کہ "بابا آج آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔"

فرمایا "بیٹی! آخرت کی منزل درپیش ہے اور میں اللہ کی بارگاہ میں جانے والا ہوں۔"

(۳) جنابِ رسالتمآب کا خواب میں آکر شہادت کی بشارت دینا!

بعض روایتوں میں ہے کہ اس شب آپ نے حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام سے کہا کہ میں نے شب کو خواب کی حالت میں جناب سرورِ کائنات کو دیکھا کہ وہ جناب اپنے دستِ مُبارک سے میرے چہرے کا غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے بھائی اب میری طرف چلے آؤ کیونکہ جو کچھ تم پر واجب تھا اس کو تم نے ادا کر دیا۔"

آپ گھڑی گھڑی صحن میں تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے "آج یہ وہی رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسُولِ خدا نے مجھے دی ہے اور میں خدا سے ملنے کا مشتاق ہوں، اے بیٹی! میں اس رات کی صبح کو شہید ہوں گا۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ ابن نباج موذن نے حاضر ہو کر نماز کے لئے عرض کیا۔

(۴) حضرت کا دامن پکڑ کر بطخوں کی فریاد! کہ "مولا آج گھر سے نہ جائیں!!!

موذن کی آواز سُنکر حضرت مسجد کے ارادہ سے اُٹھکر کھڑے ہوئے وضو کیا، کمرِ مبارک میں پٹکا باندھا وسطِ صحن میں تشریف لائے تو ان بطخوں نے جو گھر میں پلی ہوئی تھیں خلافِ عادت آپ کا راستہ روکا اور بازو پھیلا کر غُل مچانے لگیں اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اپنی زبان (بولی) میں مولا سے

تھا۔ یہ فریاد کر رہی تھیں کہ میرے مولا آج گھر سے نہیں جائیے کیونکہ دشمنِ اسلام آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے ایک خادم نے ان کو آگے سے ہٹانا چاہا تو آپ نے منع کر دیا۔" ان کو کچھ نہ کہو یہ مجھ پر نالہ و فریاد کر رہی ہیں کیونکہ آج کے بعد انھیں میرا نوحہ کرنا پڑے گا۔ الغرض جس وقت جناب امیر علیہ السلام گھر کے دروازہ سے باہر ہونے لگے ایک کیل پٹکے میں اُلجھ گئی اور پٹکا کھل کر کمرِ مبارک سے علیحدہ ہو گیا آپ نے دوبارہ کس کر کمر سے باندھ لیا اور فرمایا "یا الٰہی تو موت کو میرے لئے مبارک کیجیو اور اپنے دیدار کو متبرک" اس کے بعد یہ اشعار زبان پر جاری کئے (ترجمہ:۔ موت پر کمر مضبوط باندھ لے کیونکہ وہ تجھ سے ضرور ملاقات کرے گی۔ موت سے خوف نہ کھا، جب وہ تیرے گھر میں نازل ہو، زمانہ سے دھوکا نہ کھانا جب وہ تیرے ساتھ چلے۔"

جناب اُمِّ کلثوم فوراً امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آئیں اور عرض کی آج کی رات بابا نے اس عالم میں بسر کی ہے اور اپنے مرنے کی خبر سُنا کر مسجد روانہ ہو گئے ہیں۔ امام حسنؑ یہ سُنتے ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں حضرتؑ مل گئے۔ امام حسنؑ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی بابا ابھی تو ثلث شب باقی ہے آپ آج اتنی جلدی مسجد کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ نورِ چشم حسنؑ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، بابا وہ خواب کیا ہے مجھے بھی سُنائیے۔

(۵) حضرت کا خواب میں حضرت جبرئیلؑ کو دیکھنا

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا میں نے دیکھا ہے کہ جبرئیلؑ امین آسمان سے کوہ ابو قبیس پر نازل ہوئے ہیں اور وہاں سے دو پتھر اٹھا کر خانہ کعبہ کی چھت پر آئے پھر انھوں نے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر اس زور سے مارا کہ وہ خاک ہو گئے پھر وہ خاک انھوں نے ہوا میں اڑا دی مکہ اور مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں وہ خاک نہ پہنچی ہو۔" "بابا! تو پھر اس کی تعبیر کیا ہے؟" امام حسنؑ نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔" بیٹا اگر میرا یہ خواب سچا ہے تو سمجھ لو کہ تمھارا باپ قتل کر دیا جائے گا اور مکہ اور مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں اس مصیبت کا اثر نہ ہو۔ بابا کیا آپ یہ فرما سکتے ہیں کہ ایسا ہوگا کب؟" مجھ کو رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے آخری دس روزوں میں سے ایک روز میری شہادت واقع ہوگی اور ابن ملجم مرادی اس فعل کا مرتکب ہوگا۔" بابا! جب آپ اپنے قاتل کو پہچانتے ہیں تو اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے بیٹا جرم سے پہلے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ بیٹا اتنا جان لو کہ اگر جن و انس مل کر اس ہونے والے واقعہ کو بدلنا چاہیں تو اس پر قادر نہ ہوں گے لہٰذا بیٹا تم گھر جا کر آرام سے نمازِ صبح پڑھو۔ امام حسنؑ نے ضد کی کہ بابا میں ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ اس پر آپ نے اپنے حق کی قسم دے کر واپس کر دیا۔

امیر المومنینؑ، امام حسنؑ کو رخصت کر کے تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے مسجد کوفہ میں داخل ہوئے ابن ملجم، شبث و ردان اور اشعث بن قیس سازشی مسجد میں پہلے ہی موجود تھے مسجد کی قندیلیں گل تھیں آپ نے اسی تاریکی میں چند رکعت نماز ادا کی اور کچھ دیر تک تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے پھر بامِ مسجد پر تشریف لا کر صبح کی سفیدی سے خطاب کیا کہ " تو ایک دن بھی ایسے وقت طلوع نہیں ہوئی کہ میں سویا ہوا ہوں۔" اس کے بعد کانوں پر اُنگلیاں رکھ کر اذان ادا کی اس اذان کی آواز کوفہ کے ہر گھر میں سُنی گئی۔ گلدستہ اذان سے اُتر کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے ہوئے لوگوں کو جگایا۔ ان سونے والوں میں ابن ملجم بھی تھا۔ اوندھا پڑا ہوا تھا اس کو مخاطب کر کے کہا اے شخص اس طرح نہ لیٹ کیونکہ اس طرح اوندھے لیٹنے کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔ اس طرح شیطان اور جہنمی لوگ لیٹتے ہیں۔ داہنی کروٹ لیٹ اس طرح علماء لیٹتے ہیں یا بائیں کروٹ لیٹ کہ اس طرح حکماء لیٹتے ہیں۔ یا چت لیٹ کہ اس طرح انبیاء خدا لیٹا کرتے ہیں۔ اچھا اٹھ نماز پڑھ اور یہ بھی زبانِ مبارک سے فرمایا۔ تیرے

دل میں ایک ایسا ارادہ ہے جس سے قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین دھنس جائے۔ اور اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تیرے دامن کے نیچے کیا چیز ہے پھر وہاں سے گزر کر محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے لوگ جمع ہو گئے اور صفیں باندھ لیں تو عین اس وقت جبکہ وصی رسولؐ و عاشق خدا ابو الائمۃ الہدیٰ اپنے معبود و محبوب حقیقی کی درگاہ میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر مطلق ہو کر عشق الٰہی میں محو سر بسجود حق عبودیت کے لئے سجدۂ اول میں گئے اور دل کو راز و نیاز الٰہی میں مصروف کر دیا کہ اتنے میں شقی ازلی ابن ملجم مرادی ملعون نے زہر سے بجھی ہوئی تلوار سے سر پر وار کیا یہ تلوار بھی اسی جگہ لگی جس جگہ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کی تلوار لگی تھی ضرب کے لگتے ہی آسمان سے آواز آئی "الا قتل الامیر المومنین"، "آگاہ ہو کہ امیر المومنین قتل ہو گئے اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہا" قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔" جناب امیرؑ کے تلوار کا وار لگتے ہی خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ آپ کو زخمی حالت میں محراب سجد سے اٹھا کر صحن مسجد میں لائے خلقت جمع ہو گئی سب پوچھتے تھے کہ آپ کس ملعون شقی نے زخمی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا" جلدی نہ کرو۔ اسی ملعون نے مجھکو زخمی کیا ہے جس کو ابھی ابھی مسجد کے دروازے سے پکڑ کر لائیں گے۔ پھر آپ نے دروازہ کی طرف اشارہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبیلہ عبید اقین کا ایک شخص عبد الرحمٰن ابن ملجم کو پکڑے ہوئے لا رہا ہے۔

فضا میں آوازیں گونج رہی تھیں کہ برادر رسولؐ مار ڈالے گئے علی مرتضٰے شہید ہو گئے۔ خدا کی قسم سید الاوصیا قتل ہو گئے جس وقت شہزادیوں نے یہ آواز سنی " وا ابتاہ وا علیاہ وا محمداہ وا سیداہ" کی فریادیں بلند کیں حسنینؑ سر و پا برہنہ دوڑتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا امیر المومنین ضربت کی شدت سے خاک و خون میں کروٹیں بدل رہے ہیں، لوگ چاروں طرف جمع ہیں۔ بجائے آہ و زاری کے زبان پر یہ جملہ

ہے۔ اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ رسول اللہؐ کی ملت پر ہوں۔ آپ نے قاتل کو دیکھتے ہی لوگوں کو اس کو مارنے سے منع کیا اور اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔!

قاتل سے جناب امیرؑ کا خطاب

آپ نے قاتل ابن ملجم ملعون کو مخاطب کر کے کہا اے بھائی کیا میں تیرے حق میں بُرا امیر تھا اس پر قاتل نے سر ندامت اُٹھا کر کہا ہرگز نہیں پھر جناب امیرؑ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ کس امر کے سبب تو نے ایسا فقد کیا کہ مجھے زخمی اور میرے فرزندوں کو یتیم کیا۔ اے ملعون دیکھ لے میرے نصیب میں شہادت کا مرتبہ آیا جو میرے ہر طرح انجام بخیر ہونے کا ضمانتدار ہے اور یہی میری ابدی کامیابی ہے۔

کسے را میسر نشد ایں سعادت !
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت !

• جو فیصلہ خلفائے ثلاثہ کے ادوار میں نہ ہوا، جنگ جمل میں نہ ہوا، صفین کے لیل و نہار میں نہ ہوا۔ مگر ابن مُلجم کی تلوار نے وہ فیصلہ کر دیا۔

قاتل سے آپ کا برتاؤ!

اسی اثناء میں کچھ لوگ آپ کے لئے دودھ کا پیالہ لے آئے آپ نے کہا کہ پہلے اس کو (قاتل) پلاؤ بعد میں میں پیوں گا۔ ابن ملجم کو قید خانہ میں پہنچا دیا گیا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا جب میں وفات پا جاؤں تو جس طرح (ایک وار میں) اس نے مجھے زخمی کیا اور قتل کیا اسی طرح اس کے ساتھ کرنا۔ اپنی وفات تک اپنے قاتل قیدی کا حال دریافت کرتے تھے اور معلوم کرتے تھے کہ اسے کھانا کھلایا یا نہیں ـــ اگر جواب نفی میں ہوتا تو فوراً حکم دیتے جاؤ اس کو ابھی کھانا کھلا دو۔! دیکھا آپ نے یہ ہے اسلام کے رہنمائے صادق کی شان!

یہی وہ بزرگ ہستی ہے جس نے رسولؐ کے بعد اسلامِ حقیقی کی تعلیم دی۔ قاتل سے اچھائی کا برتاؤ صرف آپ ہی کا کام تھا۔ اور آج تک دنیا ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قاتل امیر المومنینؑ کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ کی پیشگوئی

ابن ملجم خود روایت کرتا ہے کہ میں نے خود جناب رسولؐ خدا کو یہ کہتے سُنا ہے کہ "گذشتہ لوگوں میں سب سے بدبخت شخص قدار بن سالف ناقہ صالح کا قاتل تھا اور آئندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شقی علیؑ ابن ابی طالب کا قاتل ہوگا"۔

تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۸۹ کے مطابق آپ کی شہادت ۱۹ ماہ رمضان بروز چہارشنبہ صبح کو بحالت سجدہ نماز ابن ملجم ملعون کے ہاتھوں زہر آلود تلوار سے ضرب لگی اور رجمعہ ۲۱ ماہ رمضان کو آدھی رات سے کچھ پہلے انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

"سبحان اللہ بکعبہ ولادت بمسجد شہادت"، اسی عمر (یعنی ۶۳ سال) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا"۔

شہادت جناب امیر علیہ السلام

صفین کے سازشی فیصلہ حاکمین کے بعد حضرت علی علیہ السلام اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ اب ایک فیصلہ کن حملہ کرنا چاہیئے تھا چنانچہ آپ نے تیاری شروع کر دی تھی یہاں تک کہ حملہ کی تیاریاں کچھ دن ہی کے اندر بالکل مکمل کر لیں، دس ہزار سپاہیوں کے دستہ کا سردار حضرت امام حسن علیہ السلام کو، دس ہزار کا سردار قیس بن سعد کو اور دس ہزار کا سردار ابو ایوب انصاری کو مقرر کیا۔ ابن خلدون کہتا ہے کہ فوج کی جو مکمل فہرست تیار ہوئی اس میں چالیس ہزار آزمودہ کار، ۱۷ ہزار سپاہی اور آٹھ ہزار مزدور شامل تھے لیکن کوچ کا دن آنے سے پہلے معاویہ نے حضرت

علی علیہ السلام کی تیاری سے خوف زدہ ہو کر انہیں ایک سازش کے ذریعہ اپنے کارندوں ابن ملجم اور اس کے ہمراہیوں کے ذریعہ "باب مدینۃ العلم" کو ڈھا دیا۔

ابن ملجم نے علیؑ کو قتل نہیں کیا بلکہ پوری امت مسلمہ کو قتل کر ڈالا اور اسلامی تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ اور اسلام کے بہت بڑے ستون کو گرا دیا جس سے اسلام "ڈوبنے لگا"۔

وقت آخر آپؑ کی مسلمانوں سے وصیّت!

صبح ہوتے ہوتے اس واقعہ کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق خلیفہ عصر کی عیادت کو چلے آرہے تھے چنانچہ حضرت علیؑ نے ان آنے والوں کو کچھ نصیحتیں کیں جو ذیل میں درج کر رہا ہوں یہ وہ انمول پھول ہیں جن کو آپؑ ہی کی زبان مبارک ادا کر سکتی ہے۔

(۱) سوائے خدائے واحد کے اور کسی کی پرستش نہ کرنا۔

(۲) سُنّت رسولؐ اکرم کے پابند رہنا۔

(۳) اہلبیت نبویؐ کی ہدایت پر عمل کرنا۔

(۴) دُنیا سے محبّت نہ کرنا۔ اور اسے ہمیشہ عارضی چیز سمجھنا۔

(۵) اللہ کی راہ میں اپنے مالوں، نہ بالوں، اور جانوں سے جہاد کرنا اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیّت!

جب لوگوں کو وصیّت کر چکے تو یکے بعد دیگرے اپنے بیٹوں یعنی پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیّت کی اس کے بعد امام حسین علیہ السلام سے۔ آپ نے کہا اے میرے بیٹے یہ وہ وصیّت ہے جو علی ابن ابی طالب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور صحابی نے کی ہے۔

(۱) پہلی وصیّت یہ ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسولؐ اور اس کے برگزیدہ اور اس کی تمام مخلوقات

میں سب سے پسندیدہ ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے اُٹھانے والا ہے۔ لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھنے والا ہے اور وہ دلوں کے راز سے واقف ہے۔

(۳) وقت پر نماز پڑھنا۔

(۴) مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دیا کرنا۔

(۵) خوشی اور غصے ہر حال میں انصاف کو ملحوظ رکھنا۔

(۶) ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا۔

(۷) مہمان کی عزت کرنا۔

(۸) تنگدست اور مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا۔

(۹) مسکینوں سے محبت کرنا۔ ان ہی کی مجلس میں بیٹھنا اور ان کی تواضع کرنا یہ بہترین عبادت ہے۔

(۱۰) موت کو یاد رکھنا۔

(۱۱) مصیبتوں کا سامنا کرنا۔

(۱۲) ظاہرا اور پوشیدہ میں خدا کا خوف رکھنا۔

(۱۳) تہمت کے مقامات سے بچو۔

(۱۴) جب آخرت کا معاملہ سامنے آئے تو اسے پہلے شروع کرنا اور جب دنیا کا معاملہ پیش ہو تو اس میں دیر کرنا یہاں تک کہ اس میں بھلائی کی راہ معلوم ہو جائے۔

(۱۵) جو کام بھی کرنا وہ خدا کی رضا کے لئے کرنا۔

(۱۶) بیوقوفوں سے لڑائی اور جھگڑا نہ کرنا۔

(۱۷) اپنی معیشت میں میانہ روش اختیار کرنا۔

(۱۸) جب تک کھانے میں صدقہ نہ نکال لو کھانا نہ کھاؤ۔

(۱۹) روزے رکھا کرو کہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔

(۲۰) دعا زیادہ کیا کرنا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام سے وصیّت!

امام حسن علیہ السّلام سے وصیّت کرنے کے بعد آپ نے پھر حضرت حسینؑ کو اپنے پاس بلایا اور نصیحت و وصیّت کے یہ چند انمول موتی ارشاد فرمائے۔ اے میرے بیٹے

(۱) خدا سے ڈرتے رہنا۔

(۲) دُنیا تجھے چاہے بھی تو اس کو نہ چاہنا اگر دُنیا کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا۔

(۳) حق بات کہنا اور ثواب کی نیّت سے عمل کرنا۔

(۴) ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بننا۔

(۵) یتیموں کے متعلق خدا سے ڈرنا۔

(۶) قرآن کے متعلق خدا سے ڈرنا کہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔

(۷) اللہ کی راہ میں اپنے مالوں۔ زبانوں اور جانوں سے جہاد کرنا۔

اپنے قاتل کیلئے آپ کا ارشاد!

پھر آپ نے فرمایا! میرے قاتل کو قید خانہ میں رکھو اسے اچھا کھانا دو، اس کو پانی پلاؤ۔ اس کا بستر نرم رکھو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں خود اپنے حق کا وارث ہوں اور اگر میں مر گیا تو اس کو ایک ہی وار سے ختم کر دینا۔

بنی عبدالمطلب سے آپ کا ارشاد!

اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد مسلمانوں کے خون گرانے لگو، اگر تم کہو کہ ہم نے امیر المومنین کو قتل کیا ہے۔ خبردار میرے معاوضہ میں میرے قاتل کے سوا اور کسی کو قتل نہ کرنا اور پھر اس کے بعد صرف لا الہ الا اللہ زبان سے ادا کیا اور خاموش ہو گئے۔!

تجہیز و تکفین

حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسینؑ، عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ نے ملکر آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق گھر کے ایک گوشہ میں جہاں پر لوح نکلی اس جگہ پر لٹا کر غسل دیا گھر کی دہلیز سے کفن اور حنوط ملے۔ فصل الخطاب کے مطابق امیرالمومنین نے وہ کافور جو سیدالمرسلین کے بدن مبارک سے بچ گیا تھا اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور رحلت کے وقت فرمایا کہ اس کو میرے بدن پر ملنا۔ یہ کافور بھی آپ کے جسم مبارک پر مل دیا گیا۔ حضرت امام حسنؑ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور شب ہی کو آپ کی وصیت کی مطابق گھر سے جنازہ لے کر چلے۔ تابوت کا اگلا حصہ خود بخود زمین سے اٹھا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے اور پیچھے کے حصہ کو جناب حسنین علیہ السلام نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا یہ مختصر حضرات خاموشی کے ساتھ جناب امیرؑ کے جنازے کو لے کر نکلے۔ ایک مقام پر پہنچ کر یہ تابوت خود بخود رک گیا اور اگلا حصہ زمین پر آگیا سب لوگوں نے اسی ہی مقام پر آپ کی وصیت کے مطابق قبر کھودی تو اس کے اندر سے ایک تابوت ساج کا بنا ہوا نکلا۔ آپ کو اس تابوت میں رکھکر اس ہی مقام پر دفن کر دیا اور قبر مبارک کو زمین کی طرح ہموار کر دیا تاکہ بنی امیہ اور وہ لوگ جن کے بزرگ جنگ میں آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے انتقامی جذبہ کے تحت آپ کی قبر کے ساتھ گستاخی نہ کریں۔ بروایت ارجح المطالب آپ نے دس ہزار کفار و مشرکین کو قتل کیا تھا جس جگہ پر آپ کی قبر مبارک واقع ہے اس جگہ کا نام نجف اشرف ہے۔

ایک معزور یہودی کی فریاد!

جب حسنین علیہما السلام مولائے کائنات کو دفن کر کے گھر واپس آرہے تھے تو راہ میں ایک عجب واقعہ دیکھنے میں آیا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آرہی ہے جب یہ اس صدا پر گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک غریب بوڑھا سر کے نیچے ایک پتھر رکھے ہوئے پڑا ہے اور بے چینی

سے رو رہا ہے جب اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے نہایت عاجزی سے کہا میں غریب اور معذور ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تیری تیمارداری کون کرتا ہے میں ایک برس سے اس شہر میں ہوں میرے پاس ایک شخص آتا تھا اور میرے سرہانے بیٹھکر بڑے مہربان کی طرح تیمارداری کرتا تھا۔ کیا تو نے اس شخص کا نام دریافت کیا تھا۔ ہاں پوچھا تھا لیکن اس نے کہا تجھے میرے نام سے کیا کام ہے میں تیری تیمارداری خدا کی خوشنودی کے لئے کرتا ہوں اس کا حلیہ کیا ہے؟ میں کیا بیان کر سکتا ہوں، میں تو اندھا ہوں کوئی نشان نہیں بتا سکتا۔ وہ میرے پاس تین روز سے نہیں آیا اور میری خبر گیری نہیں کی تجھے اس کی گفتگو اور خصلت سے کچھ واقفیت ہے۔ ہاں جب وہ میرے پاس آتا تھا تو ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا زمین و آسمان اس کے ہم آواز ہیں جب میرے پاس بیٹھتا تھا تو کہتا تھا مسکین و غریب ہے وہ جو مسکین و غریب کے پاس بیٹھتا ہے۔ مجھے وجہ نہیں معلوم کہ وہ کیوں تین روز سے نہیں آیا۔

حسنین علیہ السلام کو اب شبہ نہ تھا کہ کوئی دوسرا بجز ان کے پدر بزرگوار کے نہ تھا۔ غم نصیب شاہزادوں نے اس سے کہا اے بدنصیب اسے تلوار زہر آلود ماری گئی۔ اور ہم لوگ اس ہی بزرگ کو دفن کر کے آرہے ہیں اور تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب خلیفۃ المسلمین تھے بوڑھا یہ سنکر پچھاڑیں کھانے لگا اور قبر پر لے چلنے کے لئے بہت زور دیا حسنین علیہ السلام نے اس کی التجا پوری کی اس نے نشان قبر ہاتھوں سے ٹٹولا، کلمۂ توحید زبان سے ادا کیا۔ رسولؐ خدا کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کی گواہی دی پھر قبر پر گر پڑا اور مر گیا۔

آپ کی قبر مبارک کوفہ سے پانچ میل دور اور بغداد سے ۱۲۰ میل جنوب میں نجف اشرف کے مقام پر واقع ہے۔ مرقد امیرالمومنین کا محل و مقام کا علم آئمۂ اہلبیت اور مخصوص افراد کے علاوہ کسی کو نہ تھا اور علم قبر ہوتا بھی تو کیونکر جبکہ قبر مبارک ایک ویران ٹیلے پر خاک کے اندر پنہاں تھی نہ نشان قبر تھا

حضرت امام حسن علیہ السلام کا خطبہ شہادت حضرت علیؑ

کتاب تذکرہ حسینی مرتبہ و مولفہ مولوی صاحبزادہ محمد علم الدین القادری علمی، ناشر کتاب شیخ غلام علی اینڈ سنز صفحہ نمبر ۶۵ اور ۱۰۲ میں اس طرح تحریر ہے۔ "فصول المہمہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو امام حسن علیہ السلام نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ پہلے تو خدا کی حمد و ثنا کی اور بزرگوار اپنے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا آج کی رات خدا نے ایک ایسے شخص کو اپنے پاس بلا لیا جس سے نہ گزشتہ لوگ آگے بڑھ سکے نہ آئندہ کے لوگ اس کا مرتبہ پا سکتے ہیں۔

وہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش جہاد کرتا اور اپنے پیارے خون کو اسلام کا بول بالا کرنے میں پانی کی طرح بہاتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اپنی جان اور مال خرچ کر کے کفار کی ایذا سے بچاتا تھا آج وہ شخص دنیا سے اٹھا لیا گیا جسے رسولؐ خدا نے اپنا جھنڈا (علم) دے کر غنیم کے مقابلے میں بھیجا اور جبرئیل اس کے دائیں اور میکائیل بائیں طرف اس کی حفاظت کیا کرتے تھے (یہاں تک پہنچ کر آپ فرط محبت پدری سے اور تمام لوگ فرط محبت عشق سے زار و قطار رونے لگے۔) پھر آپ نے فرمایا لوگو! میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔ میں روشن چراغ کا فرزند ہوں۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جو خدا کے حکم سے مخلوق کو برحق راہ کی طرف بلاتے تھے میں ان لوگوں کا بیٹا ہوں جن سے خدا نے گندگی دور کر کے خوب ہی پاک اور صاف ستھرا کر دیا میں ان اہلبیتؑ میں سے ہوں جنکی دوستی خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واجب ٹھہرا دی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ: اے رسولؐ کہدو ان لوگوں سے کہ میں اجر رسالتؐ صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔"

جناب امیر علیہ السلام کی قبر کی دریافت

آپ کی قبر حضرت نوح علیہ السلام کی بنائی ہوئی تھی اس کا عمومی انکشاف

اس وقت ہوا جب خلیفہ ہارون الرشید عباسی سنہ ۱۷۰ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد کوفہ کے اطراف میں سیر و شکار کے لئے آیا اس دوران جناب امیر علیہ السلام کی قبر مبارک دریافت ہوئی۔

جناب امیرؑ کی قبر مبارک کی کرامت کو دیکھکر بادشاہ وقت حیران رہ گیا!

ایک دن بادشاہ ہارون الرشید عباسی شکار کھیل رہا تھا اسی دوران شکاری کتے یا چیتے جو اس کے ساتھ تھے شکار کی غرض سے ایک ہرن پر چھوڑے وہ ہرن بھاگتا ہوا اس مقام پر پہونچ گیا جہاں پر قبر مبارک مولائے کائنات تھی اس وقت ہارون نے بڑی کوشش کی کہ یہ شکاری کتے یا چیتے آگے بڑھ کر اس شکار کو پکڑیں مگر ان جانوروں نے بالکل قدم نہیں بڑھایا اس بات سے ہارون کو بہت تعجب ہوا۔ اس نے اس راز کی تحقیق کا حکم دیا کافی تفتیش کے بعد ایک شخص ہارون رشید کے پاس آنکلا اور ہارون الرشید سے کہنے لگا اگر میں تجھے تیرے ابن عم علی بن ابی طالب کا مرقد اطہر بتادوں تو تو مجھے کیا انعام دے گا۔ ہارون کہنے لگا تجھے بزرگی کے ساتھ بہت کچھ انعام دوں گا وہ کہنے لگا یہی مقام ان کے مرقد کا ہے جہاں ہرن سکون کے ساتھ بے خوف و خطر کھڑا ہے اور شکاری جانوروں کو اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہے۔ ہارون نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا وہ بولا کہ میرا باپ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ اس مقام پر زیارت کے لئے آیا کرتا تھا اور وہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی معیت میں یہاں زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور جناب امام زین العابدین کو اس کا پورا علم حضرت امام حسین علیہ السلام سے حاصل تھا۔ ہارون الرشید نے اس مقام پر ایک عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کے چاروں طرف کٹہرہ لگوا دیا۔ اب کیا تھا لوگ اس مقام کی زیارت

کر نے لگے

جو شفا چاہے وہ شفایاب ہو گا!

حسین ابن حجاج بغدادی نے اپنے مداحیہ قصیدے میں کہا ہے کہ "اے سرزمین نجف میں سفید گنبد کے مکیں جو شخص آپ کی قبر کی زیارت کرے اور شفا چاہے وہ شفایاب ہوگا۔

جناب علیٰ مرتضیٰ کی قبر حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی!

زہرۃ الریاض میں اس طرح منقول ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت نوح پیغمبر علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ کشتی تیار کرو حضرت نے مقررہ شدہ تختے لا کے کشتی تیار کی جب تین تختے باقی بچ رہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی خداوندا میں ان تین لوحوں یعنی تختوں کو کیا کروں جو کشتی بنانے کے بعد باقی بچ رہے ہیں وحی آئی کہ اے نوح علیؑ نامی میرا ایک دوست آخری زمانہ میں پیدا ہو گا فلاں جگہ کو کھود کر یہ تینوں تختوں کا تابوت بنا کر اس جگہ رکھ دے اور میں ہر روز فرشتوں کو اس کی (علیؑ) قبر کی زیارت کرنے کا حکم دونگا۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے اس وحی کے مطابق آپ کی قبر مبارک بنادی اور اس کو زمین میں چھپا دیا جب جناب امیر علیہ السلام کا انتقال ہوا تو آپ کو آپکی وصیت کے مطابق اسی جگہ جو اب نجف اشرف کے نام سے مشہور ہے اور اسی قاعدہ سے جس کا کہ ارشاد فرمایا تھا حضرت کو اس ہی مقام پر لوح مبارک کے تابوت میں رکھکر دفن کر دیا اور زمین قبر کو بالکل ہموار کر دیا۔

قبرِ مطہر

آپ کی قبر مطہر نجف اشرف میں ہے مگر اصحاب کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نعش مطہر کو مدینہ لے گئے یا رحبہ، جامع یا دروازہ قصر امارہ کے قریب دفن ہے یا یہ کہ ایک اونٹ پر رکھکر چھوڑ دیا گیا اور عربوں نے اس کو لے کر دفن کر دیا۔ یہ تمام روایتیں

غلط اور بے بنیاد ہیں کیونکہ حضرت علیؑ کی اولاد سے زیادہ اور کون آپ کی قبر کا پتہ بتا سکتا تھا اور بہ نسبت دوسروں کے ہر شخص کی اولاد اپنے باپ کی قبر سے زیادہ واقف ہوتی ہے اور نجف اشرف وہ مقام ہے جہاں آپکی اولاد برابر زیارت سے مشرف ہوتی رہی ہے جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب عراق تشریف لائے تو نجف اشرف آکر آپ کی قبر مطہر کی زیارت سے شرف یاب ہوئے ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اپنے پدر بزرگوار کو کہاں دفن کیا تو فرمایا کہ ہم شب کے وقت حضرت کے بیت الشرف سے جو کوفہ میں ہے نکلے اور مسجد اشعث ہوتے ہوئے غزی کے پہلو (یعنی نجف) تک پہونچے وہاں آپ کو دفن کیا (بحوالہ کتاب امیر المومنین از عالم جلیل اہلسنت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی صفحہ نمبر ۱۳ و ۱۴)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر تک رہنمائی!

مومنین حضرات کس طرح قبرِ علیؑ تک پہونچے!!!

جناب امیر علیہ السلام کی قبر کو لوگوں نے کس طرح معلوم کیا اور وہاں تک کس طرح پہونچے ان واقعات کو میں کتاب کامل الزیارات تحریر الشیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد قولویہ القمی ترجمہ جناب حکیم سید طالب حسین صاحب تصدیق مولانا محمد مصطفےٰ صاحب جوہر پیشکش جناب بریگیڈیر میر شوکت علی رہلال قائد اعظم غازئی ملت) والئی ریاست نگر گلگت ایجنسی پاکستان صفحہ نمبر ۶۳ تا ۷۰ سے نقل کر رہا ہوں۔ (مؤلف)

واقعہ نمبر ۱

مجھ سے میرے والد۔ میرے بھائی علی بن الحسین اور محمد بن حسن رحمہم اللہ سب نے بیان کیا کہ ان لوگوں نے سعد بن عبداللہ بن ابی خلف سے انھوں نے احمد بن محمد بن عیسٰی

سے اُنھوں نے علی بن حکم سے انھوں نے صفوان جمال سے روایت کی۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں اور عامر بن عبداللہ بن جزاعہ الازدی امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ عامر نے امام سے عرض کیا کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام "رحبہ" میں مدفون ہوئے تو امام نے فرمایا کہ نہیں تو، عامر نے پوچھا کہ پھر کہاں مدفون ہوئے تو امام نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو چکا تو حسنؑ نے جنازہ کو اٹھایا اور کوفہ کی پشت پر نجف کے قریب "غری" سے بائیں اور "حیرہ" سے دائیں جانب اور وہیں "ذکوات بیض" میں دفن کیا۔ عامر نے کہا جب کچھ دن گزر گئے تو میں اسی جگہ گیا اور ایک مقام کو خیال کر لیا کہ یہی جگہ ہے تو میں امام کی خدمت میں آیا اور ان سے قصہ بیان کیا تو تین مرتبہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک سمجھا، تم نے ٹھیک سمجھا، تم نے ٹھیک سمجھا۔ خدا تم پر رحم فرمائے۔

واقعہ نمبر ۲:۔ مجھ سے محمد بن حسن نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن الصفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے حسین خلیل نے ان سے ان کے دادا نے روایت کی کہ میں نے حسین بن علی صلوات اللہ علیہما سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کو کہاں دفن کیا تو فرمایا کہ ہم جنازہ کو لے کر رات کو نکلے یہاں تک کہ مسجد اشعث پر گذر ہوا۔ آگے بڑھے اور ناحیہ غری تک پہونچے یعنی وہیں دفن کر دیا یعنی (نجف)

واقعہ نمبر ۳:۔ مجھ سے میرے مشائخ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ انھوں نے محمد بن یحییٰ سے انھوں نے احمد بن موسیٰ سے انھوں نے ابن ابی عمیر سے انھوں نے قسم بن محمد سے انھوں نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے پاس عمر بن یزید آئے اور مجھ سے کہا کہ سواری پر سوار ہو جاؤ میں ان کے ساتھ سوار ہو گیا ہم چلے یہاں تک کہ حفص کناسی کے مکان پر پہونچے تو عمر نے ان کو گھر سے بلایا اور وہ بھی سوار ہوئے تو ہم سب چلے یہاں تک کہ "غری" میں آئے اور

وہاں ایک قبر پر پہونچے تو عمر نے کہا کہ اُترو۔ یہ امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر ہے تو ہم نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر ہے تو اُنھوں نے کہا کہ میں کئی بار امام جعفر علیہ السلام کے ہمراہ جب یہ جناب حیرہ میں تھے آچکا ہوں۔ اور انھوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ یہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر ہے۔

واقعہ نمبر ۴:۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن یعقوب نے بیان کیا کہ اُنھوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے یحییٰ بن ذکریا سے انھوں نے یزید بن عمر بن طلحہ سے روایت کی کہ یزید نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جب وہ حیرہ میں تھے فرمایا کہ کیا تم اس چیز کو نہیں چاہتے جس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا یعنی امیرالمومنین علیہ السلام کی قبر پر جانا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سوار ہوئے اور ان کے صاحبزادے اسمٰعیل بھی انھیں کے ساتھ تھے اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ "ثویہ" سے گذر گئے۔ اور حیرہ اور نجف کے درمیان "ذکوات بیض" کے پاس پہونچے تو حضرت اتر پڑے اور اسمٰعیل بھی اُترے اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اُتر گیا تو حضرت نے نماز پڑھی۔ اور اسمٰعیل نے نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی تو حضرت نے اسمٰعیل سے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے جد حسین علیہ السلام پر سلام کرو۔ تو میں نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا حسین علیہ السلام کربلا میں نہیں ہیں۔ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا ہاں ہیں۔ لیکن ان کا سر شام میں لے جایا گیا تھا تو میرے ایک غلام نے سر کو کسی طرح حاصل کر لیا اور اس کو جناب امیر علیہ السلام کے پہلو میں دفن کر دیا۔

واقعہ نمبر ۵ ۔ مجھ سے میرے والد نے اور محمد بن حسن دونوں نے بیان کیا کہ انھوں نے حسن بن متیل سے انھوں نے سہل بن زیاد سے انھوں نے ابراہیم بن عقبہ سے انھوں نے حسن خزاز الوشاء سے انھوں نے ابوالفرج سے انھوں نے ابان بن تغلب سے روایت کی ۔ ابان کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کے ساتھ تھا وہ حضرت پشت کوفہ سے گزرے تو اتر پڑے اور دو رکعت نماز پڑھی اور چند قدم آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے بعد تھوڑی دور اور چلے اور اتر گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے ، ابان نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں وہ دونوں جگہیں کون سی تھیں جہاں آپ نے نماز پڑھی ۔ فرمایا کہ وہ ایک جگہ تو راس الحسین علیہ السّلام کی جگہ ہے اور دوسری قائم علیہ السلام کے منبر کی جگہ ہے ۔

واقعہ نمبر ۶ : ۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انھوں نے سعد بن عبداللہ سے انھوں نے حسن بن موسیٰ الخشاب سے انھوں نے علی بن اسباط سے روایت کی اور انھوں نے مرفوعاً بیان کیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم "غری" میں آتے ہو تو تم نے وہاں دو قبریں دیکھی ہوں گی ایک بڑی قبر ہے ۔ دوسری چھوٹی تو بڑی قبر امیر المومنین علیہ السلام کی ہے اور چھوٹی راس الحسین بن علی علیہما السلام ہے ۔

واقعہ نمبر ۷ : ۔ اور مجھ سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا انھوں نے محمد بن ابی عبداللہ الکوفی سے انھوں نے موسیٰ ابن عمران نخعی سے انھوں نے حسن بن یزید سے روایت کی ۔ حسین کہتے ہیں کہ ہم سے صفوان بن مہران نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث بیان کی کہ وہ حضرت "قادسیہ" سے چلے اور میں بھی ان کے ہمراہ قادسیہ سے تھا یہاں تک کہ وہ نجف میں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس پر ہمارے جد نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے کو محفوظ رکھنا چاہا تھا ۔ اور کہا تھا کہ سآوی الیٰ جبل یعصمنی من الماء ۔ میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا اور وہ مجھے پانی سے بچا لے گا ۔ تو خداوند عالم نے اس پہاڑ پر وحی کی تھی کہ کیا وہ تیرا سہارا بنکر مجھ سے بچے گا تو وہ پہاڑ زمین میں غائب ہو گیا اور اس کے

کئی ٹکڑے ہو کر شام کی طرف منتقل ہو گئے ۔

پھر امام نے فرمایا کہ میرے ساتھ چڑھتے چلے آؤ ۔ میں مڑ گیا ۔ حضرت چلتے رہے یہاں تک کہ غری میں آ گئے تو ایک قبر پر ٹھہر گئے اور وہاں آدم علیہ السلام سے لے کر ہر ہر نبی پر سلام کا ہدیہ پہونچایا میں بھی ان کے ہمراہ سلام کا ہدیہ پہونچاتا رہا یہاں تک کی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کو سلام پہونچایا اس کے بعد امام قبر پر گئے اور سلام کیا اور رانکی آواز گریہ بلند ہوئی اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور چار رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی اور پوچھا اے فرزند رسول یہ کس کی قبر ہے تو یہ فرمایا کہ یہ میرے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے ۔

واقعہ نمبر ۸ : ۔ مجھ سے محمد بن احمد بن علی بن یعقوب نے بیان کیا کہ انھوں نے علی بن حسن بن علی بن فضال سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حسن بن جہم بن بکیر سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یحییٰ بن موسیٰ کا اور قبر امیر المومنین پر آنے والوں کے لئے ان کے روک ٹوک کرنے کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہ یحییٰ جب بھی آتے تھے تو اس مقام پر اترتے تھے جس کو "ثویہ" کہتے ہیں وہاں پر وہ طہارت وغیرہ کرتے تھے تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر تو اس سے تھوڑا اوپر ہے اور وہ اسی جگہ پر ہے جس کو صفوان جمال نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتلا دیا تھا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس تذکرہ میں فرمایا کہ جب تم غری یعنی پشت کوفہ تک پہونچ جاؤ تو اس کو اپنی پشت پر قرار دو ۔ اور پشت نجف کی طرف اپنا رخ کرو اور تھوڑا سا داہنی جانب مڑ جاؤ تو جب "ذکوت بیض" تک پہونچ جاؤ تو موڑ تمھارے سامنے ہی ہوگا ۔ اور وہی امیر المومنین کی قبر کی جگہ ہے ۔ اور میں بہت دفعہ وہاں گیا ہوں اور میرے اصحاب میں ایسے بھی ہیں جو اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ وہ قبر مسجد میں ہے اور بعض اصحاب کہتے ہیں کہ وہ قبر قصر میں ہے تو میں اس کی تردید کرتا ہوں کہ خداوند عالم امیر المومنین علیہ السلام کی قبر قصر میں (جو ظالم کی قیام گاہ رہ چکا ہے) قرار نہیں دے گا ۔ اور مسجد میں بھی وہ دفن نہیں کئے گئے یہ وہ لوگ

ہیں جو قبر کو چھپانا چاہتے ہیں تو اب یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون صحیح کہتا ہے۔ حسن نے کہا کہ آپ ان سب سے صحیح فرماتے ہیں، آپ نے کس کو جعفر بن محمد علیہما السّلام کے قول سے اخذ فرمایا ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو محمد میں اپنے اصحاب میں سے کسی کو ایسا نہیں پاتا جو تمہارے قول کی طرح کچھ کہے اور تمہاری راہ پر چلے۔ میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ کچھ خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ فرمایا خاموش رہو اس لئے کہ خداوند عالم جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور وہ خداوند عالم پر ایمان لاتا ہے تو کہو کہ یہ سب توفیق خدا سے ہے اور میں اس توفیق پر اس کی حمد کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۹: ۔ مجھ سے اس حدیث کو محمد بن حسن اور محمد بن احمد بن حسین نے بیان کیا انھوں نے حسن بن علی بن مہر یار سے انھوں نے اپنے والد علی سے انھوں نے حسن بن علی بن فضال سے انھوں نے حسن بن جہیم بن بکسیر سے روایت کی حسن کہتے ہیں کہ میں نے اس کو امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے ذکر کیا تھا اور اس طویل حدیث کو انھوں نے بیان فرمایا۔

واقعہ نمبر ۱۰: ۔ مجھ سے محمد بن حسن نے اور محمد بن احمد بن حسین نے بیان کیا کہ ان دونوں نے حسن بن علی بن مہزیار سے انھوں نے اپنے والد علی بن مہزیار سے روایت کی۔ علی بن مہزیار کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن احمد بن اُشیم نے بیان کیا کہ انھوں نے یونس بن طبیان سے روایت کی یونس کہتے ہیں کہ میں "حیرہ"، میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا جس زمانہ میں وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تھے اس شب میں جس میں صبح کی سی پورے چاند کی چاندنی کھلی ہوئی تھی تو امام جعفر صادق علیہ السّلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

اے یونس تم ان ستاروں کو دیکھتے ہو کہ یہ کتنے خوبصورت ہیں تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ستارے آسمان کے رہنے والوں کے لئے امان ہیں۔ پھر فرمایا اے یونس حکم دو کہ خچر اور گدھے پر زین کسی جائے جب وہ زین کسا جا چکا تو فرمایا اے یونس اپنی سواری کے لئے ان دونوں جانوروں میں سے تم کس کو پسند کرتے ہو۔ یونس کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ خچر کی سواری آنحضرت

کو زیادہ پسند ہے کیونکہ وہ قوی جانور ہے تو میں نے کہا کہ گدھے کی سواری کو زیادہ پسند کرتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ تم اسے مجھے دیدیجئے میں نے کہا بہتر ہے تعمیل حکم کروں گا تو وہ بھی سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا اور جب ہم حیرہ سے نکلے تو فرمایا کہ اے یونس آگے بڑھو اور حضرت فرماتے گئے کہ داہنے مڑو۔ بائیں مڑو۔ جب ہم ذکوات حمر تک پہونچے تو فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں نے کہا ہاں تو وہ تھوڑا سا دائیں گئے اس کے بعد انھوں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پانی تھا اور چشمہ تھا آپ نے وضو کیا اور ایک ریگ کے ٹیلہ کے قریب گئے اور وہاں آپ نے نماز پڑھی پھر آپ ٹیلہ پر مڑے اور روئے اس کے بعد اس کے نیچے کے ٹیلے پر جھکے اور ویسا ہی کیا اس کے بعد فرمایا کہ اے یونس جس طرح میں نے عمل کیا ہے تم بھی اسی طرح عمل کرو تو میں نے ویسا ہی عمل کیا تو جب میں فارغ ہو گیا تو مجھ سے فرمایا کہ اے یونس تم اس جگہ کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ جہاں میں نے نماز پڑھی تھی وہ امیر المومنین علیہ السّلام کی قبر ہے اور وہ دوسرا مقام راس الحسین بن علیؑ بن ابو طالب علیہما السلام ہے اس لئے کہ ملعون عبید اللہ بن زیاد نے جب حسین علیہ السّلام کے سر کو شام بھیجا تھا تو وہ کوفہ میں واپس کر دیا گیا تھا تو اس ملعون نے کہا تھا کہ اس سر کو کوفہ سے باہر کر دو تاکہ اس سے فتنہ نہ بڑھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس سر کو امیر المومنین علیہ السلام کے پاس پہونچایا۔ غرضیکہ حسینؑ کا سر جسم کے ساتھ ہے اور حسینؑ کا جسم سر کے ساتھ ہے۔

واقعہ نمبر ۱۱ ۔ مجھ سے جعفر رزاز نے بیان کیا انھوں نے محمد بن حسینؑ بن ابی الخطاب زیارت سے انھوں نے حسن بن محبوب سے انھوں نے اسحٰق بن جریر سے انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا کہ جب میں ابوالعباس کے پاس "حیرہ"، میں تھا تو شب کو امیر المومنین علیہ السّلام کی قبر پر آتا تھا اور وہ قبر ناحیہ نجف میں "غری النعمان"، کی طرف تھی تو میں رات بھر وہاں نماز پڑھا کرتا تھا اور قبل

صبح واپس آجاتا تھا۔

واقعہ نمبر ۱۲:۔ اور محمد بن جعفر رزاز سے یہ روایت بھی ہے اور یہ انھوں نے محمد بن حسین سے انھوں نے حجّال سے انھوں نے صفوان بن مہران سے انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السّلام کی قبر کی جگہ کے متعلق ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبر وہاں ہے جہاں ریت کے ٹیلے ہیں۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں وہاں آیا اور اس کے پاس نماز پڑھی اس کے بعد پھر امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں سال آئندہ گیا اور اپنے وہاں جانے اور نماز کے پڑھنے کی ان کو خبر دی تو فرمایا کہ تم نے صحیح سمجھا تو میں وہاں بیس سال تک نماز پڑھتا رہا۔

واقعہ نمبر ۱۳:۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انھوں نے سعد بن عبداللہ سے انھوں نے احمد بن محمد ابن عیسیٰ سے انھوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت کی۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السّلام سے پوچھا کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کی قبر کی جگہ کہاں ہے تو فرمایا کہ "غری" میں میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ "رحبہ" میں مدفون ہیں تو فرمایا کہ نہیں لیکن بعض اشخاص کہتے ہیں کہ وہ مسجد میں دفن کئے گئے۔

جائے مدفن مولائے کائنات

نجف اشرف علم کا شہر

یہ ریگستان حجاز کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ چھوٹی سی بستی جو ایک بے آب وگیاہ اور زرد ریتیلے ٹیلے پر آباد ہے، جس کی گرمیاں انگارے اگلتی ہیں اور اس کی سردیاں تخ بستگی اور انجماد کا پیغام لے کر آتی ہیں۔ اگلے وقتوں میں جب زمان ومکان کی طنابیں کھنچی نہیں تھیں اور جب تجلی کے حبابوں نے اس کی فضاؤں میں مادّی اجالا نہیں بکھیرا تھا اس وقت یہ بستی اپنی تین خصوصیات کی وجہ سے عراق کی دوسری بستیوں سے ممتاز تھی جو کی روٹی، کنویں کا پانی اور امیرالمومنین کی زیارت!!

آج جبکہ پوری دُنیا کے بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ عراق بھی مکمل طور سے بدل چکا ہے، نجف اشرف کا ان تبدیلیوں کی زد میں آجانا ناگزیر سا تھا۔ اب جو کی روٹیوں کے عوض قدم قدم پر صاف ستھرے (مطاعم) ریسٹورانز میں انواع واقسام کے کھانے دستیاب ہیں اور کنوئیں کے شور اور نمکین پانی کی جگہ نجف کے گلی کوچوں میں فرات کے میٹھے پانی کی پائپ لائنوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اسی بچاسی ہزار آدمیوں پر مشتمل یہ چھوٹا سا شہر اپنے اندر کوئی ایسی خصوصیت نہیں رکھتا جو کسی توجہ اور التفات کے لائق ہو لیکن امیرالمومنین علیؑ کی زیارت ہی ایک ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے یہ شہر مسلمانوں کی توجہ کا مرکز قرار پایا۔ اگرچہ ایک مدّت تک ماحول کی ناخوشگواریوں کی وجہ سے امیرالمومنین کی قبر زمانے کی نظروں سے پوشیدہ رہی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد جب حالات بدلے اور زمانے نے کروٹ لی تو دوسری صدی ہجری میں قبر مطہر کا نشان پھر ظاہر ہوا اور لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کے لئے نجف کی سمت چل کھڑے ہوئے۔ زمانہ گزرتا رہا یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری کا آغاز ہوا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شیخ الطائفہ، ابوجعفر طوسیؒ

نے بغداد سے ہجرت کر کے قبر مطہر کے نزدیک سکونت اختیار کی اور عالم اسلام کی عظیم ترین درسگاہ کی بنیاد ڈالی جسے ہم آج حوزۂ علمیہ یا جامعۂ نجف کے نام سے یاد کرتے ہیں طوسیؒ کا ہجرت کرنا تھا کہ دور دراز علاقوں کے لوگ علم کی جستجو میں طویل و دشوار گذار راہوں سے قطع مسافت کرتے ہوئے نجف کی سمت بڑھنے لگے تاکہ اپنی علمی پیاس بجھا سکیں اور اپنے علاقوں کو واپس جا کر ان افکار و معارف اسلامی کی نشر و اشاعت کر سکیں۔

نجف ایک علمی ہجرت گاہ ہے، دس صدیوں کی اس طویل مدّت میں شمال و جنوب اور مشرق و مغرب سے لاکھوں افراد تحصیل علم کی غرض سے یہاں آئے ہزاروں درسوں کے حلقے قائم ہوئے اور ان گنت علما اور محققین اسلامی افکار میں بحث و تحقیق کرتے رہے ان میں سے ہر دور میں کچھ اپنے وطن واپس جاتے رہے اور کچھ جنکی رگ و پے میں نجف کی خاک کا عشق اس طرح سرایت ہوا کہ وہ اسی خاک کا پیوند ہو گئے۔ نجف کی تنگ و تاریک گلیوں سے لے کر طویل و عریض شاہراہوں تک آپ مقبروں کا ایک سلسلہ دیکھیں گے جن پر حجۃ الاسلام والمسلمین، آیۃ اللہ وغیرہ کے القاب کے ساتھ مرنے والے کا نام لکھا ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ کاشی کے فرش کے نیچے ایک چھوٹے سے (زیر زمین) کمرے ایک مرطوب قبر میں سونے والا اپنے وقت کا ایک بڑا عالم تھا اور معاً آپ کی نگاہوں میں اس کی زندگی کا یہ منظر گھوم جائے گا کہ وہ اپنے مقتدین اور شاگردوں کے حلقے میں نماز جماعت یا درس کی غرض سے صحن مقدس کی طرف جا رہا ہے اور تنگ و تاریک بازاروں سے گزرتے ہوئے اس کے معتقدین اس کے پیچھے پیچھے صلوٰۃ پڑھتے ہوئے ساتھ چل رہے ہیں، تاجر اپنی دوکانوں سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چوم رہے ہیں اور وہ اطمینان و وقار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ ان مقبروں کے کتبوں کو پڑھ کر یہ بھی اندازہ لگا لیں گے کہ یہ سارے کے سارے علماء عرب یا ایرانی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں روسی بھی ہیں اور افغانی بھی، ان میں تاشقند، بلخ، بخارا اور کابل کے رہنے والے بھی ہیں اور لاہور، لکھنؤ، اور الٰہ آباد کے باشندے بھی۔!

مقبروں کی یہ بہتات دیکھ کر آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ شہر مقبروں کا شہر ہے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے، یہ شہر مقبروں کا شہر نہیں ہے
- یہ مدرسوں کا شہر ہے

ان گنت مدرسوں کا شہر ایسے مدرسوں کا جن کی چہار دیواری میں انصاری، اخوند اور اصفہانی جیسے علما پرورش پاتے رہے، یہ مدرسے طالب علموں کی سکونت گاہ بھی ہیں اور درس گاہ بھی۔ یوں تو اکثر درس مسجدوں اور حرم مطہر کے ارد گرد بنے ہوئے کمروں میں ہوتے ہیں لیکن ہر مدرسہ میں ایک ہال درس و تدریس کے لئے بنایا ہے اس کے علاوہ ہر طالب علم کا کمرہ اپنی جگہ پر ایک مستقل درسگاہ ہوتا ہے وہ اپنے سے چھوٹے طالب علموں کو درس دیتا ہے اور اپنے ہم درسوں سے گزشتہ اسباق کا مذاکرہ کرتا ہے۔

آیئے آپ کو کچھ مدرسوں سے روشناس کرائیں اور ان کی فضاؤں سے آپ کو قریب تر کر دیں محلّہ عمارہ کی اس تنگ گلی میں واقع یہ مدرسہ خلیلی بزرگ ہے اس کے موسس آیۃ اللہ مرزا حسینی خلیل ہیں جو اپنے عہد میں ایران کے عالم اور مشہور سیاستدان تھے، مدرسے کے صحن میں بنا ہوا یہ حوض دو حصوں میں تقسیم ہے، اس کا ایک حصّہ صرف وضو کیلئے مخصوص ہے اور دوسرے میں طالب علم نہاتے ہیں، آج جمعہ کا دن ہے اس لئے مدرسہ میں کافی چہل پہل ہے وہ سامنے کمرے کے آگے بیٹھے ہوئے طالب علم تبّت کے رہنے والے ہیں اور کسی علمی موضوع پر اپنی مادری زبان میں گفتگو کر رہے ہیں، وہ دیکھئے سرخ و سفید دو طالب علم جہازی سائز کی بڑی بڑی کتابیں کھولے مذاکرے میں مشغول ہیں۔ یہ ترکی کے دو طالب علم ہیں اور گزشتہ درسوں پر بحث کر رہے ہیں اور ادھر کچھ ہندوستانی طلباء ہیں جو دوپہر کے کھانے کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ادھر بائیں طرف مکتبہ کی دیوار سے لگ کر کھڑے ہونے والے طلباء پاکستانی ہیں جو کتابوں کے نیلام سے کتابیں خرید کر لائے ہیں اور ان کا معائنہ کر رہے ہیں۔

آیئے دوسرے مدارس کی طرف چلیں یہ مدرسہ بروجردی بزرگ کا ہے جسے آیۃ اللہ بروجردی کے حکم سے ۶۰ ہزار دینار کے صرفے سے تعمیر کیا گیا ہے، اس مدرسے

سکے رہنے والے طالب علم بڑے فیشن ایبل اور بہت خوش پوشاک مشہور ہیں۔ مدرسہ کی پشت پر ایک صف بستہ بازار ہے اس میں ایک دقیانوسی مدرسہ ہے جسے مدرسۂ سلیمیہ کہا جاتا ہے یہ اپنی قدیم وضع کی وجہ سے نظروں سے اُتر چکا ہے لیکن کبھی اپنے دور کا ایک معیاری مدرسہ تھا اس میں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء میں عراق کے ایک سابق وزیر اعظم اور دو عالم بھی ہیں۔

وہ سامنے جو سڑک جا رہی ہے اس کا نام جادۂ کوفہ ہے۔ یہ سڑک عراق کی مرکزی سڑک ہے اور کوفہ سے ہوتی ہوئی بغداد اور بغداد، سامرہ اور موصل تک جاتی ہے اس سڑک پر جو سب سے عظیم الشان عمارت واقع ہے، یہ حقیقتاً نجف کی سب سے خوبصورت اور سب سے عظیم عمارت ہے۔ یہ جامعۃ النجف ہے جسکی تعمیر پر ۱۲ لاکھ دینار صرف ہوئے ہیں۔ یہ درسگاہ نئے نظام تعلیم کے تحت چلائی جاتی ہے۔

اب ہم آپ کو ان مدرسوں میں پڑھنے والے طالب علموں سے روشناس کراتے ہیں۔ یہ مختلف درجوں کے طالب ہیں اور کچھ ابتدائی درجوں کے طالب ہیں اور کچھ درس خارج (یعنی اعلیٰ تعلیم) کے لیکن آپ ان میں فرق محسوس نہیں کر سکیں گے اس لئے کہ یہ حد سے زیادہ با اخلاق ہوتے ہیں، یہ ایک چھوٹے سے طالب علم کی بھی اتنی ہی عزت کرتے ہیں جتنی یک درس خارج کے طالب علم کی۔ ابتدائی اور ثانوی درجوں کے طالب ہوں یا درس خارج (اعلیٰ تعلیم) کے کبھی کسی بات کو تحقیق کے بغیر قبول نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہ چونکہ درس یہ کہہ رہا ہے اور چونکہ کتاب کے مصنف کی رائے یہ ہے اس لئے یہ صحیح ہے بلکہ انھیں فکر کی پوری آزادی ہے کہ وہ اس بات کو قبول کریں یا رد کریں، مسجد ہندی، مسجد شیخ انصاری اور مسجد طوسی کے چھوٹے چھوٹے درسی حلقوں میں بھی آپ یہ بات بآسانی محسوس کر سکیں گے، مثلاً آپ صبح سے ظہر تک اور عصر میں مغرب سے دو گھنٹے قبل مسجد ہندی میں داخل ہوں تو یہ دیکھ سکتے ہیں کہ داہنی طرف کے گوشے میں درس دیتا ہوا ایک مدرس فقہ میں علامہ حلّی کی رائے سے شدید اختلاف کر رہا ہے اور دوسری طرف اپنے شاگردوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہوا ایک دوسرا

مدرس تفتازانی کے کسی ادبی اور روحانی مسئلہ کی غلطیاں بیان کر کے اپنے نظریہ کی وضاحت کر رہا ہے، اس کے علاوہ اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مدرس اور طلباء کے درمیان کسی مسئلے میں نظریاتی اختلاف ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اپنی رائے سے ہٹ کر طلباء کی رائے قبول کر لیتا ہے لیکن یہ بات اس کے علم و وقار کے منافی نہیں ہوتی اس لئے کہ نجف کے اساتذہ اس بات کے عادی ہیں کہ وہ دقانہ تدریس اور حق و انصاف میں توازن برقرار رکھیں اس سلسلے میں آپ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ طلباء اور مدرسین کا یہ فکری استقلال صرف اس دور میں تشکیل نہیں پاتا وہ اعلیٰ التعلیم حاصل کرتے ہوئے صاحب رائے ہو جاتے ہیں بلکہ ابتداء ہی سے انکے ذہن کی نشو و نما اس نہج پر ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کو ذمہ داریوں کا امین بنا سکیں۔

نجف کے طالب علموں نے سیاست میں کبھی حصّہ نہیں لیا خواہ وہ سیاسی مسائل کیسے ہی محیط کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ایک نجفی طالب علم اپنے پاس اتنا وقت نہیں پاتا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے مشاغل بھی جاری رکھے، لیکن گزشتہ دس برس کے اندر عراق جن ہولناک سیاسی انقلابات کا گہوارہ بنا رہا اور جن اجنبی اثرات کے زیر اثر عراق کی خالص اسلامی ثقافت پر سمندر پار کی ثقافتوں کے دھبّے نمایاں ہوتے رہے ان کا اگر آپ بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ نجف کے طالب علم اپنی پوری دیانت کے ساتھ ان حالات سے نبرد آزما رہے ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہی سے نجف میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ جب بھی ملک و قوم کو صحیح قیادت کی ضرورت ہوئی نجف کے علماء اور طالب علم آگے بڑھ گئے، ترکوں کا حادثۂ انقلاب نجف اور انقلاب عراق اس کی واضح ترین مثالیں ہیں جن میں قرطاس و قلم سے دست بردار ہو کر یہاں رہنے والے لوگ بندوقوں اور جدید اسلحوں سے لیس ہو کر اجنبی طاقتوں سے ٹکرا گئے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جامع نجف اقتصادی طور سے

خود کفیل ہے وہ حکومت کی امداد اور عظیم افراد کے عطیات سے نہیں چلتا بلکہ اس کا بار سارے کا سارا دُنیا کے چپے چپے میں بسنے والے اہل تجارت کے کاندھوں پر ہے جو اپنا سالانہ خمس اور اس کے علاوہ عطیات بھی نجف ہی کو بھیجتے ہیں اور جن ملکوں سے ایک خطیر رقم اس سلسلہ میں نجف بھیجی جاتی ہے وہ عراق، پاکستان، افغانستان، خلیج فارس کی آبادیاں، مشرقی افریقہ، برما، سیریا، لبنان وغیرہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مرحوم سید ابوالحسن اصفہانی کے پاس جامعہ کے لئے آنے والی رقم کبھی کبھی چھ لاکھ دینار سے بھی بڑھ جاتی تھی اسی طرح ملک عبداللہ (سابق شاہ اردن) کا قول تھا کہ سید ابوالحسن کے پاس آنے والی رقم بعض حکومتوں کی سالانہ آمدنی سے زیادہ ہے۔

شاہ فیصل کے زمانے کے ایک وزیر اعظم صالح جبر نے اس بات کی بڑی کوشش کی نجف کو حکومت عراق کے ادارۂ اوقاف کے تحت لے لیا جائے لیکن اس وقت کے نجف کے ذمہ دار افراد نے اس بات کو گوارہ نہیں کیا اور نہ وہ آج تک اسے قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

اب ہم آخر میں آپ کو وہ موضوعات بھی بتا دیں جن کا مطالعہ اور جنکی تعلیم ایک نجفی طالب علم کے لئے ضروری ہے دینیات میں فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، ادب میں نحو، صرف، بلاغت عروض اور لغت، ریاضیات میں حساب اور ہندسہ اور عقلی علوم میں منطق فلسفہ اور علم کلام اس کے علاوہ بجز باقی علوم کے کچھ بنیادی مسائل بھی ان میں شامل ہیں اور نجف کا طالب علم ان علوم کے مطالعہ سے بچنے والے اوقات میں معاشیات، سیاسیات، تاریخ وغیرہ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ...)

نجف اَشرف اور نجف کی وجہ تسمیہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ نجف ایک عظیم الشان پہاڑ تھا اور یہ وہی پہاڑ تھا کہ جس کو دیکھکر فرزند نوح علیہ السلام نے کہا تھا میں پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی کے عذاب سے بچا سکتا ہے اس پر خداوند کریم نے اس سے خطاب کیا کہ کیا تجھ میں یہ طاقت ہے کہ میرے عذاب سے بچ جائے یہ خطاب سُنکر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور بہت باریک ریل کی صورت میں مبدل ہو کر بلاد شام میں منتشر ہو گیا اور پھر اس کی جگہ ایک عظیم الشان دریا موجیں مارنے لگا کہ جس کا نام "نے" پڑ گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ دریا خشک ہو گیا تو اس کا نام "نے جف" یعنی "نے خشک" ہو گیا اس کے بعد کثرت استعمال کی وجہ سے نجف کہا جانے لگا۔

نجف کی زمین مولا علیؑ نے خریدی تھی!

نجف اشرف کی زمین کو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خریدا تھا پھر آخر میں حضرت علیؑ نے خرید فرمایا چنانچہ فرحتہ الغری میں ہے کہ عقبہ بن علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خورنق ذخیرہ سے کوفہ تک کسانوں سے ساری زمین کو چالیس ہزار درہم میں خرید لیا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس زمین کو خرید رہے ہیں درانحالیکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ کوفان ۔ کوفان اس کا اول سے مل جائے گا۔ اور اس سے ستر ہزار افراد ایسے محشور ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے میں نے چاہا کہ وہ میری ملکیت سے محشور ہوں۔

مرقدِ اطہر جناب امیر علیہ السلام کی تعمیر کی کہانی

سب سے پہلی تعمیر قبرِ مبارک پر خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے ۱۷۰ھ میں کی اس نے سرخ گنبد مرقد کے اوپر تعمیر کیا چاروں طرف چار دروازے لگوائے اور قبرِ مبارک کی دیواروں کو سفید اینٹوں سے بنوایا

(۲) محمد ابن زید حسنی والئی طبرستان نے مقتضد باللہ عباسی کے دور میں قبر چار دیواری اور قلعہ نما روضہ تعمیر کیا جس میں ستر طاق تھے۔ مقتضد باللہ کا دورِ حکومت ۲۷۸ھ سے ۲۸۹ھ تک ہے

(۳) جب ۳۶۶ھ میں عضد الدولہ فنا خسرو ابن رکن الدولہ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے بصرف کثیر روضہ کی پرشکوہ عمارت بنوائی دیواروں پر ساج کی لکڑی کے تختے جڑے اور سفید رنگ کا گنبد تعمیر کیا اس تعمیر کے موقع پر عضد الدولہ نے وصیت کی تھی کہ اسے نجف میں حضرت کے جوار میں دفن کیا جائے جب اس کا ۸ شوال ۳۷۲ھ میں انتقال ہوا تو اسے روضہ اطہر کی غربی جانب دفن کیا گیا۔

(۴) ۷۵۵ھ میں آتشزدگی کا حادثہ رونما ہوا اور عمارت کا بیشتر حصہ منہدم ہو گیا مگر ۷۶۰ھ میں اسے پھر سے تعمیر کر دیا گیا۔

(۵) ۹۱۴ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی متوفی ۹۳۰ھ نے فولادی ضریح بنوائی اور حرم میں طلائی قندیلیں آویزاں کیں۔

(۶) ۱۰۳۲ھ میں شاہ عباس کبیر متوفی نے روضہ اقدس کی تعمیر کی اور صحن کو وسعت دی۔

(۷) ۱۰۴۲ھ میں شاہ صفی صفوی نے ۱۰۵۲ھ میں تعمیر شروع کی اور اس کی تکمیل اس کے بیٹے شاہ عباس ثانی متوفی ۱۰۷۷ھ نے کی۔

(۸) ۱۱۵۴ھ یا ۱۱۵۶ھ میں نادر شاہ افشاری نے فتح ہند کے بعد کاسی کے اینٹوں سے روضہ کی مرمت کی اور گنبد اور میناروں پر سونا چڑھایا۔

(۹) ۱۲۱۰ھ میں محمد خاں قاچار نے، ۱۲۳۲ھ میں فتح علی شاہ قاچار نے اور ۱۲۸۸ھ میں ناصر الدین شاہ قاچار نے روضہ کی تعمیر و تزئین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(۱۰) ۱۳۶۷ھ میں ملاّ طاہر سیف الدین رئیس جماعت بوہرہ نے ایک خوشنما گنگا جمنی (سونے اور چاندی کے کام کی) ضریح نصب کی۔

(۱۱) اس چودہویں صدی کے نصف آخر میں ایک تاجر نے خالص سونے کے دروازے لگائے۔

(۱۲) اس ہی صدی میں شاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی کی طرف سے مزار پر آئینہ کاری کی گئی اور ایران ہی کی طرف سے روضہ کے اندر یہ رباعی بھی آویزاں کرائی گئی۔

گر در حرمت آئینہ کاری کردم
کارے نہ سزائے شہریاری کردم
تا جلوۂ حق بہ بینم از طلعت تو
در پیش رخت آئینہ کاری کردم

حرم اقدس جناب امیر کا حال

حضرت علی علیہ السلام کا روضہ شہر نجف کے وسط میں واقع ہے بیرون حرم چاروں طرف سڑکیں اور بارونق بازار ہیں روضہ مبارک کا صحن بڑا کشادہ ہے۔ روضہ مبارک کا احاطہ پختہ اور بلند ہے۔ جس میں چاروں طرف آمد و رفت کے لئے عالیشان دروازے ہیں۔ جنکے نام یہ ہیں۔

۱۔ باب الساعت یا درنادر جانب مغرب۔
۲۔ باب المراد یا باب الفرج جانب مشرق۔
۳۔ باب طوسی جانب شمال۔

۴۔ باب قبلہ (در قبلہ) جانب جنوب۔

قبۂ انور کا گنبد طلائی ہے جو بہت دور سے درخشاں نظر آتا ہے اور گرد مینار طلائی ہیں جن میں سے ایک کعبہ کی طرف کسی قدر جھکا ہوا ہے اور روضہ اقدس کے تمام اندرونی حصوں میں کاشی اور آئینہ بندی اعلیٰ قسم کی ہے۔ اہل ایران نے روضہ اقدس میں ایسی صناعی کی ہے جس کی لاگت کا اندازہ مشکل ہے در و دیوار پر وہ بلوریں نقش و نگار بنائے کہ ہر آئینہ کی تراش نگاہ مردم کو خیرہ کر رہی ہے شیشہ کو کاٹ کر گل بوٹے بنانا ایرانیوں ہی پر موقوف ہے۔ حرم میں برقی قمقمے۔ جھاڑ۔ فانوس لٹک رہے ہیں۔ اور مخفی گوشوں میں چھپے ہوئے رنگ برنگے ٹیوب لائٹ لگی ہوئی ہیں۔ جو وقت پر خود بخود منور ہو جاتی ہیں۔

روضہ اقدس کی دیواروں سے جس میں ہزاروں آئینوں کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں روشنی کے وقت عجب کیفیت پیدا کرتے ہیں کہیں آبی شعاعیں کہیں سبز نور کا دریا موجزن ہے۔ حرم مطہر کا ہر ہر گوشہ ان روپہلی سنہری کرنوں سے تمام شب منور رہتا ہے۔

نادر شاہ بادشاہ نے روضہ مبارک پر کافی سونا چڑھایا ہے باہر کے دروازے پر زنجیر طلائے نادری لٹک رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ نادر شاہ نے اپنے آپ کو سگ درگاہ جناب امیرالمومنین بنایا تھا۔ ضریح مقدس اندر فولادی باہر نقرئی ہے۔ صندوق قبر انور بلند ہے اس پر قیمتی شال بچھی رہتی ہے اور تاج شمشیر۔ زرہ اور سپر لگے ہوئے ہیں۔ ایک سونے کا بخور دان رکھا ہوا ہے جو شاہ سلطان حسین کی بیٹی نے ہدیہ کیا تھا۔ ایک طلائی تاج مرصع روضہ کی چھت پر ایک قندیل کے اندر رکھا ہے۔ یہ تاج محمد شاہ شہنشاہ ہند کا تھا۔ ہندوستان سے نادر شاہ نے لاکر رکھا تھا اور ایک تاج زریں فتح علی شاہ قاچار شہنشاہ ایران کا ہے۔ جو ضریح اقدس کے قبلہ رُخ صندوق مبارک سے لگا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں روپیہ کے جواہرات رکھے ہوئے ہیں۔ آخر میں ایک ایران تاجر آقائے شیخ محمد تقی ایرانی نے دس لاکھ

تو ماں صرف کر کے ایک شاندار خالص سونے کا دروازہ جو اپنے طول و عرض میں پہلے چاندی کے دروازے سے تقریباً دوگنا بڑا ہے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ لاکر نصب کر دیا ہے اس بیش قیمت سنہری دروازہ نے حرم اطہر کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ سونے کی دیواروں اور ان کے درمیان میں سونے کے مینار اور ان کے درمیان میں سونے کا عظیم ہیکل قبہ دیکھنے سے پورا روضۂ مبارک سونے کا ایک مکان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن طلاکاری کی اس شہنشاہ دین و دُنیا کے آگے کیا حقیقت جس کی ایک ٹھوکر میں سونے اور چاندی کے دریا بہنے لگتے ہیں جبکی کنیز فضہؓ خود سونا بنانا جانتی تھی حرم کے میناروں سے صبح۔ دوپہر اور شام اللہ اکبر ــــ اور علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔

سر مطہر کی طرف مرقد علوی میں دو سوراخ ہیں

ضریح اقدس میں سر مطہر کے نزدیک دو سوراخ ہیں ان سوراخوں کے نزدیک گراں بہا جواہر آویزاں ہیں۔ یہ سوراخ وہ ہیں کہ جس وقت مرہ بن قیس حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے دفن کے بعد اپنے پرانے کینے کی وجہ سے ضریح اقدس کے ساتھ بے حرمتی کرنا چاہتا تھا ان سوراخوں سے آپؑ کی دو مبارک انگلیاں باہر نکلیں اور شمشیر کی طرح اس شقی ازلی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب ان دونوں ٹکڑوں کا وزن کیا گیا تو بالکل مساوی نکلے۔ اس سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ ملعون، جناب امیر علیہ السلام کا قتل کیا ہوا ہے۔

اندرون حرم بہت سے قطعات منقش آویزاں ہیں جس میں یہ رباعی بھی ہے۔

جا گزیں کعبۂ دل میں ہے ولائے حیدرؑ
اور پہنچا ہے وہاں کون سوائے حیدرؑ
راہِ معبود پہ چلنے کا یہ رتبہ ہے نقیؔ
زینت دوش محمدؐ ہوئے پائے حیدرؑ

علیؑ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے

سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر حصّہ اول صفحہ نمبر ۱۳۵ اسال طباعت ۱۹۶۹ء میں حکیم زاہد علی صاحب اکبر آبادی سے روایت ہے کہ نادرشاہ کے عہد میں (جب نئے سرے سے) حضرت علی علیہ السلام کا روضہ نجف میں تعمیر کیا گیا تو اس کے اوپر سونے کا پنجہ نصب کرنے کی تجویز ہوئی اس پنجہ پر کوئی مناسب عبارت کندہ کرنے کا مسئلہ اُٹھا عمارت کا منتظم "درّہ نادرہ" کے مصنف مرزا مہدی علی خاں کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا لکھا جائے مرزا صاحب نے جواب دیا کہ بادشاہ (نادر شاہ) کی سخت مزاجی کا تمھیں علم ہے لہٰذا پہلے ان کے پاس جاؤ وہ یہ کام میرے ذمّے لگائیں تو غور کروں گا۔ منتظم بادشاہ (نادر شاہ) کے حضور میں پہنچا اور عرض مدعا کیا کہ پنجہ پر کیا لکھا جائے؟ بادشاہ کی زبان سے بے اختیار یہ آیت صادر ہوئی۔

"ید اللّٰہ فوق ایدیھم"

(ترجمہ) ان کے ہاتھوں پہ اللّٰہ کا ہاتھ!

منتظم عمارت نے یہ قصّہ آکر مرزا مہدی علی خاں کو سُنایا تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے کہ غیر عالم بادشاہ کے مُنہ سے ایسی بہترین چیز کا فی البدیہہ ادا ہونا ضرور کسی غیبی اثر سے ہے۔ مرزا صاحب نے منتظم سے کہا کہ دیکھو تم چند دن کے بعد پھر اس بارے میں پوچھنا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا تو وہ لاعلمی کا اظہار کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد میں پوچھنے پر بادشاہ کے ذہن میں وہ بات نہ آسکی اور حکم دیا کہ جاؤ جا کر مرزا مہدی سے دریافت کرلو۔ منتظم عمارت نے مرزا صاحب کو بادشاہ کا حکم سُنا دیا جناب مرزا مہدی علی خاں نے اس پنجہ پر یہی آیت لکھا دی۔

ابن ملجمؑ قاتلِ امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی قبر اور اس کا انجام

سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اوّل مترجم رئیس احمد جعفری ندوی
ناشر نفیس اکیڈیمی کراچی صفحہ ۲۸۰ اور ۲۸۱

"ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں جب کوفہ کا حال لکھتا ہے تو وہاں پر اس مقام کا بھی ذکر کرتا ہے جس مقام پر قاتلِ جناب امیر علیہ السّلام ابن ملجم ملعون کی قبر واقع ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ

"میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین پر نہایت سیاہ دھبّہ کی طرح تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم مردود و ملعون کی قبر ہے باشندگان کوفہ ہر سال بہت ساری لکڑیاں لے کر آتے ہیں اور اس کی قبر کے مقام پر (رات دن) سات روز تک جلاتے ہیں"

حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم کی ایک اور ناپاک حرکت

کتاب لطائف علمیہ صفحہ نمبر ۹ روایت نمبر ۱۳۔ از قلم علامہ ابن جوزی بغدادی ناشر کتاب رائٹرز بک کلب الیہ بینٹ بوہز بازار کینٹ لاہور کینٹ مترجم مولانا اشتیاق احمد صاحب نقشبندی تحریر فرماتے ہیں" حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں جناب علامہ ابن جوزی بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے ابوالوفا ابن عقیل کے قلم کا یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب ابن ملجم قاتل امیرالمومنین کو گرفتار کر کے

حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں تو اس پر جناب حسن علیہ السلام نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبانا تھا پھر ابن ملجم نے بھی لوگوں سے کہا واللہ اگر حسنؑ کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان سوراخ کے پاس سے مُنہ سے پکڑ کر چبا جاتا (لیکن علم امام نے باخبر کر دیا) ابن عقیل لکھتے ہیں کہ اس سید (امام حسنؑ) کی حسن رائے دیکھو ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی کس حد تک دقیقہ رس تھی اور ملعون کو دیکھو کہ ایسی حالت میں جب کہ قتل ہونے جا رہا ہے۔ اپنی خباثت اور ناپاک حرکت سے پھر بھی باز نہیں آ رہا تھا۔ مفاد پرست دنیا علی اور اولاد علیؑ سے کسقدر بغض و کینہ رکھتی تھی۔

بیت المقدس کے اردگرد جو بھی پتھر تھا اس کے نیچے خون موجزن تھا!

کتاب عیون المعجزات ترجمہ مولانا شریف صاحب ناشر مکتبہ ساجد ملتان صفحہ ۶۷-۶۸ میں ایک روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امیرالمومنین کے انتقال والے دن بیت المقدس کے اردگرد جو بھی پتھر تھا اس سے خون بہہ رہا تھا۔ قریش کے نسب نامہ میں جو کتاب ابوالحسن نے نقل کی ہے اسمیں زہری کی زبانی تحریر کیا گیا ہے۔ زہری کا بیان ہے کہ میں بیت المقدس سے آ رہا تھا اور عبدالمالک بن مروان نے مجھ سے دریافت کیا اے زہری جس روز علی بن ابی طالب قتل ہوئے اس روز کون سی علامت پائی جاتی تھی میں نے کہا کہ لوگوں نے اس روز صبح کے وقت بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اُٹھایا اسکے نیچے سے تازہ خون بہہ رہا تھا۔ عبدالمالک نے کہا اے زہری ہم بھی اس علم سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

امیرالمومنینؑ کے قاتل ابن ملجم کا انجام

اور رلوحات القدس میں ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف بہ ابن الوفا سے منقول ہے کہ میں ایک روز مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا کہ مقام ابراہیم کے پاس ایک عجیب دعزیب مجمع نظر پڑا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک راہب جو تصوف کا جُبہ پہنے ہوئے ہے اور نہایت خوش محاورہ اور قوی ہیکل ہے مقام مذکور کے برابر میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے کہ ایک دن میں اپنے عبادتخانہ میں بیٹھا تھا کہ کوئی شخص بھی میرے پاس آ جا نہ سکتا تھا یکایک میں نے دیکھا کہ عقاب کی طرح کا ایک بڑا پرندہ اوپر سے نیچے اُترا اور دریا کے کنارے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھا اور جسم انسانی کا جو تہائی حصہ قے کر کے چلا گیا پھر آیا اور پہلے حصہ کے برابر جو تہائی ٹکڑا اُگل کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ آیا اور جو تہائی حصہ ہر مرتبہ اُگل کر چلا گیا یہاں تک کہ پورا جسم انسانی اس پتھر پر چھوڑ کر پرواز کر گیا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چاروں ٹکڑے باہم مل کر ایک مکمل انسانی جسم بن گیا وہ بدصورت مرد اُٹھ کر اپنی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ پرندہ پھر آن پہنچا اور اپنی چونچ سے اسکی چوتھائی حصہ کاٹ کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ کر کے اس کے بدن کے جو تہائی حصے کوٹے جاتا تھا اور باقی بدن وہیں تڑپتا رہ جاتا تھا یہاں تک کہ سارا بدن چار دفعہ میں اڑا کر لے گیا میں اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر نہایت متحیر اور متعجب ہوا اور اپنے دل میں نہایت افسوس کرتا تھا کہ کاش جب وہ شخص اُٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور اس کے اعضا درست اور مکمل ہو چکے تھے اس سے سوال کرتا تو کون ہے اور اس عذاب الیم اور عتاب عظیم کا کیا باعث ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ اُسی جانور نے بدستور سابق جو تہائی بدن کو قے کر کے نکالا اور چاروں ٹکڑے باہم مل کر پورا بدن تیار ہو گیا میں جلدی سے اس جسم کے پاس پہنچا اور اس کا

حال دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میں بدترین اولاد آدم عبدالرحمٰن ابن ملجم ہوں جس نے رسول آخرالزماں صلعم کے وصی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو شہید کیا ہے۔ اور اسی روز سے اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو مجھ پر تعینات کیا ہے اور مجھ کو اس عذاب میں جو تو نے دیکھا مبتلا کر رکھا ہے اور ہر روز کئی مرتبہ اس طرح مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قے میں نکالتا ہے اور جب میں زندہ ہو جاتا ہوں تو پھر مجھ کو اسی ذلّت و خواری سے مار ڈالتا ہے۔

حضرت علیؑ کے روضۂ مبارک نجف میں اب بھی معجزے ہوتے ہیں

شہرۂ آفاق پارسی ادیب مسٹر ڈی۔ الیف کراکا نے مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء کے انگریزی جریدہ کرنٹ بمبئی کی اشاعت میں بعنوان حضرت علیؑ اعظم کے روضہ نجف میں اب بھی معجزے ہوتے ہیں ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

"سنہ ۱۹۶۸ء میں میرے گردہ اور مثانہ کا ایک پیچیدہ آپریشن ہوا اس آپریشن کے بعد ہی جس کے زخم کا نشان ۱۲" انچ لمبا ہے میرے دل میں حضرت علیؑ کے روضہ پر حاضری کی شدید تمنّا پیدا ہوئی اس لئے کہ چودہ سال پہلے اسلام کا یہ عظیم رہنما میرے خواب میں آیا تھا۔! وہ میرے خواب میں کیوں آئے تھے یہ مجھ سے نہ پوچھئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ علیؑ اعظم عراق کے شہر نجف میں جو بغداد سے ۱۸۰ کلو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ دفن ہیں بمبئی کے عراقی قونصل جنرل کا مکان قدیمی نقش و نگار سے آراستہ فرنیچر اور میں ترکی قہوہ پی رہا تھا۔ یہ قہوہ لذیذ تھا لیکن میرے گردہ کے لئے جس سے ابھی پتھری نکالی گئی تھی مفید نہیں تھا میں نے اسی وقت قونصل جنرل کو سفر عراق کی وجہ بتائی۔ میں عراق جانا چاہتا ہوں مگر صحافی کی حیثیت سے نہیں بلکہ زائر کی حیثیت سے۔ میں مزار علیؑ پر حاضر ہو کر

ایماندارانہ عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں "۔ "حضرت علیؑ" عراقی قونصل جنرل نے متعجب ہو کر کہا لیکن آپ تو مسلمان نہیں ہیں، جی ہاں! میں نے جواب دیا میں مسلمان نہیں ہوں لیکن سنہ ۱۹۵۴ء میں سب سے پہلے میرے خواب میں حضرت علیؑ آئے تھے انھوں نے اپنا مبارک چہرہ دکھایا تھا، انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور انھوں نے مجھے اپنی جانب کھینچا تھا۔ قونصل جنرل نے جو اس نام کی عظمت کا پورا احساس رکھتا تھا میرے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔ اس پر خوف اور عظمت کا احساس طاری ہو چکا تھا اور اسی احساس کے تحت اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے "حضرت علیؑ"، انھوں نے پھر کہا، لیکن آپ مسلمان نہیں ہیں پھر وہ آپ کے خواب میں کیوں تشریف لائے۔؟

میں نے جواب دیا، مجھ سے نہ پوچھئے کیوں؟ یہ سوال حضرت علیؑ سے کیجئے مجھ سے نہ کیجئے۔ میں پہلی بار حضرت علیؑ کی جشن ولادت کے دن نجف پہونچا تھا۔ یہ بڑی تعجب خیز بات تھی کہ اس دن جیسے ہی میں نے حضرت علیؑ کے روضہ میں قدم رکھا ویسے ہی ساری روشنی کے جھاڑ اچانک روشن ہو گئے تھے اور ان کی روشنی سے روضہ کے گنبد میں جڑے ہوئے ہزاروں آئینے جگمگا اُٹھے تھے۔

فروری سنہ ۱۹۷۰ء میں دوبارہ نجف گیا میں نے محسوس کیا کہ اس وقت میری حاضری سے حضرت علیؑ زیادہ خوش نہ تھے۔ ان کے روضہ کے طلائی گنبد کی مرمت ہو رہی تھی یہ وہی زمانہ تھا جب ایک آسٹریلین غنڈہ نے یروشلم کے قدیمی حصہ میں مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی اور اس وقت جبکہ میں نجف کے روضہ اقدس کے ایک کونے میں بیٹھا دعاؤں میں مصروف تھا ایک مسلح حفاظتی دستہ میری نگرانی کر رہا تھا۔ جب میں ایک سید کے ساتھ روضہ سے باہر صحن میں آیا تو اس وسیع و عریض صحن میں ہم محض دو آدمی تھے باقی سارا روضہ خالی تھا۔ اب میں نجف کے تیسرے سفر سے واپس آیا ہوں یہ میری تیسری زیارت اپنے حسن و

دلکشی میں مبالغہ زیادات کو ماند کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کرنٹ کے قارئین جانتے ہیں یہ سال میرے لئے اور اخبار کے لئے کچھ اچھا ثابت نہیں ہوا اسلئے ان کاموں کے علاوہ جو مجھے مشرق وسطیٰ میں تھے میں اس روضۂ اقدس پر ضرور حاضری دینا چاہتا تھا جس کا مکین اس وقت بھی میری مدد کرتا ہے۔ جس وقت ساری دنیا مجھ پر ضربیں عائد کرتی ہے! اور اس حضوری کا نتیجہ یہ ہے کہ میں جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر زیادہ تازہ دم نظر آتا ہوں۔

اتوار کی صبح کو سوا سات بجے ہم بمبئی سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے ۲½ گھنٹہ میں وہاں پہونچ گئے دوسرے دن پیر کو ہم کربلا کی راہ سے نجف کے لئے روانہ ہوئے۔ میرے ڈرائیور کا خیال تھا کہ میں کربلا کی زیارت کروں گا جہاں حضرت علی علیہ السّلام کے دو بیٹوں یعنی امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے مزارات ہیں۔ یہ دونوں کربلا کی جنگ میں شہید ہوئے تھے میں نے ڈرائیور سے کہا کہ ہم سیدھے نجف جائیں گے ڈرائیور نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ سارے سیّاح پہلے کربلا جاتے ہیں" ہوا کرے،، میں نے جواب دیا میں سیّاح نہیں ہوں۔ ڈرائیور نے مڑ کر تعجب سے دیکھا۔ میں نے اُسے سمجھایا۔ میں نہ مسلمان ہوں اور نہ سیّاح ہوں۔ میں حضرت علیؑ کے حضور میں عقیدت کا سر جھکاتا ہوں اسلئے کہ برسوں پہلے وہ میرے خواب میں آئے تھے گزشتہ سال جب میں بے حد بیمار تھا تو پورے سال انھوں نے ہی مجھے باقی رکھا۔ دوسرے میں اسے یہ نکتہ سمجھانا چاہتا تھا کہ نجف کے روضہ کا اور میرا ایک ذاتی اور نجی رشتہ ہے جس کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اچھا تو آپ پہلے نجف جائیں گے اور پھر کربلا جائیں گے۔ ڈرائیور نے کہا۔! بات کو ہم نے وہیں پر ختم کر دیا ہم کربلا سے گزرے۔ اور باوجود اس کے کہ میں نے کربلا کے دونوں مزاروں کو بڑے احترام سے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور براہ راست نجف چلے گئے۔ پانچ کلو میٹر کے فاصلہ سے ہی نجف کے آثار

نمایاں ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السّلام کے روضہ کا طلائی گنبد ستمبر کی دوپہر میں خوب چمک رہا تھا اور میں نے دور ہی سے اسے پہچان لیا میرے دل میں ایک اور اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور ظاہراً میں پُرسکون بنا رہا۔ "بابا"، میں نے عرض کی میں بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے پھر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور جیسا کہ میرا ورد ہے میں نے ایک سو دس مرتبہ حضرت کے نام کا ورد کیا۔ اس سال میں نے فروری سے کر اب تک یہ نام پانچ لاکھ مرتبہ سے زیادہ لیا ہوگا۔

یہاں پہونچکر مجھ سے ایک غلطی ہو گئی بمبئی میں عراقی قونصل جنرل نے مجھے نجف کے گورنر کے نام ایک تعارفی خط دے دیا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ پہلے گورنر سے مل لوں۔ اس کے بعد روضہ پر چلوں۔ چونکہ عراق گورنمنٹ کے نمائندگان نے بڑے حسن و اخلاق کا مظاہرہ کیا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ یہی کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن بعد میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے لئے ایسا کرنا غلط تھا۔!

میں کربلا میں نہیں ٹھہرا تو خیر! لیکن حضرت علیؑ کے حضور میں نیازمندی کا سر خم کرنے سے قبل عراقی حکومت کے کسی رکن کے پاس خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبت ہو، جانا میری غلطی تھی۔

گورنر نے کبابوں سے میری ضیافت کی اور ایک حفاظتی دستہ بھی میرے ساتھ کر دیا لیکن جیسے ہی میں روضہ پر پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ کلید بردار نے میرے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں صحن میں تو گھوم سکتا ہوں لیکن روضہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مجھے حضوری سے محروم کر دیا گیا تھا۔!

یہ تو میری غلطی تھی اور میں خود اپنے سوا کسی کو الزام نہیں دے سکتا جیسے عالم احساس ہی میں یہ تادیبی الفاظ سن رہا تھا "تم جس کے پاس میں خود خواب میں آیا تھا تم میرے پاس آنے کے لئے حکومت کا واسطہ تلاش

کرتے ہو۔

میں نے کوئی آواز تو نہیں سنی لیکن میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ (حضرت علیؑ) مجھ سے یہی جملہ فرما رہے تھے۔ میں نے اپنی غلطی کا احساس کر لیا تھا لیکن اب اس کی تلافی بھی کیا ہو سکتی تھی۔ میں صدر دروازہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور مجھے جو ملامت کی گئی تھی اُسے میں نے قبول کر لیا میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے وہ کاغذ نکالا جس پر میں نے ان لوگوں کے نام لکھ لئے تھے جن کے لئے مجھے دُعا کرنی تھی۔ اور وہ چیزیں لکھ رکھی تھیں جن کے لئے کرنا تھی میں صحن میں کھڑا دعائیں کر رہا تھا اور سینکڑوں عرب عورتیں اور بچے مجھے دیکھ رہے تھے۔ مجھے خود اپنے پر ترس آ رہا تھا میرے ساتھ حفاظتی دستے کو دیکھ کر کچھ سید روضہ سے باہر آئے وہ میرے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی بار بار اپنے سینے پر ہاتھ رکھتا تھا میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہے کہ "امام علیؑ، تمھارے دل میں ہیں"۔ سپاہی مجھ سے دور کھڑے تھے انھوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا تاکہ میں اطمینان سے دعا کر لوں۔ انھوں نے از راہ مہربانی کھانا ضرور کھلایا لیکن وہ مجھے روضہ کے اندر نہیں پہونچا سکتے ہیں۔ میں بھی اندر نہیں جانا چاہتا تھا مجھے اپنے ملک میں جیل جانا پڑا تھا لیکن اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی اس کی مثال تو ایسی تھی جیسے زندگی میں ذرا سی خاک جسم پر پڑ جائے۔ لیکن حضرت علیؑ کے روضہ کے اندر جانے کی اجازت نہ ملنا میرے لئے از حد تکلیف دہ تھا۔ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کسی برہمن کو اس کے مقدس مندر میں جانے سے روک دیا جائے۔ میں نے دعائیں کیں اور نہایت رنج اور مایوسی کے عالم میں بغداد واپس ہو گیا انھوں نے ہی (حضرت علیؑ) مجھے شکست قبول کر لینا بھی سکھایا تھا اور یہ درس بھی دیا تھا کہ ایک دن انھیں کی بدولت مجھے اچھے دن دیکھنا نصیب ہوں گے۔ برسوں کی محنت کے نتیجہ میں

مجھے یہ اندھی عقیدت حاصل ہوئی تھی لیکن اب میں پریشان تھا اس لئے کہ خود انھوں نے اس تیسری زیارت کے وقت مجھے ٹھکرا دیا تھا آخر مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ میں بستر پر لیٹا یہی سوچ رہا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ معلوم ہوا کہ حکومت عراق کا ایک نمائندہ نیچے ہوٹل کی لابی میں میرا منتظر ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے لیکن شاید میں اُسے نہیں پہچان سکوں گا۔ میں نے اُسے اوپر اپنے کمرے میں بلا لیا۔ وہ عراقی وزارت اطلاعات کا وہی افسر تھا جو مجھے ۱۹۶۶ء میں پہلی مرتبہ نجف لے گیا تھا میں نے اس سے کہا میں نے اپنی نئی کتاب میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ وہ پھر حکومت کی جانب سے آیا تھا تاکہ مجھے نجف پہنچا دے۔ اسے بہت تعجب ہوا جب میں نے کہا کہ میں دوبارہ اس سفر کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس شدید گرمی میں چھ گھنٹے کا سفر اور پھر آج مجھے روضہ پر داخلہ کی اجازت بھی نہیں ملی مجھے کبھی زندگی میں ایسی مایوسی اور دل شکستگی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ سرکاری نمائندہ بہت مہربان تھا۔ اس نے کہا وہ میرے لئے خصوصی اجازت نامہ حاصل کرے گا۔ حکومت کو میری آمد کی اطلاع تھی چنانچہ حکومت نے اسے بھیجا تھا کہ وہ میری خبر گیری کرے اور مجھے نجف پہنچا دے لیکن میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ مجھ سے دور دور ہیں کھنچے کھنچے ہیں "تم ڈی۔ ایف کراکا" جس کے پاس میں خود آیا۔ تم میرے پاس حکومت کے واسطے سے آتے ہو"۔ میں نے یہ لفظ تو نہیں سُنے لیکن میں نے یہ ڈانٹ یہ تادیب پوری شدت سے محسوس کی۔ میں نے یاس کے عالم میں سر ہلایا اور میں نے افسر اطلاعات سے کہا کہ اب میں دوبارہ نجف کی زیارت کے بغیر ہندوستان جانے پر آمادہ ہوں حالانکہ یہ چیز میرے لئے حد درجہ تکلیف دہ ہوگی۔ منگل کا دن آگیا میں نے طے کر لیا تھا کہ اب میں کچھ نہیں کروں گا میں نے اپنے ہوٹل سے باہر تک پیر نہیں نکالا۔ وزارت خارجہ کا ایک بڑا افسر جس کے نام میرے پاس تعارفی خط تھا مجھ سے ملنے آیا میں نے اُس سے اپنی مایوسی کا ذکر کیا۔ اور وہ مجھ سے بہت متاثر ہوا اس نے مجھے تسکین دیتے ہوئے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام آپ کو طلب کرتے ہیں تو آپ

اب بھی جائیں گے اس کے الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے اس لئے کہ ایک عجیب واقعہ کے نتیجہ میں دوسرے ہی روز میں نجف جا رہا تھا۔ راستہ میں کربلا واقع تھی میں نے حسب دستور سر جھکایا لیکن وہاں ٹھہرا نہیں دور سے نجف کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں ان میں حضرت علی علیہ السلام کے گنبد کی روشنیاں خاص طور سے نمایاں تھیں۔ رات بھی صاف تھی اور سڑک بھی صاف تھی۔ سوا دو گھنٹہ میں نجف پہنچ گیا وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ ساری سڑکیں موٹروں اور بسوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور پانچ لاکھ آدمی اس رات میں نجف پہنچ چکے ہیں کیوں مجھے نہیں معلوم! پولیس نے ہماری کار کو اس راستہ سے جو روضہ کو جاتا تھا ہٹا دیا۔ ہماری موٹر داہنی طرف مڑ گئی۔ لیکن اتنا ہجوم تھا کہ موٹر زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ چنانچہ ایک گلی میں ہم نے موٹر چھوڑ دی۔ میں موٹر سے اترا روضہ کا دروازہ ایک چوتھائی میل کے فاصلہ پر صاف نظر آ رہا تھا۔

میں جس سڑک پر تھا ویسی میرے خیال میں ساری دنیا میں ایک سڑک تھی یہ سڑک وہی ہے جس کا ذکر بائیبل میں ہے اور میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب برسوں پہلے ایک دن کے لئے بیروت سے دمشق گیا تھا اس سڑک کا نام "صراطِ مستقیم" تھا یہ سڑک بہت مقدس سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ بائیبل کے بقول اس سڑک پر حضرت عیسیٰ چلے تھے میں جیسے ہی نجف کی اس سڑک پر روانہ ہوا جو روضہ کو جاتی تھی مجھ پر احترام تقدس اور خوف کی ملی جلی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں صحن میں داخل ہو گیا صحن میں غضب کا مجمع اور سڑکوں سے زیادہ بھیڑ بھاڑ تھی ایک انچ زمین کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ ہزاروں عورتیں کالی عبائیں اوڑھے اس سمت میں بڑھ رہی تھیں جدھر سے روشنی کا سیلاب آ رہا تھا۔ میں نہ پیچھے ہٹ سکتا تھا اور نہ مڑ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ایک طرف کنارے ہو جاؤں تاکہ وہ لوگ جو میرے پیچھے آ رہے ہیں آگے بڑھ کر روضہ تک چلے جائیں میں یہ اس لئے چاہتا تھا کہ مجھے یہ معلوم تھا کہ اس مرتبہ مجھے روضہ کے اندر حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور مجھے باہر ہی کھڑے

رہنا چاہیئے چونکہ یہ ان کا (حضرت علی علیہ السّلام) حکم تھا اس لئے میں بھی اس حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا لیکن پھر ایک ریلا آیا جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں اور اس ریلے کے نتیجے میں پھر کنارے سے ہٹ کے میں اصل مجمع میں پہنچ گیا علیٰ اسی وقت میرے سینے میں درد شروع ہوا میں جان گیا کہ یہ دل کے اس پٹھے کا درد ہے جسے پونا میں میرے ماہر امراض قلب نے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں اب نہ درد ہوگا اور نہ پٹھے میں زندگی پیدا ہوگی۔ میں مجمع میں پسا جا رہا تھا اور مجھے پسینہ آنا شروع ہو گیا۔ قلب کے دورہ کی نشانیوں کو میں خوب جانتا ہوں اس لئے اب جو کیفیات مجھ پر طاری ہو رہی تھیں ان کے نتیجہ میں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شاید اب یہیں اور اسی وقت مجھے قلب کا دورہ پھر سے پڑنے والا ہے!

میں حیران ہو رہا تھا، مجھے کچھ ہوش نہیں تھا اور ریلے کے زور میں بڑھتا جا رہا تھا اچانک میرا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور میں نے دیکھا کہ میں روضے کی سیڑھیوں تک پہنچ گیا ہوں میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے اور میں گھٹنوں کے بل گرنے لگا میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور چاروں طرف نظر ڈالی تاکہ یہ معلوم کروں کہ میں کہاں ہوں؟ معلوم ہوا کہ میں اس جگہ ہوں جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں۔ میں کفش بردار کے سامنے تھا اس نے میرے چپل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور قبل اس کے کہ میں یہ سوچتا کہ اب کدھر جاؤں مجھے جیسے کسی نے اٹھا کے آگے پہنچا دیا اور میں نے اچانک دیکھا کہ میں روضہ کے اندر ہوں۔ روضے میں نور کا سیلاب تھا۔ روشنی کے وہ جھاڑ جو ایک مرتبہ صرف میرے لئے روشن کئے گئے تھے پوری تابانی سے جگمگا رہے تھے۔ اور میں نے نور کے اس اطمینان میں حضرت علی علیہ السّلام کی مقدس ترین بارگاہ کے اندر کھڑا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود مجھے میرے جسم و جان کے ساتھ اٹھا کے روضہ میں لے آئے تھے۔ روشنیاں پوری جگمگا رہی تھیں اور گنبد و دیوار

کے آئینے ان روشنیوں کے عکس سے ہیرے کی طرح چمک رہے تھے اور جس طرح پہلے میرا استقبال کرتے تھے اسی طرح آج بھی مجھے خوش آمدید کہہ رہے تھے میں گنبد کے نیچے پہنچا دیا گیا تھا۔ یہاں بے پناہ مجمع تھا اور لوگ نمازوں میں مصروف تھے۔ میرے لئے کسی طرف جانا ناممکن تھا۔ میں بس ضریح کی طرف بڑھ سکتا تھا۔ واپسی کا سوال نہیں تھا۔ ریلے میں ٹھہرنا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں بھی ریلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر مجبور تھا۔

ضریح کے ایک جانب کھڑے ہوئے سیدوں نے میرا استقبال کیا۔ کیا یہ استقبال محض خوش اخلاقی کے مظاہرہ کے طور پر تھا؟ یا انھیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں کون ہوں۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی حقیقت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السّلام کی مرمریں قبر پر قائم کی ہوئی ضریح کے گرد طواف کرتے وقت میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ محسوس کیا کہ دُنیا میں اس شخص سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا جس کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے لاکھوں آدمی اس روضہ میں جمع ہوتے ہیں۔

میں نے ۶ر اپریل سنہ ۱۹۵۵ء کی صبح صادق کے وقت خواب میں پہلی بار ان کی زیارت کی تھی۔ اس وقت سے آج تک میں نے جب کبھی ان کا نام سُنا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے میں تمام مذاہب کے سارے بزرگوں کا احترام کرتا ہوں لیکن جب حضرت علیؑ کا نام لیا جاتا ہے تو میں نے محسوس کیا ہے کہ ایک سناٹا سا چھا جاتا ہے اس لئے کہ اس نام میں دوسرے ناموں سے الگ ایک خاص تاثیر ایک جداگانہ کیفیت پائی جاتی ہے یہ فرق کیا ہے اسے میں آج تک معلوم نہیں کر سکا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے۔ مجھے یہ فرق زیادہ بیّن زیادہ واضح طور پر معلوم ہوتا جاتا ہے۔

جگمگاتے ہوئے ضریح میں بندھے ہوئے سبز سبز رنگ کے کپڑوں کا عکس ان آئینوں میں انعکاس پذیر سبز رنگ ایسا خوبصورت تھا کہ میں یہ محسوس کر رہا تھا جیسے میں ہیرے اور زمرد کے شامیانے کے

نیچے طواف کر رہا ہوں۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں خواب کی دُنیا میں سیر کناں ہوں۔ میرے آگے ایک عبا پوش بچی تھی جو ضریح تک پہونچنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ اس نے دو مرتبہ کوشش کی لیکن دونوں مرتبہ عورتوں کے ریلے کی وجہ سے وہ ضریح تک پہنچنے میں ناکام رہی پھر وہ ہاتھ بڑھاتے رہی اور آخر کار اس نے ضریح کو "جو علی علیہ السلام کا دروازہ" کہلاتی ہے چھو ہی لیا۔ اس کی عبا سر سے گری جا رہی تھی چنانچہ اس نے اپنی عبا گھسیٹی اور ضریح پر جھک گئی میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ مجھے دیکھکر مسکرا دی اور آگے بڑھ گئی۔ میں جیسے مُڑا ویسے ضریح تک پہنچ گیا۔ اب میں نے پہلی بار ضریح کو چھوا اور ایک ٹھنڈی سانس، اطمینان اور سکون کی سانس لی۔ میری زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلا اس لئے کہ اس جذبات آفریں موقع پر قوت گویائی سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن مجھے حضرت علی علیہ السّلام سے کچھ کہنے کی حاجت بھی کیا تھی؟ میں جانتا ہوں کہ میرے دل میں جو کچھ ہے اُسے وہ خوب جانتے ہیں۔ تین تین آدمیوں کی قطاریں تھیں لیکن جب ہم روضے کی دوسری سمت پہنچے تو مجمع کم ہو رہا تھا۔ میں روضے سے باہر جانے والا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے لئے راستہ صاف کر دیا گیا ہے ضریح اقدس تک میرے لئے راستہ کھلا ہوا ہے تاکہ میں ضریح تک جاؤں اور بغیر کسی دھکے کے ضریح سے اپنا جسم مس کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کیا کہتا رہا بس مجھے اس کا ہوش ہے کہ میں ضریح کو پکڑے ہوئے تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے شانوں سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ جب میں روضے سے باہر نکلا تو میں دل پر جو دباؤ اور شدید درد محسوس کر رہا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ میرے پاؤں کانپ رہے تھے لیکن میں اب بھی کھڑا رہ سکتا تھا میں آہستہ آہستہ نمازیوں کی صفوں سے گزرتا وہاں پہنچا جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں۔ یہاں سے صحن میں آیا اور صحن سے گزرتا ہوا اسی سڑک پر آگیا جو دمشق کی صراط مستقیم کے مانند تھی۔

جب میں روضہ کے اندر سے باہر آرہا تھا تو میں نے یا علیؑ یا علیؑ کی وہ صدائیں سُنیں جن سے میں پہلے سے آشنا تھا اس دوران میں نے وہاں لوگوں سے سوال کیا آج لاکھوں آدمی یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں۔؟
جواب ملا " آج شبِ معراج ہے، جب ہمارے رسولؐ آسمان پر تشریف لے گئے تھے، میں نے سر ہلادیا۔!
سال کے سارے دنوں میں حضرت علی علیہ السّلام مجھے شرف حضوری عطا کرنے کے لئے مخصوص ایّام کا انتخاب فرماتے ہیں پہلی مرتبہ مجھے آپ نے اپنی سالگرہ کے دن طلب فرمایا تھا اور اس مرتبہ شب معراج میں مجھے حاضری کا شرف عطا فرمایا گیا۔

قبرِ مُبارک کا دُوسرا معجزہ!

(۲) کتاب تذکرہ خاصان خدا از مصطفائی بیگم ناشر الکتاب گنج بخش روڈ لاہور صفحہ نمبر ۵ یہ کتاب عہد شاہجہانی کے ایک مستند تذکرے کی تلخیص اور ترجمہ ہے اس کے اندر صفحہ ۵ پر تحریر ہے

" آنحضرتؑ کی شہادت کے بعد ایک کافر جس کا نام مرہ بن قیس تھا آپ کی قبر شریف توڑ کر ہڈیاں نکالنا چاہتا تھا چنانچہ اس ناقص ارادہ سے وہ مرقد مقدس کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھایا مگر مزار مبارک تک ہاتھ پہونچنے سے پہلے دو انگلیاں مرقد سے نکلیں اور ملعون کے پلید سر کو اسکے تنِ ناپاک سے جدا کر دیا۔ اور اس وقت سے آج تک پھر ایسے بُرے کام کی جراءت نہیں ہوئی۔ یہ تھی ——— مرنے کے بعد آپ کی کرامات!

قبر کا تیسرا معجزہ حضرت علی علیہ السلام سے عداوت کی سزا

(۳)

کتاب حبلُ المتین فی معجزات بعد دفن امیر المومنین سے مُلّا محمد تقی خادم نے یہ حکایت نقل کی جس میں یہ مسطور ہے کہ بغداد اور حلّہ کے درمیان ایک بستی ہے جس کا نام محاویل ہے وہاں ایک شخص رومی جو اپنے ابتدائی ایّام میں شیعیان علیؑ کی مخالفت میں بے حد متعصب تھا وہ کہتا ہے کہ بغداد کی جامع مسجد کا خطیب جو کہ بہت ہی مشہور و معروف تھا۔ میرے گھر کے نزدیک رہتا تھا اور ہر وقت ہمارا اس کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا تھا ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ اگر تو آخرت میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور تجھے بہشت مل جائے تو فلاں طائفہ کا اگر کوئی آدمی ملجائے تو اُسے قتل کر دے۔ ایک دن اتفاقاً میں محاویل سے آرہا تھا۔ رقم کی تھیلی میرے پاس تھی اور میں گھوڑے پر سوار تھا اور بغداد کی طرف جا رہا تھا اچانک میری نگاہ ایک ایرانی طائفہ پر پڑی۔ اس طائفہ کا ایک بوڑھا آدمی دیکھا جو اپنی سواری سے اترا ہوا تھا اور بوجہ ضعیفی سوار نہ ہو سکتا تھا اور اپنے قافلہ سے بچھڑ گیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دوں۔ پھر اپنے آپ سے کہا کہ پہلے یہ تو دریافت کر لوں کہ کیا یہ اُسی ایرانی قافلہ کا آدمی ہے یا نہیں جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں اُسے سواری پر سوار کر دوں۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں تو محبّ علیؑ ہوں اُس نے کہا میں بھی محبّ علیؑ ہوں۔ میں نے کہا تو جھوٹ بول رہا ہے میرے اس کہنے پر اُس نے بدگوئی شروع کر دی اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اُسی ایرانی قافلہ کا فرد ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ لیا تاکہ اُسے قتل کر دوں۔ اُس وقت وہ جناب امیر المومنینؑ سے متوسل ہوا اور فریاد کی کہ یا امیر المومنینؑ میری فریاد کو پہنچیں۔ اچانک ایک آدمی نے اس زور سے میرے مُنہ پر طمانچہ مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو میری صورت متغیّر ہو چکی تھی۔ مُنہ ٹیڑھا ہو گیا تھا اور میرے بدن کا عضو عضو درد کر رہا تھا۔ میں اس طرح بیتاب ہوا کہ نہ تو وہ ایرانی آدمی نظر آیا اور نہ میرا گھوڑا وہاں موجود

تھا میں حیران ہو کر گریہ و بکا کر رہا تھا اتنے میں ایک آدمی پیادہ پیچھے سے آیا۔ اس نے مجھے اُٹھا کر بستی میں پہنچا دیا۔ میں نے اس بیماری کا جس قدر علاج کیا مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا آخر کار اُس دیہات کے آدمی جو امیر المومنین علیہ السّلام کے محبّ تھے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کرتے تھے اُنھوں نے مشورہ دیا کہ جب تک نجف اشرف جا کر توبہ نہ کرو گے اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرو گے اس بلا سے تمھاری نجات ممکن نہیں۔ چنانچہ میں نے نذر مانی کہ میں امیر المومنین علیہ السّلام کا غلام ہو چکا ہوں اس کے بعد میں عازم نجف اشرف ہوا۔

جب میں نجف کی حُدود میں پہونچا اور حضرت کے روضۂ اقدس پر نظر پڑی تو میرے اعضا کا درد کم ہو گیا اس وقت میں نے فریاد کی کہ مولا مجھے اس مُصیبت سے آزاد فرمائیں۔ جب میں اُٹھا تو درد کا کچھ بھی اثر باقی نہ تھا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو میرا گھوڑا وہاں موجود تھا۔ اور خورجین اسی طرح اس کی پشت پر رکھی ہوئی تھی۔

میں نے آواز دی تو آدمی گھوڑے کو میرے پاس لے آئے۔ اور خورجین میں رقم والی تھیلی اسی طرح موجود تھی۔ اُس رقم میں سے سو قروش تصدق کیے۔ مولا کے روضہ کی زیارت کی وہاں سے کربلائے معلیٰ پھر کاظمین میں پہنچکر زیارت سے مشرف ہوا۔ اور رقم کو ہر زیارت کے موقع پر تصدّق کرتا رہا۔ بالآخر واپس گھر پہنچا۔

لوگوں کو میری آمد کی اطلاع ملی۔ وہ ملنے کے لئے آئے اور وہ خطیب بھی آیا میں نے اُسے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ جب رات ہوئی تو میں نے مکان کے دروازے بند کرا کر اپنے نوکروں سے کہا کہ اس کی خوب پٹائی کرو۔ جب پٹائی کے بعد بیہوش ہو گیا تو میں نے اُسے اپنے مکان سے اُٹھوا کر گلی میں پھینکوا دیا اُس راہ سے گزرنے والوں نے اُسے اُٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا اور اس طرح دشمنِ اہلبیتؑ کی اُسے سزا مل گئی۔

(ماخوذ از کشتیٔ نجات مؤلفہ حجۃ الاسلام آقائے الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی)

قبرِ مبارک جناب امیر علیہ السّلام کا چوتھا معجزہ

(۴)

یہاں لولے اور لنگڑے سب ٹھیک ہو جاتے ہیں

کتاب مفاتیح الجنان اُردو ترجمہ ناشر امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور صفحہ نمبر ۱۲۹۔ ابو عبداللہ محمد بن بطوطہ جو علمائے اہل سنّت میں سے ہیں۔ اور بہت بڑے تاریخ داں بھی ہیں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں مکّہ معظّمہ سے نجف اشرف گیا تو وہاں جناب امیر علیہ السّلام کے مرقد اطہر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

" جناب امیرؑ کی قبر اس شہر نجف میں واقع ہے اور یہاں شیعہ حضرات رہتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک سے کافی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کی رات میں جیسے وہاں کے رہنے والے بیداری کی رات کہتے ہیں اطراف عراق۔ خُراسان۔ رُوم اور دیگر ایرانی شہروں سے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو لولے، لنگڑے اور دیگر بیماریوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی ضریح مقدس کے پاس ان مبتلاؤں کو جمع کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور پھر انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب یہ مفلوج لوگ ٹھیک ہو کر اُٹھتے ہیں اور دوسرے لوگ جو ان کے گرد جمع ہوتے ہیں وہ یا نماز پڑھنے میں یا قرآن کی تلاوت یا پھر ذکر الٰہی میں اپنے کو مشغول رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ ان مفلوج آدمیوں کو دیکھا کرتے ہیں کہ کب ٹھیک ہوتے ہیں۔ جب رات آدھی یا دو تہائی گزر جاتی ہے تو اس وقت یہ تمام مریض جو چلنے پھرنے سے مجبور ہوتے ہیں بالکل تندرست ہو جاتے ہیں اور یہ پڑھتے ہوئے وہاں سے چل دیتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؐ

نقش جناب امیر علیہ السلام

مومنین حضرات کیلئے ایک صوفی درویش کا نایاب تحفہ

حضرت علی علیہ السلام کے نام کے بارہ عدد نقش جس سے ہر خاص و عام فیض روحانی حاصل کر سکتا ہے!

یہ نقش تعداد میں ۱۲ ہیں جن کو علم اعداد کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کے اسم مبارک یعنی لفظ "علیؑ" کا حساب نکال کر دوسرے متبرک ناموں کے حساب اعداد نکال کر ان سے حضرت علی علیہ السلام کے اعداد کو نسبت دے کر مرتب کئے ہیں۔ یہ ایک صوفی درویش کا تحفہ ہے جو اس کو اہلبیتؑ کے دربار سے عطا ہوا ہے ہر نقش اپنا الگ مقام۔ خاصیت۔ فوائد اور کام رکھتا ہے جو آگے چلکر لکھوں گا۔

یہ نقش اعظم جناب صوفی الحاج عشرت علی صاحب جو جیکب لائن میں رہتے ہیں مجھکو عطا کئے ہیں جو ان کو ان کے دادا صاحب اشرف علی صاحب مرحوم سرمہ والے ساکن فراش خانہ احاطہ تحجن صاحب گلی میر مداری دہلی نے دیئے تھے آپ نے تمام عمر قدم شریف نبی کریمؐ کے دروازے پر بنے ہوئے حجرے میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر بھی اسی جگہ تالاب کے بائیں جانب ہے۔ یہ نقش آپ نے چودہ سال یاد الٰہی میں بسر کرنے کے بعد حاصل کئے تھے۔ آپ ہر اس خاص و عام کا جو پریشان حال ہوتا اور آپ سے رجوع کرتا تھا اس کی ان مقدس نقشوں کے

ذریعہ دادرسی کرتے تھے جناب صوفی اشرف علی صاحب کے گھرانے والے حنفی العقیدہ مسلمان ہیں ان کے گھرانے کی ہر عورت چوڑی، رنگین کپڑے اور کسی قسم کی خوشی وغیرہ ایام عزا یعنی محرم الحرام میں نہیں کرتے تھے۔ ۱۰ محرم کو ان کے گھر میں چولھا نہیں جلتا تھا۔ ۱۳ رجب کو یوم ولادت جناب امیر علیہ السلام کی خوشی منائی جاتی نئے کپڑے پہنے جاتے تھے ان کے خاندان کے فرد جناب صوفی عشرت علی صاحب بھی یہی سب کچھ کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے بزرگوں کو کرتے دیکھا تھا آپ بڑے محب اہلبیتؑ ہیں ایران۔ عراق۔ شام وغیرہ کی زیارت پہلے کر نے گئے پھر اس کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کی۔ آپ کا کہنا ہے کہ ان نقشوں کو میں پاکستان میں ۳۰ سال سے برابر بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کر رہا ہوں اور ۶۰ سال پہلے میرے دادا اس سے لوگوں کو فیض روحانی عطا کرتے رہے۔

صوفی صاحب سے جب میری ملاقات ہوئی تو جناب نے کہا کہ آپ ان نقشوں کو اپنی کتاب "علیؑ علیؑ" میں لکھکر تمام لوگوں کو بخش دیجئے کیونکہ میرا آخری وقت ہے اور میری کوئی اولاد نہیں ہے جس کو میں یہ بیش بہا خزینہ عطا کروں۔ ان نقشوں سے تمام مومنین حضرات یا علیؑ مدد کہہ کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صوفی عشرت علی صاحب 13/2/41 D جیکب لائن کراچی میں مقیم ہیں ان سے مزید معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

نقش لکھنے اور استعمال کرنے کا طریقہ

باوضو جانماز پر بیٹھکر ایک سو دس مرتبہ یا علیؑ ادرکنی کہکر عقیدت کے ساتھ محمدؐ اور انکی آل پاک پر درود و سلام پڑھ کر زعفران کو عرق گلاب میں گھول کر پھر حسب ضرورت صاف اور پاک کاغذ پر نقش

لکھ کر بتائے ہوئے طریقہ پر استعمال کیجئے انشاءاللہ آپ کی ہر نیک اور جائز خواہش مولا علیؑ پورا کریں گے۔

نقش اوّل

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے "علیؑ" کے اعداد ۱۱۰ کی نسبت سے

نقش کی خاصیت اور فوائد

۲۷	۳۰	۳۳	۲۰
۳۲	۲۱	۲۶	۳۱
۲۲	۳۵	۲۸	۲۵
۲۹	۱۴	۲۳	۳۴

(۱) ہر کام میں بفضل خدا کامیابی ہوگی۔
(۲) مشکل آسان ہوگی۔
(۳) دشمن زیر ہوگا مفلسی تونگری میں بدل جائے گی۔
(۴) مسافرت میں ہو تو گھر خیریت سے واپس آئے گا۔
(۵) اگر جسم میں سوجن یا ورم ہو تو ۱۱۰ مرتبہ یا علیؑ یا علیؑ کہہ کر اس کے اوپر دم کر دیجئے۔ انشاءاللہ آرام ہو جائے گا۔ اس نقش کو موم جامہ کر کے بازو یا گلے میں پہنے۔

نقش دوم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت جناب کی ولادت سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد!

۸۶/۱۱۰

۲۰	۲۳	۵۴	۱۳
۵۳	۱۴	۱۹	۲۴
۱۵	۵۶	۲۱	۱۸
۲۲	۱۷	۱۶	۵۵

(۱) اگر حاملہ عورت کو زعفران سے لکھ کر اس کا پانی پلا دیا جائے تو نیک اور صالح اولاد ہوگی اور وقت تولید آسانی ہوگی۔
(۲) اگر شادی کی خواہش ہو تو اس نقش کو

لکھ کر اپنے پاس رکھے تو نیک خوبصورت عورت ملے گی۔
(۳) کاروبار میں ترقی اور گھر میں خیر و برکت ہوگی اگر اس کو لکھ کر گھر اور دوکان میں لگائیں۔ (۴) اس نقش کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی شخص عقیدت کے ساتھ با وضو ایک سو دس مرتبہ صاف و پاک کاغذ پر زعفران سے لکھ کر آٹے کی ایک سو دس گولیاں بنائے اور محمدؐ و آل محمد علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتے ہوئے اس کو دریا میں ڈال دے یہ عمل ۲۱ دن تک کرے انشاءاللہ ۲۱ دن کے اندر اس کو مولا علیؑ کی زیارت نصیب ہوگی۔ دوران عمل جھوٹ بولنے اور برائی کرنے سے پرہیز کرے۔

نقش سوم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد کی مناسبت جناب کی وفات اور شب معراج سے

نقش کی خاصیت اور فوائد

۸۶/۱۱۰

۲۸	۲۷	۳۴	۲۱
۳۳	۲۲	۲۷	۲۸
۲۳	۳۶	۲۵	۲۶
۲۶	۲۵	۲۵	۳۵

۔ اس نقش کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے والے کی جان و مال کی حفاظت بفضل خدا ہوگی وہ تمام آفات و ناگہانی مصیبت سے بچا رہے گا۔ (۲) مرنے والے کی قبر میں لکھ کر اس نقش کو رکھ دیا جائے تو مرنے والا عذاب قبر سے نجات پائے گا (۳) زراعت کی ترقی کے لئے اس نقش کو لکھ کر اس کا پانی کھیت میں ڈال دے۔ انشاءاللہ فصل بہت اچھی ہوگی اور اس کی حفاظت اللہ پاک خود کرے گا (۴) وقت مرگ اس نقش کو دھو کر اس کا پانی مرنے کے منہ میں ڈال دے اللہ تعالےٰ اس بندے کو اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

نقش چہارم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت پنجتن پاک - بارہ امام اور چودہ معصومین علیہم السلام سے

۷۸۶
۱۱۰

۱۴	۱۲	۷۹	۵
۷۹	۵	۱۴	۱۲
۵	۷۹	۱۲	۱۴
۱۲	۱۴	۵	۷۹

نقش کی خصوصیت اور فوائد

(۱) اس نقش کو لکھ کر پاس رکھنے والے شخص سے اس کا حاکم یا افسر نرمی اختیار کرے گا (۲) زبان بندی کے لئے بہت مفید ہے جائز شکل میں - (۳) مقدمہ میں کامیابی ہوگی بشرطیکہ حق پر ہو - (۴) مریض کو پانی میں دھو کر پلائیں بہت اکسیر ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص لاپتہ ہو جائے اور ڈھونڈنے کے باوجود اس کا پتہ نہ چلتا ہو تو اس نقش کو لکھ کر اور نقش کے نیچے اس شخص کا نام لکھ کر جس کو بلانا مقصود ہے الٹا کر کے پیڑ میں یا حالت مجبوری کسی پیڑ میں باندھ دو انشاءاللہ وہ شخص ضرور آجائے گا۔

نقش پنجم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علی کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت شہادت عظیمہ عالی مقام سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد!

۷۸۶
۱۱۰

۳۰	۲۰	۵۰	۱۰
۵۰	۱۰	۳۰	۲۰
۱۰	۵۰	۲۰	۳۰
۲۰	۳۰	۱۰	۵۰

(۱) اس نقش کو عصر و مغرب کے درمیان لکھ کر پھر اس کے نیچے حضرت عباس علمبردار کا نام (یا عباس المدد) لکھ کر شربت یا دودھ

میں گھول کر بچوں کو پلا دیا جائے تو بارش اگر نہیں ہوتی ہوگی تو اللہ پاک کے حکم سے بارش ہونے لگے گی۔

(۲) اگر بچے بہت روتے ہوں تو اس نقش اعظم کو لکھ کر پھر اس کے نیچے حضرت علی اصغر علیہ السلام کا نام لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دو انشاءاللہ بچے کا رونا بند ہو جائے گا۔

نقش ششم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت جناب کی ولادت اور شب معراج سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد

۷۸۶
۱۱۰

۲۶	۲۱	۵۰	۱۳
۵۰	۱۳	۲۶	۲۱
۱۳	۵۰	۲۱	۲۶
۲۱	۲۶	۱۳	۵۰

(۱) اگر عورت شروع چاند سے تین دن برابر اس نقش کو پانی یا دودھ میں گھول کر پلا دیا جائے تو اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک اور صالح ہوگی (۲) نافرمان بیوی نافرمان بچہ۔ نوکر یا غلام کو دھو کر پلانے سے وفادار اور فرماں بردار ہوگا (۳) اگر کوئی چیز چوری ہو گئی ہو یا کھو گئی ہو تو اس نقش کو لکھ کر سرہانے رکھ کر سو جائے انشاءاللہ خواب میں حال معلوم ہو جائے گا۔ (۴) بیمار کو تین دن پلانے سے اللہ کے حکم سے شفا ہوگی۔

نقش ہفتم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ سے مناسبت اللہ پاک کے نام سے!

نقش کے فوائد اور خاصیت

(۱) اگر آسیب زدہ ہو تو اس نقش کو کپڑے کے اوپر لکھ کر اس کی دھونی آسیب زدہ کو دی جائے

انشاءاللہ شفا پائے گا۔

(۲) مرض مرگی یا غشی آنے والے یا سوکھے کی بیماری والے کو اوپر بتائے ہوئے طریقہ سے لکھکر گلاب کے پانی میں دھو کر پلائے تو انشاءاللہ شفا پائے گا۔

(۳) عورت گائے اور بکری کا دودھ کم ہو تو اس کو اسی طرح لکھ کر پانی میں دھو کر پلانے سے دودھ کی کمی دور ہو جائے گی اور خداوند کریم کے حکم سے کافی دودھ ہوگا۔

۷۸۶/۱۱۰

۱۷	۲۰	۶۴	۹
۶۳	۱۰	۱۶	۲۱
۱۱	۶۶	۱۸	۱۵
۱۹	۱۴	۱۲	۶۵

نقش ہشتم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علیؑ کے اعداد ۱۱۰ سے مناسبت رسول خدا احمد مصطفیٰؐ کے نام سے

نقش کی خصوصیت اور فوائد

(۱) صبح کی نماز پڑھنے کے بعد پہلے ۹۲ مرتبہ یا اللہ کہے پھر یا رسول اللہؐ کہے پھر یا علیؑ کہے اور اس نقش کو بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق لکھے۔ پھر ظہر اور عصر کی نماز کے پڑھنے کے بعد بارہ مرتبہ یا اللہ یا رسول اللہ یا علیؑ کہہ کر اس نقش کو اپنے پاس رکھے تو اللہ کے حکم سے عزت پائے گا۔ دشمن زیر ہوں گے مرتبہ عطا ہوگا۔

۷۸۶/۱۱۰

۴	۳	۸۱	۱۲
۸۰	۱۴	۳	۴
۱۴	۸۳	۱	۲
۲	۱	۱۵	۸۲

نقش نہم

حضرت علی علیہ السلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت جناب کی وفات سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد

۷۸۶/۱۱۰

۲۸	۳۱	۳۰	۲۱
۲۹	۱۲	۲۷	۳۲
۲۳	۳۲	۲۹	۲۶
۳۰	۲۵	۲۴	۳۱

(۱) اس نقش کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جس کے پاس ہوگا وہ شخص گناہوں سے باز رہے گا اور خیالات بد سے محفوظ رہے گا نیک اور صالح خیالات اس کے ذہن میں پرورش پائیں گے۔ (۲) ۲۱ دن تک روزانہ لکھ کر آٹے کی گولی بنا کر دریا یا سمندر میں ڈالے تو جو مراد رکھتا ہوگا وہ پوری ہوگی۔ غیب سے روزی پائے گا۔ (۳) نقش کو دودھ یا پانی میں دھو کر پلانے سے بچے پڑھنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ذہن پڑھائی کی طرف لگنے لگتا ہے اور بچہ عالم بنتا ہے۔

نقش دہم

حضرت علی علیہ السلام کے نام علی کے اعداد کی مناسبت پنجتن پاک سے!

۷۸۶/۱۱۰

۱۲	۱۵	۷۸	۵
۷۷	۶	۱۱	۱۶
۷	۸۰	۱۳	۱۰
۱۴	۹	۸	۷۹

نقش کے خواص اور فوائد

(۱) جو کوئی شخص فقر فاقہ سے رنجیدہ ہو گھر میں لکھ کر کسی جگہ لگا دے انشاءاللہ پریشانی سے نجات پائے گا۔ (۲) کاروبار کی جگہ پر رکھنے سے برکت ہوگی مفلسی دور ہوگی تونگری آئے گی روزی میں برکت ہوگی۔

اگر لکھ کر پاس رکھے تو ہر بلا و ناگہانی سے محفوظ رہے گا (۵) قرضدار ہو تو قرضہ سے نجات ملے گی (۶) دشمن زیر ہوں گے (۷) حاکم مہربان ہوگا۔

نقش نمبر ۱۱

حضرت علی علیہ السّلام کے نام "علی" کے اعداد کی مناسبت بارہ امام سے

نقش کے خواص اور فوائد ہے

۷۸۶
۱۱۰

۲۷	۳۰	۴۱	۱۲
۴۰	۱۳	۲۶	۳۱
۱۴	۴۳	۲۸	۲۵
۲۹	۲۴	۱۵	۴۲

(۱) یہ نقش ہر مرض میں اکسیر اعظم ہے اور ہر مصیبت میں مشکل کشائی کرتا ہے۔
(۲) چاندی پر کندہ کر کے پاس رکھے تو دشمن پر فتح پائے گا۔ حاکم مہربان ہوں گے۔ ہر آفات سے محفوظ رہے گا۔ خلق میں عزت اور وقار حاصل ہوگا۔
(۳) مشکلات و پریشانیاں دور ہوں گی۔
(۴) نور خدا سے پر نور ہوگا۔ ہر شخص کو چاندی پر لکھوا کر اس نقش کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

نقش نمبر ۱۲

حضرت علی علیہ السّلام کے نام "علی" کے اعداد ۱۱۰ کی مناسبت چہاردہ معصومینؑ سے!

نقش کی خاصیت اور فوائد ہے:۔ (۱) اس نقش کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو سفر میں ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہے گا۔

(۲) سوتے میں ڈر لگتا ہو تو ڈر جاتا رہے گا۔
(۳) ظالم کے ظلم، بلا ناگہانی اور طوفان سے محفوظ رہے گا۔
(۴) اگر کوئی شخص دماغی توازن اور کسی اثر میں مبتلا ہو تو اس نقش کو پانی میں دھو کر پلانے سے اللہ پاک شفا دے گا اور اپنا فضل کرے گا۔!!!

۷۸۶
۱۱۰

۴۴	۴۷	۵	۱۴
۴	۱۵	۴۳	۴۸
۱۶	۷	۴۵	۴۲
۴۶	۴	۱۷	۶

موت کے علاوہ تمام بیماریوں کا نام علی سے علاج

بحوالہ کتاب "آپ کا کیا حال ہے" از عبدالکریم مشتاق۔ اس کتاب میں جناب عبدالکریم مشتاق صاحب نے ایک عظیم نسخہ تحریر کیا ہے جس کو میں مسلمانان عالم کے فائدے کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔

ھوالشافی

باطہارت و اعتقاد کے ساتھ لاہوری نمک کی چٹکی لیجئے مصفا برتن میں رکھئے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھئے پھر گیارہ مرتبہ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ پڑھئے اور پھر ۱۱۰ مرتبہ یا علیؑ پڑھئے اور پھر گیارہ مرتبہ درود اللّٰھم صلّ علیٰ محمد آل محمد پڑھ کر اس نمک پر دم کر دیجئے پھر مریض کو کھلا دیجئے۔ موت کے علاوہ تمام امراض کا علاج ہے۔ انشاء اللہ مشکل کشائے عالم کے نام کی قوت کا زندہ ثبوت فراہم ہوگا۔ یہ عمل گیارہ دن تک برابر کرنا ہے۔

مناجات زعفر جن رحمتہ اللہ علیہ

یہ ایک مخصوص اور کامیاب مُناجات ہے جس کو حضرت زعفر جن رحمتہ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے اگر پریشان حال اس مناجات کو پڑھے انشاء اللہ اس کی پریشانی دور ہوگی اور مرادِ مولائے کائنات کے دربار سے پوری ہوگی۔

ترکیب عمل

۱۲۵ ۔ دفعہ اس مناجات کو رات کے ڈیڑھ بجے کے بعد تین روز تک ایک وقت اور ایک وقت اور ایک مقام پر تنہائی اور نیک ارادے کے ساتھ اول وآخر ۱۱ مرتبہ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود پڑھ کر شروع کرے۔ انشاء اللہ کامیابی ہی کامیابی ہے۔

مناجات

یَا وَالِیُنَا یَا وَلِیَ اللّٰہ اَغِثْنِیْ
یَا قُرَّۃَ عَیْنِ اَسَدِ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ
قَدْ جِئْتُ اِلٰی بَابِکَ لِلّٰہِ اَغِثْنِیْ
اِرْحَمْ لِنَبِیٍّ لِیَدِ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ
مَنْ کَانَ سِوَاکَ مِلْکَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاس
لَا وَالِیُنَا غَیْرُکَ یَا حَضْرَتِ عَبَّاس

دشمن کو فنا کرنے کا کامیاب عمل!

یہ بڑا کامیاب عمل ہے۔ جس کو سرکار صدر العلماء عامل روحانی علامہ سید محمد ذکی الاجتہادی صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا اور مجھ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ میں اس کو اپنی کتاب میں شائع کر کے مومنین حضرات کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں۔ یہ آپ کے گھرانے کا موروثی عمل ہے جس سے آپ کے آباؤ اجداد مختلف موقع پر فائدہ غیبی اٹھا چکے ہیں۔

عمل کی شرط:۔ اس عمل کو شروع کرنے سے پہلے آپ کو ایمانداری سے یہ طے کرنا ہوگا کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کا دشمن ناحق۔ کوئی کوشش میل ملاپ کی نہیں ہے ہر ترکیب صلح صفائی کی بے کار ہو گئی ہے۔ دشمن نے عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اس وقت اس عمل کو کرنا چاہیئے۔

ترکیب عمل:۔ باوضو بارہ ۱۲ اور ایک بجے دن کے دوران دھوپ کے اندر ایک نیا چاقو سیدھے ہاتھ میں لے کر ایک سفید کاغذ پر دشمن کی شکل تصویر کر کے اول وآخر ۱۱ مرتبہ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجکر مصرعہ ثانی پر جب زن کا لفظ آئے تو چاقو کو تصویر کی کمر کے مقام پر (کاغذ پر) مارے یہ عمل دس دن تک ہر روز ۱۱۰ مرتبہ کرے۔ (۱۱۱ مرتبہ یہ شعر پڑھے۔)

دعائے عمل

ضربے کہ زدی بر کمر مرّہ بن قیس یا صاحب اسرارؑ
یکبار دگر بر کمر دشمن من "زن"، یا حیدر کرارؑ

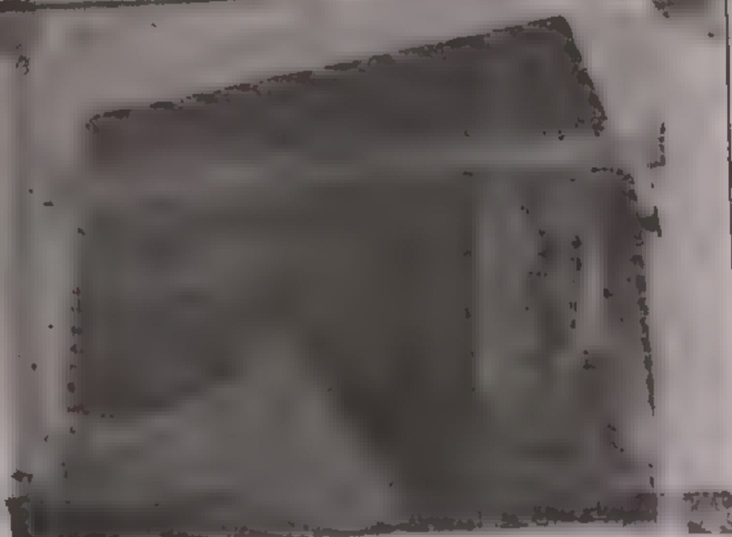

جائے ولادت مولائے کائنات (خانہ کعبہ)

مسجد کوفہ (مقامِ ضربت)

حضرت علیؑ کی زندگی کا نصب العین

"اُن کے افکار، گفتار اور کردار میں سلام ہی اسلام نظر آتا ہے"

(علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی)

آج اس وسیع کائنات عقل و آگہی کو مطمئن کرنے کے لئے ہمیں تحریک اسلام کی منزل بہ منزل رہبری کا از سر نو مطالعہ کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ اسلام جو اللہ کی نگاہ میں "دین محبوب" اور "دین مصطفےٰ" تھا جس کی بنیاد عدل عالمگیر اور تقویٰ پر تھی وہ کیوں بے نقاط اصلیہ سے دور اور "حدود اللہ" سے متجاوز دکھائی دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کی افادیت اور تاثیر ختم ہو گئی اور اس کے ثمرات شیریں اور نتائج خوشگوار سے

علامہ مفتی سید نصیر الاجتہادی

اُمّتِ مرحومہ محروم ہو گئی اور وہ قوم جو کہ "لمن الملک" (کس کا ملک ہے) بجا رہی تھی اب صدائے "من مالکی" (میرا کونسا ملک ہے) بلند کئے ہوئے ہے۔ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کا تاج ہماری ٹھوکر میں ہے اب تباہ کار سلطنتوں کا سر پُر غرور کس کے قدموں پہ ہے وہ جو آب سے خراج لیتے تھے تباہ "کس کا فر قوم نے قرضہ نہیں لیتے" وہ جو قیصر کو کلب کہتے تھے اب تباہ شیر یاور کے آگے دم نہیں ہلاتے۔ کہاں گیا وہ طنطنہ کہاں گیا وہ بم بم، کہاں گئی وہ حرکت سر پُر غرور، کہاں گئی وہ سطوت کج کلہی؟ تو فوراً تہی دامان عقل اور محرومانِ علم چیخ اٹھیں گے کہ ہم میں وہ اسلام نہیں۔ وہ اسلاف کی عظمتیں نہیں

نہیں رہیں تو کیا مروان، عبدالملک، ولید، یزید، ہارون و مامون اسلام کے مجسمے تھے؟ یہ ملوکیت کی پیداوار یہ خانہ کعبہ کو جلانے والے، مدینے کی حرمت تباہ کرنے والے، قرآن پر تیر برسانے والے قرونِ اولیٰ کے مسلمان نہ تھے مسلمانوں کے سامنے سے نہ سمجھے جاتے تھے۔ فتوحات ان کے دور میں نہ ہوا ہری تھیں۔ پھر ان کا وہ کونسا زہد، تقویٰ للہیت اور اخلاص تھا جس نے ان کو فتوحات حاصل کیں اور اللہ کی نعمتوں کی گھٹائیں ان پر جھوم جھوم کر آئیں اور ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں تو کیا یہ ان کی خوش حالی، فتوحات اور کامیابیاں اس لئے تھیں کہ وہ اللہ کے محبوب بندے اور نیکو کار مسلمان تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر اس جاہلانہ نعرہ کا مسلسل ادعا کہ ہماری ماضی میں شہرت و عظمت، فتح کامرانی ہمارے مذہب کی حقانیت اور عقیدہ کی صداقت کی وجہ سے، کس قدر غلط بات اور غلط اصرار ہے۔ مگر اس تاریک اور مہیب اندھیرے میں ایک چراغ روشن انسانیت کے افقِ اعلیٰ پر جلوہ فگن تھا اس میں نہ مسلم عصبیت تھی نہ قبیلوی نہ عربی وہ حق و انصاف عدل و داد، صدق و اخلاص، تقویٰ اور ورع، دین و شرع پر ہر بات کرتا وہ نام کے مسلمانوں کی چہار دیواری میں ٹھہرے ہوئے چراغ کی طرح نہ تھا بلکہ ارض و سماء کی وسعتوں پر چھائے ہوئے آفتاب کی طرح تھا وہ فیض و افادیت کا دجلہ نہ تھا جو صرف ایک سرزمین کو سیراب کرتا ہے وہ ساقیٔ کوثر تھا۔ جس کا فیض مذہب و ملت سے حد بندیوں سے بلند ہر تشنہ لب کے لئے حاضر تھا۔ اس کی ذات نے ذکر و فکر کے جو چراغ جلائے آج بھی کائنات اس سے روشن ہے۔ اس کو دیکھو اس کو سمجھو اس کو پڑھو اور اس کے راستے پر چلو کہ اسی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے اسی میں اسلام کی حیات ہے۔ اسی نبیٔ مذہب کی وسعتیں جو اقوام ملل سے آگے بنی آدم کے تخیل میں ڈھلتی ہیں یہی وہ ہے جو عوام اور حکومت کے درمیان اس پل صراط کو عبور کرنا سکھاتا ہے جس پر چلنے سے بڑے بڑے مند بادیوں کے پاؤں کٹ گئے۔ آؤ کچھ دیر کے لئے ہم اس پرفریب دنیا سے نکل کر اس حقیقت پسند شخصیت کے سامنے کھڑے ہوں جس کے ایک ہاتھ میں عدل کی ترازو

ہے اور دوسرے ہاتھ میں تقویٰ کا سورج اور تمام عالم اسلامی اس کے زیر سایہ اطمینان کی سانس لے رہا ہے۔ جو اس نے کہا اس کو دیکھو پھر کہنے والے کو دیکھو کیا تم نے آزادی پر اس سے بہتر جملہ سنا ہے۔ ”اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا تو تم لوگوں کے غلام کیوں بنتے ہو؟“ اور عوام کے احترام کے بارے میں یہ حقیقت پسندانہ قول دیکھا کہ ”اور تم وہ راستہ اختیار کرو جسے عوام کی اکثریت پسند کرتی ہو کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی ناراضگی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور اگر عوام ناراض ہوں تو خواص کی ناراضگی کوئی وقعت نہیں رکھتی ہے یہ خواص و مصاحبین حاکم کے اچھے حالات میں اپنی فرمائشوں اور تقاضوں کی وجہ سے اس بے چارے پر بار گراں بنے رہتے ہیں اور جب حاکم کے حالات خراب ہوں تو فوراً کھسک جاتے ہیں حاکم کے انصاف پر برہم ہوتے ہیں مانگتے ہیں تو چپچڑ ہو جاتے ہیں عطا پر شکر نہیں کرتے نہ ملنے پر عذر نہیں سنتے اور یاد رکھو کہ دین کا ستون مسلمانوں کی طاقت یہی عوام ہوتے ہیں۔

اور کیا آپ نے راعی کے رعایا سے رابطے پر اس سے بہتر کوئی مقولہ دیکھا ہے کہ ”رعایا کے دل حکمرانوں کے خزانے ہوتے ہیں“۔ اب اس خزانے میں حکمران عدل کے سکے رکھیں یا ظلم کے پتھر، جو رکھیں گے وہی پائیں گے۔

اور یہ ارشاد کہ اگر حکومت سے حق کا قیام اور باطل کا انہدام مقصود نہ ہو تو یہ پاپوش سے بھی کمتر ہے اور یہ فرمان کہ حکومت کا مطلب یہ نہیں کہ مال جمع کرو اور کسی سے اپنا کینہ نکالو۔ حکومت کا مقصد صرف یہ ہے کہ باطل مردہ اور حق زندہ ہو۔ اور یہ کہ ذلیل میری نظر میں عزت والا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دے دوں اور عزت والا کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کر لوں۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شخصیت

اخلاق و کردار کا نادر نمونہ اور عظمت و بزرگی کا دلکش مرقع ہے!

علامہ طالب جوہری

امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت اخلاق و کردار کا وہ نادر نمونہ اور عظمت اور بزرگی کا وہ دلکش مرقع ہے کہ ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

اسی لئے بولنے والوں کی زبانیں اور لکھنے والوں کے قلم آپ کی مدح و ثنا کے حق ادا کرنے سے قاصر اور آپ کی عظمت و منزلت بیان کرنے سے عاجز ہیں یہ وہ منزل ہے جہاں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ؎

ناقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے

علامہ طالب جوہری

یہ شرف و کمال، یہ عزت و بزرگی یہ جاہ و جلال، یہ حسن و جمال، یہ کردار کی بلندی، یہ اخلاق کی خوبیاں آخر ایک شخصیت میں کیسے جمع ہو گئیں۔

یہ کیونکر ہوا کہ ایک ہی شخص بیک وقت رجلٌ کرار غیر فرار کی منزل پر بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ باب مدینۃ العلم کا درجہ بھی رکھتا ہو۔ میدان میں علم بدوش اور تیغ بکف ہو اور منبر پر حکمت بزباں۔ وہ عالم ہو مگر باعمل شجاع ہو مگر عادل، حاکم ہو مگر درجۂ عبدیت کی ذمہ داریوں سے آگاہ!

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی اس فضیلت و عظمت کا سراغ لگانے کے لئے ہم کسی اور طرف نظر کرنے کے بجائے خود آپ ہی کے اقوال خطبات پر توجہ کریں تو ہمیں یہ معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے اپنی عظمت کا راز تربیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے حقیقت امر یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ذات گرامی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق عظیم کی اس معراج پر فائز کیا جہاں یہ حکم ہوا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب جس نے سراج منیر سے جتنا کسب نور کیا اس کی شخصیت اسی قدر روشن اور منور ہو گئی۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام بوجہ اس قرابت فطری کے جو آپ کو اللہ کے رسول سے تھی تربیت رسول کی نعمت سے فیضیاب ہونے کے سب سے زیادہ اہل تھے چنانچہ نہج البلاغۃ کے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا اور نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انھیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے جاتا تھا اور میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال غار حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے۔ اور وہاں میرے علاوہ انھیں کوئی اور نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہ کے علاوہ

کسی گھر میں اسلام نہ تھا اور میں ان کا تیسرا تھا۔ میں وحی و رسالتؐ کا نور دیکھتا تھا اور نبوتؐ کی خوشبو سونگھتا تھا۔

وحی و رسالت کے نور اور نبوت کی خوشبو کا مرکز اور منبع وہ ذاتِ قدسی صفات بھی جو اوّل مخلوق اور آخر مبعوث ہے جس نے باطل کی آگ میں حق کے پھول کھلائے۔ شرک کے سمندر میں توحید کا راستہ بنایا اور سسکتی دم توڑتی اخلاقی قدروں کو اپنے عمل سے جلایا، وہ اللہ کا محبوب اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔ ؎

پروانہ بھی چراغ بھی خوشبو بھی پھول بھی
بندہ بھی ہے خدا کا خدا کا رسولؐ بھی

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جہاں عبد اور معبود کے درمیان صرف ایک کمان کا فصل رہ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔ وہ رسالتؐ اور نبوّت کی اس منزل پر فائز ہے جہاں اس کے بعد کسی نبیؐ یا رسولؐ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ اس کے ذریعہ دین کی تکمیل اور نعمت کا تمام ہو گیا۔ وہ صادق اور امین جس کی صداقت اور امانت کے معترف وہ لوگ بھی ہیں جو اس کی جان کے دشمن تھے اور وہ رحمۃ اللعالمینؐ جس نے اخلاق و کردار کا یہ معیار دنیا کو دیا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔ وہ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا اور اس نے اخلاقِ حسنہ کو ان بلندیوں تک پہنچا دیا جہاں پہنچتے ہوئے تخیل کے پر جلتے تھے وہ ایک ایسا شہرِ علم ہے جہاں اعمالِ صالحہ کی ایک دنیا آباد ہے جگہ جگہ تقویٰ کے پھول کھلے ہیں روش روش محبت کی خوشبو مہک رہی ہے جہاں ہر طرف توحید کا تمدن جلوہ فرما ہے، عدل و انصاف کی حکمرانی ہے۔ یہ ایک ایسا شہرِ علم ہے جو تمدّن کے لئے ایک مثال اور انسانی فلاح کے لئے ایک دلیل ہے رسولؐ کی ذات عالمین کے لئے رحمت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں زندگی اپنی رہنمائی کے لئے اسی ذاتِ مقدس صلعم

کی طرف دیکھے۔ زندگی ایک رنگا رنگ اور متنوع حقیقت ہے اس لئے رسول اللہ کی سیرت میں تنوع اور ہمہ گیری میں ایک ایسی جامعیت ہے جس کی مثال شہر سے دی گئی ہے۔ جس طرح شہر متمدن زندگی کے ارتقا میں سنگِ میل ہے اسی طرح ذاتِ گرامی پیغمبر طالبانِ ہدایت اور داعیانِ شرافت کے لئے ہر دور اور ہر عہد میں رہنمائی کرتی رہے گی۔

عبث در معنی من کنت مولامی روی ہر سو
علیؑ مولا بہ ایں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولا!

مشاہیر اسلام کی نظر میں واقعۂ غدیر یعنی جشن تکمیل دین

مولا علیؑ کی حاکمیت کا اللہ کی طرف سے اعلان

عید غدیر خم وہ مبارک سعید دن ہے جس روز اہل ایمان روحانی مسرتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ شکریہ کی نمازیں ادا کرتے ہیں، دعائیں پڑھتے ہیں، برادر ایمانی گلے سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ غرض ایک ہمہ گیر خوشی سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ یہی وہ دن ہے جس روز دین اسلام کو حضرت اقدس الٰہی نے اپنی خوشنودی و تکمیل کا پروانہ مرحمت کیا ارشاد ہوا۔ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔" یہی وہ ہمایوں دن ہے جس روز آیۃ مذکورہ کے نزول سے قبل رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ نے امت مرحومہ کی نجات کا وہ انتظام

فرمایا جس پر کاربند رہنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا یعنی روز روشن میں سر میدان ہزاروں کے مجمع میں اور بعد نماز ظہر "جحفہ" کے مقام پر غدیر کے میدان میں مرد و زن، جوان و پیر مکی مدنی، مہاجر و انصار، عرب عجم، کالے گورے کے سامنے ارشاد فرمایا۔ **من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ** "حضور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی بھی مولا ہیں۔ اس اہم واقعہ کی مسرت اہل ایمان کو ہونا ہی چاہیئے تھی اور ہوتی ہے۔ یہ حدیث شریف شیعوں کے نزدیک ہی متواتر نہیں بلکہ بین الاسلامی حیثیت سے ثابت ہے مسلمانوں کے ہر فرقے نے اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اہل علم نے ضخیم تصانیف اس موضوع پر اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ کچھ ناواقف لوگ کہتے ہیں یہ حدیث شیعوں کے گھر کی بات ہے اس لئے آیئے دیکھیں اس مبارک حدیث کو کس کس خوش قسمت نے روایت کیا ہے۔

اسامی صحابہ و تابعین رواتِ حدیثِ غدیر

ابن عقدہ کتاب الموالاۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ اسماء اُن حضرات کے ہیں جنہوں نے حدیث غدیر کو روایت کیا۔

(۱) حضرت ابو بکر صدیق رضؓ (۲) حضرت عمر فاروق رضؓ (۳) حضرت عثمان غنی رضؓ (۴) حضرت علی مرتضےٰ (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت زبیر (۷) حضرت عبدالرحمٰن عوف (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص (۹) حضرت عباس بن عبدالمطلب (۱۰) حضرت امام حسن علیہ السلام (۱۱) حضرت امام حسین علیہ السلام (۱۲) حضرت عبداللہ عباس (۱۳) حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۵) حضرت عمار بن یاسر (۱۶) حضرت ابوذر غفاری (۱۷) حضرت سلمان فارسی (۱۸) حضرت سعد زرارہ انصاری (۱۹) حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری (۲۰) حضرت ابو ایوب انصاری (۲۱) حضرت سہیل بن حنیف (۲۲) حضرت عثمان بن حنیف

(۲۳) حضرت خذیفہ بن الیمان (۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر (۲۵) حضرت براء عازب
انصاری (۲۶) حضرت رفاعہ بن رافع انصاری (۲۷) حضرت سمرہ بن جندب
(۲۸) حضرت سلمہ بن الاکوع (۲۹) حضرت زید بن ثابت انصاری (۳۰) حضرت
ابو لیلیٰ انصاری (۳۱) حضرت ابو قدامہ انصاری (۳۲) حضرت سہیل بن سعد
انصاری (۳۳) حضرت عدی بن حاتم طائی (۳۴) حضرت ثابت بن یزید بن ودیعہ
(۳۵) حضرت کعب بن عجرہ انصاری (۳۶) حضرت ابو الہیثم بن تیہان انصاری
بدری (۳۷) حضرت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری (۳۸) حضرت مقداد بن عمر
کندی (۳۹) حضرت عمر بن ابی سلمہ (۴۰) حضرت عبداللہ بن السید مخزومی۔
(۴۱) حضرت عمران بن حصین خزاعی (۴۲) حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی
(۴۳) حضرت ابو سعید خدری۔ (۴۴) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (۴۵) حضرت
جریر بن عبداللہ بجلی (۴۶) حضرت زید بن ارقم انصاری (۴۷) حضرت خذیفہ
بن اسید (۴۸) حضرت عمر بن الحمق (۴۹) حضرت زید بن حارثہ انصاری (۵۰)
حضرت مالک بن الحویرث (۵۱) حضرت ابو سلیمان عاجر بن ثمرہ (۵۲) عبداللہ
بن ثابت انصاری (۵۳) حضرت حبشی بن جنادہ سلولی (۵۴) حضرت ضمیرہ
الاسیدی (۵۵) حضرت عبیداللہ بن عازب انصاری (۵۶) حضرت عمر بن
مرہ (۵۷) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی (۵۸) حضرت زید بن شراحیل
انصاری (۵۹) حضرت عبیداللہ بن بشیر مازنی (۶۰) حضرت نعمان بن عجلان
انصاری (۶۱) حضرت عبدالرحمٰن بن نعیم دیلمی (۶۲) حضرت ابو الحمراء خادم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۶۳) حضرت ابو فضالہ انصاری (۶۴) حضرت عطیہ
بشر مازنی (۶۵) حضرت عامر بن ابی لیلیٰ غفاری (۶۶) حضرت ابو الطفیل عامر
بن واثلہ کنانی (۶۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عبد ربّ انصاری (۶۸) حضرت
حسان بن ثابت انصاری (۶۹) حضرت سعد بن جنادہ عوفی (۷۰) حضرت
عامر بن عمیر عوفی (۷۱) حضرت عبداللہ بن یامیل (۷۲) حضرت حبہ بن جوین عرنی
(۷۳) حضرت عقبہ بن عامر جہنی (۷۴) حضرت ابو ذویب شاعر (۷۵) حضرت ابو شریح
خزاعی (۷۶) حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ (۷۷) حضرت ابو امامہ باہلی۔

(۷۸) حضرت عامر بن حمزہ (۷۹) حضرت جندب سفیان بجلی (۸۰) حضرت اسامہ
بن حارثہ کلبی (۸۱) حضرت حبشی بن حرب (۸۲) حضرت قیس بن ثابت انصاری
(۸۳) حضرت عبدالرحمٰن بن مذبح (۸۴) حضرت حبیب بن بدیل خزاعی (۸۵)
حضرت انس بن مالک انصاری (۸۶) حضرت ابو ہریرہ (۸۷) حضرت جبلہ
بن عمر انصاری (۸۸) حضرت ابو برزہ انصاری (۸۹) حضرت ابو رافع مولیٰ
رسول اللہ (۹۰) حضرت ابو عمرہ بن عمر بن محصن انصاری (۹۱) حضرت ناجیہ
بن عمر خزاعی۔ (۹۲) حضرت یعلیٰ بن مرۃ ثقفی (۹۳) حضرت سعید بن سعد بن
عبادہ انصاری (۹۴) حضرت ابو سریحہ انصاری (۹۵) حضرت فاطمہؑ بنت
رسول اللہؐ (۹۶) ام المومنین حضرت عائشہ (۹۷) ام المومنین حضرت ام سلمہ
(۹۸) حضرت ام ہانی بنت ابی طالب (۹۹) حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب
(۱۰۰) حضرت اسماء بنت عمیس (۱۰۱) حضرت ابو زینب بنت عوف انصاری
رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ثم ذکر ابن عقدۃ ثمانیۃ وعشرین
رجلا من الصحابۃ ولم یذکر اسماءھم
ان کے علاوہ پھر ابن عقدہ نے اٹھائیس صحابیوں کا اور ذکر کیا مجملاً اور ذکر
کیا جن کا نام نہیں لکھا۔

اسامی ائمہ محدثین مخرجین حدیث غدیر

اس حدیث کو بجز بخاری و مسلم و ابو داؤد و واقدی ہر طبقہ کے محدثین
کی جماعت کثیر نے روایت کیا ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔
(۱) محمد بن اسحٰق صاحب السیرۃ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)
(۲) یوسف اسرائیل بن یونس السبیعی (خصائص نسائی صہ ۱۷)
(۳) قاضی شریک بن عبداللہ (خصائص نسائی صہ ۲۷) (۴) محمد بن جعفر مدنی
معروف بہ غندر (ترمذی جلد ۲ صہ ۲۱۳) (۵) وکیع بن الجراح (ابن ماجہ صہ ۱۲)

(۶) عبداللہ بن نمیر ہلالی (مسند امام احمد جلد ۔ صفحہ ۸۴) (۷) عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (مناقب خوارزمی ص ۹۴) (۸) حسین بن مروزی (قول المستحسن ص ۲۰۲) (۹) ابونعیم فضل بن دکین کوفی مستدرک جلد ۳ ص ۱۱۱) (۱۰) عفان بن مسلم صفار (خواص الامہ ص ۱۸) (۱۱) سعید بن منصور خراسانی (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۷) (۱۲) علی بن حکیم الاودی (قول المستحسن صفحہ ۲۰۴) (۱۳) علی بن محمد طنافسی (ابن ماجہ ص ۱۲) (۱۴) عبد بن محمد بن ابی شیبہ العبسی (قول المستحسن ص ۲۰۲) (۱۵) عبیداللہ بن عمر قواریری (قول المستحسن ص ۲۰۵) (۱۶) اسحاق بن ابراہیم حنظلی معروف بہ بن راہویہ (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۶) (۱۷) عثمان بن محمد بن ابی الحسن بن ابی شیبہ۔ (قول المستحسن ص ۲۰۲) (۱۸) قتیبہ بن سعید ثقفی (خصائص نسائی ص ۷) (۱۹) امام احمد بن حنبل (مسند جلد ۱ ص ۸۴) (۲۰) ہارون بن عبداللہ ابوموسیٰ الحمال (قول المستحسن ص ۲۰۳) (۲۱) محمد بن بشار عبدی (ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۵) (۲۲) ابوموسیٰ بن محمد المثنیٰ عنزی (نسائی ص ۷) (۲۳) اسمٰعیل بن عبداللہ اصفہانی الملقب بسمویہ بن محمد المثنیٰ (قول المستحسن ص ۲۰۳) (۲۴) محمد بن یحییٰ ذہلی (نسائی ص ۷) (۲۵) محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی صاحب سنن (ابن ماجہ ص ۱۲) (۲۶) ابن ابی قتیبہ عبداللہ بن مسلم دینوری (کتاب الامامہ والسیاستہ جلد ۲ ص ۹۳) (۲۷) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی صاحب السنن (ترمذی) شریف جلد ۲ ص ۲۱۲) (۲۸) ابن ابی عاصم احمد بن عمر شیبانی (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۷) (۲۹) ذکریا ابن یحییٰ السجزی الخیاط (النسائی ص ۲۹ (۳۰) عبداللہ بن امام احمد بن حنبل (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۴) (۳۱) احمد بن عمر ابن عبدالخالق البزار (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۴) (۳۲) محمد بن شعیب نسائی صاحب السنن (خصائص نسائی ص ۲۹) (۳۳) حسن بن سفیان (مناقب خوارزمی ص ۱۲) (۳۴) محمد بن جریر طبری (کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۰) (۳۵) ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۹) (۳۶) محمد بن علی حسین بن بشر ابوعبداللہ الزاہد الحکیم (ترمذی) قول المستحسن ص ۲۰۵) (۳۷) احمد بن محمد

طحاوی (قول المستحسن ص ۲۰۲) (۳۸) ابوعمر احمد بن محمد بن عبد ربہ القرطبی (عقد الفرید جلد ۳ ص ۴۲) (۳۹) حسین بن اسمٰعیل المحاملی (کنز العمال) جلد ۶ ص ۱۵۳ (۴۰) ابوالعباس محمد بن محمد معروف بہ ابن عقدہ (قول المستحسن ص ۲۱۱) (۴۱) دعلج بن احمد السجزی (مستدرک جلد ۳ ص ۱۰۹) (۴۲) محمد بن حبان بستی (قول المستحسن ص ۳۰) (۴۳) سلیمان بن احمد طبرانی (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴) (۴۴) احمد بن جعفر القطیعی (مستدرک جلد ۳ ص ۱۱۹) (۴۵) علی بن عمر دارقطنی (قول المستحسن ص ۲۰۶) (۴۶) محمد بن عبدالرحمٰن المتخلص الذہبی (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۹) (۴۷) ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک مستدرک ص ۱۰۹) (۴۸) احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی (نزل الابرار ص ۲۰) (۴۹) ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴) (۵۰) ابن السمان اسمٰعیل بن علی زنجویہ رازی (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۷۰) (۵۱) احمد بن حسین بیہقی (مناقب خوارزمی ص ۱۲۰) (۵۲) ابن عبد البر یوسف بن عبداللہ نمیری قرطبی (استیعاب جلد ۲ ص ۲۵۳) (۵۳) احمد بن علی المعروف بہ خطیب بغدادی (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴) (۵۴) ابوالحسن علی احمد واحدی (مطالب السئول ص ۱۶) (۵۵) احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (خواص الامہ ص ۱۹) (۵۶) علی بن محمد جلالی معروف ابن المغازلی۔ (ینابیع المودۃ ص ۳۲) (۵۷) علی بن الحسن بن الحسین حنفی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۴) (۵۸) ابومنصور شہردار بن شیرویہ دیلمی (مناقب خوارزمی ص ۸) (۵۹) احمد بن محمد عاصمی (زین الفتیٰ قلمی) (۶۰) ابوالموید بن موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم مکی (مناقب خوارزمی ص ۸) (۶۱) علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر (معارج المصطفیٰ ص ۱۵) (۶۲) ابوالسعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (جامع الاصول جلد ۲ ص ۱۱۸) (۶۳) ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۸) (۶۴) محمد بن عبدالواحد مقدسی حنبلی (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲) (۶۵) محمد بن طلحہ نصیبی شافعی (مطالب السئول ص ۱۶) (۶۶) ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی (تذکرہ خواص الامہ ص ۱۷) (۶۷) محمد بن یوسف گنجی

شافعی کفایۃ الطالب قلمی۔) (۶۸) ابو جعفر محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (ریاض جلد ۲ ص ۱۶۹) (۶۹) ابراہیم بن محمد حموینی (ینابیع المودۃ ص ۱۲) (۷۰) شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ذہبی (تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۲۵) (۷۱) نظام المرح نیشاپوری صاحب تفسیر (روائح المصطفیٰ ص ۱۲) (۷۲) ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۱) (۷۳) محمد بن یوسف زرندی (ینابیع المودۃ ص ۳۷) (۷۴) عبداللہ بن اسعد یمنی شافعی (مراۃ الجنان جلد ۱ ص ۱۱) (۷۵) اسمعیل بن عمر دمشقی معروف بن کثیر صاحب تاریخ (قول المستحسن ص ۲۱۳) (۷۶) علی بن شہاب الہمدانی (مودۃ القربیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ ص ۲۴۹) (۷۷) محمد بن محمد معروف خواجہ پارسا (افضل الخطاب قلمی باب ۶۵ ینابیع المودۃ قلمی ملخص افضل الخطاب) (۷۸) محمد بن محمد شمس الدین جزری صاحب حصن حصین (قول المستحسن ص ۲۱۳) (۷۹) احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۷) (۸۰) نور الدین علی بن محمد معروف بہ ابن الصباغ مالکی (فصول المہمہ ص ۱۱۹) (۸۱) محمد بن احمد عینی حنفی شارح بخاری (عمدۃ القاری معروف بہ عینی جلد ۷ ص ۶۳۴) (۸۲) حسین بن معین الدین یزدی میبذی (فواتح قلمی) (۸۳) نور الدین علی بن عبداللہ سمہودی شافعی صاحب جواہر العقدین (ینابیع المودہ ص ۳۶) (۸۴) عبدالرحمٰن بن ابی بکر معروف بہ جلال الدین سیوطی (جامع صغیر جلد ۲ ص ۵۶ و جمع الجوامع و تاریخ الخلفاء وغیرہ) (۸۵) عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بہ جمال الدین محدث (اربعین و روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۳۳۵) (۸۶) احمد بن محمد معروف بہ ابن حجر ہیتمی مکی (صواعق محرقہ ص ۸۸) (۸۷) علی متقی بن حسام الدین (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۹) (۸۸) شیخ محمد صالح کشفی (مناقب مرتضوی ص ۶۷) (۸۹) ملا علی قاری ہروی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۹) (۹۰) محمد بن عبدالرؤف مناوی (کنوز الحقائق مشمولہ ینابیع المودۃ ص ۱۸۱ و فیض القدیر جلد ۲ ص ۲۲۴)۔ (۹۱) محمد بن محمد بن علی شیخانی قادری مدنی (صراط السوی قلمی) (۹۲) احمد بن الفضل باکثیر مکی (وسیلۃ المآل قلمی) (۹۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۶۲۵) (۹۴) محمد بن عبدالرسول مدنی (رسالہ اشاعۃ قلمی) (۹۵) حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری صاحب مرافض الروافض (عروۃ الوثقیٰ ص ۵۵۶) (۹۶) مرزا محمد معتمد خاں بدخشانی (نزل الابرار ص ۱۹) (۹۷) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲۶۱) (۹۸) محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر یمانی صنعانی (روضہ ندیہ ص ۶۷) (۹۹) محمد بن علی الصبان (اسعاف الراغبین ص ۱۵۲) (۱۰۰) مولوی رشید الدین خاں (ایضاح لطافۃ المقال قلمی) (۱۰۱) ملا محمد مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجات ص ۱۳۴) (۱۰۲) سید صدر الدین احمد (روائح المصطفیٰ ص ۱۴) (۱۰۳) شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ ص ۳۳) (۱۰۴) مولوی ولی اللہ فرنگی محلی (مراۃ المومنین و تنبیہ الغافلین ص ۵۲) (۱۰۵) مولوی شاہ تقی علی قلندر علوی کاکوروی (روض الازہر ص ۱۰۱) (۱۰۶) مولوی شاہ حسن بخش علوی کاکوروی (تفریح الاذکیا جلد ۲ ص ۳۸۵) (۱۰۷) مولوی حسن الزماں ترکمانی حیدرآبادی (قول المستحسن ص ۲۰) (۱۰۸) مولوی حافظ شاہ علی انور قلندر علوی کاکوروی (شہادت نامہ ص ۱۲) (۱۰۹) مولوی حکیم مظہر الحق قنوجی (شمس التواریخ جلد ۵ ص ۵۰) (۱۱۰) حافظ عبدالرحمٰن پنجابی (المرتضیٰ ص ۵۳) وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آئمہ محدثین مرقومہ بالا حضرات کے حالات سے کتب اکابر قوم مملو ہیں۔

ناظرین محترم اب آپ پر اس حدیث کی اہمیت روشن ہوگئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ سلسلۃ الذہب!

خطبۂ غدیر بزبان جناب امیر علیہ السلام

یہ ایسا عظیم الشان نایاب گرانقدر خزینہ علم و معرفت گنجینۂ رشد و ہدایت خطبۂ مبارکہ ہے جو معصومین ۱۴ آئمہ کے دلوں میں اولیا و عرفا خطبا و ادبا کے سینوں میں محفوظ رہکر جیلاً بعد جیل منتقل ہوتا رہا صفحہ قرطاس پر بہت بعد میں آیا کتابوں کی زینت بہت بعد میں بنا زیور کتابت سے بہت بعد میں آراستہ ہوا یہ صرف مخصوصین کے حلقوں میں فردوسی صحبتوں میں جنتی محفلوں میں بہشتی دوستوں میں جام کوثر کی طرح گردش کرتا رہا۔ پیمانہ ایمان بن کر سب کو جانچتا رہا ہر کہہ و مہ کی زبان و قلم سماعت و بصارت سے روگردان دامن کشاں رہا پھر محفل قابل مورد صالح دیکھکر پہلے پہل صاحب کشف و کرامات سید السادات عالم باکمال صاحب اقبال مؤلف کے ہاتھوں نقاب رخ الٹ کر حریم ناز سے نکلکر جلوہ گاہ عام پر آیا۔ جامع نہج البلاغہ منارۃ الہدیٰ علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ کی علمی آنکھیں پرتجسس نگاہیں یقیناً اس کو ڈھونڈھتی رہیں اور خطبات حضرت امیرؑ کے بحر ذخار ناپیدا کنار میں اس طرح گوہر آبدار کے لئے غواصی کرتی رہیں۔ اہل راز اسے اپنے سینوں میں چھپائے دل سے لگائے سر تا پا حصار آہنیں بنے ہوئے جان سے بڑھ کر حفاظت کرتے رہے علماء اس کو سننے کی امیدیں لئے ہمہ تن گوش بن گئے عرفاء اس کی لذت اٹھانے کے لئے

مجسمہ ہوش ہو گئے ادبا، اس کو دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے بالآخر مصلحت امامت نے تقاضہ کیا اور زمانہ امام کاظم علیہ السلام میں انکشاف قبر امیرؑ کی طرح عہد امام رضاؑ میں انکشاف خطبۂ امیرؑ ہوا اور اس کو سب سے پہلے ثانی علیؑ امام ضامنؑ نے اپنے سن رسیدہ معمر و بزرگ صحابی فیاض بن محمد طوسی کی موجودگی میں اپنے مخلص دوستوں کے جم غفیر و جشن غدیر میں سنایا۔ فیاض نے اس پورے واقعہ کو نوے سال کی عمر میں شہر طوس میں سنہ ۲۵۹ ھ میں سعید بن ہارون الروزی سے بیان کیا۔ راوی فیاض کہتے ہیں کہ میں در دولت امام رضا علیہ السلام پر روز غدیر حاضر ہوا تمام خالص و مخلص و مخصوص اصحاب کا خانہ اقدس میں اجتماع تھا۔ سب کو طعام غدیر کی دعوت تھی مولاؑ کے ساتھ سب کے سب روزہ دار تھے افطار کے لئے سب حاضر تھے کیا کہنا اس بے تکلف پاک و پاکیزہ ضیافت کا مقدس دن طیّب و طاہر گھر طیب و طاہر دسترخوان طیب و طاہر طعام صاحب تطہیر میزبان حلقہ بگوشان تطہیر مہمان ایسی دعوت تو چشم فلک و حور و ملک نے کبھی نہ دیکھی تھی یہ صرف دعوت ہی نہ تھی بلکہ آبروے جنت اس خوان نعمت پر کھیچ آئی تھی رب العالمین خود بھی اس دعوت میں میزبان تھا قدرت رونق بخش دسترخوان تھی اس غذا کا ہر لقمہ درجات ایمان و حقائق عرفان کا ضامن تھا تقویت روح ایقان کا سبب تھا حقیقت قرآن کے مشاہدہ کا موجب تھا جنّت کا اس گھر سے کیا تقابل اس طعام کا جنت سے کیا موازنہ آج تو گلشن غدیری کی کُل بہاریں وارث نقطہ بسم اللہ کے گھر میں سمٹ آئی تھیں عجیب منظر ہے جانشین غدیری مولاؑ ہے غدیری مجمع ہے، غدیری دسترخوان ہے غدیری میزبان ہے غدیری مہمان ہے ہم مشربان غدیر جمع ہیں کسی کا امتیاز نہیں ہے۔ سب رنگ غدیر میں رنگے ہوئے عطر غدیر میں بسے ہوئے

ہیں۔ طعام مادّی کی دعوت کے پہلے مولاؑ نے طعام روحانی کا مائدہ رحمت بچھایا ہے آج غذا وہ ہو جس کا ذائقہ زبان آشنا نہ ہو خطبہ وہ ہو جس کا لطف گوش آشنا نہ ہو مولاؑ نے حکم دیا تمام حاضرین میں فرداً فرداً ہر ہر صحابی کے گھران کے عیال و اطفال کے لئے بھی غدیری خاصہ جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ غدیری تحفہ بھی ہو غدیری خلعت بھی ہو غدیری جوڑے بھی بھیجے جائیں سب کو غدیری انگوٹھیاں بھی نام بنام تقسیم ہوں کوئی محروم نہ رہے حتیٰ کہ پاپوش و نعلین تک کی کمی نہ رہے تکمیل خلعت غدیری میں کوئی کسر نہ رہے آج تنہا مومنین ہی سرشار نہ ہوں بلکہ مومنات بھی فیضیاب ہوں گویا غدیری انعام گھر بیٹھے ملتا ہے بشرطیکہ خالص ایمان ہو۔ مارے خوشی کے سب کے رنگ رخ بدل گئے رنگ محفل بدل گیا رنگ ماحول بدل گیا رنگ سماء و سمک بدل گیا آج نرالا دن آگیا ہر طرف پوری فضائے کائنات میں زمین سے آسمان تک خوشی و مسرت چھا گئی ہوائے صحن عالم عطر خیز و عطر بیز و عطر بیز ہو گئی گل غدیر کی خوشبو مہکی خزاں بہاروں میں جا چھپی جامہ نو بدل کر آ پہنچی۔ گل غدیر کھلنے لگا شمیم گل دوش ہوا پر اڑنے لگی برکتیں خانہ امام کے صدقہ ہونے لگی رحمتیں طواف کرنے لگیں سب انتظامات کے بعد ایک مرتبہ حضرت امام رضاؑ رونق افروز بزم غدیری ہوئے وارث لسان اللہ نے زبان عصمت کو گردش دی لعل لب امامت وا ہوئے دہن اقدس سے آواز بلند ہوئی حدّثنی ابی سنو میرے بابا حضرت کاظم علیہ السّلام نے مجھ سے بیان فرمایا ان سے میرے دادا حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ان سے میرے جد حضرت محمد باقر علیہ السّلام نے بیان فرمایا ان سے میرے جد حضرت حسین بن علی علیہ السّلام نے بیان فرمایا کہ ایک سال غدیر اور جمعہ دونوں عیدیں جمع ہو گئیں گویا یہ عیدوں کا قران السعدین تھا امیر کائنات طلوع آفتاب کے ۵ گھنٹے کے بعد دولت سرا سے برآمد ہوئے خطیب منبر

سلونی فراز مسجد کوفہ کے منبر پر رونق افروز ہوا لسان اللہ نے لہجہ قدرت میں خطبہ شروع فرمایا تو فصاحت بلائیں لینے لگی معنی و بیان طواف کرنے لگے محاسن کلام قدم بوس ہونے لگے اس خطبہ مبارکہ کی یہ خصوصیت رہی کہ مولاؑ نے حمد الہٰی و ثنا رباری کے وہ در شاہوار برسائے ایسے جواہر آبدار لٹائے کہ عالم کائنات انگشت بدنداں ہو گیا بحر معرفت علوی و دریائے علوم حیدری یوں موجزن و متلاطم ہوا کہ ادبائے عرب کے سفینے ڈوب گئے خطبائے عراق کے بیڑے غرق ہو گئے ہوائے علم الہٰی کے تیز و تند جھونکوں سے یونانی فلسفہ و حکمت کے چراغ گل ہو گئے کاخ معرفت یونان میں اندھیرا چھا گیا اور ایوان دین اسلام میں لازوال اجالا ہو گیا۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

هذا یوم عظیم الشان فیه وقع الفرج ورفعت الدرج و
یہ بہت عظیم الشان روز ہے جس کے دامن میں آسودگی لپٹی ہوئی ہے رفعتوں کے زینے

وضحت الحجج وهو یوم الایضاح والافصاح عن المقام الصراح
اس میں نصب ہو چکے ہیں اور خدا کی حجتیں اس میں روشن ہو چکی ہیں یہ خدا کی بات

ویوم کمال الدین ویوم العهد المعهود ویوم الشاهد والمشهود
کے واضح کرنے کا دن ہے یہ محل صراحت سے طلوع حقیقت کا دن ہے یہ روز کمال دین

ویوم تبیان العقود عن النفاق والجحود ویوم البیان عن حقائق
ہے یہ روز عید بھی ہے اور جس کا عہد لیا گیا وہ روز بھی یہ گواہی دینے والا اور گواہی

الایمان ویوم دحر الشیطان ویوم البرهان هذا الیوم الفصل
دیا ہوا روز ہے۔ یہ نفاق و انکار کی گرہوں کو کھولنے والا دن ہے یہ حقائق

الذی کنتم توعدون هذا الیوم الملاء الاعلی الذی انتم عنه
ایمان بیان کرنے کا دن ہے یہ شیطان کو کچلنے کا دن ہے یہ حق کے ثابت ہونے کا دن ہے

معرضون هذا الیوم الارشاد ویوم محنة العباد ویوم
یہ اسی فیصلے کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا یہ ملاء اعلیٰ (ملائکہ) کا دن ہے جس میں

الدلیل علی الرواد هذا الیوم ابداء خفایا الصدور ومضمرات
تم لوگ روگرداں ہو یہ رشد و ہدایت کا دن ہے یہ بندوں کی آزمائش کا دن ہے یہ سر الہی

الامور هذا الیوم النصوص علی اهل الخصوص هذا الیوم شیث هذا
کا راستہ بتلانے کا دن ہے یہ سینوں کے راز کو فاش کرنے کا دن ہے یہ چھپی ہوئی باتوں کو

یوم ادریس هذا الیوم یوشع هذا الیوم شمعون هذا الیوم امن
ظاہر کرنے کا دن ہے یہ مخصوصین کے لئے نص صریح کرنے کا دن ہے یہ حضرت شیث

المامون هذا الیوم اظهار المصون من المکنون هذا الیوم املاء
(وصی آدم) کا دن ہے یہ ادریس (وصی نبی) کا دن ہے حضرت یوشع وصی موسیٰ کا دن ہے

السرائر فلم یزل علیه السلام یقول هذا الیوم فراقبوا الله والقوه
یہ شمعون وصی عیسیٰ کا دن ہے یہ جہنم سے امن و امان کا دن ہے یہ گوشہ دل میں محفوظ خوشبو کے اظہار کا دن

واسمعوا له واطیعوه واحذروا المکر ولا
ہے یہ پوشیدہ حقیقتوں کے انکشاف کا دن ہے اسی طرح مولا مسلسل یہ دن ایسا دن ایسا فضائل

تخادعوه وفتشوا ضمائرکم ولا تواروا
ندیر بیان فرماتے رہے پھر آگے ارشاد ہوا دیکھو خدا کا حاضر و ناظر جانو اس سے ڈرتے رہو اس کی آواز

وتقربوا الی الله بتوحیده
پر کان دھرو اس کی اطاعت کرو اس کے سامنے چلے بازی بہانے تراشی سے ڈرو اس کو دھوکہ دینے کی

وطاعة من امرکم ان تطیعوه ولا
لا حاصل کوشش نہ کرو اپنے ضمیر کو ٹٹولتے رہو خود فریبی میں مبتلا نہ ہو تم توحید کے وسیلہ اور رجوع

تمسکوا بعصم الکوافر ولا یجانح بکم الغی
طاعت خدا کا حکم دے اس کے وسیلہ سے تقرب الہی حاصل کرو ہم آغوش شان

فتضلوا عن سبیل الرشاد باتباع اولئک الذین ضلوا
کفر کے ساتھ ربط ضبط نہ رکھو دیکھو کوئی گمراہ تم کو راہ ہدایت سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو۔

واضلوا قال الله تعالیٰ من قائل فی طائفة ذکرهم بالذم فی کتابه
ان لوگوں کی ہمراہی کے باعث جو خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہوں خدا قرآن میں ایک کافر

انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا آتهم ضعفین
گروہ کے آدمی کی بات نقل فرماتا ہے بطور مذمت کہ روز قیامت اس کا کہنا ہوگا

من العذاب والعنهم لعنا کبیرا وقال الله تعالیٰ واذ یتحاجون
کہ ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی مگر انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

فی النار فیقول الضعفاء للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا
اے ہمارے پروردگار تو ان کو دوہرے عذاب کا مزا چکھا اور ان پر بہت بڑی

فهل انتم مغنون عنا من عذاب الله من شیء قالوا لو هدانا
لعنت کر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ تم آتش جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا

الله لهدیناکم افتدرون الاستکبار ما هو هو ترک الطاعة
کرو گے اور بے چارے کمزور لوگ بڑے بڑے جگاد ریوں سے کہیں گے کہ دنیا میں

لمن امر الله بطاعته والترفع عمن ندبوا الی متابعته
تو ہم تمہارے ہی پیرو تھے کیا تم آج ہم کو عذاب خدا سے کسی طرح بچا لوگے تو وہ جواب

والقرآن ینطق من هذا عن کثیر ان تدبره متدبر زجره ووعظه
دیں گے کہ اگر ہم خود ہدایت یافتہ ہوتے تو اے لوگو کیا تم جانتے ہو کہ اس آیت میں استکبار

واعلموا ایها المؤمنون ان الله عز وجل قال ان الله یحب
کے کیا معنی ہیں یہ اس ترک اطاعت کا نام ہے جس کی فرماں برداری کو اللہ نے تم پر واجب

الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص
کیا تھا مگر تم نے نہ مانا اور اس نافرمانی کا نام ہے جن کے ہمراہ چلنے کو اللہ نے لازم قرار دیا تھا

اتدرون ما سبیل الله ومن سبیله ومن صراط الله ومن
مگر نہ چلے قرآن میں اس قسم کا تذکرہ بکثرت ہے کاش غور و فکر کرنے والا اس بات میں تدبر

طریقة اتاص اطالله الذی من لا یسلکه

سے کام لے تنبیہ و نصیحت سمجھے اے اہلِ ایمان خوب سمجھو خدا فرماتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو دوست

بطاعة الله فیه هوی به الی النار

دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی

انا سبیله الذی نصبنی للاتباع

ہوئی دیوار آہنی ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ سبیل خدا کیا ہے اور اس سے

بعد نبیه صلی الله علیه و آله انا

مراد کون ہے ہمراط خدا کون ہے؟ راہ حق کون ہے؟ یاد رکھو! میں صراط خدا ہوں جو میرے راستے پر

قسیم النار انا حجة الله علی الفجار

مطیع خدا بنکر نہ چلے وہ جہنم میں اتر گیا میں سبیل خدا ہوں مجھ کو اللہ نے ختم المرسلین کے بعد

انا نور الا نوار فانتبهوا من رقدة

کے بعد پیروی کرنے والوں کے لئے نصب فرمایا ہے میں قسیم جنت و نار ہوں

الغفلة الخ

فاجروں پر خدا کی حجت ہوں میں نور و کا نور ہوں اب بھی وقت ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ

افسوس کہ یہ پورا خطبہ سینکڑوں کتابوں میں ڈھونڈھنے کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا اس شکل میں مولا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔

ترجمہ از قلم حجۃ الاسلام سرکار ضیاء العلماء مولانا السید ضیاء الحسن صاحب قبلہ
مجتہد العصر امیر جامعہ علوم حیدری

بسم الله الرحمٰن الرحیم ؕ

خُطبہ مُؤلفہ علویہ

(بغیر الف)

حضرت علی علیہ السّلام کا ایک عجیب و غریب خُطبہ

امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے اس ادبی معجزہ کو بہ نظر استعجاب دیکھنے والے ایک اور زاویہ سے اس کا مطالعہ کریں۔

قبل بعثتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عرب دُنیا میں دو چیزیں کمال پر تھیں ایک شجاعت اور دوسری فصاحت و بلاغت، موخر الذکر کے بارے میں جزیرۃ العرب پر بسنے والے دوسری اقوام عالم کو عجم یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ علم الکلام پران کے عبور کی بہترین دلیل وہ واقعہ ہے۔ جہاں سورۃ الکوثر کے آخر میں لکھنے والے نے عاجز آکر ماھذ الکلام البشر لکھ دیا تھا۔ اسی سے اس کی زبان دانی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کلامِ خالق و کلام مخلوق کے فرق کو سمجھتا تھا۔

حضور سرورِ کائینات صلعم کو بھی انبیائے ماسبق کی طرح اس زمانہ کے کمالات کے مقابل معجزات خالق اکبر کی جانب سے عطا ہوئے تھے اور ان معجزات میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کی ذات گرامی بذات خود ایک معجزہ ہے۔ دنیا والے حضرت کے رزمیہ کارناموں کو معجزہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السّلام کے بزمیہ کارنامے بھی ایک سلسلہ معجزات ہیں جن میں سے ایک یہ خطبہ

موسومہ بہ خطبہ مُونقہ یعنی بغیر الف کا خطبہ۔!

اس خطبہ میں کسی قسم کے استعجاب کی ضرورت نہیں کہ الف اس میں استعمال نہیں ہوا۔ یہ خطیب کی خوبی ہے جس کے سامنے الفاظ و حروف سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے جس کو چاہتے استعمال کرتے اور جس کو چاہتے چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اسی خطبہ میں وہ دیگر ایسے ہی حروف تہجی کو بھی ترک فرما دیتے جو الف کے بعد کلام کے لئے اشد ضروری ہیں تب بھی مقام حیرت نہ تھا بلکہ اگر امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کی نظر اپنے کسی ادنیٰ خادم پر ہو جاتی اور اس کو آپؑ حکم فرما دیتے تو اس میں یہ صلاحیت و قابلیت پیدا ہو جاتی کہ وہ اس قسم کے ادبی معجزات دنیا میں چھوڑ جاتا۔

یہ خطبہ "نہج البلاغہ" میں شامل نہیں ہے جس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔ ۳۸۰ھ میں ابوالحسن بن محمد بن الحسن الخلال نے اپنے استاد احمد بن محمد بن عمران سے یہ خطبہ ان سے ان کے گھر پر سُنا مطالب المسؤل میں لکھا ہے کہ ایک روز رسول اکرمؐ اور چند اصحاب ایک مقام پر جمع تھے اور بحث شروع ہوئی کہ حروف تہجی میں کونسا حرف ایسا ہے جس کے بغیر کوئی جملہ پورا نہیں ہو سکتا اور الفاظ میں جس کا سب سے زیادہ استعمال ہو سب نے اتفاق کیا کہ "الف" کے بغیر کلام کرنا ناممکن ہے۔ اس محفل میں حضرت علی علیہ السّلام بھی موجود تھے یہ سنتے ہی آپ نے رسول اکرمؐ سے اجازت لے کر فی البدیہہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ میں اس عظیم خطبہ کا اُردو ترجمہ بھی اسی ہی انداز میں پیش کر رہا ہوں جس کو جناب السیّد آغا اشہر لکھنوی صاحب نے بڑی عقیدت اور جانفشانی سے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ الف استعمال نہ ہوا امید کرتا ہوں آپ پسند فرمائیں گے جن کتابوں میں اس خطبہ کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:۔ "جمع الجوامع" (سیوطی) "کفایت الطالب"۔ محمد بن مسلم شافعی۔ کشف الغمہ وغیرہ۔

خُطبہ مُونقہ

حمدِ معبُود

حَمِدْتُ حَمْدَہٗ وَعَظَّمْتُ مِنْ عَظْمَتِ

میں نے بکثرت حمدِ معبود کی ہے نیز بزرگی کیثر معبود کی ہے

مِنَّتُہٗ وَسَبَقَتْ رَحْمَتُہٗ غَضَبَہٗ وَتَمَّتْ کَلِمَتُہٗ

جس کی مرحمت مخلوق پر بجنہ ہے جس کی رحمت کو غضب پر سبقت ہے جس کے دہن کی ہر لفظ پوری ہو کے رہی کُن فیکون

وَنَفَذَتْ مَشِیَّتُہٗ وَبَلَغَتْ قَضِیَّتُہٗ حَمِدْتُ حَمْدَ مُقِرٍّ

جسکی مشیت مصروف عمل رہی جسکے حکم کی تعمیل ہوتی رہی میں ویسے ہی مدح گو کیطرح مدح کی ہے

بِرُبُوبِیَّتِہٖ مُتَخَضِّعٍ لِعُبُودِیَّتِہٖ مُتَنَصِّلٍ مِنْ خَطِیْئَتِہٖ

جو معترف بہ پرورش ربّی ہے خلوص سے سرنگوں بندگی ہے گنہ معبود سے پرہیز کنندہ

مُعْتَرِفٍ بِتَوْحِیْدِہٖ مُؤَمِّلٍ مِنْ رَبِّہٖ مَغْفِرَۃً تُنْجِیْہِ

و معترفِ توحید ہے جو متمنی مغفرت رب ہے کہ مخلصی نصیب ہو۔

یَوْمَ یَشْغَلُ عَنْ فَصِیْلَتِہٖ وَبَنِیْہِ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَرْشِدُہٗ

جس روز کہ ہر فرد کو قبر میں عزیزوں سے فرزندوں سے بے تعلق ہوگی ہم ربّ جلیل سے مدد

وَنَسْتَھْدِیْہِ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ شَھِدْتُ

طلب رشد طلب ہدیٰ طلب میں ہم مومنِ توحید ہیں نیز رب ہی پر ہم کو توکل ہے میں ویسے ہی تصدیق

لہٗ تشہدٌ مخلصٌ موقنٌ وبربہٖ مؤمنٌ متقنٌ

کنندہ توحید ربّی ہوں جیسے وہ بندہ جو شرک سے محفوظ یقین سے مملو نیز مضبوط مومن رب بھی ہے

ووحدتہٗ توحید عبدٍ مذعنٍ لیس لہٗ شریکٌ

میں ویسے ہی تصدیق کنندہ توحید ہوں جیسے وہ بندہ جسے مکمل یقین ہو کہ نہ تو کسی غیر کی ملک

فی ملکہٖ ولم یکن لہٗ ولیٌّ فی صنعہٖ جلّ عن مشیرٍ

ربّی میں شرکت ہے نہ صنعت و عمل میں کوئی نصیر رب ہے، وہ ہستیٔ جلیل

ووزیرٍ وعونٍ ومعینٍ ونظیرٍ علمٌ فستر ونظر

مشیر و وزیر نیز عون و معین و مثل و نظیر سے بہت بلند ہے وہ علیم عیوب ہے مگر پردہ پوش

فخبر وملک فقہر وعصی فغفر وحکم فعدل

بیک نظر خبیر ہر شے ہے پورے ملک پر تسلّط غلبۂ رب ہے جب بندے سے معصیت ہوئی درگزر کر دی

لم یزل ولن یزول ولیس کمثلہٖ شیءٌ وہو قبل

حکم رب عین عدل ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے نیز ہمیشہ کے لئے موجود مثل رب کوئی نہیں ہے وہ

کل شیءٍ وبعد کل شیءٍ ربٌّ متفرّدٌ بعزّتہٖ

ہستیٔ جلیل ہر شے سے قبل ہے نیز ہر شے کے بعد وہ رب عزّت میں منفرد ہے

متمکّنٌ بقوّتہٖ متقدّسٌ بعلوّہٖ متکبّرٌ بسموّہٖ لیس

کل مخلوق پر بقوّت خود متصرف ہے، مقدس و عظیم و بلند ترین ہے بلندی و عظمت پر

یدرکہٗ بصرٌ ولیس یحیط بہٖ نظرٌ قویٌّ منیعٌ

متکبر برحق ہے کوئی بصر رب تک نہیں پہنچ سکتی نہ کوئی نظر محیط رب ہو سکتی ہے

رءوفٌ رحیمٌ عجز من وصفہٗ من یصفہٗ وضلّ عن نعتہٖ

وہ قوی ہے بلند ہے، رءوف ہے، رحیم ہے ہر تعریف کنندہ رب مظہر عجز ہے نہ کسی سے

من تعرّفہٗ قرب فبعد وبعد فقرب یجیب دعوۃ

ہوئی نہ ہو سکے گی وہ شخص گم گشتہ معرفت ہے جو مدعی معرفت ہے وہ قریب ہے پھر بھی دور ہے نیز دور ہونے

من یدعوہ ویرزقہٗ ویحبوہٗ ذو لطفٍ خفیٍّ وبطشٍ

پر بھی شہ رگ سے قریب تر وہ ہر مدد طلب کے لئے لبیک گوئندہ ہے، رزق دہندہ ہے

قویٍّ ورحمۃٍ موسعۃٍ وعقوبۃٍ موجعۃٍ

منعم بے غرض ہے لطف و کرم اب پوشیدہ ہے حملۂ غضب قوی و رحمت وسیع تعزیر سخت

رحمتہٗ جنّۃٌ عریضۃٌ مونقۃٌ وعقوبتہٗ جحیمٌ

تکلیف دہ رحمت معبود چوڑی چکلی سپر حفظ ہے نیز عقوبت ربّی

ممدودۃٌ موثقۃٌ۔

دوزخ ہے جو طویل و یقینی ہے!

نعتِ رسول[۴]

شہدتُ ببعثِ محمّدٍ عبدہٖ ورسولہٖ

میں دل سے تصدیق کنندہ بعثت محمدیہ ہوں جو بندۂ معبود بھی ہے رسول بھی ہے

وصفیّہٖ ونبیّہٖ وخلیلہٖ وحبیبہٖ صلّی ربّہٗ

برگزیدہ بھی ہے نبی بھی ہے خلیل بھی ہے پھر سب کے بعد حبیب بھی ہے۔

عَلَيْهِ صَلٰوةٌ تُخَصِّصُهُ وَتُزْلِفُهُ

رَبّ قدیر نے جس پر وہ رحمت کثیر بھیجی جو سبب خصوصیت نبوّت ہے وجہ

وَتُعْلِيْهِ وَتُقَرِّبُهُ وَتُدْنِيْهِ بَعَثَهُ فِيْ خَيْرِ

نزدیکی و رفعت ہوئی حتی کہ زینۂ عروج عرش و تقرب مخصوص ہوئی بہترین وقت میں معبود نے جسکی

عَصْرٍ وَحِيْنِ فَتْرَةٍ وَكُفْرٍ رَحْمَةً لِعَبِيْدِهِ

بعثت کی جسے مورخین دورِ فتور و کفر کہتے ہیں یہ بعثت بندوں کیلئے عین رحمت ہے

وَمِنَّةً لِمَزِيْدِهِ خَتَمَ بِهِ نُبُوَّتَهُ وَوَضَّحَ بِهِ

بلکہ سبب رحمت مزید، حق نے جس پر نبوّت ختم کردی نیز دلیل توحید روشن

حُجَّتَهُ فَوَعَظَ وَنَصَحَ وَبَلَّغَ وَكَدَحَ

کردی پس رسوؐل نے وعظ و پند کی جد و جہد بلیغ کی وہ ہر

رَءُوْفٌ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ رَحِيْمٌ رَضِيٌّ وَلِيٌّ زَكِيٌّ

مومن کے لئے رؤف و رحیم ہے لپسندیدہ حق ہے حبیب ہے مطہر ہے

عَلَيْهِ رَحْمَةٌ وَتَسْلِيْمٌ وَبَرَكَةٌ وَتَكْرِيْمٌ

رسوؐل پر رحمت و تسلیم و برکت و تکریم ہو!

مِنْ رَّبٍّ غَفُوْرٍ رَحِيْمٍ قَرِيْبٍ مُجِيْبٍ

رَبّ غفور و رحیم کی طرف سے جو قریب بندہ ہے نیز مستعد مدد!

وعظ و پند

وَوَصَّيْتُكُمْ جَمِيْعَ مَنْ حَضَرَنِيْ بِوَصِيَّةِ رَبِّكُمْ

پس میں نے تم سب لوگوں کی طرف جو موجود ہیں حکم ربّی کی وصیت کردی

وَذَكَّرْتُكُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِرَهْبَةٍ

نیز تم کو تم سب کے نبیؐ کی سُنّت پھر سے تلقین کردی پس تم لزوم خوف رب کرو

تُسَكِّنُ قُلُوْبَكُمْ وَخَشْيَةٍ تُذْرِيْ دُمُوْعَكُمْ

کہ تم کو سکون قلب میسّر ہو وہ خوف رب کرو کہ تم سب کی چشم تر کر دے۔

وَتَقِيَّةٍ تُنْجِيْكُمْ يَوْمَ يُذْهِلُكُمْ يَوْمَ تُبْلٰى

وہ تقویٰ کرو کہ تمھیں مخلصی دے حشر کے دن جب کہ تم میں کمی عقل و

كُمْ يَوْمَ يَفُوْزُ فِيْهِ مَنْ ثَقُلَ وَزْنُ

فہم ظہور پذیر ہو، یہ وہی دن ہے کہ جس شخص کی نیکی وزن میں جو بوجھل

حَسَنَتِهِ وَخَفَّ وَزْنُ سَيِّئَتِهِ وَلْتَكُنْ مَسْئَلَتُكُمْ

ہوگی اور بدی وزن میں جو ہلکی ہوگی تو بخشش رب نصیب ہوگی تو بہتر

وَتَمَلُّقُكُمْ مَسْئَلَةَ ذُلٍّ وَخُضُوْعٍ وَشُكْرٍ وَخُشُوْعٍ وَتَوْبَةٍ

یہ ہے کہ لوگوں کی معبود سے جکنی چپڑی قسم کی طلب و مقصد کی غرض صرف عجز و خضوع ہو شکر ہو

وَنُزُوْعٍ وَنَدَمٍ وَرُجُوْعٍ!

خشوع ہو توبہ و ترک معصیت ہو، شرمندگی و رجوع بحق ہو۔

ختم عمر، موت، دفن وکفن!

وَلْيَغْتَنِمْ مِنْكُمْ كُلٌّ مُغْتَنِمٍ صِحَّتَهٗ قَبْلَ
پس دیکھو تم میں سے ہر شخص صحت کو قبل مرض غنیمت سمجھے
سَقَمِهٖ وَشَبِيْبَتَهٗ قَبْلَ هَرَمِهٖ وَكِبَرِهٖ وَ
نوعمری کو قبل ضعیفی و پیری فرصت و عیش و بے فکری کی
فُرْصَتَهٗ وَسَعَتَهٗ وَفَرَاغَتَهٗ قَبْلَ شُغْلِهٖ
کی قبل مشغولیت و تونگری کی قبل فقیری
وَغِنَائَهٗ قَبْلَ فَقْرِهٖ وَحَضَارَتَهٗ قَبْلَ سَفَرِهٖ
وطن میں رہنے کی قبل سفر قدر کرے نیز قبل
مِنْ قَبْلِ يَهْرَمُ وَيَكْبُرُ وَيَمْرَضُ وَيَسْقَمُ
کہ پیر و ضعیف ہو مریض و سقیم ہو، طبیب
وَيَمُلُّهٗ طَبِيْبُهٗ وَيُعْرِضُ عَنْهُ حَبِيْبُهٗ وَ
ملول کر دے زبردست بے رخی کرنے لگیں
يَنْقَطِعُ عُمْرُهٗ وَيَتَغَيَّرُ عَقْلُهٗ قَبْلَ
عمر قطع ہو نیز عقل رخصت ہو نیز قبل کہ
قَوْلِهِمْ هُوَ مَوْهُوْنٌ وَجِسْمُهٗ مَنْهُوْكٌ
لوگ کہنے لگیں کہ وہ تو کمزور نیز دبلے ہو کے رہ گئے

قَبْلَ نَزْعٍ شَدِيْدٍ وَحُضُوْرِ كُلِّ قَرِيْبٍ
نیز قبل کہ وقت نزع پہنچے نزدیک دور کے سب عزیز سر بستر
وَبَعِيْدٍ قَبْلَ شُخُوْصِ بَصَرِهٖ وَطُمُوْحِ نَظَرِهٖ
جمع ہوں مریض ہر شخص کو نظر بند کر کے گھور گھور کے
وَرَشْحِ جَبِيْنِهٖ وَعَطْفِ عِرْنِيْنِهٖ
دیکھنے لگے جبین موت کے پسینہ میں ڈوبی ہو بینی کج ہو
وَسُكُوْنِ حَنِيْنِهٖ وَحَدِيْثِ نَفْسِهٖ وَ
صورت گلوگیر ہو بول بند ہو گھر گھری
حَشْرَجَتِهٖ وَبُكَىٰ عِرْسِهٖ وَيُتْمِ
ختم ہو گریہ زوجہ ہو فرزند کے لئے موت
مِنْهُ لِوَلَدِهٖ وَتَفَرُّقِ عَنْهُ لِعَدُوِّهٖ
پدر سے یتیمی ہو مرگ مرحوم سے دشمن کی دشمنی
وَصَدِيْقِهٖ وَقُبِضَ وَذَهَبَ سَمْعُهٗ وَ
دوست کی دوستی سب برطرف ہو پھر قبض روح ہو چکے سمع و بصر
بَصَرُهٗ وَكُفِّنَ وَمُدِّدَ وُجِّهَ وَجُرِّدَ
ختم ہو چکیں پھر میت کپڑے سے ڈھنک چکے، تختے پر رکھی گئی ہو قبلہ رو
وَعُرِّيَ وَغُسِّلَ وَنُشِّفَ وَسُجِّيَ
ہو، برہنہ ہو خوب پھیر پلٹ ہو خوب غسل ہو جسم مردہ کی نمی پونچھی

وَبُسِّطَ وَهُيِّئَ وَنُشِّرَ عَلَيْهِ

گئی ہو پھر کپڑے سے ڈھکی ہو فرش پر رکھی ہو پھر تہیہ تجہیز و تکفین ہو پھر میّت پر کفن

كَفَنُهُ وَسُدَّ مِنْهُ ذَقَنُهُ وَقُمِّصَ وَعُمِّمَ

پھیل چکے جس کی ٹھوڑی تک بندش ہو چکے قمیص زیب جسم ہو چکے

وَعُمِّمَ وَوُدِّعَ وَسُلِّمَ وَحُمِّلَ فَوْقَ

پگڑی بندھ چکے رخصتی تسلیم ہو چکے نعش سپرد صندوق

سَرِيْرٍ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَنُقِلَ مِنْ دُوْرٍ

ہو چکے صلوٰۃ میّت ختم ہو چکے پھر پُر رونق گھروں سے

مُزَخْرَفَةٍ وَقُصُوْرٍ مُشَيَّدَةٍ وَحُجَرٍ

مضبوط محلوں نفیس کمروں سے منتقل ہو چکے پھر

مُنَجَّدَةٍ وَحُصِّلَ فِيْ ضَرِيْحٍ مَلْحُوْدٍ

میّت بغلی دی ہوئی قبر تنگ و مختصر

وَضِيْقٍ مَرْصُوْدٍ جَنْلَبِنٍ مَنْضُوْدٍ

میں رکھ دی گئی ہو جو خشت سے جڑی ہو

مُسَقَّفٍ بِجَلْمُوْدٍ وَهِيْلَ عَلَيْهِ عَفَرُهُ

جس کی چھت پتھر سے بنی ہو پھر تختوں وغیرہ سے ڈھک چکے ہر

وَحُشِيَ عَلَيْهِ مَدَرُهُ وَتَحَقَّقَ حَذَرُهُ

طرف مٹی سے بھر چکے، یقین حفظ میّت ہو چکے

وَنُسِيَ خَبَرُهُ وَرَجَعَ عَنْهُ وَلِيُّهُ وَنَدِيْمُهُ

جس کی کسی کو کچھ خبر نہ رہے پھر (نحن للہ) کہتے ہوئے دوست و

وَنَسِيْبُهُ وَتَبَدَّلَ بِهِ قَرِيْنُهُ وَحَبِيْبُهُ

ہمنشین عزیز پلٹیں، دم میں یوں بدلیں کہ جیسے کبھی کے دوست و عزیز ہی تھے۔

حشر و نشر

فَهُوَ حَشْوُ قَبْرٍ وَرَهِيْنُ قَفْرٍ يَسْعٰى فِيْ

مختصر یہ کہ میّت لقمۂ قبر ہو چکے، رہینِ دشت ہو چکے جسم مُردہ میں

جِسْمِهِ دُوْدُ قَبْرِهِ وَيَسِيْلُ صَدِيْدُهُ عَلٰى

قبر کے کیڑے رینگنے لگیں، پیپ دماغ سے پگھل پگھل کے سینہ و

صَدْرِهِ وَنَحْرِهِ لَيَسْحَقُ تُرْبُهُ لَحْمَهُ وَيُنْشِفُ

گردن پر بہنے لگے، قبر کی مٹی گوشت کو گھس گھس کے ختم کر دے

وَيُذِيْبُ عَظْمَهُ حَتّٰى يَوْمَ حَشْرِهِ وَنَشْرِهِ

ہڈی ہڈی کو کھکل کر کے بوسیدہ کر دے حتیٰ کہ یوم حشر و نشر

لِيُنْشَرَ مِنْ قَبْرِهِ وَيُنْفَخَ فِيْ صُوْرِهِ وَيُدْعٰى

پہنچے کہ مُردہ قبر سے نکلے صورِ حشر پھنکے حشر و نشر

لِحَشْرِهِ وَنُشُوْرِهِ ثُمَّ بُعْثِرَتْ

کے لئے طلب ہو پھر قبر میں منقلب

قبورٌ وَحُصِّلَتْ سَرِيرَةُ صُدُورٍ

ہوں صدر نشین پیغمبروں کے لئے تخت بچھیں

دَجِيءَ كُلُّ نَبِيٍّ صِدِّيْقٍ وَشَهِيْدٍ وَنَطِيْقٍ

پھر ہر نبی، صدیق، شہید، خطیب تخت نشین ہو

وَيَسْتَعِدُّ لِلْفَصْلِ قَدِيْرٌ لِعَبْدِهٖ بَصِيْرٌ

فیصلۂ قطعی کے لئے ربّ قدیر مستعد ہو جو بندے

خَبِيْرٌ فَيَقْضِي قَضِيَّتَهُ فِي مَوْقِفٍ مَهِيْبٍ

کے لئے بصیر و خبیر ہے پس مقدمہ مجرم کی تکمیل جس جگہ ہو گی وہ

وَمَشْهَدٍ جَلِيْلٍ بَيْنَ يَدَيْ مَلِيْكٍ

سخت پر ہول و پر رعب ہو گی یعنی شہنشاہ ملک عظیم

عَظِيْمٍ بِكُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ عَلِيْمٍ

کے حضور میں جس کو ہر صغیرہ و کبیرہ کے عمل

حِيْنَئِذٍ يُلْجِمُهُ عَرَقُهُ وَيُحْفِزُهُ

کی خوب خبر ہے، یہ وہ گھڑی ہو گی کہ چہرہ مجرم پسینے میں تر

قَلَقُهُ عَبْرَتُهُ غَيْرُ مَرْحُوْمَةٍ

بے چینی گھیرے ہو گی حسرت و عبرت مستحق رحم نہ ہو گی

وَصَرْخَتُهُ غَيْرُ مَسْمُوْعَةٍ وَحُجَّتُهُ غَيْرُ

چیخ غیر مسموع، دلیل غیر مقبول

مَقْبُوْلَةٍ تَنْتَشِرُ صَحِيْفَتُهُ وَتُبَيَّنُ جَرِيْدَتُهُ

ہو گی صحیفۂ عمل منتشر فرد جرم کھلی ہو گی کہ چشم مجرم

حَيْثُ نَظَرَ فِي سُوْءِ عَمَلِهٖ وَشَهِدَتْ

گزشتہ بد عملی کو خود نظر سے دیکھ لے گی خود چشم

عَيْنُهُ بِنَظَرِهٖ وَيَدُهُ بِبَطْشِهٖ

تصدیق نظر بد کرے گی کف دوست بطریق ممنوع بڑھنے

وَرِجْلُهُ بِخُطْوَتِهٖ وَفَرْجُهُ بِلَمْسِهٖ

کی قدم بقصد گرد بڑھنے کی، عضو نسلی بطریق ممنوع مس ہونے کی

وَيُهَدِّدُهُ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ وَكُشِفَ

تصدیق کریں گے منکر نکیر مجرم پر تشدد و تہدید کریں گے

عَنْ خُبْثٍ بَصِيْرٍ

گزشتہ دیکھی ہوئی بد عملی کی پردہ دری ہو گی !

عقوبتِ دوزخ

فَسُلْسِلَ جِيْدُهُ وَغُلْغِلَ مَلَكُهُ يَدَهُ

پھر مسلّط فرشتے جی گردن پکڑے کف بستہ زنجیر کئے

وسبق یسحب وحده قبر جهنم

خود بیش بیش صرف ملزم کو ہی کھینچتے ہوئے بڑھیں گے پھر

بکوب وشدة فظل یعذب فی جحیم

جہنم میں بہ سختی و شدت جھونک ہی دیں گے لپس دوزخ کی سختی ہونے

ولیسقی شربة من حمیم لیشوی وجهه

لگے گی گرم گرم عرق زقوم کے گھونٹ پینے پڑیں گے شکل مجرم جھلسی ہوئی

ولیسلخ جلده وتضرب زینته بمقمع

چمڑی کھینچی ہوئی زینت کی جگہ لوہے کے گرز سے زدو کوب ہو گی

من حدید یعود جلده بعد نضجه

ہو گی، جلنے کے بعد پھر سے مجرم کی نئی

جلد جدید یستغیث ولم یغث عنه

جلد نکلے گی، پھر مدد مجرم کی چیخ ہو گی لیکن جہنم کے

خزنة جهنم فیستصرخ ولم یجب

متعین فرشتے منہ پھیر لیں گے، دوزخی کے خروش و شرمندگی کی

فندم حیث لم ینفعه ندمه نعوذ

طرف کوئی توجہ نہ ہو گی کیونکہ غریب کی شرمندگی بے سود ہو گی ہم

برب قدیر من شر کل مصیر و

رب قدیر سے ہر شر و خطرہ روز محشر سے پناہ طلب ہیں

نسئله عفو من رضی عنه مغفرة

ہم معبود سے ویسی ہی عفو کے متمنی ہیں جو ہر بندۂ برگزیدہ کو دی گئی

من قبل منه فهو ولی مسئلتی و

وہ مغفرت جو ہر بندۂ مقبول کو ملی بس وہی میری عرض قبول کنندہ

منجح طلبتی

و مقصد دھندہ ہے

خوشخبری جنت

فمن زحزح عن تعذیب ربه جعل فی

غرضیکہ جس کو عقوبت رب سے دوری رہی جنت میں

جنة تقربه وخلد فی قصور مشیدة

نعمت لقرب نصیب ہو گی، خلد کے مضبوط محل ہمیشہ کیلئے

وملك حور عین وحفدة وطیف

مسکن ہوں گے، وسیع چشم حوریں مع حشم و خدم مملوک، ہونگی

علیه بکؤس وسکن حظیرة قدس

یہ سب مئے طہور کے کٹورے لئے گرد گھومیں گی کہ (نوش کر) جنت

فِی فِرْدَوْسٍ وَالْمُنْقَلَبُ فِی نَعِیْمٍ وَسُقِیَ مِنْ

فردوس میں مسکن و منزل ہو گی نعمتوں میں کروٹیں لینے کو

تَسْنِیْمٍ وَشَرِبَ مِنْ سَلْسَبِیْلٍ قَدْ مُزِجَ

ملیں گی تسکین تشنگی شربت تسنیم سے ہو گی سلسبیل

بِزَنْجَبِیْلٍ خُتِمَ بِمِسْكٍ وَعَبِیْرٍ

کے کھینچی ہوئی پینے کو ملے گی جو جھنجر سے مخلوط ہو گی۔

مُسْتَدِیْمٌ لِلْمُلْكِ مُسْتَشْعِرٌ لِلسُّرُوْرِ

جس پر مشک و عبیر کی مہر لگی ہو گی یہ سب چیزیں جنتی

یَشْرَبُ مِنْ خُمُوْرٍ فِی رَوْضٍ مُغْدَقٍ لَیْسَ

کے لئے ہمیشہ کی ملکیت ہونگی جس سے سب کیفیت سرور محسوس

یَنْزِفُ عَقْلَهٗ

ہو گی قسم قسم کی مئے طہور پینے کو ملے گی، جنت کے ہرے بھرے گلشن میں مے

نوش کو مدہوشی و بے عقلی محسوس نہ ہو گی!

نتیجہ

هٰذِهٖ مَنْزِلَةُ مَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ

یہ تحفہ ہے خوفِ رب سے ترسندہ کے لئے جس نے

وَحَذَّرَ نَفْسَهٗ وَتِلْكَ عُقُوْبَةُ مَنْ عَصٰی

نفس کو خوف زدہ رکھنے کی کوشش کی پھر یہ

مُنْشِئَهٗ وَسَوَّلَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ مَعْصِیَتَهٗ

عقوبت مجرم ہے جس نے رب کی حکم عدولی کی جس

فَهُوَ قَوْلٌ فَصْلٌ وَحُكْمٌ عَدْلٌ

نے سہل سمجھ کے معصیت معبود کی طرف نفس کو شہ دی پس فیصلۂ رب قطعی حکم رب عین

قَصَصٌ قَصٌّ وَوَعْظٌ نَصٌّ تَنْزِیْلٌ

عدل ہے غرضیکہ جنت و دوزخ کے قصوں کی خبر دے دی گئی تلقین

مِنْ حَكِیْمٍ مَجِیْدٍ نَزَلَ بِهٖ رُوْحُ

وعظ کر دی گئی جو رب حکیم و مجید کی طرف سے بصورت وحی کھیجی ہوئی ہے

قُدُسٍ مُبِیْنٌ مِنْ عِنْدِ رَبٍّ

جس کے لئے جبریل روشن خدمت سطح زمین پر پہنچے

كَرِیْمٍ عَلٰی قَلْبِ نَبِیٍّ مُهْدٍ هَادٍ

رب کریم کی طرف سے یہ وحی قلب نبی برحق مظہر ہدیٰ

مُهْتَدٍ رَشِیْدٍ رَحْمَةٍ لِلْعٰلَمِیْنَ

رہبر ہدیٰ و رہرو سبیل مستقیم پر ہوئی جو

وَسَیِّدٍ صَلَّتْ عَلَیْهِ رُسُلُهٗ

سرگروہ مرسلین ہے جس پر معبود کے بھیجے ہوئے بڑے بڑے

سَفَرَۃٌ مُکَرَّمُوْنَ بَرَرَۃٌ وَعُنُتُ

بزرگ نبیوں نے صلوٰۃ بھیجی پس میں رب علیم و حکیم سے

بِرَبٍّ عَلِیْمٍ حَکِیْمٍ مِنْ شَرِّ

پناہ طلب ہوں کہ عدو لعین و رجیم کی

عَدُوٍّ لَعِیْنٍ رَّجِیْمٍ یَتَضَرَّعُ

شیطنت سے محفوظ رکھے (مختصر یہ کہ)

مِنْکُمْ مُتَضَرِّعُکُمْ وَ

تم میں سے ہر شخص حضور معبود میں

یَبْتَهِلُ مُبْتَهِلُکُمْ وَ

گریہ و عجز کرے، عفو طلب و رحمت طلب ہو (البدکو)

یَسْتَغْفِرُ رَبَّ کُلِّ مَوْلُوْدٍ لِی

طلب مغفرت کرے ربّ قدیر سے جو میری نیز تم سب کی

	وَلَکُمْ	

مستقبل نسلوں کیلئے پرورش کنندہ ہے

مِلّتِ جعفریہ کی دینی کتابوں کی کتابت
کیلئے پتہ یاد رکھئے: ۔ سید محمد یوسف رضوی متصل ملّت بکڈپو
آخری بس اسٹاپ A/16 مکان نمبر ۱۰۱ اورنگی کراچی ۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُنیا کا ایک عظیم خُطبہ دُنیا کے عظیم انسان کی زبانی اس پورے خطبہ کا ترجمہ کوئی انسان نہیں کر سکا اور نہ کر سکیگا

یہ خطبہ خطبۃ البیان کے نام سے مشہور ہے دنیا میں آج تک کوئی انسان اس خطبہ کا پورا ترجمہ کسی زبان میں نہیں کر سکا ہے اس کتاب میں بھی ۳۳ حصہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جس کو جناب سلطان العلماء مولوی سید غلام حسین رضا آقا مجتہد نے کیا ہے جس کو میں آپ کی تالیف کردہ کتاب نہج الاسرار صفحہ نمبر ۱۱۳ سے ۱۳۲) سے پیش کر رہا ہوں۔

اس خطبہ کے ترجمہ کے سلسلہ میں میں نے بڑی کوششیں کیں پاکستان کے بڑے بڑے مجتہد اور عالم سے دریافت کیا پھر جناب موسیٰ رضوی صاحب جو ایرانی سفارتخانہ میں ملازم ہیں عربی، اردو، فارسی زبانوں میں کافی مہارت رکھتے ہیں ان کی معرفت ایران کے بڑے سے بڑے اہل علم سے رابطہ قائم کیا لیکن کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا پھر جناب حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری صاحب قبلہ مجتہد العصر نے اپنی کوششوں سے جرمنی امریکہ وغیرہ کی تمام مشہور یونیورسٹیوں سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کی جو اسلامی کتب پر تحقیقات کر رہے ہیں۔ ان سب لوگوں نے اپنی کم علمی کا اقرار کیا اور اس کا ترجمہ کرنے سے مجبوری کا اظہار کیا۔ اس سلسلہ میں کوشش اور جد و جہد کا پورا ریکارڈ علامہ موصوف کے پاس محفوظ ہے

اس عظیم خطبہ کا تعلق زمانہ کے ساتھ ساتھ ہے اور قیامت تک رہے گا کیونکہ جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کے معنی زمانہ کے لحاظ سے سمجھ میں آئیں گے۔ اصلی خطبہ کے پڑھنے سے پہلے آپ معرفت امام پڑھئے پھر اس خطبہ کا مقدمہ حدیث طارق سے سمجھئے اور اس کے بعد

خطبۃ البیان آپ کی سمجھ میں آ جائے گا۔ (وصی)

اِمام مُدبّرِ الاُمور

تدبیرِ عالم میں تمام افعال جو مظہرانِ خدا سے ظاہر ہوتے ہیں وہ سب خدا کی طرف منسوب ہیں مثلاً بندہ کو مارنا خدا کا کام ہے مگر روح کے قبض کرنے کا کام ملک الموت سے عمل میں آتا ہے درحقیقت قضا جاری ہو کر ولی الامر کو حکم پہنچتا ہے اور ولی الامر ملک الموت کے سپرد کرتا ہے۔ پھر ملک الموت اپنے بے شمار ماتحتین میں سے کسی ایک کو حکم دیتا ہے اور وہ روح قبض کر لیتا ہے مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ فرشتہ نے مارا سب یہی کہتے ہیں کہ خدا نے مارا۔

ایک غیر مسلم سائل نے حضرت امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ خدا ایک جگہ فرماتا ہے کہ "اَللّٰہُ یتوفی الانفس ......" یعنی خدا قبض روح کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے کہ "یتوفاکم ملکُ الموت ......" یعنی ملک الموت تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ "تتوفٰھم الملائکۃ ......" یعنی فرشتے قبض روح کرتے ہیں اور ایک مقام پر فرماتا ہے کہ "توفتہ رسلنا ......" یعنی ہمارے رسولوں نے ان کی روح قبض کی۔ آخر اس میں صحیح بات کونسی ہے اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن میں کچھ نقص ہے کہ ایک جگہ کچھ بات لکھی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور۔

حضرت نے فرمایا کہ خدائے پاک اس سے بزرگ و برتر ہے کہ ان امور میں خود تصرف فرمائے اور ایسے چھوٹے امور انجام دے اس کے فرشتوں اور رسولوں کا فعل دراصل اسی کا فعل ہے کیونکہ وہ سب اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں پس اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان فرشتوں میں سے رسول و سفیر منتخب کر لئے ہیں اور ان ہی کی شان میں فرماتا ہے کہ

"اَللّٰہُ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس" یعنی اللہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے اپنے سفیر و رسول منتخب کر لیتا ہے پس ان روح کے قبض کرنے والے فرشتوں کا فعل ملک الموت کا فعل اور ملک الموت کا فعل خدا کا فعل ہوا۔ (الصافی والاحتجاج)

خدا جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، روکتا ہے اور سزا و جزا دیتا ہے اس کے امناء کا فعل اسی کا فعل ہے۔ ان ہی کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ "وہ نہیں چاہتے جب تک کہ خدا نہ چاہے"۔

(وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ)

پس ولی امر کا یہ فرمانا بالکل واجبی ہے کہ "انا الاول (یعنی میں ہی اول مخلوق ہوں۔) انا الآخر (میں ہی آخر ہوں کیونکہ وجہ اللہ ہوں) وانا الظاہر وانا الباطن وانا المحیی وانا الممیت وانا الموت الممیت (یعنی میں ظاہر بھی ہوں اور باطن بھی اور میں ہی مارنے اور جلانے والا ہوں (اس لئے کہ ولی امور ہوں) اور ملک الموت کو مارنے والا بھی میں ہی ہوں"۔

اسی طرح کے مزید ارشادات جو خطبۃ التطنجیہ، خطبہ بیانیہ اور خطبۂ افتخاریہ وغیرہ میں مذکور ہیں غلو نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اس لئے کہ یہی مقام خدا کی خلافت مطلقہ کا ہے اور خلیفۂ مطلق خدا کے جمیع صفات کمالیہ کا مظہر ہوتا ہے۔ لہٰذا لازمی ہے کہ ہر امر الٰہی اسی سے ظاہر ہو اور اس کی ولایت کے تحت صادر ہو اسی لئے دنیا و ما فیہا اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ید اللہ کہلایا۔ پوری کائنات اس کے پیش نظر ہے اس لئے عین اللہ کہلایا۔ اور حسب ارشاد نبوی لسان اللہ اور مشیت اللہ کہلاتا ہے۔

مقدمہ خطبۃ البیان

حدیث طارق

طارق ابن شہاب نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین امام کی تعریف فرمائیے چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ (ترجمہ ملاحظہ فرمائیے)

"اے طارق امام کلمۃ اللہ، حجت اللہ، وجہ اللہ، نور خدا، حجاب اللہ اور آیت اللہ ہوتا ہے اس کو خدا منتخب کرتا اور جو کچھ (اوصاف و کمالات) چاہتا ہے اس کو عطا کرتا ہے اور تمام مخلوق پر اس کی اطاعت کو واجب کرتا ہے پس وہ تمام آسمانوں اور زمین پر اس کا ولی ہے۔ خدا نے اس بات پر اپنے تمام بندوں سے عہد لیا ہے پس جس نے اس پر سبقت کی اس نے خدائے عرش سے کفر کیا پس وہ (امام) جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ جب ہی کرتا ہے جب کہ خدا کسی بات کو چاہتا ہے اس کے بازو پر "وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا" یعنی مکمل ہوا کلمہ رب جو صدق اور عدل ہے لکھا رہتا ہے۔ پس وہی صدق اور عدل ہے اور اس کے لئے زمین سے آسمان تک ایک نور کا ستون نصب کیا جاتا ہے جس میں وہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے وہ لباس ہیبت و جلال سے ملبوس رہتا ہے وہ دل کی بات جانتا ہے اور غیب پر مطلع رہتا ہے وہ متصرف علی الاطلاق ہوتا ہے وہ مشرق تا مغرب تمام اشیاء کو دیکھتا ہے عالم ملک اور ملکوت کی کوئی شئے اس سے پوشیدہ نہیں اور اس کی ولایت میں اس کو جانوروں کی بولی عطا کی جاتی ہے۔

پس یہی وہ (امام) ہے جس کو اللہ نے اپنی وحی کے لئے منتخب کیا اور امور غیب کے لئے پسند فرمایا اور اپنے کلام سے اس کی تائید کی اور اس کو اپنی حکمت تلقین کی اور اس کے قلب کو اپنی مشیت کی جگہ قرار دیا اس کے لئے سلطنت کی منادی کر دی۔ اور اس کو اولی الامر بنا کر اس کی اطاعت کا حکم دیا کیونکہ امامت میراث انبیاء اور درجہ اوصیاء خلافت خدا اور خلافت رسولان خدا ہے۔

پس یہی صاحب عصمت و ولایت اور سلطنت و ہدایت ہے کیونکہ وہ ضرور بالضرور دین کی تکمیل کرنے والا ہے۔ اور بندوں کے اعمال کی کسوٹی ہے امام (خدا کا قصد رکھنے والوں کے لئے دلیل راہ ہے اور ہدایت پانے والوں کے لئے منارۂ نور اور سالکین کے لئے سبیل راہ اور عارفین کے قلوب میں چمکنے والا آفتاب ہے۔ اس کی ولایت سبب نجات ہے اس کی اطاعت زندگی میں فرض گردانی گئی ہے اور مرنے کے بعد وہی توشۂ آخرت ہے وہ مومنین کے لئے باعث عزت گنہگاروں کے لئے باعث شفاعت اور دوستوں کے لئے باعث نجات اور تابعین کے لئے فوز عظیم ہے کیونکہ وہی راس اسلام اور کمال ایمان اور معرفت حدود احکام اور حلال و حرام کا بیان کرنے والا ہے۔ پس یہ وہ مرتبہ ہے جس پر سوائے اس کے جس کو اللہ خود منتخب کرے اور سب پر مقدم و حاکم و والی بنائے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا پس ولایت حفظ ثغور تدبیر امور اور ایام و شہور کی تعدید کرنے والی ہے۔ امام تشنگان علوم معارف کے لئے آب شیریں اور طالبان ہدایت کے لئے ہادی ہے۔

امام وہ ہے جو ہر گناہ سے پاک و مطہر ہو اور امور غیب سے مطلع ہو پس امام وہ ہے جو انوار کے ساتھ بندگان خدا پر طلوع ہوتا ہے پس وہ ایسی شئے نہیں جس کو ہاتھ اور آنکھ پا سکے۔ اور اسی کی طرف قول خدا کا اشارہ ہے کہ عزت بس اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے اور وہ مومنین علیؑ اور اس کی عترت ہیں پس عزت نبیؐ اور عترت نبیؐ کے لئے ہے۔ نبیؐ اور ان کی عترت زمانہ کے ختم ہونے تک جدا نہیں ہو سکتے۔ پس وہ ایمان کے دائرہ کے مرکز اور قطب وجود، آسمان جود وسخا اور شرف موجود ہیں۔ یہی ضیائے آفتاب شرافت اور اس کے

ماہتاب کے نور ہیں اور اصل معدنِ عزت و بزرگی اور اُس کے مبداء و معنا اور مبناء ہیں۔

پس امام (ضلالت کی تاریکیوں میں) درخشاں چراغ ہے اور اللہ تک پہونچنے کا راستہ اور سیراب کرنے والا پانی اور موجزن سمندر ہے وہی بدرِ منیر اور (علوم و معارف سے بھرا ہوا) تالاب ہے مرمجاوہ صراط الٰہی ہے جس کے راستے واضح ہیں اور وہ دلیل و رہنما ہے۔ ضلالت کے مُہلک راستوں میں وہ (رحمت الٰہی کا) برسنے والا بادل اور بارانِ کثیر ہے وہ (ہدایت کا) بدرِ کامل، رہنمائے فاضل سب پر سایہ رکھنے والا آسمان اور اس کی نعمت جلیل ہے وہ ایک سمندر ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا اور وہ ایک ایسا شرف ہے جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی وہ ایک چشمۂ فیض اور نعماتِ الٰہی کا سرسبز باغ اور مہکتا ہوا (چمن رسالت کا) پھول، روشن بدرِ کامل اور (امامت کا) درخشاں آفتاب ہوتا ہے وہ ایک پاکیزہ خوشبو اور مجسم عمل صالح ہے وہ فائدہ بخش مال تجارت اور سبیل واضح ہے (جس سے کوئی بھٹک نہیں سکتا) وہ ایک رفیق طبیب پدرِ شفیق اور بندوں کی ہر مشکل میں مدد کرنے والا ہوتا ہے وہ اللہ کی جانب سے خلائق کا نگہبان اور حقائق پر اُس کا امین ہے اس کے بندوں پر اللہ کی حجت، اس کی زمین اور ملکوں پر اللہ کی راہ روشن ہے وہ تمام گناہوں سے پاک جملہ عیوب سے مبّرا اور غیب کی باتوں سے مطلع رہتا ہے اس کا ظاہر ایک ایسا امر ہے جس پر کوئی محیط نہیں ہو سکتا اس کا باطن ایسا غیب ہے جس کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ واحد ہوتا ہے اور خدا کے امر و نہی میں اس کا خلیفہ ہوتا ہے نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے اور نہ کوئی اُس کا بدل۔!

پس کون ہے جو ہماری معرفت حاصل کر سکے یا ہمارے درجہ کو پہونچ سکے یا ہماری کرامت کا مشاہدہ کر سکے یا ہماری منزلت کا ادراک کر سکے۔ اس امر میں عقول حیران اور افہام سرگشتہ ہیں یہ وہ مرتبہ

ہے جس کے سامنے بڑے بڑے لوگ حقیر ہیں اس کے ادراک سے علماء قاصر، شعراء ماندے، بلغاء و خطباء گونگے اور بہرے، فصحاء عاجز اور زمین و آسمان شان اولیاء میں ایک وصف بھی بیان کرنے سے مجبور ہیں کون اس کو پہچان سکتا ہے یا اس کا وصف بیان کر سکتا ہے۔ یا سمجھ سکتا یا ادراک کر سکتا ہے جو کہ نقطۂ کائنات، دائروں کا مرکز ممکنات کا راز اور جلال کبریائی کی شعاع اور ارض و سماء کا شرف ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام اس سے برتر ہے کہ کوئی وصف کنندہ اس کی توصیف کر سکے اور اس کی نعمت و تعریف لکھ سکے اور تمام عوالم میں کسی کو ان کے ساتھ قیاس کر سکے وہ نورِ اول اور کلمۂ علیا و اسمائے نورانی اور وحدانیت کبریٰ ہیں جس نے ان سے منہ موڑا وہ وحدانیت سے مڑ گیا اور یہی خدا کے حجاب اعظم و اعلیٰ ہیں۔

پس ایسے امام کو کون منتخب کر سکتا ہے اور عقلیں اس کو کہاں پہچان سکتی ہیں اور کون ایسا ہے جس نے اس کو پہچانا یا اس کا وصف بیان کر سکا۔ جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ (امامت) آل محمدؐ کے علاوہ غیروں میں بھی پائی جاتی ہے وہ جھوٹے ہیں ان کے قدم (راہ راست سے) ہٹ گئے ہیں انھوں نے گئوسالہ کو اپنا رب اور شیاطین کو اپنی جماعت بنالی ہے۔ یہ سب بیت صفوۃ اور خانۂ عصمت سے بغض کی وجہ اور معدن حکمت و رسالت سے حسد کی وجہ ہے شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا ہے۔ (خدا) ان کو ہلاک کرے کہ کس طرح انھوں نے اُس کو امام بنا لیا جو جاہل بت پرست اور یوم جنگ بزدلی دکھانے والا تھا حالانکہ یہ واجب ہے کہ امام ایسا عالم ہو کہ اس میں کسی قسم کا جہل نہ ہو اور ایسا شجاع ہو کہ کسی معرکہ میں کمزور نہ پڑے نہ حسب میں کوئی اس سے اعلیٰ ہو اور نہ نسب میں اس کے برابر ہو۔ پس امام ذریۂ قریش اور اشراف بنی ہاشم اور بقیۂ ذریت ابراہیمی سے ہوتا ہے۔ اور وہ نبی کریم کی شاخ سے ہوتا ہے وہ نفس رسول ہوتا ہے اور رضائے خدا سے

مقرر ہوتا ہے اور یہ انتخاب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے پس وہ شرف ہے اشراف کا اور فرع ہے عبد مناف کی اور وہ عالم سیاست ہوتا ہے اور اہل زمین پر ریاست عامہ رکھتا ہے اس کی اطاعت قیامت تک فرض کی گئی ہے خدا اس کے قلب میں اپنے اسرار ودیعت کرتا ہے اور اس میں اپنی زبان کو گویا کرتا ہے پس وہ معصوم اور موفق من اللہ ہوتا ہے۔ وہ جاہل یا بزدل نہیں ہوتا۔

پس اے طارق! لوگوں نے ایسے امام کو چھوڑ دیا اور ہوا و ہوس کے تابع ہو گئے اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو بغیر ہدایت خدا اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔

اے طارق! امام فرشتہ بصورت بشر اور جسد سماوی میں ایک امر الٰہی اور روح قدس ہوتا ہے۔ اس کا مقام بلند وہ نور جلی اور سرّ خفی الٰہی ہوتا ہے۔ پس وہ ملکی الذات اور الٰہی صفات و زاید الحسنات اور عالم الغیبات ہوتا ہے۔ وہ رب العالمین سے مخصوص اور صادق الامین (یعنی رسول خدا) سے منصوص ہوتا ہے یہ تمام باتیں صرف آل محمدؐ ہی میں ہیں اور کوئی دوسرا ان میں ان کا شریک نہیں کیونکہ یہی معدن تنزیل اور (کلام خدا کے) معنی تاویل، خاصان رب جلیل اور جبرئیل امین کے نازل ہونے کے مقام ہیں یہی برگزیدۂ خدا، راز خدا اور اس کا کلمہ شجرۂ نبوت و معدن شجاعت اس کے عین کلام اور منتہائے دلالت، محکم رسالت نور جلال الٰہی جنب اللہ اور اس کی امانت موضع کلمۂ خدا، مفتاح حکمت، چراغ رحمت اور اس کی نعمت کے چشمے ہیں، یہی خدا کی معرفت کا راستہ اور سلسبیل ہیں اور یہی میزان مستقیم صراط مستقیم اور خدائے حکیم کے ذکر مجسّم اور وجہ رب کریم اور نور قدیم ہیں، یہی صاحبانِ عزّت و برتری و تقویم و تفضیل و تعظیم، جانشینان نبی کریم اور فرزندان رسول رؤف و رحیم اور امانت داران خدائے علی و عظیم ہیں۔ یہ بعضہا من بعض

کی ذریت ہیں۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے یہی ہدایت کے نشان بلند اور طریق مستقیم ہیں جس نے ان کو پہچان لیا اور ان سے (معارف کو) حاصل کیا پس وہ ان سے ہے خدا کے قول: "مَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ" میں انہی کی طرف اشارہ ہے (یعنی جس نے میری پیروی کی مجھ سے ہے) اللہ نے ان کو اپنے نور اور عظمت سے خلق کیا ہے اور ان کو اپنی مملکت کے امور کا والی بنایا ہے پس وہی اللہ کے پوشیدہ راز ہیں اور اس کے اولیائے مقرب ہیں اور کاف و نون کے درمیان اس کے امر ہیں بلکہ وہی کاف و نون ہیں۔ وہ خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سے بات کرتے ہیں اور اسی کے امر پر عمل کرتے ہیں۔ تمام انبیاء کا علم ان کے علم کے مقابلہ میں اور تمام اولیاء کی عزت ان کی عزت کے مقابل ایسی ہی ہے جیسے سمندر کے مقابل قطرہ اور صحرا کے مقابل ایک ذرّہ۔ تمام زمین و آسمان امام کے نزدیک اس کے ہاتھ اور ہتھیلی کے مانند ہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کو پہچانتا ہے اور نیک و بد کو جانتا ہے اور وہ ہر رطب و یابس کا عالم ہے۔ چونکہ اللہ نے اپنے نبی کو تمام گذشتہ اور آئندہ کا علم دیا تھا اس کے اوصیائے منتخبین اس راز محفوظ کے وارث ہوئے جو اس بات سے انکار کرے وہ بدبخت اور ملعون ہے اس پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ خدا کس طرح اپنے بندوں پر ایسے شخص کی اطاعت فرض کر سکتا ہے جس سے آسمان و زمین کے ملکوت پوشیدہ ہوں اور یہ تحقیق کہ آل محمدؐ کی شان میں ایک ایک لفظ ستر ستر توجیہیں رکھتا ہے اور جن کے لئے ذکر حکیم و کتاب کریم اور کلام قدیم میں ایک آیت موجود ہے جس میں صورت آنکھ ہاتھ اور پہلو کا ذکر ہے پس ان سب سے مراد یہی ولی ہے کیونکہ وہ جنب اللہ، وجہ اللہ یعنی حق اللہ و علم اللہ، عین اللہ اور ید اللہ ہے گویا کہ ان کا ظاہر صفات ظاہرہ کا باطن اور ان کا باطن باطنی صفات کا ظاہر ہے پس وہ باطن کے ظاہر اور ظاہر کے باطن ہیں اور قول رسول خدا کا اسی طرف اشارہ ہے کہ "انّ تیّن واپادی" و

انا و انت یا علیؑ منہما (بہ تحقیق کہ اللہ کے لئے ہاتھ اور آنکھیں ہیں یا علی میں اور تم اسی سے ہیں۔

پس وہی جنب خدا نے علی وعظیم اور وجہ مرضی اور سیراب کرنے والے چشمے اور (خدا کی) سیدھی راہ ہیں اور وہی خدا تک پہونچنے کا اور اس کے عفو اور رضائے وصل ہونے کا وسیلہ ہیں وہی خدائے واحد اور احد کے راز ہیں پس ان کے ساتھ کسی مخلوق کو قیاس نہیں کیا جاسکتا یہی مخصوصین خدا اور مخلص بندے ہیں یہی اس کے دین و حکمت کے راز ہیں اور باب الایمان کعبہ، حجت خدا اور اس کے صراط مستقیم ہیں اور علم ہدایت اور اس کے نشان ہیں اور فضل خدا اور اس کی رحمت ہیں یہی عین الیقین و حقیقت اور صراط حق و عصمت اور مبداء و منتہائے وجود اور رعایت و قدرت پروردگار اور اس کی مشیت ہیں اور یہی اُم الکتاب اور خاتمۃ الکتاب (یعنی فاتحہ کتاب تکوین اور خاتمہ مصحف تدوین ہیں) یہی فصل الخطاب اور اس کی دلالت اور وحی کے خزانہ دار و محافظ ہیں اور اس کے ذکر کے امین و مترجم اور معدن تنزیل ہیں۔

یہی وہ کواکب علویہ اور انوار علویہ ہیں جو آفتاب عصمت فاطمہؑ سے آسمان عظمت محمدیہ میں چمکے اور روشن ہوئے یہی وہ شاخ ہائے نبویؐ ہیں جو شجر احمدیہؐ میں اُگے یہی وہ اسرار الٰہی ہیں جو صورت بشریہ میں ودیعت کئے گئے یہی ذریت ذکیہ اور عترت ہاشمیہ ہیں جو ہادی اور مہدی ہیں یہی بہترین مخلوقات ہیں، پس یہی آئمہ طاہرین، عترت معصومہ، ذریت مکرمہ خلفائے راشدین، صدیقین اکبر اوصیائے منتخبین، اسباط مرضیین اور مہدیوں کے ہادی مبارک اشخاص ہیں کے مثل آیہ آل طٰہٰ و یٰسین سے ہیں اور وہ جملہ اولین و آخرین پر حجت خدا ہیں۔ ان کے نام حجروں پر درختوں کے پتوں، پرندوں کے پروں پر، جنت و جہنم کے دروازوں پر عرش

اور آسمانوں پر، فرشتوں کے بازوؤں پر اور حجاب ہائے عظمت و جلال الٰہی پر اور عز و جمال خداوندی کے سراپردوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ ان ہی کے نام سے پرندے تسبیح کرتے ہیں اور ان کے شیعوں کے لئے مچھلیاں سمندر میں استغفار کرتی ہیں۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو پیدا نہیں کیا جب تک کہ اس سے اپنی وحدانیت اور اس ذریت ذکیہ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے برات کا عہد نہ لے لیا اور عرش قائم نہ ہوا۔ جب تک کہ اس پر نور سے لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ علیؑ ولی اللہ نہ لکھا گیا۔

(مشارق الانوار مطبوعہ ۱۳۱۸ھ صفحہ ۱۳۸ تا صفحہ ۱۴۳ بحرالمعارف صفحہ ۳۶)

امام کے متعلق کائنات کے رسولؐ کا ارشاد!

رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص بغیر معرفت امام زمانہ حاصل کئے مر جائے وہ یقیناً جہالت و کفر کی موت مرا یہ وہی امام ہے جس کے لئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا کہ کل شیء احصیناہ فی امام مبین یعنی کائنات کی تمام چیزوں کا احصار کر کے امام مبین کے حوالہ کر دیا گیا ہے یہی وہ عہدۂ امامت ہے جو ظالم کو نہیں مل سکتا جیسا کہ حضرت ابراہیم کو امامت سے سرفراز فرماتے وقت خدا نے فرمایا کہ لا ینال عہدی الظالمین اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عہدۂ امامت صرف خدا کی جانب سے عطا ہوتا ہے۔ مخلوق نہ کسی کو اس عہدہ پر منتخب کر سکتی ہے اور نہ کسی کو اس نام سے مخاطب کر سکتی ہے۔ یہ وہی امام ہے جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے کہ "وَجَعَلْنَا مِنْہُمْ اَئِمَّۃً یَّہْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا" (السجدہ)

اس خطبہ کا ایک ایک نقطہ اس قدر معارف و حقایق سے بھرا ہوا ہے کہ

اس کی تفسیر کے لئے کئی صفحات درکار ہوں گے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت، ولایت و امامت و خلافت مطلقہ الٰہیہ ذریت طاہرہ معصومہ و عترت بنویہ ہاشمیہ سے ہی مختص و مخصوص ہیں یہ بارہ خلفائے خدا اوصیائے رسول خدا وہی برگزیدہ بندے ہیں جن کا ذکر خدا وند عالم نے تمام سابقہ صحف میں کیا یہ نور محمدی کے ٹکڑے ہیں جن کو خدا نے اخلاق الٰہی اور اوصاف خدائی سے متصف کر کے ان میں اپنے اسرار ودیعت کر کے اپنے کمالات کا مظہر بنا کر صورت بشری میں ظاہر کیا اور اپنی قدرت و مشیت کا محل گردان کر روز ازل ہی سے مخلوقات پر ان کی عبادت فرض گردانی اور تمام انبیاء و ملائک سے ان کی ولایت پر میثاق لیا:-

دُنیا کا عظیم خُطبہ

خُطبۃ البیان

سیّد نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب انوار النعمانیہ کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ "وخطبۃ البیان المنقولۃ منہ تبیین ھذا کلّہ وھی الاسرار التّی لا یعرف معناھا الاّ العلماء الراسخون"، یعنی خطبہ بیان ہیں جو اُن سے (حضرت علی سے) منقول ہے اور اس میں جو کچھ مرقوم ہے سب اسرار ہیں جن کی معنی کی معرفت سوائے علمائے راسخ کے کوئی نہیں رکھتا۔

ملا عبدالصمد ہمدانی اپنی کتاب بحر المعارف میں لکھتے ہیں کہ خطبۃ البیان کے سمجھنے کے لئے ہر شخص کو چاہیئے کہ حدیث طارق کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرے کہ یہ اس خطبہ کا مقدمہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ آدمی ایک نسخۂ مجموعہ اور کتاب جامع ہے اور حق تعالٰے انسان کامل میں اپنے

اسماء و صفات کا مشاہدہ کرتا ہے پس وہی انسان جو ان صفات کاملہ سے متصف ہو خلافت حق کے لئے سزاوار ہوگا اور وہی مظہر اسم اعظم بلکہ خود اسم اعظم ہوگا جیسا کہ حدیث خیبر میں بھی مذکور ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ قاصران بے بصیرت اور شمس ہدایت سے بے بہرہ اندھے اور بار باطن جہلا خطبۂ بیان، خطبہ تطنجیہ اور ایسے دیگر ارشادات سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اس مقام کو اہل معرفت مقام توحید عیانی و شہودی کہتے ہیں۔ جو انتہائی قرب و اتصال کا مقام ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔

"میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں کہ ان کو محمدؐ صلعم کے بعد میرے سوا کوئی اور نہیں جانتا اور میں ہر شے کا علم رکھتا ہوں میں وہ ہوں جس کے لئے رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں و علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ میں ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر گزشتہ صحف میں موجود ہے میں وہ حجر مکرم ہوں جس سے بارہ چشمے جاری ہوں گے۔ میں وہ ہوں جس کے پاس سلیمان کی انگوٹھی ہے (یعنی میں تمام جن و انس اور تمام خلائق پر متصرف ہوں) میں وہ ہوں جس کے ذمہ خلایق کے حسابات سونپے گئے ہیں میں لوح محفوظ ہوں۔ کہ (جس کے ضمیر میں تمام حقایق کونی و الٰہی موجود ہیں۔) میں جنب اللہ اور قلب خدا ہوں میں لوگوں کی آنکھوں اور قلوب کو پھیرنے والا ہوں ان کی بازگشت ہماری طرف اور ان کا حساب ہمارے ذمہ ہے میں وہ ہوں جس کے لئے رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یا علی صراط مستقیم ہی تمہارا رستہ ہے اور موقف تمہارا موقف ہے میں وہ ہوں جس کے پاس گزشتہ و آئندہ کا علم کتاب ہے۔ میں ہوں آدم اول (کا ساتھی) میں ہوں نوح اوّل (کا مددگار) میں ہوں ابراہیم خلیل (کا مونس) جبکہ وہ آگ میں ڈالا گیا۔

میں اسرار خدا کی حقیقت ہوں، میں مومنین کا مونس و غمگسار ہوں

میں ہوں اسباب کا بنانے والا، میں ہوں بادلوں کا پیدا کرنے والا۔ میں ہوں درختوں میں پتے پیدا کرنے والا میں ہوں پھلوں کا لگانے والا میں ہوں چشموں کا جاری کرنے والا میں ہوں زمینوں کا بچھانے والا میں ہوں آسمانوں کا بلند کرنے والا، میں ہوں حق و باطل میں فرق کرنے والا میں ہوں جنّت و جہنّم کا تقسیم کرنے والا، میں ہوں وحی خدا کا ترجمان میں اللہ کی جانب سے معصوم خلق ہوا ہوں میں علم الٰہی کا خزانچی ہوں۔ اس مخلوق پر جو آسمانوں میں اور زمینوں پر ہے میں حجت خدا ہوں میں عدل سے موصوف اور قائم ہوں میں دابۃ الارض ہوں۔ میں زمین کو زور سے دبانے والا ہوں اور میں رادفہ ہوں میں وہ صیحہ برحق ہوں جو خلقت کے باہر نکلنے کے دن ہوگا میں وہ ہوں جس سے آسمانوں اور زمین کی مخلوق پوشیدہ نہیں ہے میں وہ ساعت (صاحب روز قیامت) ہوں کہ جسکے جھٹلانے والے کے لئے جہنم ہے میں وہ کتاب ہوں جس میں کسی قسم کا شک نہیں (یعنی قرآن ناطق ہوں) میں خدا کے وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جس کے ساتھ دعا کرنے کے لئے اللہ کا حکم ہے میں وہ طور ہوں جس سے موسیٰ نے کچھ حاصل کیا اور ہدایت پائی میں (دنیا کے) محلوں کو منہدم کرنے والا اور مومنین کو قبور سے نکالنے والا ہوں میں وہ ہوں جس کے پاس پیغمبروں کی کتب سے ایک ہزار کتابیں ہیں میں تکالیف میں مبتلا ایوب کا رفیق اور شفا عطا کرنے والا ہوں میں یونس کا رفیق اور نجات دلانے والا ہوں میں صاحب صور ہوں میں قبور سے لوگوں کو نکالنے والا اور صاحب مالک یوم قیامت ہوں میں نے سات آسمانوں کو اپنے رب کے حکم اور اس کی قدرت سے قایم کیا میں غفور و رحیم ہوں اور بتحقیق کہ میرا عذاب اس کا عذاب الیم ہے میں وہ ہوں کہ جسکی وجہ ابراہیم خلیل سلامت رہے اور میری بندگی کا اقرار کیا۔ میں موسیٰ کا عصا ہوں اور اس کے ذریعہ تمام مخلوق کو پیشانی (کے بال سے) پکڑنے والا ہوں۔ میں وہ ہوں کہ جس نے عالم ملکوت پر نظر کی اور اپنے سوا کوئی چیز نہ

پائی اور میرے غیر کو غائب پایا میں وہ ہوں جو اس مخلوق کا اعداد شمار کرتا ہوں اگرچہ کہ وہ بہت ہیں یہاں تک کہ انھیں اللہ تک پہونچاؤں میں وہ ہوں جس کے پاس کلام تبدیل نہیں ہوتا۔ میں بندگان خدا پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں میں زمین پر اللہ کا ولی ہوں۔ امر خدا میرے سپرد کیا گیا ہے اور میں اس کے بندوں پر حاکم ہوں میں وہ ہوں جس نے چاند اور سورج کو بلایا اور انھوں نے میری اطاعت قبول کی میں وہ ہوں جس نے ساتوں آسمانوں کو دعوت دی انھوں نے میرے حکم کو قبول کیا پس میں نے حکم دیا اور وہ قائم ہو گئے میں وہ ہوں جس نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا میں نے تمام عالمین کو پیدا کیا میں ہوں زمینوں کا بچھانے والا اور تمام ولایتوں کے حالات سے عالم۔ میں ہوں امر خدا اور اس کی روح جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دو روح میرے رب کے امر سے ہے میں وہ ہوں جس کے لئے اللہ نے اپنے نبی سے کہا کہ تم دونوں ہر کافر عنید کو جہنم میں ڈالو۔ میں وہ ہوں کہ خدا کے حکم سے تمام چیزوں کو تکوین کے بعد وجود میں لایا۔ میں وہ ہوں کہ جس نے پہاڑوں کو لنگر کیا اور زمینوں کو پھیلایا میں ہوں چشموں کا نکالنے والا اور کھیتوں کا اگانے والا اور درختوں کا لگانے والا اور میووں کا نکالنے والا۔ میں وہ ہوں جو لوگوں کے کھانے کا اندازہ لگاتا ہوں اور بارش برساتا ہوں اور بادل کی کڑک سناتا ہوں اور برق کو چمکاتا ہوں۔ میں ہوں سورج کو روشنی دینے والا اور صبح کو طلوع کرنے والا اور ستاروں کو پیدا کرنے والا میں سمندروں میں کشتیوں کا ساتھی ہوں میں قیامت برپا کروں گا۔ میں وہ ہوں کہ جس کو موت دی جائے تو نہ مروں گا اور اگر قتل کیا جاؤں تو قتل نہ ہوں گا۔ میں ہر آن و ہر ساعت پیدا ہونے والی چیزوں کو اور قلوب میں گزرنے والے خطرات کو جاننے والا ہوں اور آنکھوں کے جھپکنے کے حال اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے

سب جانتا ہوں میں مومنین کی نماز و زکوٰۃ اور حج و جہاد ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے لئے اللہ نے فرمایا کہ "جب صور پھونکا جائے گا" میں نشر اول و آخر کا مالک و مختار ہوں میں وہ ہوں جس کے نور کو اللہ نے سب سے پہلے پیدا کیا میں ہوں صاحب کواکب اور دولت کا زائل کرنے والا زلزلے اور راجفہ میرے اختیار میں ہیں۔ میں منایا اور بلایا سے واقف ہوں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہوں میں بڑے بڑے ستونوں والے جنّت کا مالک ہوں جس کا مثل کسی شہر میں پیدا نہ ہوا اس میں جو کچھ جواہرات وغیرہ ہیں میں ہوں ان کا خرچ کرنے والا۔ میں وہ ہوں جس نے ذوالفقار سے سرکشوں، و جباروں کو ہلاک کیا۔ میں وہ ہوں جس نے نوح کو کشتی میں سوار کیا میں وہ ہوں جس نے ابراہیم کو نمرود کی آگ سے نجات دلائی اور اس کا مونس تھا اور اس کو کنویں سے نکالا میں موسیٰ اور خضر کا صاحب اور تعلیم دینے والا ہوں میں منشی ملکوت اور کون و مکان کہوں میں پیدا کرنے والا ہوں میں ماؤں کے رحموں میں صورتوں کا بنانے والا ہوں۔ میں مادر زاد اندھوں کو بینا اور مبروص کو اچھا کرتا ہوں اور جو کچھ دلوں میں ہے اس سے واقف ہوں تم جو کچھ کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو اس سے واقف ہوں میں وہ بعوضہ ہوں جس کی مثال اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے۔ میں وہ ہوں جس کو اللہ نے قائم کیا جب کہ تمام مخلوق ظلمت میں گھری ہوئی تھی اور مخلوق کو میری اطاعت کی طرف دعوت دی پس جب وہ ظاہر ہوگئی (مخلوق عالم وجود میں آگئی) اس کے امر سے انکار کر دیا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

"پس جب وہ ان کے پاس آیا انھوں نے اسے نہیں پہچانا اور کافر ہو گئے۔"

میں وہ ہوں جس نے منشائے قدرت سے ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا۔ میں اپنی اولاد میں سے ابرار کے ساتھ عرش خدا کا اور لوائے حمد کا اٹھانے والا ہوں میں تاویل قرآن کا اور گزشتہ کتابوں کا عالم ہوں۔ میں علم قرآن میں راسخ ہوں، میں آسمانوں اور زمین میں وجہ خدا ہوں جس کے لئے خدا نے فرمایا کہ ہر شئے ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے چہرے کے میں ہوں۔ جبت و طاغوت کا جلا دینے والا میں وہ اللہ کا دروازہ ہوں جس کے لئے خدا نے فرمایا کہ "جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور سرکشی کی ان کے لئے نہ آسمانوں کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنّت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ داخل ہو جائے۔ اور اسی طرح ہم مجرمین کو بدلہ دیتے ہیں میں وہ ہوں کہ جبرئیل و میکائیل نے جس کی خدمت کی میں وہ ہوں کہ جبرئیل و میکائیل کو اس پانی پر مسلط کیا جو جنّت سے جاری ہوتا ہے میں ہی ملائکہ کو فرش پر بدلتا رہتا ہوں اور دنیا کی تمام ولایتوں کے لوگوں کو جانتا ہوں میں وہ ہوں جس کے لئے آفتاب دو مرتبہ لوٹایا گیا میں وہ ہوں کہ اللہ نے جبرئیل و میکائیل کو میری اطاعت کے لئے مخصوص کیا میں اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہوں جو اعظم اور اعلیٰ ہے میں صاحب طور ہوں اور صاحب کتاب مسطور یعنی لوح محفوظ ہوں۔ میں بیت معمور ہوں میں ہی وہ حرث و نسل ہوں (جو برباد کیا گیا) میں وہ ہوں جس کی اطاعت اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ہر ذی روح اور ہر متنفس پر فرض کی ہے میں ہی اولین اور آخرین کو (یوم قیامت) اٹھاؤں گا میں اپنی تلوار (ذوالفقار) سے اشقیا کو قتل کرتا ہوں اور ان کے خرمن حیات کو آتش غضب سے جلا دیتا ہوں۔ میں وہ ہوں کہ اللہ نے مجھ کو دین پر غالب کیا اور میں ظالمین سے بدلہ لینے والا ہوں میں ہی وہ ہوں جس کی طرف تمام امتوں کو دعوت دی گئی تاکہ میری اطاعت کریں جس نے کفر کیا اور خلاف ورزی کی مسخ ہو گیا میں ہی منافقین کو رسول اللہ کے حوض کوثر سے دفع کروں گا۔ میں وہ دروازہ

ہوں جس کو خدا نے اپنے بندوں کے لئے کھولا ہے جو اس میں داخل ہوا۔ وہ امن میں رہے گا اور جو اس سے نکل گیا کافر ہو گیا۔ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ میں جنّت اور جہنّم کی کنجیاں ہیں میں وہ ہوں جس نے جباروں سے جہاد کیا جنھوں نے نور خدا کے بجھانے اور اس کی حجت کے باطل کرنے کی کوشش کی تھی پس اللہ نے انکار کیا مگر یہ کہ اس کا نور اور ولایت کامل ہو گئے اللہ نے اپنے نبی کو نہر کوثر عطا فرمایا اور مجھے آب حیات عطا فرمایا۔ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ زمین پر ہوں۔ پس جس کو چاہا اللہ نے میرا عارف بنایا اور جسکو چاہا منکر بنایا میں سبزی (یعنی ملکوت) میں کھڑا ہوں جہاں روحیں حرکت کرتی ہیں وہاں میرے سوا کوئی سانس لینے والا نہ تھا میں خاموش عالم ہوں اور محمدؐ بولنے والے عالم ہیں۔ میں قرن اولی کا صاحب ہوں میں نے موسیٰ کو بحر میں بچایا اور فرعون کو غرق کیا میں یوم ظلّہ کا صاحب عذاب ہوں (جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا تھا) میں ان سب سے زیادہ اعلم ہوں۔ میں جانوروں اور پرندوں کی بولیوں کا عالم ہوں۔ اللہ کی آیت۔ اللہ کی حجّت اور اللہ کا امین ہوں۔ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں اور میں پیدا کرتا ہوں اور رزق دیتا ہوں میں سنتا ہوں اور ہر چیز کا عالم ہوں اور ہر چیز کو دیکھتا ہوں میں وہ ہوں جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی ایک چشم زدن میں سیر کرتا ہوں میں نفخۂ اوّل اور نفخۂ ثانی ہوں میں ذوالقرنین ہوں جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں اس امّت کا ذوالقرنین ہوں۔ میں اس ناقہ کا صاحب ہوں جو صالح نبیؑ کے لئے نکلا تھا میں وہ ہوں جو کہ صور پھونکے گا اس روز جو کہ کافروں پر بہت سخت ہو گا جس میں بالکل آسانی نہ ہو گی۔ میں اسم اعظم ہوں جو کھیٰعص ہے۔ میں وہ ہوں جو عیسیٰ کی زبان میں گہوارہ میں گویا ہوا۔ میں وہ ہوں جو یوسف صدیق سے بچپن کی زبان میں گویا ہوا۔ میں وہ ہوں جس کے مثل کوئی شے نہیں۔ میں عذاب اعظم ہوں۔ (دشمنان خدا کے لئے)

میں ہوں آخرت اور اولیٰ میں ہوں ان کا اعادہ اور حشر کرنے والا۔ میں زیتون کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں جس کی قسم خدا نے والتین والزیتون کہہ کر کھائی ہے اور نبوّت کی قندیلوں میں سے ایک قندیل ہو۔ میں ہوں چیزوں کا ظاہر کرنے والا جس طرح چاہوں۔ میں وہ ہوں جو بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہوں۔ آسمان و زمین مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میں ہوں چراغ ہدایت۔ میں چراغ دان ہوں جس میں مصطفےٰ کا نور ہے۔ میں وہ ہوں جس کی معرفت کے بغیر کسی عمل کرنے والے کا عمل بے کار ہے میں آسمانوں اور زمینوں کے (عجائبات کا خزانچی ہوں کہ سب میری قدرت میں ہیں۔ میں ہوں عدل کا قایم کرنے والا۔ میں زمانہ کے تغیرات و حوادث کا علم رکھتا ہوں، میں وہ ہوں جو چیونٹیوں کی تعداد کا علم رکھتا ہے اور ان کے وزن اور سبکی سے واقف ہے اور پہاڑوں کی مقدار اور ان کے وزن کو جانتا ہے اور بارش کے قطرات کی تعداد سے واقف ہے۔ میں خدا کی آیات کبریٰ ہوں جو اس نے فرعون کو دکھائی اور اس نے عصیان کی۔ میں وہ ہوں جس نے دو قبلوں کی طرف منہ کیا اور دو مرتبہ زندہ کرتا ہوں۔ میں ہی چیزوں کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرتا ہوں۔ میں وہ ہوں کہ کفار کے چہرے پر مٹھی بھر خاک ڈالی تھی پس وہ واپس ہو گئے اور ہلاک ہو گئے۔ میں وہ ہوں جس کی ولایت سے ہزار امتوں نے انکار کیا تھا پس اللہ نے انھیں مسخ کر دیا۔ میں وہ ہوں جس کا ذکر زمانہ سے پہلے کیا گیا اور آخری زمانہ میں خروج کروں گا میں پہلے فراعنہ کی گردن توڑنے والا ان کو (ان کی سلطنت سے) نکالنے والا اور آخرین کو عذاب دینے والا ہوں میں ہوں جبت وطاغوت، کو عذاب دینے والا اور جلانے والا اور یعوق یغوث اور نسر کو عذاب دینے والا کیونکہ انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا۔ میں ہوں ستر زبانوں میں بات کرنے والا اور ہر چیز کا

حشر تک ہر ہر چیز کی خبر دینے والا۔ میں ہی قرآن کی تاویل سے عالم ہوں اور ہر اس چیز سے واقف ہوں جس کی امت محتاج ہے میں وہ ہوں کہ جو ہر اس چیز سے واقف ہے جو رات و دن واقع ہوتی ہے اور ایک امر کے بعد دوسرا واقع ہوگا اور ایک شے کے بعد دوسری شے واقع ہوگی۔

میں ہوں جس کے پاس اللہ کے اسمائے اعظم سے بہتر[۲] اسماء ہیں۔ میں مشرق سے مغرب تک خلایق کے اعمال کو دیکھتا ہوں اور انکی کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ میں ہوں کعبہ اور بیت الحرام اور بیت العتیق جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ

"پس اس گھر (بیت) کے رب کی عبادت کرو۔"

میں وہ ہوں کہ جس کو اللہ ایک ختم زدن میں مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین کا مالک کر دے گا۔ میں ہوں محمد مصطفٰؐ اور میں ہوں علیؑ مرتضٰی جس طرح کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ظاہر ہوا ہے میں روح القدوس کا ممدوح ہوں۔ میں وہ ہوں کہ جس پر کسی نام یا شبہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ میں اشیائے وجود یہ کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرتا ہوں میں ان کے لئے باب حطہ ہوں۔ (یعنی نجات کا دروازہ) جو اس میں داخل ہونا چاہیے۔ سوائے خدا ئے علی وعظیم کے کوئی قوت نہیں اللہ کی رحمت نازل ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر تمام حمد اللہ کے لئے ہے جو پالنے والا ہے تمام عالمین کا:۔

(بحر المعارف صفحہ ۳۶۶ و مشارق الانوار ص)

---

[۱] رادفہ :۔ صور کا پہلی دفعہ پھونکنا

[۲] نفخہ :۔ صور کا دوسری دفعہ پھونکنا۔

ٹیپو سلطان اور حب علیؑ

جناب محمد خاں بنگلوری تاریخ سلطنت خداداد میسور کتاب تاریخ میسور صفحہ نمبر ۴۴۸ طبع۔ بار چہارم لاہور ۱۹۴۸ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان فتح علی ٹیپو سلطان والئی میسور نے اپنے آلات حرب پر "اسد اللہ الغالب" لکھوایا ہوا تھا۔ یہ نام امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کا ہے۔

ٹیپو سلطان کی اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور ان کے نام نامی کو فتح اور کامرانی کی نشانی جانتے تھے جب ہی آلات حرب پر شیر خدا حیدر کرار کا اسم مبارک کندہ کرایا ہوا تھا۔

مولا علی نے اپنی دعا سے پانی کو منجمد کر دیا

ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السّلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے اور ایک خیبر کا رہنے والا شخص بھی آپ کے ہمراہ تھا دونوں صاحبان کا گزر ایک وادی سے ہوا جس میں پانی بہہ رہا تھا پس خیبری نے اپنی سواری پر سوار ہو کر کچھ پڑھا اور پانی پر سے گزر گیا پھر پلٹ کر حضرت کو آواز دی کہ اے شخص اگر تو بھی جانتا ہے جو میں جانتا ہوں تو تو بھی پانی پر سے گزر جا جیسے میں گزر کر آیا ہوں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے اس پر خیبری سے کہا کہ تم ذرا اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ پھر امیر المومنین نے پانی کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ پانی جم گیا۔ آپ بڑے اطمینان سے اس پانی کے اوپر سے گزر گئے جب خیبری

نے دیکھا کہ پانی پتھر کی طرح منجمد ہو گیا تو فوراً گھوڑے سے اتر کر جناب امیر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا اے جوان تم نے کیا کیا جو یہ پانی جم کر پتھر بن گیا۔

جناب امیر علیہ السّلام :- پہلے تم بتاؤ کہ تم نے کیا کہہ کر پانی پر سے گزرے تھے۔

خیبری :- میں نے اللہ کو اس کے اسم اعظم کے نام کے ساتھ پکارا تھا۔

جناب امیر علیہ السّلام :- وہ اسم اعظم کیا ہے؟

خیبری :- میں نے محمدؐ اعظم کے وصی کے نام کے ساتھ خدا سے سوال کیا تھا۔

جناب امیر علیہ السّلام :- محمدؐ صلعم کا وصی تو میں ہوں۔

خیبری :- بیشک آپ سچ فرماتے ہیں یہ کہہ کر اس خیبری نے اسلام قبول کر لیا۔ (بحوالہ بحر المعارف صفحہ ۲۱۹)

واقعہ نمبر

"میری آشفتہ بیانی"

از دبیر حسین رضوی (علیگ) پولیس پنشنر۔ لاہور

عرب کے مشہور و معروف شاعر نابغہ ذبیانی نے کہا تھا کہ انسان زندگی کی آرزو کرتا ہے حالانکہ طویل عمر اُس کو نقصان ہی پہنچاتی ہے اس کی تر و تازگی ختم ہو جاتی ہے پُر کیف زندگی بیتے سمے کی یاد بن جاتی ہے۔ اور ایک تکلیف دہ دور کا آغاز ہو جاتا ہے زمانہ اُس کے ساتھ بیوفائی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اُسے دُنیا کی کسی شے میں بھی خوشی اور مسرّت نظر نہیں آتی۔

شاعر باکمال کی جادو بیانی بجا لیکن راقم السطور کو حیات مستعار

کے ستر سال کا جنجال پورا ہونے کے بعد شدّت سے احساس ہونے لگا ہے کہ ؎

عُمر کے آخری حصّہ میں حیا جاگتی ہے
لوگ ہوتے ہیں مسلمان بڑی دیر کے بعد

اس دورِ پُر فتن و پُر آشوب میں جبکہ قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں۔ یہ امر وجہ تسلّی ہے کہ فرصت کے لمحات نصیب ہیں اور خلوت ہو یا جلوت میری آشفتہ بیانی کا پرتو مندرجہ ذیل دل پسند اشعار میں ملتا ہے جو اکثر و بیشتر میرے وردِ زبان رہتے ہیں۔

علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
ہزار جانِ گرامی فدائے جانِ علیؑ
ایمانِ من محبتِ آلِ محمدؐ است
جانم فدائے خاکِ رہِ مرتضیٰ علیؑ

ذوق حیراں ہے بہت فکرِ کشود کار میں
یا علیؑ مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

آگاہ جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام
رکھتے ہیں خبر اُس سے یہاں خاص نہ عام
جو لوگ صفِ اوّل میثاق میں تھے
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام؟

سبطینِ نبیؐ یعنی حسنؑ اور حسینؑ
زہراؑ و علیؑ کے دونوں وہ نور العین
عینک ہے تماشائے دو عالم کے لئے
اے ذوق! لگا آنکھوں سے اُنکے نعلین

مولانا حسرت موہانی کا نذرانۂ عقیدت :-

مسرّت ہے شاہِ نجف کی غلامی
زہے کامرانی، زہے شادمانی
وہ بخوف کیوں نہ ہو، بن گئے ہوں!
حقیقت میں شیرِ خدا جس کے حامی
پہنچ کر درِ شاہِ مرداں پہ اکثر
خصوصی شرف پا گئے ہم سے عاصی

میں نے اس دور کے مخصوص مسلمانوں کو!
یہ تو فرماتے سُنا ہے کہ نبیؐ ہم سا ہے
یہ بھی سمجھے کہ پیمبرؐ یہ فضیلت دے دی
ایک آواز نہ اٹھی کہ علیؑ ہم سا ہے

اگر گوئی کہ عالی خاندانم — نظر بر خاندانِ مصطفےٰ کن
دگر دانی کہ بر من جبر گشتہ — نظر بر کشتگانِ کربلا کن

از غلامانِ علیؑ ساخت ولائے تو مرا — تہنیت خواہ برِ بوذر و سلمان فتم

شامِ زندگیٔ بے ثبات میں یادِ جوانی بھی وجہ قرارِ دلِ بیتاب ہوئی ہے۔ ایسے ہی پُر کیف لمحات کی کیفیت نہاں خانۂ دماغ سے گزر کر یوں سامنے آئی ہے کہ تقریباً بالنصف صدی بیشتر ۱۹۳۴ء میں گہوارۂ پاکستان مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو خیرباد کہہ کر بسلسلۂ ملازمت پولیس ٹریننگ کالج قلعہ پھلور ضلع جالندھر (پنجاب) میں داخلہ مل جانے پر فوراً ہی گھوڑے کی سواری کا دلچسپ تجربہ دستبر بے تدبیر کو درپیش ہوا تھا۔ انگریز پرنسپل سر الیف۔ ایچ مڈی ہیدم سواری جاننے کا دعویٰ کرنے والے مسلمان ہندو سکھ اور عیسائی کچھ جوانوں کو پہلے روز ہی خطرناک کُدائیوں پر لے گیا ان سات کُدائیوں کو دیکھ کر ہم سب گھبرا گئے اس حکم کی تعمیل میں کہ پاؤں باہر نکال کر دونوں رکابوں کو زین کے ہرنے پر پلٹ دو اور لگام کو گرہ دے کر جانور کی گردن پر ڈال دو۔ نصف درجن مبتدی سواروں کے چھکے چھوٹ گئے ہمارے چہروں پر ہوائیاں اڑتی دیکھ کر رائیڈنگ ماسٹر چودھری مانو رام ہندو جاٹ جو سابق فوجی افیسر ضلع روہتک کا باشندہ تھا گرجدار آواز میں بولا "جوانو! ڈرو نہیں یا علیؑ کا نعرہ لگا کر ساری کُدائیاں

پار کر جاؤ" یہ سُن کر میں بیساختہ چلّایا ؎

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

میں پہلے نمبر پر تھا کہ انگریز افیسر نے نام پکارا "چودھری صاحب" کا زنّاٹے دار چابک ہوا میں لہرایا اور میرے مرکب کی پُشت پر پڑا گھوڑا اُچھلا میں نے برجستہ بآوازِ بلند یا علیؑ کہا برق رفتاری سے کُدائیاں طے ہونے لگیں ہوا کے دباؤ سے میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ آخری ساتویں رکاوٹ دمدمہ پھلانگنے کے بعد گھوڑا رُک گیا اور میں نے دیکھا کہ انگریز افیسر سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا یکے بعد دیگرے یا علیؑ کا نعرہ لگاتے ہوئے باقیماندہ جوان صبارفتار گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے عجیب دلکش منظر تھا کہ چھٹا جوان جو ضلع ہزارہ صوبہ سرحد کا ہندو پٹھان تھا تیسری کُدائی پر گر اور بے ہوش ہو گیا اس کی دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی تھی ہوش آنے پر اس نے یا علیؑ کا نعرہ نہ لگانے پر سخت اظہارِ پشیمانی کیا تھا۔ بے حد پُرمشقت ٹریننگ کا ایک سالہ کورس ختم ہونے کو آیا تو امتحان کے دن میرے حصہ میں بوگی نامی انتہائی سرکش گھوڑا آیا جس میں جملہ عیوب پائے جاتے تھے میں نے بکمالِ عقیدت اپنے والد مرحوم و مغفور کا بتلایا ہوا نسخہ آزمایا۔ سوار ہونے سے پہلے بوگی کی گردن پر کلمہ کی انگلی سے یا علیؑ لکھ دیا۔ امتحان کے دوران گھوڑا بے قابو نہ ہوا۔ جونہی میں نے سائیس کے حوالے کیا بوگی کی اچھل کود دوچند تھی۔

۱۹۴۸ء میں قیامِ پاکستان کے بعد جنگِ آزادیٔ کشمیر میں بطور رضاکار عین محاذ پر جانے کی سعادت مجھ ناچیز کو نصیب ہوئی تھی محبّی و مشفقی خان دلاور حسین خان لودھی ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی حال مقیم دیپال پور ضلع ساہیوال عینی شاہد ہیں کہ کشمیر محاذ پر گرفتار ہونیوالے ہندو سکھ قیدی برملا اعتراف کرتے تھے کہ یا علیؑ کے نعروں سے وہ ہیبت طاری ہوتی تھی کہ دل دہل جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مملکت

خداداد پاکستان میں شجاعت کا سب سے بڑا اعزاز "نشانِ حیدرؑ" ہے۔ اور برصغیر پاک و ہند میں اکھاڑوں میں اترنے والے پہلوان آج بھی یا علیؑ کا نعرہ بصمیم قلب بلند کرتے ہیں ؎

کہاں کہاں نہیں ہوں گے اثر ترے غم کے
یہ نقشِ منزلِ دل تک تو پائے جاتے ہیں

وطن عزیز میں سیم و زر کا پرستار اور ہوا و ہوس میں گرفتار معاشرہ اہلبیتِ اطہار کے ایثار و کردار سے انحراف کر کے قعرِ مذلت میں گرا جا رہا ہے جس کی کیفیت محتاجِ بیان نہیں ؎

جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

بفضلہٖ و بصدقۂ آئمہ ہدا ترقیٔ معکوس کی ان پہنائیوں کے پیش نظر مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ ؎

مجھے پسند ہے دُنیا میں اپنی ناکامی!
کہ ہر ذلیل یہاں کامیاب ہوتا ہے

حضرت علی علیہ السّلام کے کلام
نہج البلاغہ کا دنیاوی زندگی پر اثر!

نہج البلاغہ حضرت علیؑ کے کلام کا ایک مجموعہ ہے، جسے شریف رضیؒ نے متعدد قدیم کتابوں سے مرتب کیا۔ اس کے پڑھنے سے زندگی و موت اور زندگی کے مختلف مسائل اور پہلوؤں پر ہم کو معلومات کا بیش بہا خزانہ ملتا ہے۔ اپنے زمانے کے ماحول اور اپنے ساتھیوں کے نفسیات پر بھی تبصرہ ملتا ہے۔

اسلام مادی زندگی سے تنگ آکر بھاگ نکلنے کی ہدایت نہیں کرتا۔ ہمت ہار کر گوشہ نشینی اختیار کر لینا اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے مگر اسلامی تعلیمات کا تقاضہ یہ ہے کہ دُنیاوی زندگی کو اخروی زندگی کی تیاری میں صرف کرنا چاہیئے۔ حیاتِ اخروی کو منزلِ مقصود قرار دینا چاہیئے جو لوگ آخرت کو بھول کر دنیا کی مختصر سی زندگی ہی کو اپنے وجود کا مقصد اور اپنی حقیقی منزل قرار دیتے ہیں، اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ دنیاوی زندگی کا مقصد سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ حاصل کر لینا قرار دیتے ہیں۔ یعنی دین کی عائد کی ہوئی پابندیوں کے ساتھ دنیوی زندگی بسر کرنا توشۂ آخرت کا حاصل کرنا ہے۔ اس مقصد کو نظر انداز کر کے دُنیاوی زندگی میں آلودہ ہو جانے کی مذمت کی گئی ہے۔

موت سے بجائے خوف زدہ ہونے کے مانوس رہنے کی ترغیب دی گئی ہے، اپنے فرائض میں پہلو تہی کی مذمت کی ہے اور فرائض کی ادائیگی

کے لئے کمرِ ہمت کو مضبوطی سے باندھ کر اُٹھ کھڑے ہونے کے لئے حوصلہ افزائی کی ہے۔ ذیل میں امیر المومنینؑ کے خطبوں سے اقتباسات درج کئے جائیں گے۔ مندرجہ بالا تعلیمات اسلام کو خود انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔ اخلاقی تعلیمات اور حکیمانہ اقوال کے ذریعہ خلقِ خدا کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اخروی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے دنیاوی زندگی کا صحیح طور سے بسر کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آخرت کو بھول کے اسی کو سب کچھ سمجھ لینا صحیح نہیں۔ ذیل میں حضرت علیؑ کے کلام کی روشنی میں دنیاوی زندگی کی تصویر دیکھئے (زیادہ تفصیل اس موضوع پر دیکھنی ہو تو حکیم الٰہی تصنیف علامہ کامونپوری ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی مطبوعہ حسینی مشن راولپنڈی ص۵۶ سے ص۷۶ مطالعہ کیجئے)

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں "دُنیا کی زینت اور تنعیم پر فریفتہ نہ ہو جانا اس کی مصیبت اور کلفت پر فغان و زاری نہ کرنا"

ص۱۸، نہج البلاغہ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء

"کارہائے زشت نا انجام دہ یعنی موت کو یاد رکھو، جو لذتوں کو ڈھا دینے والی ہے" ص۱۹، نہج البلاغہ

"دنیا صاحبان دولت و نعمت کو مبتلائے آفت و مصیبت کر دے گی"

"حصول علم و دانش کے لئے جلدی کرو۔ قبل اس کے کہ اپنے آپ کو دوسری چیزوں میں مشغول کرو" ص۵۵،

"اس دنیا کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ دو"

"صبر کو اپنا شعار بنالو" ص۲۸، نہج البلاغہ

حضرت علی علیہ السلام حق اور باطل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اگر باطل برسرِ اقتدار ہو (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) ایسا تو ہوا

کیا ہے" ص۲۰۵ نہج البلاغہ

حضرت علیؑ کے وجود کا مقصد ہی خلقِ خدا کی خدمت اور ہدایت تھا آپ نے اپنے اس اہم ترین فریضہ کو دشوار گزار منازل سے گزر کر پورا کیا۔ رسول خدا کے بعد "موت کی طرف عمل کا توشہ لے کر" بڑھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ص۵۳۸ نہج البلاغہ۔

حضرت علیؑ دنیا کو مستقل طور پر جائے اقامت قرار نہیں دیتے اور یہاں سے کوچ کو ہر وقت مدنظر رکھتے ہیں۔ آپ حکم دیتے ہیں۔

"خدا کا نام لے کر کوچ کے لئے تیار ہو جاؤ" ص۵۶۲

حضرت امیر المومنینؑ ہمیں نصیحت کرتے ہیں کہ ہم دُنیا میں اقامت کی آرزو نہ کریں" ص۹۹، نہج البلاغہ

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی زندگی کو راہبوں اور جوگیوں اور سنیاسیوں کی طرح ترک کر دیا جائے کیونکہ اس کی کوئی قدر و اہمیت نہیں۔ نہیں بلکہ یہ دنیاوی زندگی اتنی اہم ہے کہ حیات اخروی اس پر منحصر ہے اور آخرت کی کامیابی کا راز دنیاوی زندگی کی کامیابی میں مضمر ہے لیکن دنیاوی زندگی کیسی ہونی چاہیئے اور اسے کامیاب بنانے کے لئے کیسی ہدایتوں اور نصیحتوں کی ضرورت ہے۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ دُنیا کی ترغیب دی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں آلودہ ہونے سے متنفر کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مادہ پرست ذہنیت کے لوگ کثرت سے ہیں اور وہ دنیا میں ضرورت سے زیادہ آلودہ ہو کر آخرت کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں اس لئے دُنیا کی حقارت کو ان کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ دُنیا سے آلودگی میں تفریط کے مقابلہ میں افراط کرنے والے زیادہ ہیں۔ اس لئے امیر المومنینؑ کے خطبوں میں دُنیا کو حقیر ثابت کرنے والی نصیحتیں بمقابلہ اس کی ترغیب دینے والی نصیحتوں کے زیادہ

ہیں ۔

موت کے لئے تیار رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" تمہیں کوچ کا حکم دیا جا چکا ہے اور زاد راہ کی طرف رہنمائی بھی کر دی گئی ہے "

نہج البلاغہ صفحہ ۴۸۰ ، صفحہ ۴۸۱ پر ہے " دنیا جائے اقامت نہیں ہے ، لہٰذا اسے آخرت سے بدل لینا چاہیئے " " موت کے لئے تیار و مستعد رہو کہ وہ تم پر سایہ فگن ہے "

" تم میں اور جنت دوزخ کے مابین موت کے سوا کوئی فاصلہ نہیں ہے "

پھر صفحہ نمبر ۴۹۲ پر ہے فرماتے ہیں " تمہیں چاہیئے کہ خدا کی راہ میں جان دے دینے سے خوش ہو اور سکون کے ساتھ موت کی طرف قدم بڑھاؤ "

وہ چیزیں جو دنیا میں حاصل کی جاتی ہیں لیکن آخرت میں کام آنے والی نہیں ۔ امیرالمومنین کی نگاہ میں قابل ستائش نہیں دنیا کی صرف انہیں چیزوں کو حاصل کرنا چاہیئے جو اخروی زندگی کے لئے توشہ بن سکیں اور جو آخرت میں کام آنے والی نہیں اور دنیا میں موت کے آتے ہی جدا ہو جائیں گی بے کار ہیں جیسا کہ صفحہ ۵۴۷ پر فرماتے ہیں ۔

" جس نے نیک کام کئے اور صرف انہیں چیزوں کو حاصل کیا (جو آخرت میں) ذخیرہ بن سکیں "

" جس نے اغراض دنیا کو پامال کیا اور (متاع آخرت) حاصل کر لی " اسے ایک کامیاب انسان تصور کرتے ہیں ۔ اس لئے دنیا کی جو کوششیں اور مقاصد اخروی نقطۂ نظر سے سود مند نہیں ، ترک کرنے کے قابل نہیں " تبلیغ کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی تھی اور پھر دوسرے

تمام لوگوں پر چنانچہ ان کا ارشاد نقل کرتا ہوں ۔

" سو یاد رکھو آسمانی رسولوں کے بعد فریضہ تبلیغ جس پر عائد ہوتا ہے وہ بشر ہی ہے " صفحہ ۲۳۵

آپ ‌فرض کی انجام دہی کے لئے ان کو کتنی تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور کتنے پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑا ۔ اسلام کے پاکیزہ اصولوں پر سیاسی مکاریوں کی ضربیں قوم کے لئے تفرقے اور نظام اسلام کے لئے بہت مضر تھیں لیکن قوم کی فلاح کے لئے مصائب برداشت کرنا حضرت علیؑ کے لئے ضروری تھا ۔ فرماتے ہیں ۔

" میں نے نظر اٹھا کر دیکھا ، اپنے اہل بیت کے سوا کسی کو یار و مددگار نہ پایا ، میں نے اسے پسند نہ کیا اور آنکھ میں جو تنکا کھٹک رہا تھا اسے چھپایا اور حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی پر پانی پی لیا ۔ غصہ کو فرو کیا اور اندرائن سے زیادہ تلخ تکلیفوں پر صبر سے کام لیا "

(صفحہ ۲۸۰ و ۲۷۹ نہج البلاغہ)

" میں نے اس طویل مدت میں شدید تکالیف پر صبر سے کام لیا "

حضرت علیؑ کا یہ قول ان کے اور ہر حق پرست کے لئے اتنا تکلیف دہ تھا کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ

" نیکو کار شخص بدکردار سمجھا جاتا ہے ۔ ظالم اپنی نخوت میں بڑھتا جاتا ہے "

حق کی حمایت کے لئے ہمیشہ آپ نے ہدایت جاری رکھی اور بتایا کہ

" حق جسے نفع نہ پہنچائے گا اسے باطل زیاں پہنچا کر رہے گا "

صفحہ ۲۹۴ نہج البلاغہ

حق سے ہمیشہ متحد رہنا چاہیئے ۔ باطل کے نقصان سے بچنے کا یہ ذریعہ ہے دنیا کی حق سے منحرف کر دینے والی نعمتوں سے بیزار رہنا ضروری ہے کیونکہ

"اپنے چاہنے والے کے دل کو موہ لینے والی دنیا اس کو ہلاک کرتی ہے"۔

اگر کوئی شخص چاہے کہ حق سے دور رہ کر باطل کے زیاں سے محفوظ رہے تو یہ ممکن نہیں، حق کا ساتھ دینا ضروری ہے اور حق کا ساتھ دینے میں صحیح نیت اور اہل حق کے ساتھ باطنی وحدت اور تعلق خاطر رکھنے کو کتنی اہمیت حاصل ہے کہ جنگ جمل میں جب امیر المومنینؑ کو خدا نے کامیابی عطا فرمائی تو آپ کے ایک فداکار نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا "کاش اس موقعہ پر میرا بھائی بھی موجود ہوتا۔ تاکہ وہ دیکھتا کہ کس طرح خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو دشمنوں پر فتح و نصرت مرحمت فرمائی"۔ امیر المومنینؑ نے یہ سن کر سوال کیا، کیا تیرا بھائی مجھ سے محبت رکھتا ہے۔؟ اس نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا۔ تو یہ سمجھ لو وہ بھی اس جنگ میں ہمارے ساتھ شریک تھا۔ وہ ہم میں موجود تھا اور صرف وہی نہیں، ہمارے لشکر میں وہ لوگ بھی تھے، جو ابھی صلب پدر اور رحم مادر میں موجود ہیں جنھیں عنقریب زمانہ پیدا کرے گا۔ اور وہ جن کے وجود سے ایمان قوت پکڑے گا"۔
صفحہ ۱۸۸ و صفحہ ۱۸۹ نہج البلاغہ

بہر حال حضرت علیؑ حق کی حمایت کا حکم اور باطل پرستی کی ممانعت کرتے ہیں وہ زندگی بھر اپنے حکیمانہ اقوال کے ذریعہ سے نصیحت کرتے رہے آپ نے ہدایت کی ہے کہ "حرام کو اپنی شکیبائی پر غالب نہ آنے دو۔ صـ۵۴۶

"آرزو عقل کو بھول میں ڈال دیتی ہے لہٰذا (غلط) امیدوں کو جھٹلاؤ کیونکہ یہ امیدیں ایک قسم کا فریب ہے لہذا آرزومند فریب خوردہ ہے"۔
صـ ۶۱۲ نہج البلاغہ۔

وہ شخص حضرت علیؑ کی نگاہ میں مبارک ہے اور قابل تعریف ہے "وہ حزن و اندوہ کو اپنا شعار قرار دے لے، خوف و ترس کو اپنا رویّہ بنالے"۔ صـ ۶۱۵ نہج البلاغہ۔

"اور جس کے دل میں انجام کی فکر نے گھر کر لیا ہو، جس کے بدن کو خوف خدا نے لاغر کر دیا ہو۔ عبادت شب نے اس کی ذراسی نیند بھی چھین لی ہو۔ جس کے خواہشات نفسانی کو زہد نے روک دیا ہو"۔
صـ ۵ نہج البلاغہ۔

"اصحاب رسولؐ ــ رات سجدہ اور قیام (عبادت) میں گزارتے، یاد آتش اور امید ثواب سے (روتے روتے) ان کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے لرزہ براندام ہو جاتے جس طرح باد تند سے درخت ہلنے اور ڈولنے لگتے ہیں"۔ صـ ۱۰۱ نہج البلاغہ

"وہ ہم کو ہدایت کرتے ہیں کہ پیغمبر کے اہل بیت۔ اگر کبھی خانہ نشین ہو جائیں تو تم بھی خانہ نشین ہو جاؤ اور اگر وہ اٹھ کھڑے ہوں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے سبقت نہ کرو کہ اس طرح گمراہ ہو جاؤ گے، ان سے پیچھے نہ ہو کہ اس طرح ہلاک و برباد ہو جاؤ گے"۔ صفحہ ۹۰ نہج البلاغہ

"یہی لوگ چراغ ہدایت اور نشان روشن ہیں۔ خلق کے عیب اور بدی کو آشکار نہیں کرتے"۔ نہج البلاغہ صـ ۴۳

خدا پرست مومن آپ نے حق کی نشانی بیان کی ہے۔

"جو اس سے آگے بڑھے گا۔ وہ (دین سے) خارج ہو گا جو اس سے پیچھے ہٹے گا وہ برباد ہو گا۔ اور جو اس کے ساتھ ملحق رہے گا وہ واصل بحق ہو گا۔

"پس عمل کرو اس دن کے لئے جس کے لئے اعمال حسنہ کے ذخائر جمع کئے جاتے ہیں"۔ نہج البلاغہ صـ ۸۵۳

ذیل میں حضرت علیؑ کے چند مختصر اقوال درج کرتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے۔ یہ وہ کوزے ہیں جن میں حقائق اور معانی کے دریا

آپ نے جناب سیدہؑ کی وفات کے موقعہ پر رسولؐ کو مخاطب کر کے کہا: "عنقریب آپ کی صاحبزادی آپ کو آگاہ کریں گی، آپ ان سے اچھی طرح معلوم کر لیجئے۔ آپ میرے حالات کو ان سے دریافت فرمائیے"

(ص۱۲۳ نہج البلاغہ)

بہر حال حضرت علیؑ فقر اور درویشی اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور اس فقر و درویشی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ محنت و مزدوری کی جائے، تجارت و زراعت اور تحصیل دولت کی جد و جہد چھوڑ دی جائے۔ بلکہ حضرت علیؑ کے فقر و درویشی سے مراد باطل و حرام سے بے نیازی اور اپنی دولت و راحت میں مستحقین اور ضرورتمندوں کا حصہ لگانا ہے۔

امیرالمومنینؑ دنیا میں کھو جانے والوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں "کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے دنیا سے بڑی بڑی امیدیں باندھ لی تھیں" اور "عمر کے ختم ہونے کو امر بعید سمجھتے تھے"۔ ان سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت فرماتے ہیں، موت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے۔ موت سے پہلے اپنے گناہوں کی توبہ کر لینی چاہیئے۔

حضرت کا قول ہے "تم سے کوئی انس نہ رکھے مگر حق"۔

میں خدا پر "توکل کرتا ہوں کہ وہ (میرے لئے) کافی اور یاور ہے!" (نہج البلاغہ ص۵۷۲)

دنیاوی زندگی کو ترک نہ کرنا چاہیئے اور بغیر آخرت کے خیال کے دنیا میں آلودہ ہونا چاہیئے اس کی وضاحت حضرت علیؑ کے مندرجہ ذیل قول سے بھی ہوتی ہے۔

"زاہد اور پارسا) وہ لوگ ہیں۔ جو (بظاہر) اہل دنیا ہیں لیکن (باطن میں) اہل دنیا نہیں ہیں"۔ ص۱۲۸۷ نہج البلاغہ

"بلاشبہ کل کے نیک بخت وہی لوگ ہوں گے جو آج اس

فکر سے ہوئے ہیں۔

"دنیا میں سوا فریب کے اور کچھ نہیں۔ یہ فانی ہے"۔

ص۸۰ نہج البلاغہ

"دنیا نے فریب دینے والی چیزوں سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے" نہج البلاغہ ص۱۱۶۔

"پارساؤں کو۔۔۔ نفس پر بہت غصہ آتا رہتا ہے"۔

(نہج البلاغہ)

"انسان جب خدا کی طرف جاتا ہے تو نہ مال و دولت ساتھ لے جاتا ہے نہ قصر و محل"۔

"اگر تم شمشیر دنیا سے بچ گئے تو شمشیر آخرت سے سلامت نہ رہو گے"۔ (نہج البلاغہ)

حضرت علیؑ "شک کو یقین سے بدل" لینے کی نصیحت کرتے ہیں۔

رسول اکرمؐ کی زندگی میں اپنے مصائب اور خداپرستی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "ہر مصیبت اور سختی کے وقت ہماری کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوتا تھا مگر ایمان میں زخموں کی سوزش پر صبر کرتے تھے"۔

(ص۸۶۵ نہج البلاغہ)

اسراف کی مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اسراف وہ چیز ہے کہ مسرت کو دنیا میں بلند اور آخرت میں پست کر دیتا ہے لوگوں میں تو اسے گرامی قدر بنا دیتا ہے اور خدا کی نظر میں اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ نہج البلاغہ ص۸۸۵)

مومنوں اور خداترس لوگوں کو حضرت علیؑ کے قول کے مطابق "جنت میں انبیاء کی رفاقت نصیب ہو گی"۔

اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس پر جور و ستم کا خوگر ہوں"۔

(ص۱۲۲۹ نہج البلاغہ)

اِس دُنیا سے گریزاں ہیں ۔ ص ۱۲۷ نہج البلاغہ

" میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ تم پر خدا کا حق ہے " یہ لوگ از جہت اعداد شمار کم ہیں "

(صفحہ ۱۳۲۱ نہج البلاغہ)

عزیمت (ایثار و قربانی) اور ولیمہ (عیش و کامرانی) ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ۔ غفلت کی نیند ہمت کو کمزور کر دیتی ہے " (ص ۱۶۹ نہج البلاغہ)

" بلاشبہ گزشتہ عہد کے حالات تمہارے لئے سبق آموز ہیں "

(ص ۱۷۰ نہج البلاغہ)

ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا میں مومن کی حالت حضرت علیؑ بیان فرماتے ہیں ۔

" ان کے قلوب دُنیا میں غمگین و افسردہ رہتے ہیں " دُنیا نے انھیں شدائد اور مصائب میں جکڑ رکھا ہے " (ص ۱۷۹ نہج البلاغہ)

" کوئی مومن صبح شام نہیں گزارتا مگر یہ کہ اپنے نفس سے بدگمان ہوتا ہے اور عیب جوئی پر مائل رہتا ہے، وہ ہمیشہ اس پر کمی طاعت کا الزام لگاتا ہے " (ص ۱۵۰ نہج البلاغہ)

" وہ شب اس حالت میں بسر کرتا ہے کہ اپنی غفلت سے خوف زدہ رہتا ہے " (ص ۱۵۲ نہج البلاغہ)

" جنت ناپسندیدہ اور دشوار کاموں سے، اور جہنم خواہشات نفس کی لذتوں سے بھری ہوئی ہے " (ص ۱۵۳ نہج البلاغہ)

" پیروئ نفس سے پرہیز کرو " (ص ۱۵۶ نہج البلاغہ)

" خوش نصیب وہ شخص ہے جسے اس کی بُرائی دوسرے لوگوں کی عیب جوئی سے محفوظ رکھے ــــ اور اپنی خطاؤں پر گریہ کرتا رہا ہے "

(ص ۱۶۲ نہج البلاغہ)

دوسرے کے گناہوں کو فاش کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا

" خدا تمہارے گناہ کو پوشیدہ رکھتا ہے " (ص ۱۲۶۹ نہج البلاغہ)

" دوسرے کے گناہوں کو ظاہر کرنا خدا کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے "

" دنیا میں کام کرے تاکہ آخرت میں کام آئے " (ص ۱۳۲۶ نہج البلاغہ)

" آنحضرتؐ نے اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیا ۔ اور خود اس کا رنج سختی و صبر کے ساتھ برداشت کیا " (ص ۱۳۲۰ نہج البلاغہ)

" آنکھیں خدا کا آشکار طور پر ادراک نہیں کر سکیں لیکن قلوب حقائق ایمان کے وسیلے سے اس کا ادراک کر لیتے ہیں "

(ص ۱۶۵ نہج البلاغہ)

" ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور فرستادہ تھے، جنھوں نے خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر سختی کو اپنے اوپر ہموار کر لیا اور اس کے راستہ میں ہر غم و اندوہ کو جرعہ جرعہ کر کے پی لیا " (ص ۱۸۹ نہج البلاغہ)

رہبانیت کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے حضرت علیؑ کا قول درج ذیل کرتا ہوں :۔

ایک شخص نے اپنے بھائیؑ کے متعلق شکایت کی ۔ کہ " وہ (راہب کی طرح) گلیم پوش ہو کر دنیا سے کنارہ کش ہو گیا ہے " امیرالمومنینؑ نے اسے بلا کر سخت تنبیہہ کی اور فرمایا ۔

" کیا تم اپنی بیوی اور بچوں پر رحم نہیں کرتے ! . . . تم اس حرکت سے خدا کے نزدیک ذلیل اور پست ہو گئے "

حضرت علیؑ کا یہ آخری قول بھی درج کر دینے کے بعد اب دُنیاوی زندگی کی صحیح تصویر اسلامی نقطۂ نظر سے ہمارے سامنے آجاتی ہے اور کسی قسم کی غلط فہمی کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

حضرت علیؑ دوسروں کو سکھانا چاہتے ہیں کہ اپنے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت کی دُعا کیونکر مانگنی چاہیئے۔ اس لئے وہ خود اپنے گناہوں کے لئے دعائیں مانگتیں تھیں اور انبیاءؑ و آئمہؑ اور صالحین کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ کہ وہ استغفار کو عبادت سمجھ کر اور بندگی کا نشان سمجھکر بجا لاتے تھے اور اپنے اعلیٰ مرتبہ کے لحاظ سے اپنی معمولی بات کو گناہ کہتے تھے۔ حالانکہ وہ آئینی لحاظ سے گناہ نہ تھے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا

"خدایا تو میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے۔" (صفحہ ۹۵۵ نہج البلاغہ)

"خدایا میں نے اپنے نفس سے (اطاعت و بندگی الٰہی کے جو وعدے کئے تھے اور ان وعدوں کو تو نے مجھ سے وفا ہوتے نہ پایا، اس پر بھی تو درگزر سے کام لے۔"

انھوں نے بار بار نصیحت کی ہے کہ اپنے گناہوں کی توبہ موت سے پہلے کر لینی چاہیئے۔ ورنہ دنیاوی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مر چکنے کے بعد "اب نہ کسی نیکی میں اضافہ کر سکتے ہیں، نہ کسی بدی کی معذرت کر سکتے ہیں۔" (صفحہ ۹۳۶ نہج البلاغہ)

"پس خدا اس پر رحم فرمائے کہ جس نے توبہ کر لی ہو اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی ہو اور موت کے آنے سے پہلے تیاری کر لی ہو۔"

(صفحہ ۹۹۲ نہج البلاغہ)

"عمل کی طرف جلدی کرو، اور مرگِ ناگہانی سے ڈرو۔۔۔ آج اگر روزی کا کچھ حصّہ فوت ہو گیا تو کل اس میں اضافہ ہو سکتا ہے اور کل (گزشتہ) جتنی عمر جا چکی ہے، آج وہ واپس نہیں آ سکتی۔"

(صفحہ ۸۲۹ نہج البلاغہ)

"کوئی شبہ نہیں، دُنیا کور دل کی حدِّ بینائی کی انتہا ہے۔"

(صفحہ ۹۲۶ نہج البلاغہ)

"سبحان اللہ - زندہ مردہ سے کس قدر قریب ہے اس سے مل جانے کے لئے، اور مردہ زندہ سے کس قدر دور ہے، اس سے کبھی نہ مل سکنے کے لئے۔"

"سبحان اللہ، اس دنیا کی مسرّت کتنی پُر فریب اور اس کی سیرابی کس قدر سبب تشنگی (آخرت میں) ہے اور اس کا سایہ کیسا گرمیٔ دوزخ کا موجب ہے، نہ آنے والی چیز (یعنی موت) روکی جا سکتی ہے، نہ گزشتہ (از دست رفتہ) واپس آ سکتا ہے؟"

مومنین کی تعریف کرتے ہوئے امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے۔

"اُنھوں نے (آخرت کی) آسائش کو رنج دُنیا سے اور (اس دن کی) سیرابی کو (آج کی) تشنگی سے بدل لیا۔ انھوں نے موت کو قریب سمجھا اور عمل کی طرف مبادرت کی، انھوں نے دُنیا کی، تمید دن کو جھٹلایا اور (گویا) موت کا نظارہ کر لیا، بلاشبہ دنیا فنا کا گھر ہے، تکلیف کا گھر ہے، انقلاب اور عبرت کا گھر ہے۔"

(صفحہ ۸۲۵ نہج البلاغہ)

خلاصہ یہ کہ اسلام دنیاوی زندگی سے بھاگنے کی نہیں بلکہ صحیح طور سے بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ حمایت باطل سے علیحدگی حق سے اتحاد اور موت و زندگی بعد مرگ کو مدنظر رکھنا مندرجہ بالا مضمون کا حاصل ہے :-

مولائے کائنات کی پیشنگوئیاں

(بحوالہ قادیانی رسالہ ہفت روزہ "لاہور" ۴ مئی ۱۹۸۰ء سے ۱۰ مئی ۱۹۸۰ء ایڈیٹر ثاقب زیروی صفحہ ۱۵)

پندرہ خصلتیں

حضرت علیؑ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری اُمت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہوئیں اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ .... فرمایا! (۱) جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے (۲) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔ (۳) زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے (۴) شوہر بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان بن جائے (۵) آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور ماں، باپ پر ظلم ڈھائے (۶) مساجد میں شور مچایا جائے۔ (۷) قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو (۸) آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے (۹) مرد ریشم پہننے لگیں (۱۰) نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ (۱۱) آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے (۱۲) گانے والی لڑکیاں فراہم کی جائیں۔
(۱۳) اس وقت کے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔
(۱۴) لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں (۱۵) اصحاب صبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں! (راجا سعید احمد کراچی)

شیعیانِ حیدر کرارؑ کے متعلق

سابق چیف جسٹس آف پاکستان کی رائے

عالی مرتبت عالی جناب محمد منیر صاحب چیف جسٹس آف پاکستان (ریٹائرڈ) کی شہرۂ آفاق کتاب "جناح سے ضیاء تک" جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بہت آسان۔ بامحاورہ اور عام فہم زبان میں ساری تحریر ہے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۹ اور صفحہ نمبر ۱۴۶ پر شیعیان حیدر کرار کے متعلق جو کچھ درج ہے اس کا اصلی عکس اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ میں نے یہ اقتباس کتاب مذکور کے پہلے اڈیشن سے پیش کیا ہے۔!

• کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال کے اندر دو ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں!

اس کتاب کی اشاعت اور تالیف پر
جناب محمد منیر صاحب چیف جسٹس آف پاکستان (ریٹائرڈ)
دلی مبارکباد کے مستحق ہیں
خداوند کریم ان کو ان کی توفیقات میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (محمد وصی خان)

پہلا اسلامی سکہ حضرت علی علیہ السلام نے جاری کیا

کتاب The Calligrapher of Thatta
کیلی گرافر آف ٹھٹھہ جس کو جناب ایم۔ اے غفار صاحب
نے تحریر کیا ہے اور اس کے ناشر پاکستان ایران کلچرل ایسوسی ایشن
کراچی ہے جس نے ۱۹۶۸ء میں اس کو شائع کیا۔

• اس کتاب کا اصلی مضمون جو انگریزی زبان میں ہے اس کی
فوٹو کاپی قارئین کرام کی معلومات کے لئے شائع کر رہا ہوں۔
کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا اسلامی سکہ عبدالملک
نے سنہ ۷۵ء میں جاری کیا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ
سنہ ۴۰ء میں دورِ خلافت امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام میں اسلامی
سکہ جاری ہوا۔ (نوٹ:۔ کتاب کا اصلی مضمون جناب سید رضا رضوی صاحب ساکن
بہار کالونی جمشید روڈ نے فراہم کیا جن کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وقتی)

The Calligraphers of Thatta 41 - 42

Calligraphers

Tradition attributes Ali b. Abi Talib the honour of being a distinguished scribe in the prophet's time. He is credited with the collection for the first time of the whole of the Quran after the death of the Prophet. Numismatic evidence proves that the first real Arabic type on the coins appeared in the Caliphate of Ali which bears the date 40 H. This was the model, on which Abdul Malik's reforms were based in 75 A.H.[1]

✓ In the Shia Political Conference when a Shia A'alim, Maulana Abdul Hamid Chandio, said that democracy was not known in Islam, several political leaders staged a walk out ('Musaawat' for December 15, 1978). A Shia Mujtahid, on being interviewed on television was asked what was Nizam-i-Mustafa, gave a long reply which was blacked out. The Shias cannot be ignored in enforcing Nizam-i-Mustafa as they are educated and powerful section of the community, having different views on Ushr and Zakat and penal laws. They number about 3 crores. Mufti Jafar, their mujtahid, wrote a minute of dissent when the Ushr and Zakat were being discussed but he was over-ruled. He has now threatened to resign from the Advisory Council of Islamic Ideology. Allama Mufti Syed Nasiruddin Ijtehadi, Allama Shabbir Ansari, Allama Syed Najamal Hasan have said that though they welcome Nizam-i-Mustafa, their idea of Nizam-i-Mustafa is different from that of Sunnis.

then I am nothing more than a man" ('Mishkat' Book I, Chapter VI). This tradition takes away the authority of hadis relating to worldly affairs and introduces secularism in Islam.

✓ The Shias judge Hadis from their own point of view and only consider such traditions reliable as are based on the authority of Ali and Ahli-bait. They have their own collections of Ahadis and do not accept the traditions compiled by Bukhari and his coworkers when they do not tally with their own traditions. They believe that the only Islamic form of Government was in the time of the Holy Prophet and therefore have different views on Ushr and Zakat and the cutting off of hands of the thief. They do not use the word Ushr but Khums, being 1/5 of the savings and the net agricultural produce. Further they believe that Government cannot collect Zakat or Ushr; their mujtahid only can do so and distribute the Zakat among the persons who are, according to the Shia views, entitled to it.

از کلام عارف

بزرگ مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ

اے رہنمائے مومناں اللہ مولانا علیؑ
تو ئی سروش غیب داں اللہ مولانا علیؑ
دانندۂ از ہمہ انجام و آغاز ہمہ
اے قدر دانِ از ہمہ اللہ مولانا علیؑ
قاضی و شیخ و محتسب دارد بدل بغض علیؑ
ہر سہ شدند از دین بری اللہ مولانا علیؑ
شاہم علی مرتضیٰؑ بعدش حسنؑ نجم سما
خوانم حسینؑ کربلا اللہ مولانا علیؑ
آں آدم آلِ عبادانم علیؑ زین العبا
ہم باقرؑ و صادقؑ گوا اللہ مولانا علیؑ
موسیٰ کاظمؑ ہم متقیں باشد امام و رہنما
گوید علیؑ موسیٰ رضا اللہ مولانا علیؑ
سوئے تقیؑ آی و نقیؑ در مہر او مہدی بخواں
با عسکری رازی بگو اللہ مولانا علیؑ
مہدیؑ سوار آخریں بر خصم بکشاید کمیں
خارج رود زیر زمیں اللہ مولانا علیؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمٹے تو بنے نقطہ پھیلے تو یہ قرآن ہے
اِس پیکرِ معنی کی تفسیر نہیں ممکن

علی ہے نقطۂ زیباب باءِ بسم اللہ
جو کلام ہو اس میں وہ آئے بسم اللہ

مرتبہ

محمد وصی خان

کردہ اَم ایں نذرِ مولائے نجف گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

کتاب ملنے کے پتے

- محفلِ حیدری، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی ۱۸
- احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

ناشر
رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار۔ کھارادر۔ کراچی ۲

یا علی المدد
الولی علی
الوصی علی
الصفی علی
الساقی علی
الھادی علی
الساجد علی
العابد علی
علیہ السلام

یا علی المدد
ید اللہ علی
صفوۃ اللہ علی
حجت اللہ علی
اسد اللہ علی
ولی اللہ علی
عدل اللہ علی
عین اللہ علی
علیہ السلام